غذائی مصنوعات کا حکم اور حلال سرٹیفکٹ کا اجراء
شرعی اصول اور شرائط ومعیارات

[اسلامک فقہ اکیڈمی(انڈیا) کے چوبیسویں فقہی سمینار منعقدہ مؤرخہ ۹۔۱۱؍جمادی الاولی۱۴۳۶ھ
مطابق۱ تا۳؍مارچ ۲۰۱۵ء کو دار العلوم الاسلامیہ اوچیرہ، کیرالہ میں پیش کئے گئے
علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات کا مجموعہ]

ایفا پبلی کیشنز - نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : غذائی مصنوعات کا حکم اور حلال سرٹیفکٹ کا اجراء شرعی اصول اور شرائط ومعیارات
صفحات :
قیمت :
سن طباعت : جنوری۲۰۱۶ء

ناشر

ایفا پبلیکیشنز
۱۶۱- ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸
جامعہ نگر،نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
ای میل: ifapublications@gmail.com
فون: ۰۱۱ - ۲۶۹۸۱۳۲۷

مجـــلـــــس ادارتـــــــــــ

۱- مولانا محمد نعمت الله اعظمی
۲- مولانا محمدبرہان الدین سنبھلی
۳- مولانا بدر الحسن قاسمی
۴- مولانا خالد سیف الله رحمانی
۵- مولانا عتیق احمد بستوی
۶- مفتی محمد عبید الله اسعدی


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

عنوان	مقالہ نگار	صفحہ
پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	٩
حصہ اول: غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول		
باب اول: تمہیدی امور		
سوالنامہ		١٥
تجاویز		١٧
تلخیص مقالات	ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی	١٨
عرض مسئلہ : (سوال نمبر ١، ٢، ٥)	مولانا زین العابدین الکوثری	٧٦
عرض مسئلہ: (سوال نمبر ٣، ٤)	مولانا اختر امام عادل قاسمی	٨٥
باب دوم: تعارفی تحریریں		
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول	مولانا محمد سعید لکھوی	٩٥
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول	مفتی محمد یحییٰ قاسمی	١٣١
غذا کے حلال ہونے کے متعلق اصول	ڈاکٹر زیڈآر اے اے آزاد	١٤٣
کیڑے مار دواؤں کے اثرات	پروفیسر عارف علی	١٥٧
باب سوم: تفصیلی تحریریں		
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول اور اس پر مبنی چند جدید فقہی مسائل	مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی	١٦٥
غذائی مصنوعات میں حلت وحرمت کے اصول	مولانا اختر امام عادل قاسمی	٢٠٣
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول	مفتی محمد عثمان بستوی	٢٢٩
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول	مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی	٢٤٧
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول	ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی	٢٧١
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول	مفتی شبیر احمد قاسمی	٢٩١
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول	قاضی محمد حسن ندوی	٣٠٦
غذائی مصنوعات سے متعلق مسائل	مفتی محمد عارف باللہ قاسمی	٣٢٦
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول	مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی	٣٤٠

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول	مفتی انور علی اعظمی	٣٥١
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول فقہی جزئیات کی روشنی میں	مفتی محمد مقصود فرقانی	٣٦١
أصول الحلال والحرام فی المصنوعات الغذائیۃ	مولانا زین العابدین الکوثری	٣٧٢
باب چہارم: مختصر تحریریں		
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول	مفتی سلمان پالنپوری قاسمی	٣٨٩
غذائی مصنوعات میں حلال و حرام کے اصول	مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی	٣٩٦
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کا شرعی ضابطہ	مفتی ابوبکر قاسمی	٤٠١
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے شرعی احکام	مفتی عارف کنجروی	٤٠٦
پیداوار میں اضافہ کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال	مولانا ولی اللہ مجید قاسمی	٤١٢
غذائی مصنوعات میں مضر صحت ادویہ اور کیمیکل کا استعمال	مولانا محمد طیب الرحمن	٤١٦
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول	مفتی عبد الرحیم قاسمی	٤٢٠
غذائی مصنوعات میں حلال و حرام کے اصول	قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی	٤٢٣
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کا اصول	مولانا عبد المنان	٤٢٦
غذائی مصنوعات میں حلال وحرام -اسلامی نقطہ نظر سے	مفتی لطیف الرحمن	٤٢٨
حصہ دوم: حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات		
باب اول: تمہیدی امور		
سوالنامہ		٤٣٥
تجاویز		٤٣٧
تلخیص مقالات	ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی	٤٣٨
عرض مسئلہ	مفتی محمدعثمان بستوی	٤٤٥
تعارفی تحریر	ڈاکٹر زیڈ آر اے اے آزاد	٤٥١
باب دوم: مقالات		
حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات	مولانا ڈاکٹر شاہجہاں ندوی	٤٥٩
حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کی شرائط	مفتی شبیر احمد قاسمی	٤٧٠

حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارے: معیار اور شرائط	مولانا اختر امام عادل قاسمی	٤٧٤
حلال سرٹیفکٹ کے اجراء سے متعلق احکام	مولانا محمد عثمان بستوی	٤٧٧
حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات	مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی	٤٨٤
حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات	مفتی انور علی اعظمی	٤٨٨
حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط	قاضی محمد حسن ندوی	٤٩٠
حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات	مفتی لطیف الرحمن فلاحی	٤٩٧
حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط معتبرہ	مفتی ابوبکر قاسمی	٥٠٠
حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات	مفتی محمد مقصود فرقانی	٥٠١
حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات	مفتی عبد المنان	٥٠٢
حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات	قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی	٥٠٣

* * *

پیش لفظ

دنیا میں انسان کی سب سے بڑی ضرورت غذا ہے، جو اسے خود محنت سے حاصل کرنی پڑتی ہے، اللہ تعالی نے کائنات کی اس بستی میں جو قسم قسم کی نباتات اور بے شمار حیوانات کو رکھا ہے یہ سب انسان کی خدمت کے لئے ہے، ان سے نہ صرف غذائی ضروریات پوری ہوتی ہے بلکہ سواری، باربرداری، ماحولیات میں توازن، آلودگی سے تحفظ، دوا وعلاج وغیرہ اہم ضرورتیں بھی ان کے ذریعہ پوری ہوتی ہیں، البتہ ان سے غذائی ضروریات حاصل کرنے کی صورت میں شریعت نے ایک بنیادی اصول مقرر کیا ہےکہ طیبات حلال ہیں اور خبائث حرام ہیں، طیب کے معنی پاکیزہ اور عمدہ چیز کے ہیں، اور خبیث اس کی ضد ہے، عمدگی دو پہلوؤں سے ہوتی ہے، ایک ظاہری ومادی، دوسرے باطنی وروحانی، ظاہری عمدگی سے مراد یہ ہے کہ وہ انسانی جسم کے لئے نقصاندہ نہ ہو، اور باطنی عمدگی سے مراد یہ ہے کہ وہ اخلاقی اثرات ونتائج کے اعتبار سے مضر نہ ہو، شریعت نے حلال وحرام میں ان ہی دو اصولوں کوپیش نظر رکھا ہے، کیونکہیہ دین آیا ہی ہے دنیا اور آخرت دونو نکو سنوارنے کے لئے۔

اسی لئے اللہ تعالی نے غذائی اشیاء کے سلسلہ میں بہت ہی صاف، صریح اور واضح احکام دیئے ہیں، اور زندگی کے دوسرے شعبوں کے برخلاف جزوی تفصیلات بھی ذکر کردی گئی ہیں، ان تمام احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ نباتات میں اصل حلال ہونا ہے سوائے اس کے کہ کوئی شئی نشہ آور یامہلک ہو، اور حیوانات میں اصل حرام ہونا ہے سوائے ان جانوروں کے جن کے حلال ہونے کی قرآن وحدیث میں صراحت موجود ہے لیکن گزشتہ زمانہ میں نباتییا حیوانی اجزاء کے استعمال کا ایک روایتی طریقہ تھا، اسے پکاکر استعمال کیا جاتا تھا، جدید ٹیکنالوجی کے آنے کی وجہ سے اب مختلف طریقوں پر غذائی اجزاء استعمال کئے جانے لگے، اور ان کا استعمال اس قدر بڑھ گیا کہ ماضی میں ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، نیز بین قومی تعلقات میں اضافہ اور مختلف علاقوں میں تارکین وطن کی آمد کی وجہ سے حلال ذبیحہ کی دستیابی بھی بہت سے علاقے میں ایک اہم مسئلہ بن گئی ہے۔ اس پس منظر میں غذائی مصنوعات کا مسئلہ بڑی اہمیت اختیار کرگیا ہے، حلال جانوروں کو بھی تغذیہ کے لئے حرام اجزاء دیئے جانے لگے، پیداوار بڑھانے کے لئے مضر صحت اشیاء کا استعمال روز افزوں ہے۔

اسی طرح فوڈٹیکنالوجی میں ترقی کی وجہ سے اب نباتات سے تیار کی جانے والی اشیاء میں بھی حیوانی اجزاء کا استعمال بڑھ گیا ہے، غذا کے علاوہ کاسمیٹک اشیاء اور بعض دوسری چیزوں میں بھی حیوانی اجزاء کا استعمال بڑھ گیا ہے، مغربی ممالک میں

ٹیکنالوجیکی ترقی کی وجہ سے یہ مسئلہ زیادہ پیش آتا ہے، بین الاقوامی تجارت کے فروغ پانے کی وجہ سے اب ہندوستان جیسے ممالک میں بھی حرام اور حلال غذا کی تحقیق کی ضرورت پیش آرہی ہے، مغربی ملکوں میں تو پہلے سے مسلمانوں کے ایسے ادارے قائم ہیں، جو حلال مصنوعات کی نشاندہی کرتے ہیں، اب ہندوستان وغیرہ میں بھی بعض ادارے اس کے لئے سرٹیفکٹ جاری کرتے ہیں، اس کام کو انجام دینے والے اداروں کے سلسلہ میں لوگوں کے اندر شکوک وشبہات بھی پائے جاتے ہیں، خود بعض مسلم اداروں نے بھی اکیڈمی سے درخواست کی کہ ہمارے لئے واضح معیارات مقرر ہونے چاہئیں، جن کو سامنے رکھ ہم اس کام کو انجام دیں اور ایسے اصول وقواعد مقرر ہوجائیں کہ ان پر عمل کرکے امت کو نہ صرف حرام بلکہ مشتبہ امور سے بھی بچایا جاسکے؛ چنانچہ اکیڈمی کے چوبیسویں سمینار منعقدہ دار العلوم اسلامیہ اوچرا (کیرالہ) میں ایک اہم موضوع ''غذائی مصنوعات اور حرام وحلال کے اصول'' کا بھی رکھا گیا، اور اس کے ساتھ ''حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے شرائط ومعیارات '' کا بھی اضافہ کردیا گیا، جس کا مقصد حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے اداروں کی رہنمائی ہے، بحمد اللہ دونوں موضوعات سے متعلق بڑے اہم مقالات اہل علم نے لکھے، اور شاید اردو میں پہلی بار ان موضوعات پر تفصیل کے ساتھ قلم اٹھایا گیا۔

مولانا ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی رفیق شعبہ علمی اسلامک فقہ اکیڈمی نے بڑی خوش سلیقگی، حسن ترتیب اور موضوع کی اہمیت کی رعایت کے ساتھ دونوں موضوعات سے متعلق مقالات، عرض مسئلہ، اور مناقشات کو مرتب کیا ہے، نیز موضوع سے متعلق سوالنامہ اور تجاویز بھی شامل اشاعت ہے، اس طرح اکیڈمی کی جانب سے پیش کی جانے والی علمی سوغات مینیہ ایک اہم اضافہ ہے، امید ہے کہ اصحاب ذوق اسے شوق کے ہاتھوں لینگے، اور یہ زیر بحث مسئلہ کی وضاحت اور رہنمائی کے لئے ایک دستاویز ثابت ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کو قبول عام وتام عطا فرمائے اور امت کے لئے نفع کا ذریعہ بنائے، واللہ المستعان۔

یکم ربیع الاول۱۴۳۷ھ
۱۳؍ دسمبر ۲۰۱۵ء

(مولانا) خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

* * *

حصہ اول

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

پہلا باب

تمہیدی امور

سوالنامہ:

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

غذا انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور اس پر اس کی زندگی موقوف ہے، لیکنیہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض چیزیں اخلاقی اعتبار سے یا صحت کے لحاظ سے انسان کے لئے نقصان دہ ہیں، او رانسان کو مضرت سے بچانا شریعت کا بنیادی مقصد ہے، اس لئے اسلام میں حلال وحرام کے تفصیلی احکام کی رہنمائی کی گئی ہے۔

بنیادی طور پر انسانی غذا میں کام آنے والی چیزیں دو طرح کی ہیں؛ ایک: نباتات، دوسرے: حیوانات۔ نباتات سب کی سب حلال ہیں، اس سے صرف دو صورتیں مستثنی ہیں: ایک وہ چیزیں جو نشہ پیدا کرنے والی ہوں، دوسرے وہ چیزیں جو انسان کے لئے مضر ہیں، ان کے علاوہ اگر کسی چیزسے نشہ تو نہ آتا ہو اور فوری ہلاکت بھی واقع نہ ہوتی ہو؛ لیکن وہ بتدریج انسان کی صحت کو شدید نقصان پہنچاتی ہو تو ان کا استعمال بھی ممانعت کے دائرہ میں آتا ہے، اگرچہ ان کی ممانعت مسکر اور مہلک چیزوں سے کم درجہ کی ہے۔

البتہ حیوانات میں بیشتر چیزوں کو منع کیا گیا ہے یعنی ان میں اصل حرام ہونا ہے جب تک کہ اس کا حلال ہونا کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو؛ اسی لئے قرآن مجید میں حلال جانوروں کا جس قدر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، کم ہی دوسرے احکام پر اتنی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے، پھر جو پرند، چرند حلال کئے گئے ہیں، ان میں بھی ایک کو چھوڑ کر سبھوں کے حلال ہونے کے لئے ذبح شرعی ضروری ہے، اور صحیح طریقہ پر ذبح کرنے کے باوجود اس کے بعض اجزاء کی حرمت وممانعت باقی رہتی ہے۔

موجودہ دور میں اس مسئلہ نے اس لئے زیادہ اہمیت اختیار کرلی ہے کہ نباتی اور حیوانی غذائی اشیاء سے کھانے پینے کے لئے مختلف مصنوعات تیار کی جاتی ہیں، اور جو چیزیں حلال ہیں ان میں بھی تیز رفتار نمو پیدا کرنے، تازگی برقرار رکھنے، دیرپا بنانے، لذت میں اضافہ کرنے، اور خوشنما شکل دینے کے لئے مختلف ایسے اجزاء استعمال کئے جاتے ہیں، جوانسانی صحت کے لئے سخت نقصان کا باعث بنتے ہیں، اس پس منظر میں بہت سے مسائل غور طلب ہیں، جن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں ایسی کھاد استعمال کی جاتی ہے، جس میں بہت زیادہ سَمّیت ہوتی ہے، یہاں تک کہ اگر انسان اس کو اصل حالت میں کھالے تو عجب نہیں کہ اس کی موت واقع ہوجائے، یہ سمیت زمین کے واسطہ سے پودوں میں شامل ہوتی ہے، اسی طرح بعض دواؤں کا پھلوں پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ کیڑوں سے محفوظ رہے، اگر کیڑے اس پر لگ جائیں تو مرجاتے ہیں، ان دواؤں کی سمیت کا اثر پھل میں بھیپہنچتا ہے، یہاں تک کہ ماضی قریب میں سعودی عرب نے لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد ہندوستان کی ہری مرچوں کا اور یورپین یونین نے ہندوستان کے آموں پر پابندی عائد کردی ہے، کیا پیداوار میں اضافہ اور پھلوں

کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز ہے، جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو اور وہ بتدریج خطرناک مثلاً کینسر جیسی بیماری کا سبب بنتا ہو۔

٢-پھلوں کو پکانے کے لئے ایسے کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں کہ وقت سے پہلے پھل پک جائیں،یا وہ دیکھنے میں خوشنما نظر آئیں،یا بعض اوقات انجکشن دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ تیزی سے پک جاتا ہے اور ایک درجہ میں اس سے مٹھاس بھی پیدا ہوجاتی ہے،نیز کاٹنے کے بعد وہ پھل اس طرح نظر آتاہے جیسا کہ فطری طور پر پکی ہوئی حالت میں ہوتا ہے، میڈیکل ماہرین کا خیال ہے کہ قبل ازوقت پھل پکانے یا استعمال کئے جانے والے کیمیکل انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہیں تو کیا پھلوں کو جلد از جلد پکانے کے لئے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانےیا جلد تیار کرنے کے لئے ایسی زہریلی دواؤں کا استعمال جائز ہے؟

٣-دودھ دینے والے حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے اور اگر جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہو تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اس سے دودھ کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے؛ لیکن بعض اطباء کا خیال ہے کہ یہ دودھ انسانی صحت کے لئے مضر ہے؛ کیونکہ جو چیز غیر فطری طو رپر پیدا کی جاتی ہے، عام طور پر وہ انسان کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے تو کیا دودھ میں اضافہ کے لئے ایسی تدبیروں کا استعمال کرنا جائز ہوگا؟

٤- بعض جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے دواؤں کا بھی استعمال ہوتا ہے اور غذاؤں کا بھی، جیسے پولٹری فارم میں پیدا ہونے والے بچوں کو تیزی سے بڑھانے کے لئے، اس سے ان کو دوہرا فائدہ ہوتا ہے، ایک: گوشت کی مقدار میں اضافہ، دوسرے: کم مدت میں پرورش کی ذمہ داری سے فارغ ہوجائے، مرغی وغیرہ کی اصل غذا نباتات ہے، مچھلیاں پانی کے اندر پائے جانے والے نباتات یا چھوٹے آبی جانوروں سے اپنی غذائی ضرورت پوری کرتے ہیں، لیکن اب ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے لئے جو غذا تیار کی جاتی ہے، اس میں ایسے جانوروں کے بھی اجزاء شامل کردیئے جاتے ہیں، جو تیزی سے وزن کو بڑھا دیں، بتایا جاتا ہے کہ خنزیر کی چربی اس کام کے لئے بہت مفید اور موثر سمجھی جاتی ہے، اور آج کل بعض مغربی ملکوں سے مرغی اور مچھلی کے لئے جو خوراک سپلائی کی جاتی ہے، اس مینیہ اجزاء شامل کئے جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ:

الف:کیا جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں؟

ب:اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی گئی، تو اب اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہے یا حرام غذا کی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت پیدا ہوجائے گی؟

٥-اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا جائے تو اس عمل کا کیا حکم ہوگا، یہ ممانعت کس درجہ کی ہوگی؟ حرام ہوگییا مکروہ؟ اسی طرح ایسی چیزوں کے خریدنے، خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے کا کیا حکم ہوگا؟

* * *

تجاویز:

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

۱-غذائی اشیاء سے صحت اور زندگی کا تحفظ متعلق ہے اور یہ بات نہایت قابل افسوس ہے کہ بعض اوقات غذائی اشیاء کی تیاری اور فراہمی سے متعلق افراد اور کمپنیاں ان معیارات کو ملحوظ نہیں رکھتی ہیں جو حفظان صحت کے لئے ضروری ہیں، اسی طرح غذائی اشیاء اور دوسری استعمالی چیزوں میں ملاوٹ بھی پیدا کی جاتی ہے جو جھوٹ اور دھوکہ ہے، اس لئے اس طرح کی خدمت فراہم کرنے والے اشخاص و عہدے داروں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ حفظان صحت کے اصولوں کا پورا خیال رکھیں، اس مقصد کے لئے حکومت کی جانب سے مقرر کردہ قوانین کا پورا احترام کریں اور حکومت کو بھی چاہئے کہ وہ عوام کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے مؤثر قانون بنائے اور اس کو نافذ کرے۔

۲-پیداوار میں اضافہ کے لئے تدابیر اختیار کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ پسندیدہ ہے، لیکن افزائش کی لالچ میں ایسی کھاد اور دواؤں کا استعمال جو انسانی صحت کے لئے سخت مضرت رساں ہو، درست نہیں۔

۳- پھلوں کو قبل از وقت پکانے اور خوشنما بنانے، نیز غیر فطری طریقہ پر حجم بڑھانے کے لئے ایسے کیمکل کا استعمال جو انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہو شرعاً درست نہیں۔

۴-جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے کے لئے کسی مصنوعی تدبیر کا اختیار کرنا فی نفسہ جائز ہے، لیکن اس کے لئے کوئی ایسا طریقہ اپنانا جس سے جانور کو سخت تکلیف ہو یا حاصل ہونے والا دودھ انسانی صحت کے لئے مضر ہو درست نہیں۔

۵-بلا ضرورت ماکول اللحم جانوروں کو بالقصد ناپاک غذا دینا جائز نہیں ہے، لیکن اگر ایسی کوئی غذا دی گئی تو ان جانوروں کے گوشت میں کوئی کراہت نہیں ہوگی، بشرطیکہ اس کے بدن سے نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوں۔

۶-اگر غذائی مصنوعات میں صحت کے لئے شدید مضر اشیاء کا استعمال کیا جائے تو یہ عمل ناجائز ہوگا۔

***

تلخیص مقالات:

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی•

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت اسلامی نے انسانوں کی سب سے بنیادی ضرورت غذا کے تعلق سے حلال وحرام کو واضح کردیا ہے، اور اس کے اصول متعین کردیئے ہیں، لیکن آج کل ایسی غذائی مصنوعات تیار کی جارہی ہیں جس نے ان کے استعمال کے سلسلہ میں شک وشبہ اور تذبذب میں مبتلا کردیا ہے، یعنی غذائی مصنوعات میں حرام کردہ چیزیں ملائی جارہی ہیں،یا ایسے مادے اور کیمیکل ملائے جارہے ہیں جو انسانی صحت کے لئے بتدریج مہلک ثابت ہوتے ہیں، مثلاً پھلوں اور سبزیوں میں کیمیکل ملے ہوئے انجکشن دیئے جاتے ہیں،یا کیمیکل ملی ہوئی داؤوں کا ان پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے، اسی طرح غذاؤوں میں اور انسانوں کی غذائی مصنوعات میں، نیز کاسمیٹکس وغیرہ اور روزمرہ استعمال کی چیزوں میں خنزیر کی چربی، جلاٹینیا خون کا بھی استعمال کیا جاتا ہے، یہ چیزیں اتنی عام ہوچکی ہیں اور انسان اس کا اتنا عادی ہوچکا ہے کہ اکیڈمی نے صرف حلال وحرام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہی نہیں بلکہ صحت کے لئے فائدہ ونقصان کو سامنے رکھتے ہوئے ''غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول '' کو اپنے ۲۴ویں فقہی سمینار کا موضوع بنایا ہے، تاکہ اس پر بحث ومناقشہ کے بعد اصولوں کو طے کرتے ہوئے امت مسلمہ ہندیہ کی شرعی رہنمائی کی جاسکے اور مسلمان حلال وحرام کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے ان چیزوں کا استعمال یا ان سے پرہیز کرسکیں۔

اس موضوع پر علماء کی طرف سے اب تک جو مقالات موصول ہوئے ہیں ان کی تعداد ۲۵ ہے، جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) قاضی محمد حسن ندوی، بھروچ، (۲)مولانا ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، کیرالہ، (۳)مفتی ابوبکر قاسمی، دربھنگہ، (۴) مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، کیرالہ، (۵) مفتی لطیف الرحمن، ممبئی، (۶) مفتی عارف کنجروی، بھروچ، (۷) مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی، کشمیر، (۸) مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، حیدرآباد، (۹) مولانا اختر امام عادل قاسمی، سمستی پور، (۱۰) مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی،ہریانہ، (۱۱) قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، ہریانہ، (۱۲) مفتی محمد یحییٰ قاسمی،مہاراشٹر، (۱۳) مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، اعظم گڈھ، (۱۴) مولانا زین العابدین الکوثری، کیرالہ، (۱۵) مولانا عبد الشکور

• شعبہ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

قاسمی، مہاراشٹر، (۱۶) مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، رائے بریلی، (۱۷) مفتی محمد مقصود، رامپور، (۱۸)مفتی سلمان پالنپوری قاسمی، گجرات، (۱۹) مفتی محمد عثمان بستوی، جونپور، (۲۰) مفتی عبد الرحیم قاسمی، بھوپال، (۲۱) مولانا محمد طیب الرحمن، آسام، (۲۲) مفتی انور علی اعظمی، مئو، (۲۳) مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی،میرٹھ، (۲۴) مولانا عبد المنان، آسام، (۲۵) مفتی شبیر احمد قاسمی، مرادآباد۔

اکیڈمی کو موصول ہونے والے مقالات کی تلخیص پیش خدمت ہے، اس سلسلہ میں اکیڈمی نے تمہید کے بعد پانچ تفصیلی سوالات قائم کئے ہیں، ان سوالوں کا جواب دینے سے پہلے مقالہ نگاروں کی تمہیدی باتوں کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے جو انہوں نے حلال وحرام کے اصول وضوابط کے تعلق سے پیش کی ہیں۔

بعض مقالہ نگار حضرات مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی وغیرہ نے جابجا اپنے مقالوں میں حلال وحرام کے اصول وضوابط سے متعلق گفتگوکی ہے، لیکن مولانا اختر امام عادل قاسمی نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

اشیاء میں اصل اباحت ہے یا حرمت؟

* غذائی مسائل اور جزئیات میں حکم شرعی کی تنقیح کے لئے اکثر ایک اصولی قاعدہ سے مدد لی جاتی ہے کہ ''اشیاء میں اصل اباحت ہے ''۔ اس کا ذکر ہماری کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، مگرمشکل یہ ہے کہ اس باب میں علماء کے یہاں سخت اضطراب پایا جاتا ہے اورمختلف فقہاء کی طرف جو آراء منسوب ہیں ،ان میں بھی شدید اختلاف ہے،مثلاً:

*بعض لوگوں نے اباحت کا قول شافعیہ کی طرف اور حرمت کا قول حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے، (الاشباہ و النظائر في قواعد وفروع فقه الشافعية ۱،۶۰، المؤلف: جلال الدين السيوطي)۔

*جبکہ کچھ دوسرے حضرات نے شافعیہ کے ساتھ اکثر حنفیہ کی طرف بھی اباحت کی نسبت کی ہے (تیسیر التحریر۲،۱۶۸)۔

* بعض حنابلہ کی بھییہی رائے بتائی جاتی ہے (التمہید۴،۲۷۱، وشرح الکوکب المنیر۱،۳۲۵۔۳۲۶)۔

*بلکہ بعض متاخرین نے تو اسے جمہور علماء کا موقف قرار دے دیا ہے (ارشاد الفحول، ص: ۲۸۴، والوجيز في ايضاح قواعد الفقه الكليه ، ص: ۱۲۹)۔

* دوسری جانب اشیاء میں اصل ممانعت ہے اس قول کو بعض علماء نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیا ہے (دیکھئے : المنثور۲،۷۰، الاشباه والنظائر للسيوطي، ص: ۶۰)۔

*بعض شوافع کی بھییہی رائے بتائی جاتی ہے (التبصرة في أصول الفقه، ص: ۵۳۲، وارشاد الفحول، ص: ۲۸۴)۔

*بعض حنابلہ کی بھیبھی رائے ہے (دیکھئے : التمہید ۲۷۱،۴، شرح الکوکب المنیر ۳۲۵،۱-۳۲۶)۔

* وہیں پر کئی علما نے اکثر فقہاء کا موقف توقف نقل کیا ہے ،یعنی حکم شرعی کی صراحت کے بغیر اس امرمیں کوئی رائے ظاہر نہیں کی جاسکتی، نہ جواز کی اورنہ عدم جواز کی (احکام الفصول، ص: ۶۸۱، والاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص: ۶۶)۔

*امام رازیؒ کی تحقیقیہ ہے کہ نفع بخش چیزوں میں اصل اباحت ہے اور نقصان دہ چیزوں میں اصل ممانعت ہے (المحصول ج۲ق۱۳۱،۲)۔

علائی بھی اسی کے قائل ہیں، کچھ معاصر علماء نے یہی قول شافعیہ بلکہ جمہور علماء کی طرف منسوب کردیا ہے (المجموع شرح المہذ ب في قواعد المذهب (رسالة دکتوراہ)۵۱۵،۲، بحوالہ القواعد والضوابط الفقہیۃ المتضمنۃ للتیسیر ۱۵۴،۱، المولف: عبد الرحمن بن صالح العبد اللطیف)۔

*علامہ ابن نجیم الحنفی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر علماء حنفیہ بھی توقف ہی کے قائل ہیں ،شافعیہ نے حضرت الامامؒ کی طرف حرمت کا قول منسوب کیا ہے ،ابن نجیمؒ نے اس کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے اور انہوں نے مسلک مختار توقف کو قرار دیا ہے ،ابن نجیمؒ نے بھی اس سلسلے میں علماء کے اختلاف آراء کا ذکر کیا ہے ،اور اس سے پیدا ہونے والی مشکلات کی طرف اشارہ کیا ہے (الاشباہ والنظائر علی مذہب أبی حنیفۃ النعمان ۶۶،۱، المؤلف: الشیخ زین العابدین بن إبراہیم بن نجیم (۹۲۶-۹۷۰ھ))۔

چند ابواب میں اصل حرمت ہے:

* عبادات اور ابضاع (خواتین)کے بارے میں تقریباً اکثر فقہاء احناف اور شوافع کی رائے یہ ہے کہ ان میں اصل حرمت ہے،یعنی صریح حکم شرعی موجود نہ ہوتو ان کونا جائز قرار دیا جائے گا (الاشباہ والنظائر علی مذہب أبی حنیفۃ النعمان لابن نجیم، الاشباہ والنظائر فیقواعد وفروع فقہ الشافعیۃ۶۱،۱)۔

*عبادات اور دینی امور کے تعلق سے اس تصور کا ماخذ یہ حدیث پاک ہے ،جو اکثر کتب حدیث میں آئی ہے :

عن عائشة رضي الله عنها قالت :قال رسول الله ﷺ: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد (صحيح البخاري ۹۵۹،۲ حدیث نمبر: ۲۵۵۰)۔

* ابضاع کے تعلق سے ان آیات کریمہ کو ماخذ بنایا جاسکتا ہے، جن میں حرام وحلال عورتوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور اس ضمن میں ایک ایک جزئیہ سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔

حیوانات میں اصل حرمت ہے:

* اسی طرح کے مسائل میں ایک مسئلہ (لحوم) حیوانی غذاؤں کا ہے ،یعنی جن حیوانات کے تعلق سے شریعت کا کوئی حکم صریح منقول نہ ہو ،یا کسی حیوانی غذا کی

حلت وحرمت پر کوئی دلیلیاقرینہ موجود نہ ہو ان میں اباحت اصل ہوگییا حرمت ؟یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے ، بعض علماء اس باب میں بھی اباحت اصلیہ کے قائل ہیں (الاشباہ والنظائر لابن الوکیل۱؍۲۹۷، المنثور ۲؍۱۱۲)۔

مجوزین اس کو عام اشیاء پر (جن میں وہ نظریۂ اباحت کے قائل ہیں) قیاس کرتے ہیں اور وہی دلائل عامہ پیش کرتے ہیں جو اکثر اشیاء میں اباحت اصلیہ کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہیں مثلاً :

* قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً (سورۃ الأنعام: ۱۴۵)۔

* وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ (سورۃ الانعام: ۱۱۹) وغیرہ۔

لیکن حنفیہ،بعض شافعیہ اور اکثر محققین علماء کا نظریہ اس معاملہ میں اصلاً ممانعت کا ہے، یعنی حرمت وحلت کی دلیل موجود نہ ہو تو جانور حرام ہوگا (اعلام الموقعین۱؍۲۹۵، بدائع الفوائد ۳؍۱۲۹، المغنی۱ ؍۴۴، قواعد ابن رجب، ق ۱۵، قواعد ابن سعدی، ص: ۲۳)۔

ان حضرات نے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

*حضرت عدی بن حاتم کی روایت ہے :

عن عدي بن حاتم قال : سألت النبي صلى الله عليه وسلم فقال: ‘‘إذا أرسلت كلبك المعلم فقتل فكل وإذا أكل فلا تأكل فإنما أمسكه على نفسه ” قلت: أرسل كلبي فأجد معه كلبا آخر ؟ قال: فلا تأكل فإنما سميت على كلبك ولم تسم على كلب آخر” (صحيح البخاري ۱؍ ۷۶، المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي)۔

*اسی روایت میں آگے شکار کا ایک اور مسئلہ ارشاد فرمایا گیا ہے :

وَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيقًا فِي الْمَاءِ فَلاَ تَأْكُلْ (صحیح مسلم ۶؍ ۵۸، حدیث نمبر : ۵۰۹۰)۔

بعض روایات میں اس حکم کی وضاحت بھی موجود ہے کہ :

فإنك لا تدري الماء قتله أو سهمك (الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم، تأليف: محمد بن فتوح الحميدي، جامع الأحاديث ۲؍۲۹۰، المؤلف : جلال الدين السيوطي، جامع الأصول في أحاديث الرسول ۷؍۲۴، المؤلف : ابن الأثير)۔

(اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ اس کی موت پانی میں ڈوبنے سے ہوئییا تمہارے تیر سے ہوئی)؟

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جانور کے گوشت میں اگر وجوہ اباحت اور وجوہ حرمت دونوں موجود ہوں تو وجوہ حرمت کا اعتبار ہوگا ،وجوہ اباحت کا نہیں ،اسی سے ان فقہاء نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ جانوروں کے گوشت میں اصل حرمت ہے، جب تک دلیل اباحت موجود نہ ہوگی اس کو ناجائز تصور کیا جائے گا۔

* آخرالذکر نقطۂ نظر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عام فقہی ضابطہ یہ ہے کہ

مبیح اور محرم میں اختلاف ہو جائے تو محرم کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس لحاظ سے لحوم کے بارے میں حرمت اصلیہ والا نقطۂ نظر زیادہ لائق ترجیح ہے ،حوالہ کے لئے دیکھئے:الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع فقہ الشافعیہ (۱۱۳،۱)، التقریر والتحبیر(۲۵،۵)، شرح التلویح علی التوضیح لمتن التنقیح فی أصول الفقہ (۶۷،۱)، شرح مختصر الروضہ(۷۳۷،۳)۔

اس اصولی بحث کے بعد ہم براہ راست انسانی غذاؤں کے مسئلے پر آتے ہیں ،انسانی غذائیں دو قسم کی اشیا ء پر مشتمل ہیں :

*حیوانی غذائیں * اورغیر حیوانی غذائیں۔

حیوانی غذاؤں میں حلت وحرمت کا معیار :

حیوانات کے تعلق سے جو تفصیلات ہمیں شریعت سے حاصل ہوئی ہیں ان کی روشنی میں حیوانات کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں :

(۱)وہ جانور جن میں ذبح شرعی کی حاجت نہیں ہے ،مثلاً مچھلی اور ٹڈی ،ارشاد نبوی ہے :

أحلت لنا میتتان السمک والجراد (ابن ماجہ ۱۰۷۳،۲)۔

(۲)وہ جانور جو ذبح شرعی کے بغیر حلال نہیں ہوتے ،مثلاً مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ تمام حلال جانور ،ایسے تمام جانوروں میں ذبح شرعی کے جو معروف اصول وقواعد ہیں ،نیز ذابح کے لئے جو معیار مقررکیا گیا ہے ،اور اس ضمن کی جو شرائط وتفصیلات ہیں ان کی رعایت ضروری ہے ،اس کے بغیر جانور حلال نہیں ہوگا ،اس کی تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں ۔

یہ تو خالص حیوانی غذاؤں کا معاملہ ہے ،لیکن غیرحیوانی غذائیں جن میں کوئی حیوانی جزو شامل کیا جاتا ہو ان میں بھی حیوانی غذا کے شرعی معیار اور تمام بنیادی شرائط واصول کی رعایت لازمی ہے ،بصورت دیگر جب تک کہ استحالہ اور قلب ماہیت کی بالکلیہ صورت نہ پیدا ہو جائے اس کے جواز کا کوئی امکان نہیں ہے ۔

غیر حیوانی غذاؤں میں حلت وحرمت کا معیار:

البتہ خالص غیرحیوانی غذاؤں میں جن میں کوئی حیوانی جزو شامل نہ ہو ،اسلام کے غذائی نظام کے مطالعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ ان میں حلت وحرمت کے لئے درج ذیل چیزوں کو بنیاد بنایا گیاہے :

نفع وضرر:

(۱) شریعت نے عام طور پر انسان کے لئے نفع بخش چیزوں کو حلال اور نقصان دہ چیزوں کو ناجائز قرار دیا ہے، اس لئے ہر ایسی چیز جو عام انسانوں کے لئے ضرر رساں ہو ناجائز ہوگی، نہ اس کا خود استعمال جائز ہوگا اور نہ دوسرے کو فراہم کرنا، ایک حدیثمیں اس اصول کی نشاندہی کی گئی ہے۔

* حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبادۃ بن الصامتؓ دونوں حضرات نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا :

''لا ضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجه ۲۴۱،۷ حدیث نمبر: ۲۴۳۱، مسند الامام أحمد بن حنبل ۳۱۳،۱، حدیث نمبر : ۲۸۶۷، الموطأ۴ ،۱۰۷۸، حدیث نمبر: ۲۷۵۸)۔

(نہ نقصان اٹھانا درست ہے اور نہ نقصان پہنچانا درست ہے)۔

غذائی اشیاء میں ضرر کی کئی صورتیں ممکن ہیں ،مثلاً :

* طاقت سےزیادہ کھانا پینا اسراف، فضول خرچی اور باعث مضرت ہےجس کی قرآن نے ممانعت کی ہے :

''کلوا واشربوا ولا تسرفوا إنہ لایحب المسرفین'' (الاعراف : ۳۱) ۔

* کسی زہریلی چیز کا استعمال درست نہیں جو انسانی جان ، عضو یا عقل وفکر کو نقصان پہونچائے ،خواہ وہ زہریلا جانور سانپ ،بچھو وغیرہ ہو یا منجملہ جمادات کے ہو مثلاً زہر وغیرہ ، قرآن کریم میں ہے :

ولاتقتلوا أنفسکم ان اللہ کان بکم رحیماً (النساء : ۲۹)۔

ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ (بقرۃ: ۱۹۵)۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

''من تحسی سماً فقتل نفسہ فھو یتحساہ فی نار جہنم خالداً مخلداً فیہا أبداً'' (فتح الباری۲۴۷،۱۰، مسند الامام احمد بن حنبل ۴۷۸،۲، حدیث نمبر: ۱۰۱۹۸)۔

(جو شخص زہر کھا کر جان دے تو جہنم میں مسلسل اسی تکلیف میں مبتلا رکھا جائے گا)۔

البتہ مالکیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہ چیزیں صرف ان اشخاص کے لئے ممنوع ہیں جن کے لئے یہ مضر ہوں ،اگر کسی کے لئے بطور علاج تجویز کیا جائے اور اس کے لئے مفید ہو تو بقدر ضرورت ان کے استعمال میں مضائقہ نہیں (الشرح الصغیر ۱۸۳،۲، طبعۃ دار المعارف، ومطالب أولی النہی۳۰۹،۶)۔

* ایسی چیز کا ستعمال جو گو زہریلی نہ ہو لیکن انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہو ،مثلاً کیچڑ ،مٹی اور کوئلہ وغیرہ پاک ہونے کے باوجود انسان کے لئے ان کا کھانا سخت نقصان دہ اور حرام ہے ،شافعیہ مٹی کی حرمت کے قائل ہیں ،مالکیہ کے یہاں حرمت وکراہت دونوں طرح کے قول ہیں ،لیکن فتویٰ حرمت پر ہے ،حنابلہ کے یہاں کراہت کی تعبیر آئی ہے لیکن صاحب مطالب اولی النہیٰ نے کراہت کی علت ضرر تحریر کی ہے اور ضرر کو سبب حرمت قرار دیا ہے (مطالب أولي النھی۳۰۹،۶)۔

* اس ضمن میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن کا نقصان دہ ہونا تجربہ اور معتبر ماہرین کے ذریعہ ثابت ہوجائے، اور اکثر حالات میں وہ نقصان دہ ہو ،اگر کسی کو اتفاقی

طور پر کسی شے سے نقصان پہونچ جائے،لیکن عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ ہوتا ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ حکم شرعی کا مدار نادر پرنہیں ہے۔

غذا کی حلت کے اصول:

مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے غذا کی حلت کے مندرجہ ذیل اصول بیان کئے ہیں:

١۔ غذا ضرر سے خالی ہو، خواہ ضرر جسمانی ہو یا عقلی، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمﷺ نے فیصلہ فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار '' (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ٢٣٤٠، مسند احمد حدیث نمبر: ٢٢٧٧٨، او راس کی سند صحیح ہے)۔

٢۔ غذا ناپاک نہ ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:''فإنہ رجس أو فسقا أہل لغیر اللہ بہ'' (٦؍الانعام: ١٤٥)، اور فرمان الہی ہے:''ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث'' (٧؍الاعراف: ١٥٧)۔

٣۔ غذا نشہ آور نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''یا أیہا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون'' (المائدہ: ٩٠)۔

اور نبی کریمﷺ کا فرمان ہے: ''کل مسکر خمر، وکل مسکر حرام'' (صحیح مسلم حدیث نمبر: ٢٠٠٣)۔

٤۔ بتدریج انسان کو ناکارہ کرنے والی چیز نہ ہو، جیسے منشیات: حشیش، افیم (Opium)، گانجا (Henbane)، اور بھانگ (Hyoscyamus) وغیرہ، کیونکہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے:''نہی رسول اللہﷺ عن کل مسکر ومفتر'' (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ٣٦٨٦، او راس کی سند میں کچھ کلام ہے)۔

٥۔ اگر غذا مباح حیوان ہے تو اسے شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو، جیسا کہ ارشاد باریتعالی ہے:''حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر، وما أہل لغیر اللہ بہ، والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما أکل السبع إلا ما ذکیتم'' (المائدہ: ٣) (تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت، اور وہ جانور حرام کیا گیا جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اور وہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، جو چوٹ سے مرا ہو، جو اوپر سے گر کر مرا ہو، جو سینگ لگ کر مرا ہو، جس کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو، سوائے اس کے جس کو تم نے ذبح کرلیا ہو)۔

٦۔ غذا دوسرے کی ملکیت نہ ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ''یاأیہا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم'' (٤؍النساء: ٢٩)، اور نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے:''إنہ لایحل مال امرئ إلا بطیب نفس منہ'' (مسند احمد،حدیث نمبر: ٢٠٦٩٥، سنن کبری للبیہقی، حدیث نمبر: ١١٥٤٥، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ٣٦٠٩، اور یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے)۔

اشیاء میں نفع وضرر کے اصول وضوابط:

مولانا محمد عثمان بستوی کا کہنا ہے کہ سوالنامہ میں اکثر سوالوں کا تعلق ضرر

سے ہے، لہذا انہوں نے مضر اشیاء کے تعلق سے اصول وضوابط کا ذکر تفصیل سے کیا ہے، اور علامہ شاطبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب نفع حاصل کرنے یا نقصان سے بچنے کے لئے انسان کوئی کام کرے گا تو نفع ونقصان کے اعتبار سے اس کی کل آٹھ قسمیں ہوتی ہیں، جن کے احکام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ پہلی قسم کا حکم: جب کسی نفع حاصل کرنے والے یا نقصان سے بچنے والے کے عمل سے دوسرے کا کوئی نقصان نہ ہو تو شرعاً اس کا جائز ومباح ہونا ظاہر ہے، حاصل یہ کہ پہلی قسم جائز ہے۔

۲۔ دوسری قسم کا حکم: دوسرے کا نقصان ہو اور نقصان کا قصد بھی ہو، تو اگر اس کا متبادل موجود ہو تو اس کا کرنا حرام اور اگر متبادل موجود نہ ہو تو قصد اضرار کی وجہ سے گناہ ہوگا، لیکن وہ کام شرعاً جائز ودرست ہوگا۔

۳۔ تیسری قسم کا حکم: یعنی دوسرے کو ضرر عام ہو، اگر نفع حاصل کرنے والے کا ترک کرنے کی صورت میں ایسا ضرر ہو کہ جس کی تلافی ناممکن ہو تو پھر ایسی صورت میں وہ مجبور ہے اور اس کے لئے وہ کام کرنا جائز ہے، لیکن اگر اس کو پہنچنے والے ضرر کی تلافی ممکن ہو تو ایسا فعل جس سے دوسرے کا ضرر عام ہو جائز نہیں۔

۴۔ چوتھی صورت کا حکم: یعنی دوسر ے کا ضرر خاص ہو اور کام کرنے والے کا بھی ترک کی صورت میں نقصان ہو، تو اس صورت کا حکم ترک کرنے والے کے نقصان کے اعتبار سے مختلف ہے۔

الف۔ اگر ایسا نقصان ہو جس میں اس کو خود ہلاکت کا خطرہ ہو تو ترک کرنا شرعاً جائز نہیں۔

ب۔ اور اگر ترک کرنے والے کی ہلاکت کا خطرہ نہیں ہے تو اس کے لئے وہ کام کرنا جائز ہے؛ کیونکہ شریعت نے انسان کو دوسرے کے نفع ونقصان سے قطع نظر اپنے حصول نفع اور دفع ضرر کا اختیار دیا ہے، اب اگر اس کے ذریعہ دوسرے کے ضرر کا مقصد نہ ہو تو اپنے نفع اور دفع نقصان کے لئے ہر کام کرنا جائز ہے، دوسرے کے نقصان کا اس کو مکلف نہیں بنایا گیا ہے۔

ج۔ البتہ اگر کوئی دوسرے کے لئے خود اپنا نفع ترک کردے یا نقصان کو برداشت کرلے تو یہ ایثار میں داخل ہوکر شرعاً محمود وپسندیدہ عمل ہوگا۔

۵۔ پانچویں قسم کا حکم: اپنے نفع ونقصان کے لئے کام کرنے کی صورت میں دوسرے کا نقصان یقینی ہو اور اس کا علم بھی ہو، اور اس کا متبادل موجود ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کرنے کی صورت میں کوئی نقصان لاحق نہ ہو تو یہ قسم بھی شرعاً جائز نہیں، اگرچہ اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہے لیکن دوسرے کے نقصان کے قطعی ہونے اور اس کا متبادل موجود ہونے کی وجہ سے اس کے اوپر لازم ہوگا کہ دوسرے کو نقصان سے بچائے۔

۶۔ چھٹی قسم کا حکم: جس میں دوسرے کا نقصان نادر ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اپنے نفع ونقصان کے لئے عمل کرنا جائز ہے کبھی کبھار دوسرے کو پہنچنے والے نقصان کی وجہ سے اس پر حرمت کا حکم عائد نہیں ہوگا، اس لئے کہ نادر کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے۔

۷۔ ساتویں قسم کا حکم: دوسرے کو نقصان پہنچنا اکثری ہو اور ظن غالب بھی ہو تو ایسا فعل بھی شرعاً جائز نہیں۔

۸۔ آٹھویں قسم کا حکم: دوسرے کے نقصان کا ظن غالب نہ ہوتو ایسی صورت میں اگر اس کا متبادل موجود ہوتو احتیاط لازم ہے اور ایسے کام سے پرہیز بھی لازم ہے جو کسی مفسدہ کا سبب بنے، البتہ اگر متبادل موجود نہ ہو تو اپنے مقصد کا حصول جائز ہوگا (الموافقات ۲،۳۴۸۔۳۶۲)۔

حاصل کلام :

مذکورہ بالا اقسام واحکام کی علل اور وجوہات میں غور کرنے پر مندرجہ ذیل تین اصولی باتیں نکلتی ہیں:

۱۔ مصالح اور مفاسد اسی طرح منافع اور مضار دونوں عموماً ایک ساتھ پائے جاتے ہیں، مصلحت مفسدہ سے اور نفع ضرر سے خالی کم ہی ہوتا ہے، اس لئے شریعت مطہرہ نے دوسرے کے نفع وضرر سے قطع نظر ہر ایک کو حصول نفع اور دفع مضرت کا حق واختیار دیا ہے، اسی لئے اگر کسی کے فعل سےدوسرے کا ضرر ہو اور فاعل کے لئے کوئی متبادل موجود نہ ہو تو شریعت نے ایسی صورت میں اپنے نفع اور دفع ضرر کی اجازت دی ہے گرچہ اس کے ضمن میں دوسرے کاضرر ہو جیسا کہ نمبر دو، نمبر تین، نمبر چار، نمبر پانچ، نمبر چھ کے تحت علامہ شاطبی نے اس کی وضاحت کردی ہے، اور اس کے نظائر کتب فقہیہ میں موجود ہیں۔ ''لا یلزم أحدا أن یولج نفسہ فی ظلم مخافۃ أن یوضع الظلم علی غیرہ'' (الموافقات۲،۳۵۱)۔

۲۔ دوسرے کو بالقصد نقصان پہنچانا شرعا حرام ہے، نقصان پہنچانے کا قصد خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً، حقیقتاً نقصان پہنچانے کی صورت یہ ہے کہ اپنا نفع ونقصان پیش نظر نہ ہو بلکہ صرف دوسرے کا اضرار مقصود ہو، یہی اس کا ارادہ اور نیت ہو تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اورحکماً نقصان پہنچانے کی صورت یہ ہے کہ اپنے فعل سے دوسرے کو ضرر اور نقصان پہنچنے کا یقین اور ظن غالب ہو اور فاعل کے پاس اس کا مناسب بدل موجود بھی ہو لیکن وہ متبادل کو اختیار نہ کرے بلکہ اپنے نفع یا دفع ضرر کے لئے ایسی صورت اختیار کرے جس میں دوسرے کا بھی ضرر ہو۔ اسی طرح اپنے فعل سے دوسرے کا ضرر تو متیقن ہو اور ترک کی صورت میں اپنا کوئی ضرر ونقصان نہ ہو تو یہ بھی حکماً اضرار میں داخل ہوگا، لہذا اضرار کی تمام صورتیں خواہ حقیقتاً ہوں یا حکماً سب ناجائز وحرام ہیں، جیسا کہ نمبر دو، نمبر تین کی شق ثانی، نمبر پانچ اور نمبر سات وآٹھ

کے تحت مذکور علامہ شاطبی کے کلام سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ ''وعلی کلا التقدیرین فتوخیہ لذلک الفعل علی ذلک الوجہ مع العلم بالمضرۃ لا بد فیہ من أحد أمرین، إما تقصیر فی النظر المأمور بہ وذلک ممنوع، وإما قصد إلی نفس الإضرار وہو ممنوع أیضاً'' (الموافقات۲،۳۵۷-۳۵۸)۔

۳۔ اگر کسی کے فعل سے ضرر ہو اور فاعل کے سامنے اس کا کوئی متبادل بھی موجود ہو تو ایسی صورت میں ارباب حکومت وانتظام کی ذمہ داری ہےکہ ہر ایک کو ضرر سے محفوظ رہنے کا راستہ نکالے، فاعل کو متبادل فراہم کرکے دوسرے لوگوں کو ضرر سے محفوظ رکھے تاکہ کسی کا ضرر نہ ہو، جیسا کہ نمبر تین وچار کے تحت علامہ شاطبی کے تفصیلی کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر دفع مضرت کا کوئی متبادل موجود نہ ہو تو فاعل کو بغیر متبادل فراہم کئے روکنے کا حق نہیں ہوگا، البتہ اگر دوسرے کا ضرر بیّن ہو تو نفع حاصل کرنے والے کود وسرے کے ضرر بیّن کی وجہ سے روک دیا جائے گا۔ ''إن حق الجالب أو الدافع مقدم وإن استضر غیرہ بذلک؛ لأن جلب المنفعۃ أو دفع المضرۃ مطلوب للشارع مقصود'' (الموافقات ۲،۳۵۰)۔

اسباب مضرت ـــــمفہوم اور معیار:

مولانا اختر امام عادل قاسمی نے مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب کے رسالہ ''تفصیل الکلام فی مسئلۃ الاعانۃ علی الحرام '' کے حوالہ سےاسباب مضرت اور اس کے مفہوم ومعیار پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جسے مختصراً یہاں پیش کیا جاتا ہے:

* یہاں ایک اہم بحث یہ ہے کہ بعض چیزیں براہ راست ضرر رساں نہیں ہوتیں لیکن مضرت کا سبب بنتی ہیں، ایسی چیزوں کے بارے میں شریعت کاحکم کیا ہے ؟ اس میں بہت سے مدارج ومراتب ہیں اور اسی بنیاد پر فقہی جزئیات میں بظاہر کافی اضطراب پایا جاتا ہے۔

۱۔ تعاون علی الاثم:

دراصل اسلام میں جس طرح مجرم گناہ گار ہو تا ہے ،اسی طرح مجرم کی مدد کرنے والا بھی گناہ گار ہے ،یہ مسئلہ خودقرآن میں مصرح ہے :

* فلن أکون ظھیرا للمجرمین (القصص : ۱۷)۔

* قرآن میں ایک جگہ صریح حکم ہے :

''وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم العدوان واتقوا اللہ إن اللہ شدید العقاب'' (المائدہ: ۲)۔

مگر جرم وعصیان کی مدد فی الواقع کس صورت میں متحقق ہوگی ؟یا سببیت کا وہ کون سادرجہ ہے جس کی وجہ سے انسان حقیقتاً مجرم کی صف میں کھڑا مانا جاتا ہے ؟ حضرت مفتی شفیع صاحب نے فقہی جزئیات ونظائر کو سامنے رکھ کر ایک اصولی ضابطہ تحریر فرمایا ہے :

یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں * تعاون گناہ *اور سبب گناہ

قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ تعاون علی الاثم کی ممانعت آئی ہے ،لیکن کبھی انسان گناہ کا اس طرح سبب بنتا ہے کہ وہ بھی تعاون کے درجے میں آجاتا ہے ،اور قرآنی ممانعت کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے ،اس لئے ضروری ہے کہ ممنوعہ تعاون اور ممنوعہ سببیت کا مصداق متعین ہو۔

قرآن کریم میں جس تعاون سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ تعاون ہے جس میں معصیت خود اس شخص کے عمل سے متعلق ہو ،اور اس کا تعین تین شکلوں میں سے کسی ایک شکل میں ہوگا:

(۱) اس نے تعاون کی نیت کی ہو، (۲) یا بوقت عمل اس کی صراحت کی ہو ، (۳) یایہ کہ اس عمل کی جہت عرف میں معصیت ہی کے لئے متعین ہو۔

ان میں سے ہر صورت کے لئے فقہی جزئیات موجود ہیں ،تفصیل کی حاجت نہیں ہے، یہی تین صورتیں ہیں جن کو حقیقی طور پر تعاون علی الاثم کہا جا سکتا ہے، تعاون کی مذکورہ تمام صورتیں حرام ہیں، ان کے علاوہ اگر کسی صورت سے معصیت متعلق ہوتی ہے تو اس کوتعاون نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ سبب قرار دیا جائے گا ،پھر سبب کا بھی ایک فقہی معیار ہے جس کی بنیاد پر حکم شرعی کی تطبیق کی جائے گی۔

سبب کی قسمیں:

سبب کی تین قسمیں ہیں :

(۱) ایسا سبب قریب جوخود معصیت کی داعی و محرک ہو ،یہ صورت حقیقی تعاون کی طرح حرام ہے مثلاً غیرمسلم قوموں کے خداؤں اور مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنا حرام ہے؛ اس لئے کہ یہ خود اپنے خدا اور اپنی مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنے کی دعوت دینا ہے ،اسی لئے قرآن کریم میں اس کی ممانعت آئی ہے :

''ولا تسبّوا الذینیدعون من دون اللہ فیسبّوا اللہ عدواً بغیر علم'' (الانعام: ۱۰۸)۔

* یا عورتوں کا بے پردہ باہر نکلنا اور جاہلانہ طورپر اپنے زیب وزینت کا بے جا مظاہرہ کرنا حرام ہے؛ اس لئے کہ یہ بہت سے گناہوں کو دعوت دیتا ہے ،قرآن کریم میں ہے :

''ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الأولی'' (الاحزاب: ۳۳)۔

*عورتوں کو مردوں کے ساتھ نرم گفتاری سے روکا گیا کہ یہ مریضان قلب کے لئے حرص و ہوس کا دروازہ کھولتا ہے، اس لئے قرآن نے اس سے منع کیا :

فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا (الاحزاب:۳۲)۔

* اس کی ایک بہترین مثال حدیث پاک میں آئی ہے ،حضر ت عبداللہ بن عمر وبن العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

''من الکبائر شتم الرجل والدیہ، قالوا:یا رسول اللہ! ہل یشتم الرجل والدیہ؟ قال:نعم، یسب أبا الرجل فیسب أباہ ویسب أمہ فیسب أمہ'' (صحیح مسلم ۱،۶۴ حدیث نمبر: ۲۷۳)۔

(۲)سبب کی دوسری قسم ہے ایساسبب قریب جو معصیت کی داعی تو نہ ہو لیکن

معصیت تک پہنچنے کابراہ راست ذریعہ ہو ،اس صورت میں اگر ممانعت منصوص نہ ہو تو کم ازکم حکم مکروہ تحریمی ہوگا ،اس لئے کہ ذریعۂ معصیت ہونے کی بناپرعلت میں اشتراک موجود ہے، کتب فقہ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں ،ایک مثال پیش ہے :

ومنها:بيع السلاح من أهل الفتنة وفي عساكرهم ؛ لأن بيعه منهم من باب الإعانة على الإثم والعدوان وأنه منهي (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع للكاسانی۱۲،۱۸۹)۔

(اہل فتنہ اور ان کی فوج کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے کہ یہ نتیجہ کے اعتبار سے ظلم وگناہ کا تعاون ہے،جو ممنوع ہے)۔

(۳) تیسری قسم ہے سبب بعیدیعنی جو معصیت کے لئے نہ داعی ومحرک ہو اور نہ معصیت تک پہنچنے کا براہ راست ذریعہ ہو ،البتہ کسی عمل جدیدیا درمیانی واسطہ سے گذر کر اس معصیت تک پہونچاجاسکتا ہو ،لیکن ضروری نہیں کہ ہر شخص اسی معصیت کے لئے اس سبب کو اختیار کرے ،مثلاً جنگ کے زمانے میں دشمن کے ہاتھ لوہا کی فروخت ، کہ دشمن اس سے ہتھیار بناسکتا ہے ،یا باجا بنانے والے کے ہاتھ ایسی لکڑی کی فروخت جس سے مزمار بن سکتا ہو جبکہ مزامیر کی بیع مکروہ تحریمی ہے ،لیکن ظاہر ہے کہ لوہا سے ہتھیار ہی اور لکڑی سے مزامیر ہی بنایا جانا ضروری نہیں ہے ،کسی دوسرے مصرف میں بھی ان کا استعمال ہوسکتا ہے ،اس لئے ان کو سبب بعید قرار دیا جائے گا اور ان کو زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہییا خلاف اولیٰ کہا جائے گا۔

ولا يكره بيع ما يتخذ منه السلاح منهم كالحديد وغيره؛ لأنه ليس معدا للقتال فلا يتحقق معنى الإعانة، ونظيره بيع الخشب الذي يصلح لاتخاذ المزمار فإنه لا يكره وإن كره بيع المزامير (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۱۲،۱۸۹) ۔

۲۔طہارت ونجاست:

دوسری اہم وجہ جس کی بنیاد پر کسی شے کا استعمال انسان کے لئے ناجائز ہوجاتا ہے وہ نجاست و گندگی ہے، اسلام ایک پاک مذہب ہے ،یہ انسانوں کے لئے کسی ناپاک چیز کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا ،غذا کی نجاست وخباثت سے انسان کے باطنی اور اخلاقی حالات متاثر ہوتے ہیں،پھرنجاست کی دوصورتیں ہیں :

(۱)نجس لعینہ : یعنی جو چیزیں بذات خود ناپاک ہیں ،ان کو کسی صورت میں پاک کرنا ممکن نہیں مثلاً خون ،قے، مردار اور ناجائز جانوروں کی غلاظتیں وغیرہ ۔

(۲)نجس لغیرہ ،یعنی ایسی چیز جوبذات خود تو ناپاک نہ ہو،لیکن کسی ناپاک چیز سے مل جانے کی بناپر ناپاک ہوگئی ہو ،مثلاً پانییا کسی پاک مشروب میں خون مل جائے، سیال گھی میں چوہا مرجائے ،یا کھانے پینے کی غیر سیال چیزوں میں کوئی نجس چیزسرایت کرجائے ،مثلاً گوشت کو خنزیر کے تیل میں پکا دیا جائے،وغیرہ (حاشیۃ ابن عابدین۱،۲۲۳، حاشیۃ الدسوقی۱،۵۹، روضۃ الطالبین۱،۳۰، کشاف القناع ۱،۱۸۸)۔

۳۔سکر ونشہ :

تیسرا اہم عنصر جو کسی چیز کی حرمت پر اثر انداز ہوتا ہے وہ ہے سکر ونشہ ،نشہ کسی چیز کے استعمال سے پیدا ہونے والی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس سے انسان کی عقل وقتی طورپر متأثر ہوجائےاور معمول کی کیفیت سے نکل جائے ،اسلام میں نشہ کی سخت ممانعت ہے ،قرآن کریم نے اس کو گندگی اور شیطانی عمل قرار دیا ہے :

* إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون (المائدة : ۹۰)۔

خمر اصطلاح میں انگوری شراب کو کہتے ہیں،لیکن اس کے حکم میں وہ تما م شرابیں داخل ہیں، جونشہ پیدا کرے، شراب میں جمہور علماء کی رائے میں نشہ اور گندگی دونوں چیزیں ہوتی ہیں، اس لئے کہ قرآن نے اس کو ''رجس '' سے تعبیر کیا ہے (حاشیۃ ابن عابدین۵ ،۲۸۹ ، المجموع۲،۵۴۶، المغنی۸ ، ۳۱۸)۔

احادیث میں بھی بکثرت اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے ،حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

* عن ابن عمر أن رسول اللهﷺ قال: ''كل مسكر خمر وكل مسكر حرام'' (صحيح مسلم ۶ ،۱۰۰ حديث نمبر : ۵۳۳۷)۔

* حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

كل شراب أسكر فهو حرام (صحيح البخاري ۱ ،۹۵، حديث نمبر: ۲۳۹)۔

* حضرت عمرابن الخطابؓ ارشاد فرماتے ہیں :

''والخمر ما خامر العقل'' (صحیح بخاری۴،۱۶۸۸)۔

(شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے)۔

ان نصوص سے نشہ کے تعلق سے اسلام کا تصور واشگاف ہوتا ہے کہ ہرنشہ آورچیز ناجائز اور حرام ہے، البتہ نشہ کے تفاوت سے حکم کی شدت میں فرق آئے گا جو کتب فقہ کی معروف بحث ہے۔

نشہ آور اشیاء کا نہ خود استعمال کرنادرست ہے اور نہ اس کی خریدوفروخت اور اس کے فروغ میں کسی قسم کی مدد دینا جائز ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللهﷺ: ''لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إليه'' (سنن أبي داود ۳ ،۳۶۶ حديث نمبر : ۳۶۷۶)۔

(رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک کی لعنت ہو شراب کے پینے والے پر، پلانے والے پر،بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، نچوڑنے والے پر، نچوڑنے کا کام کرانے والے پر، اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے پاس اٹھا کر لیجایا جائے اس پر)۔

البتہ شراب اگر سرکہ بن جائے تو اس کا استعمال درست ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے؛ البتہ بالارادہ شراب کو سرکہ بنانے کا عمل گناہ ہے،لیکن اس عمل سے جو شراب سرکہ بن گئی وہ تبدل ماہیت کی بناپر حلال ہے ،شافعیہ کے یہاں بالارادہ شراب سے تیار شدہ سرکہ جائز نہیں ہے :

هذا إذا تخللت بنفسها فأما إذا خللها صاحبها بعلاج من خلّ أو ملح أو غيرهما فالتخليل جائز والخلّ حلال عندنا وعند الشافعي لا يجوز التخليل ولا يحل الخل" (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۵ ،۱۱۴)۔

۴.قابل نفرت چیزیں:

کسی چیز کی حرمت میں قابل نفرت ہونا بھی کبھی مؤثر بنتا ہے ،یعنی ایسی چیز جس سے طبع سلیم گھن محسوس کرے،کھانے پینے میں اس کا ستعمال درست نہیں اگرچہ کہ وہ فی الواقع پاک ہوں ،حنفیہ کے نقطۂ نظر سے اس کی مثال بدبودار گوشت ہے ،بدبودار گوشت کی حرمت ان کے نزدیکنجاست کی بناپر نہیں بلکہ امکان ضرر کی بناپر ہے ،اسی طرح بدبو دار کھانا بھی حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے ،حنفیہ نے قا بل نفرت کی اصطلاح تو استعمال نہیں کی ہے ، بلکہ ضرر کی اصطلاح استعمال کی ہے ،لیکن بدبو دار ہونے کے ضمن میں قابل نفرت کا مفہوم بھی نکلتا ہے :

* (يحرم أكل لحم أنتن) عزاه في التاتارخانية إلى مشكل الآثار للطحاوي قال ح أي لأنه يضر لا لأنه نجس وأما نحو اللبن المنتن فلا يضر ذكره الشرنبلالي في شرح الوهبانية ا هـ ---- لكن في الحموي عن النهاية أن الاستحالة إلى فساد لا توجب النجاسة لا محالة ا هـ (حاشية رد المحتار على الدر المختار ۱ ،۳۴۹)۔

* يتغير لحمها وينتن فيكره أكله كالطعام المنتن (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۱۱،۱۱۲)۔

(جلالہ کے گوشت میں تغیر اور بدبو پیدا ہو جائے تو اس کا کھا نا مکروہ ہے جیسے کہ بدبو دار کھا نا کھا نا مکروہ ہے)۔

* ولا يلزم من حرمته نجاسته كالسم القاتل فإنه حرام مع أنه طاهر (حاشية رد المحتار على الدر المختار)۔

(کسی چیز کی حرمت سے اس کی نجاست لازم نہیں آتی جیسے کہ زہر قاتل پاک ہے پھر بھی حرام ہے)۔

* البتہ شافعیہ کے یہاں باقاعدہ قابل نفرت کی اصطلاح ملتی ہے ،اس کی مثال ہے: انسان کا لعاب دہن،ناک کا پانی، اور پسینہ وغیرہ کہ فی الواقع پاک ہونے کے باوجودان چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے ،ان کی بہت سی کتابوں مینیہ مضمون آیا ہے :

وقوله ولا لاستقذارها خرج به نحو المخاط فإنه طاهر أيضا وحرمة تناوله لا لنجاسته بل لاستقذاره (حاشية إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين لشرح قرة العين بمهمات الدين ۱،۸۲، المؤلف: أبو بكر ابن السيد محمد شطا الدمياطي، أسنى المطالب فى شرح روضة

الطالب ۹،۱، المؤلف: شیخ الاسلام زکریا الانصاری، نهایة المحتاج إلی شرح المنهاج ۲۶۱،۲،المؤلف : شمس الدين محمد بن أبي العباس أحمد بن حمزة شهاب الدين الرملي)۔

(''استقذارها '' کی قید سے ناک کا پانی وغیرہ نکل گیا اس لئے کہ یہ پاک ہیں اور ان کے استعمال کی حرمت نجاست کی بناپر نہیں بلکہ تنفر طبع کی بناپر ہے)۔

* حنابلہ کے یہاں بھییہ تصور موجود ہے، انہوں نے اس کی مثال میں جوں،پسو اور جانوروں کی لید وغیرہ کو پیش کیا ہے (مطالب اولی النہیٰ۶، ۳۰۹)۔

۵. ملکیت غیر :

حرمت کے اسباب میں پانچواں اہم سبب یہ ہے کہ جس چیز سے کسی دوسرے شخص کی ملک متعلق ہو جائے اس کا استعمال متعلقہ شخص کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے، قرآن کریم میں ہے :

''یٰأیہا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارة عن تراض منکم" (النساء : ۲۹)۔

اس طرح مال مسروق، مال مغصوب، اور قمار، ربا یا کسی ناجائز طریق سے حاصل شدہ مال کا استعمال کرنا یا دوسرے کے ہاتھ اس کی خرید وفروخت وغیرہ بالکل حرام ہے ،قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ ان کی ممانعت وارد ہوئی ہے ،البتہ جن شکلوں میں خود شارع نے اجازت دی ہو تو حسب اجازت دوسرے کا مال استعمال کرنےکی اجازت ہوگی ،مثلاً نگران وقف کو مال وقف سے بقدر ضرورت اپنے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے، اسی طرح ولی اپنے زیر ولایت شخص کے مال سے یا مضطر مال غیر سے بقدر ضرورت استفادہ کرسکتا ہے، اس کی شریعت نے اجازت دی ہے،لیکن مالک یا شارع کی اجازت کے بغیر کسی کے مال کا استعمال درست نہیں ہے،جیساکہ شریعت میں معروف ہے۔

نئی غذائی شکلیں اصول بالا کے تنا ظر میں :

یہ وہ اصولی اقدار اور بنیادی کلیات ہیں جن کی بنیاد پر کسی بھی دور کی نئی غذائی شکلوں کا حکم دریافت کیا جاسکتا ہے، مثلاً سوالنامہ میں جو صورتیں دی گئی ہیں ،مذکورہ بالا اصولوں سے ان کا حکم بھی بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے ،سوالنامہ میں غذائی پیداوار میں اضافہ ،دودھ دینے والے جانوروں کے دودھ میں اضافہ ،قبل ازوقت پھلوں کو پکانے یا غذائی تحفظ وغیرہ کے تعلق سے پانچ سوالات اٹھائے گئے ہیں جو موجودہ غذائی نظام میں بکثرت رائج ہیں ،ان میں سے کوئی صورت راست ضرر کی نہیں ہیں اور نہ ان کو حقیقی طور پر تعاون علی العدوان کہا جاسکتا ہے ،اس لئے کہ سوال میں مذکور تمام تدابیر بظاہر نیک اغراض کے تحت انجام دی جاتی ہیں اور طریقۂ کار میں بھی بظاہر کسی کا ضرر پیش نظر نہیں ہوتا ،جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں وہ عمل سے نہیں رد عمل سے تعلق رکھتے ہیں ،جیساکہ علاج کے باب میں بہت سی انگریزی دواؤں کا سائڈ ایفیکٹ ہوتا

ہے، ظاہر ہے کہ سائڈ ایفیکٹ اختیار اور عمل سے نہیں بلکہ رد عمل سے بے اختیار طورپر ظہور پذیر ہوتا ہے ،اور حکم شرعی کوکسی غیراختیاری رد عمل سے متعلق تو نہیں کیا جاسکتا ، لا یکلف اللہ نفساً إلا وسعہا، یہ تمام صورتیں زیادہ سے زیادہ اسباب مضرت کی ہیں اور اسباب قریبہ نہیں بلکہ اسباب بعیدہ، اس لئے کہ انسانی عمل کے فوری بعدنقصانات کا ظہور نہیں ہوتا بلکہ درمیان میں کئی واسطوں کے بعد ان کا ظہور ہوتا ہے ،اس لئے اگر ان اعمال سے واقعی نقصانات ظاہر ہوتے ہیں جیساکہ سوالنامہ میں پیش کیا گیا ہے اور معتبراور ماہر اطباء کی ایک جماعت نے ان کی توثیق کی ہو (محض بعض اطبا ء کاکسی بات کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہے جب تک کہ دیگر معتبر طبی ذرائع سے اس کی توثیق نہیں ہوجاتی) تو ان کو زیادہ سے زیادہ اسباب بعیدہ کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا اور کراہت تنزیہی کا حکم ان پر عائد ہوگا ۔

اب اس موضوع کے سوالات کی طرف آتے ہیں، جن میں پہلا سوال ہے:

۱۔ پیداوار بڑھانے کے لئے کھاد اور دواؤں کا استعمال:

سوال نمبر: ۱- پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں ایسی کھاد استعمال کی جاتی ہے، جس میں بہت زیادہ سَمّیت ہوتی ہے، یہاں تک کہ اگر انسان اس کو اصل حالت میں کھالے تو عجب نہیں کہ اس کی موت واقع ہوجائے، یہ سمیت زمین کے واسطہ سے پودوں میں شامل ہوتی ہے، اسی طرح بعض دواؤں کا پھلوں پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ کیڑوں سے محفوظ رہیں، اگر کیڑے ان پر لگ جائیں تو مرجاتے ہیں، ان دواؤں کی سمیت کا اثر پھل میں بھی پہنچتا ہے، یہاں تک کہ ماضی قریب میں سعودی عرب نے لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد ہندوستان کی ہری مرچوں کا اور یورپینیونین نے ہندوستان کے آموں پر پابندی عائد کردی ہے، کیا پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز ہے، جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو اور وہ بتدریج خطرناک مثلاً کینسر جیسی بیماری کا سبب بنتا ہو۔

اس سلسلہ میں مقالہ نگار حضرات کی مختلف رائیں ہیں، لیکن اکثر مقالہ نگار اس پر متفق ہیں کہ اگر یہ دوائیں اور کھاد صحت کو نقصان پہنچا رہی ہیں اور ہلاکت خیز بیماریوں کا سبب بن رہی ہیں تو ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا ممنوع ہوگا، چونکہ جسم وجان کی حفاظت اور نگہداشت ایک شرعی فریضہ ہے۔

‘‘ولا تلقوابأیدیکم إلی التہلکۃ’’ (بقرہ: ۱۹۵)۔

‘‘ولا تقتلوا أنفسکم إن اللہ کان بکم رحیماً’’ (النساء: ۲۹)۔

ان آیات کے ضمن میں مفتی محمد یحییٰ قاسمی نے یہ تفصیلات پیش کی ہیں کہ :

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالی نے اپنے کو مارنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے۔ نہی جب مطلق بولی جائے تو تحریم کا فائدہ دیتا ہےلہذا وہ غذائیں جو ان اضافات پر مشتمل ہوں جو صحت کے لئے نقصان یاہلاکت کا سبب ہوتے ہیں، وہ حر ام

ہونگے۔ تیسری جگہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:'' اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے طیبات حلال کی ہیں اور خبائث حرام کی ہیں(سورہ الاعراف: ١٥٧)۔ اس آیت میں اللہ نے خبیث اور نقصاندہ چیزوں کو حرام کیا ہے۔اور چوں کہ یہ اضافات صحت کے لئے نقصاندہ ہیں، لہذا یہ بھی خبیث اور منہی عنہ ہونگے۔

حدیث شریف میں ہے ،حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے:''لا ضرر ولاضرار'' (البیہقی، ابن ماجہ،امام احمد،دارقطنی)، اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز سے منع کیا ہے جس میں ضرر ہو۔چنانچہ ان غذائی اضافات کے استعمال میں آدمی کے بد ن کا نقصان ہے لہذ اان کا استعمال حرام ہوگا،اس لئے کہ ان إضافات پر مشتمل مصنوعات یا توصحت میں گراوٹ پیدا کرے گییا پھر موت کا سبب بنے گی۔

اصول فقہ کاایک مشہور قاعدہ ہے:''مالا یتم الواجب إلا بہ فہو واجب'' (الاشباہ والنظائر ص: ٢٨٦)، شریعت مینجان و نفس کی حفاظت مقاصد ضروریہ میں سے ہے۔اور یہ قاعدہ ہے کہ واجب کے حصول کے لئے جن چیزوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے وہ بھی واجب ہوتی ہیں۔ چنانچہ جان کی حفاظت واجب ہے،اور اس کا حصول تب ہی ممکن ہے جب کہ ان اضافات ضارۃ سے بچاجائے جو انسان کو موت تک پہنچادیتے ہیں، لہذا ان سے بچنا بھی واجب ہوگا اور ان اضافات کا استعمال جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح ''درء المفاسد'' کے فقہی اصول سے بھی ان چیزوں کا استعمال ممنوع ہوگا۔

مزید برآناگر شریعت کی حرام کردہ چیزوں میں غور کیا جائے تو ان میں حرمت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں انسانی جسمانی اور روحانی صحت کے لئے نقصاندہ ہیں اور وہ چیزیں مقاصد شریعت کی حفاظت میں مخل ہیں، چنانچہ سورہ مائدہ آیت٣ ''حرمت علیکم المیتۃ والدم..... الخ'' میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے ان کی حکمت بھیبھی ہے کہ یہ چیزیں انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہیں۔

بعض مقالہ نگار حضرات نے حدیث ''لا ضرر ولا ضرار '' سے بھی اس ضمن میں استدلال کیا ہے۔

اسی لئے شریعت نے طیبات جو جسم کے لئے سود مند اور نفع بخش ہوں، کو اپنانے اور خبائث جو جسم وعقل کے لئے نقصان دہ اور ضرر رساں ہوں، سے پرہیز کرنے کی تاکید کی ہے، مندرجہ ذیل نصوص کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے:

١۔ ''یا أیہا الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین'' (بقرہ: ٦٨)۔

٢۔ ''یسألونک ماذا أحل لہم قل أحل لکم الطیبات'' (مائدہ: ٤)۔

٣۔ ''ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث'' (اعراف: ١٥٧)۔

٤۔ ''یاأیہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم'' (بقرہ: ١٧٢)۔

٥۔ ''یا أیہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً '' (مؤمنون: ٥١)۔

۶۔ ‘‘فکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً واشکروا نعمۃ اللہ’’ (نحل: ۱۱۴)۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی ان آیات کے پس منظر میں لکھتے ہیں کہ :

ان آیات کے اندر ‘‘طیب ’’ کے کھانے کا حکم دیا گیا ہے، اور لفظ ‘‘طیب ’’ کا مفہوم وسیع ہے، چنانچہ اس کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو مادی اعتبار سے اچھی ہو، اور اس چیز پر بھی جو عقلی اور اخلاقی اعتبار سے اچھی ہو، نیز صفت کےطور پر بھی اس کا استعمال ہے، اسیلیے اچھے شخص پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے سو اللہ تعالی نے ان آیات میں پاکیزہ چیز کے کھانے کا حکم دیا ہے، اور پاکیزہ چیز وہ ہے جو ہر اعتبار سے ضرر اور نقصان دہ ہونے سے دور ہو، لہذا غذا کو ‘‘طیب ’’ ہونے کی صفت سے باہر نکالنے کا ہر اقدام گناہ اور معصیت ہے، خواہ بگاڑنا زہر آلود کھانے کے ذریعہ ہو یا کھا د کی مقدار کی زیادتی کے ذریعہ ہو، یا زہر آلود دواؤں کے ذریعہ ہو۔

مفتی عبد الرحیم قاسمی نے فقہ کییہ عبارت بھی پیش کی ہے:‘‘وإباحۃ الطیبات ہو من أجل تکریم الإنسان وتحریم الخبائث، وبعض أنواع لحوم الحیوان ہو من أجل حفظ الصحۃ وعدم مصادمۃ الطبع السلیم والبعد عن کل ما یلحق بالجسد والعقل من الأضرار وصنوف الأذی’’ (بدون حوالہ)۔

ان دواؤں سے پیدا ہونے والی بیماریاں:

مفتی انور علی اعظمی نے اس ضمن مینیہ کہا ہے کہ کیڑے مار دواؤں کی وجہ سے درج ذیل خطرناک بیماریوں کے بڑھ جانے کے امکانات پیدا ہوجاتے ہیں:

۱۔ چرم اور آنکھوں میں خارش ہوتی ہے۔

۲۔ اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے۔

۳۔ یہ ہارمون کی کاپی کرتے ہیں اور جدید تخلیق میں بے ترتیبی کی وجہ بنتے ہیں۔

۴۔ کینسر کا سبب بنتے ہیں۔

۵۔ دماغی امراض، پیدائش میں نقص، اچانک موت اور دماغی نشو ونما میں بے ترتیبی وغیرہ۔

آگے لکھتے ہیں کہ عالمی ادارہ صحت اور اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام نے اندازہ لگایا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں کھیتوں میں کام کرنے والے تیس لاکھ افراد ان دواؤں کے اثرات کا شکار ہوتے ہیں، اور ان میں سے اٹھارہ ہزار موت کے منھ میں چلے جاتے ہیں .....، اس لئے ارباب حکومت کی ذمہ داری ہے کہ کاشتکاروں کو پابند کریں کہ کیڑے مار دوائیں اسی حد تک استعمال کریں جو انسانی صحت کے لئے مضر نہ ہوناور مسلمان کاشتکار جو اسلامی شریعت کے مکلف ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ذاتیمنافع کے لئے لوگوں کی ہلاکت کے اسباب نہ پیدا کریں، حدیث ہے: ‘‘لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام’’، لہذا انہیں اس ناجائز کام سے بچنا ضروری ہے۔

دیگر تفصیلی آراء:

مولانا محبوب فروغ قاسمی نے ممنوع کے حکم کا مدار سبب پر رکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر سبب قریب ہے خواہ محرک وجالب ہو یا محرک وجالب نہ ہو ہر دو صورت قابل اجتناب ہے، محرک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسبب کا یہ عمل نہ ہوتا تو مجرم اس جرم کا ارتکاب نہیں کرتا، غیر محرکیہ ہے کہ معصیت کا ارادہ رکھنے والوں کی اعانت ہورہی ہے، جیسے آمادہ قتل کے ہاتھ میں تلوار دینا قتل کا ایسا سبب نہیں ہے کہ اگر یہ نہیں دیتا تو کوئی اور دینے والا نہیں تھا، مگر اس کا دینا قتل کے لئے معین ومددگار ثابت ہوا ہے۔ فقہاء نے ان دونوں صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے، اگر سبب محرک ہے تو اس کا حکم حرمت کا ہے، اگر غیر محرک ہے تو اس کی دوصورتیں ہیں، اس معصیت کے ارتکاب میں کچھ اور بھی عمل کرنا پڑتا ہے یا بعینہ اسی شئی سےمعصیت کا ارتکاب ہوتا ہے، اگر بعینہ اسی شئی سے ارتکاب جرم ہورہا ہے تو ایسا سبب مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

مذکورہ عبارت کی روشنی میں مولانا موصوف اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ غذائی وخوردنی اشیاء جن کو پکا کر کھانے کا رواج ہے چونکہ زہر کو زائل کرنے میں آگ کی ایک خاص تاثیر ہے تو اگر ماہرین کی تحقیق کے مطابق اس میں بھی زہریلا مادہ ہے تو یہ سبب محرک کی دوسری قسم ہے جسے مکروہ تنزیہی کے دائرہ میں رکھا جائے گا، اور اگر تحقیق سے یہ بات ثابت ہوجائے کہ اس سے مہلک امراض پیدا ہونا ظن غالب ہے تو مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہوگا۔ اور مثال میں انسانی جسم کو کتے اور سانپ کےکاٹے ہوئے زہریلے اثرات کا ذکر کیا ہے کہ کتے کے پکڑے ہوئے شکار کو اور سانپ کی ڈسی ہوئی مچھلی کو کھایا جاسکتا ہے (مشکوۃ، ص: ٣٠، فتاوی عالمگیری٥،٤٢٩)، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سمیت (زہریلاپن) آگ پر چڑھنے کے بعد زائل ہوجاتی ہے، لیکن جو پیداوار از قبیل فواکہ یا بعینہ کھائی جانے والی سبزیاں ہوں تو اس کی کاشت میں ایسے کیمیکل کااستعمال جس سے بعد میں بڑی بیماری پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہو مکروہ تحریمی ہوگا۔

مفتی ابوبکر قاسمی نے کھاد کی کثیر مقدار کو جو کہ مضر صحت ہو، ناجائز قرار دیتے ہوئے اس آیت:''یسألونک عن الخمر والمیسر قل فیہما إثم کبیر ومنافع للناس وإثمہما أکبر من نفعہما'' (بقرہ: ٢١٩) سے استدلال کیا ہے کہ شراب وجوا میں منافع کو تسلیم کرنے کے باوجود کثرت گناہ اور اس کی غذائی مضرت کے سبب اس کی حرمت کا اعلان کیا ہے، لہذا جس چیز میں نفع سے زیادہ نقصان کا پہلو ہو شرعاً اس سے رکنا اور بچنا ضروری ہے۔

مفتی محمد عارف باللہ قاسمی کیمیائی کھادوں کے استعمال کو مضر صحت قرار دیتے ہوئے اسباب حرمت پر موسوعہ فقہیہ کییہ عبارت پیش کی ہے:

''یحرم أکل الشیئ مہما کان نوعہ لأحد أسباب خمسۃ: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل، ولہذا أمثلۃ کثیرۃ:(منہا) الأشیاء السامۃ سواء أکانت حیوانیۃ کالسمک السام،

وكالوزغ والعقارب والحيات السامة والزنبور والنحل، وما يستخرج منها من مواد سامة، أم كانت نباتية كبعض الأزهار والثمار السامة، أم جمادية كالزرنيخ، فكل هذه تحرم، لقوله تعالى:''ولا تقتلوا أنفسكم''، (ومنها) الأشياء الضارة وإن لم تكن سامة، وقد ذكر منها فى كتب الفقه:الطين والتراب والحجر والفحم على سبيل التمثيل، ولا فرق فى الضرر الحاصل بالسميات أو سواها بين أن يكون مرضاً جسمانياً أيا كان نوعه، أو آفة تصيب العقل كالجنون والخبل'' (۱۲۵،۵)۔

اس عبارت کو پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ایسی چیزوں کا کھانا چونکہ ہلاکت اور مہلک امراض میں مبتلا ہونے کا ذریعہ ہے، اس لئے ان کو کھانا حرام ہے، او رجب کھانا حرام ہے تو انسانی غذا کو پیداوار کی کثرت کی خاطر مضرت رساں اور زہر آلود بنانا بھی جائز نہیں ہوگا۔

مولانا محمد طیب الرحمن آسامی نے حیوانات ونباتات میں حرمت کی درج ذیل بنیادیں ذکر کی ہیں:

الف۔ خبث: وہ چیز حرام قرار دی گئی جو خبیث ہو؛ کیونکہ انسانی زندگی کا امتیاز جسم وروح کی پاکیزگی میں رکھا گیا ہے۔

ب۔ اسکار: وہ چیزیں جو نشہ پیدا کرنے والی ہوں، اس میں شراب اور وہ تمام منشیات شامل ہیں جو انسانیت کی تباہی کا باعث ہیں۔

ج۔ ضرر: اللہ تعالی نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا جو جسم انسانی کے لئے باعث ضرر ہو، چنانچہ جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ خنزیر میں نہایت مہلک قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔

د۔ نجاست: چونکہ سلیم الفطرت انسان اس سے کدورت محسوس کرتا ہے اس لئے شریعت نے ہر نجس اشیاء کو بھی حرام قرار دیا۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے زہر آلود مادوں کے استعمال کو ناجائز اور حرام قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں:

۱۔ ارشاد باری تعالی ہے: ''ولا تعتدوا إن الله لايحب المعتدين'' (مائدہ: ۸۷)۔

۲۔ ارشاد باری ہے: ''ويسعون فى الأرض فساداً والله لا يحب المفسدين'' (مائدہ: ۶۴)۔

۳۔ ارشاد الہی ہے: ''يا أيها الناس كلوا مما فى الأرض حلالاً طيباً ولا تتبعوا خطوات الشيطان، إنه لكم عدو مبين'' (بقرہ: ۱۶۸)۔

۴۔ ایک بار نبی کریم ﷺ کا گزر غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا، آپ ﷺ نے اس ڈھیر میں انگلیاں داخل کیں تو تری کا احساس ہوا، آپ ﷺ نے دریافتفرمایا: ''ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته سماء يا رسول الله، قال: فهلا جعلته فوق الطعام حتييراه الناس، من غشنا فليس منا'' (مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۲، سنن ابو داؤد، حدیث

نمبر: ۳۴۵۲)۔

۵۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''من ضار أضر الله به، ومن شاق شق الله علیه'' (سنن ابو داؤد، حدیث نمبر: ۳۶۳۵، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۴۰)۔

۶۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:''والحق فی إفتاء التحلیل والتحریم فی ہذا الزمان التمسک بالأصلین اللذین ذکرہما البیضاوی فی الأصول، ووصفہما بأنہما نافعان فی الشرع:الأول:أن الأصل فی المنافع الإباحۃ، والمأخذ الشرعی آیات ثلاث: الأولی قولہ تعالی: ''خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' (البقرہ: ۲۹)، واللام للنفع فتدل علی أن الانتفاع بالمنتفع بہ مأذون شرعاً، وہو المطلوب، الثانیۃ قولہ تعالی:''قل من حرم زینۃ الله التی أخرج لعبادہ'' (الاعراف: ۳۲)، والزینۃ تدل علی الانتفاع، الثالثۃ قولہ تعالی:''أحل لکم الطیبات'' (المائدہ: ۴)، والمراد بالطیبات المستطابات طبعاً، وذلک یقتضی حل المنافع بأسرہا، والثانی:أن الأصل فی المضار التحریم والمنع، لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام:''لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام'' وأیضاً ضبط أہل الفقہ حرمۃ التناول إما بالإسکار کالبنج، وإما بالإضرار بالبدن کالتراب والتریاق، أو بالاستقذار کا لمخاط والبزاق، وہذا کلہ فیما کان طاہراً (العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ۲،۳۳۲)۔

مولانا زین العابدین الکوثری ان دواؤں کے استعمال کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زہر قاتل ہیں اور انسانی جسم کو نقصان پہنچانے والے ہیں، ''لا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ وأحسنوا إن الله یحب المحسنین'' ۔

کھاد کے ذریعہ پیداوار میں اضافہ کے مجوزین:

تقریباً تمام ہی مقالہ نگار اس پر متفق ہیں کہ پیداوار میں اضافہ کے لئے کھاد کا استعمال اور دوسری تدابیر اختیار کرنا جائز ہے، بعض حضرات نے تابیر نخل اور انسانی غلاظتوں اور گندی نالیوں سے پیداوار میں اضافہ کئے جانے پر استدلال کیا ہے۔

۱۔ عن أنس أن النبی ﷺ مرّبقوم یلقّحون فقال:لو لم تفعلوا لصلُح، قال: فخرج شیصاً فمرّ بہم فقال: ما لنخلکم؟ قالوا: قلت کذا وکذا، قال: أنتم أعلم بأمر دنیاکم'' (مسلم: ۴۳۵۸)۔

۲۔ عن محمد بن إسحاق عن عبد الله بن بابا قال یزید قال: کان سعد یعنی ابن أبی وقاصؓ یحمل مکتل عرّۃ إلی أرض لہ (السنن الکبری للبیہقی: ۱۲۰۹۴)۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہےکہ انسانی غلاظت کو بطور کھاد استعمال کرنے کا رواج عہد صحابہ میں بھی تھا۔

لیکن اس کے برعکس روایتیں بھی ہیں جن میں نجاستوں سے کھیتی کو سیراب کرنے کو درست نہیں کہا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کے درمیان اس سلسلہ میں اختلاف ہے، مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی اور مفتی محمد مقصود رامپوری وغیرہ نے اس پر فقہی عبارتوں کے حوالہ سے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، جیسا کہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

‘‘ذہب المالکیۃ والشافعیۃ إلی أن من الطاہر الزرعَ الذی سُقی بنجس أو نبت من بذر نجس وظاہرہ نجس فیغسل قبل أکلہ وإذا سنبل فحبّاتہ الخارجۃ طاہرۃ قطعاً ولا حاجۃ إلی غسلہا وہکذا القثاء والخیار وشبیہہمایکون طاہراً ولا حاجۃ إلی غسلہ، واستثنی الشافعیۃ روث الکلب والخنزیر فلم یجیزوا التسمید بأی منہما، وذہب الحنفیۃ إلی أنہ یجوز التسمید بالنجاسات، والزروع المسقیۃ بالنجاسات لا تحرم ولا تکرہ، وظاہر مذہب الحنابلۃ تحرم الزروع والثمار التی سقیت بالنجاسات أو سمّدت بہا ’’ (۲۳۷،۲۵)۔

* مولانا جمشید جوہر قاسمی نے اس عبارت کے ضمن میں حنابلہ کے دلائل ذکر کئے ہیں اور ان دلائل کا جائزہ لیا ہے، اور پھر حنفیہ کے دلائل ذکر کرنے کے بعد حنفیہ کی رائے کو اجماع سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور علامہ النووی کے حوالہ سے لکھا ہےکہ عہد حاضر میں کھاد کی سب سے عمدہ قسم حیوانی فضلات اور انسانی غلاظت ہے اور اس پر متخصصین کا اجماع ہے، لہذا ان کی وصیت جائز ہوگی، کیونکہ انہیں انسان بطور کھاد استعمال کرکے نفع اٹھاتا ہے، (المجموع شرح المہذب۴۲۹،۱۵)۔ اسی طرح سنن ابوداؤد کے شارح عبد المحسن العباد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ گندی نالیوں کے پانییقیناً ناپاک ہیں؛ لیکن اگر فصل میں ناپاک کھاد کا استعمال کیا گیا اس کے بعد دوسرا پاک پانی ڈالا گیا جس کی وجہ سے کھاد میں تبدیلی آگئی اور اس کا اثر ختم ہوگیا تو اس کا حکم اس فصل کی طرح نہ ہوگا جس کو ہمیشہ ناپاکی سے ہی سیراب کیا جاتا ہے (شرح سنن ابی داؤد: عبد المحسن العباد ۶۴،۲۰)۔

ان تفصیلات کے بعد مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جس کھاد میں سمیت ہو اگر اس کا استعمال کیاگیا پھر استحالہ ہوگیا تو اس کا سابق حکم باقی نہیں رہے گا، بلکہ ان فصلوں اور پھلوں کا استعمال بالکل جائز ہوگا۔

* اور موسوعہ فقہیہ ہی کے حوالہ سے مفتی محمد مقصود رامپوری نے یہ عبارت نقل کی ہے:

‘‘ومن أمثلۃ المتنجس عند الحنابلۃ ما سقی أو سمد بنجس من زرع وثمر فہو محرم لتجنسہ،ولا یحل حتییسقی بعد ذلک بماء طاہر یستہلک عین النجاسۃ ونقل فی الإنصاف عن ابن عقیل قولہ لیس بنجس ولا محرم بل یطہر بالاستحالۃ کالدم یستحیل لبنا ومما یذکر ہنا أن روث ما یؤکل لحمہ طاہر فالتسمید بہ لا یحرم الزرع وصرح الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ فی المسقی المذکور أنہ لا یتنجس ولایحرم’’ (۱۲۶،۵)۔

مفتی موصوف لکھتے ہیں کہ وہ پودے یا درخت اور کھیتی جس میں ناپاک اشیاء اور ناپاک پانی کا استعمال کیا جاتا ہے اس سے بھی استحالہ اور انقلاب عین ہوجاتا ہے لہذا وہ بھی حلال اور جائز ہے، ایسے ہی وہ کھاد جس میں سمیت ہوتی ہے اور اس کو کھیتی میں ڈالا جاتا ہے اس مینبھی انقلاب عین ہوتا ہے لہذا وہ بھی جائز ہے۔

چند اصول وضوابط:

* مولانا جمشید جوہر قاسمی نے اس سلسلہ میں الاشباہ والنظائر کے حوالہ سے چند

اصولوں اور قواعد کا ذکر کیا ہے:

١۔ الأمور بمقاصدہا، اس قاعدہ کو بنیاد بناکر لکھتے ہیں کہ کھاد ڈالنے کا مقصد پیداوار میں اضافہ کرنا ہے نہ کہ انسانی بدن کو نقصان پہنچانا۔

٢۔ الیقین لا یزول بالشک، اس کے ضمن میں کہتے ہینکہ ان غذاؤں کا مباح ہونا یقینی ہے، اور کینسر کا خطرہ محض ظن ہے، اس لئے ناجائز نہیں ہوسکتا ہے۔

٣۔ الأصل بقاء ما کان علی ما کان، اس کے تحت ان کا کہنا ہے کہ ان اشیاء کا اصل حلال ہونا ہے، لہذا شک کی بنیاد پر ان مینحرمت نہیں آسکتی ہے۔

۴۔ '' العسر وعموم البلوی'' ۔

۵۔ ''الأمر إذا ضاق اتسع وإذا اتسع ضاق''۔

۶۔ ''الضرورات تبیح المحظورات''۔

ان اسباب میں سے جن کی وجہ سے شریعت کے احکام میں تخفیف ہوجاتی ہے ایک سبب عسر اور عموم بلوی بھی ہے، اگران چیزوں کو حرام اور ممنوع قرار دیا جائے تو لوگ حرج اور تنگی میں مبتلا ہوجائینگے؛ کیونکہ ان چیزوں کا استعمال بکثرت ہوتا ہے، لہذا ابتلاء عام اور یسر کے پیشنظر استعمال کرنا جائز ہوگا۔

* جبکہ مولانا محمد عثمان بستوی نے ضرر کو بنیاد بناتے ہوئے درج ذیل پانچ اصولوں کا ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

١۔ دفع مضرت اور جلب منفعت کی صورت میں دوسرے کو پہنچنے والے ضرر ونقصان کا تعلق دوسرے کے ضرر محض سے ہے۔ اگر دوسرے کو پہنچنے والا صرف ضرر محض نہ ہو بلکہ ضرر کے ساتھ نفع بھی پہنچے تو اس کا حکم الگ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ جب کسی کو نفع کے ساتھ ضرر بھی پہنچے تو ایسے شخص کو اختیار ہےکہ وہ نفع کے ساتھ ضرر کو بھی برداشت کرے یا وہ نفع وضرر دونو نکو ترک کردے، مثلاً مبیع میں عیب ہو تو بیع کو فسخ کرکے ضرر سے بچنے کا اختیار ہے، اور اگر چاہے تو ضرر پر راضی ہوکر نفع کو حاصل کرے۔

٢۔ اگر کسی کے ذریعہ دوسرے کو نفع اور ضرر دونوں ساتھ پہنچے اور اس ضرر کو بیان کردیا جائے یا وہ ضرر ایسا ہو کہ دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہو یا اس ضرر پر دلالۃ رضا ہو تو اس صورت میں اس شخص پر جس کی جانب سے نفع کے ساتھ ضرر بھی پہنچا ہے کوئی گناہ نہیں؛ کیونکہ اس نے دھوکہ دے کر کوئی ضرر نہیں پہنچایا ہے بلکہ اس نے ازخود ضرر کو اپنی رضا سے برداشت کیا ہے۔ لہذا دوسرے پر کوئی گناہ نہیں،یعنی اضرار نہیں بلکہ تحمل ضرر ہے (دیکھئے: شامی٧٫٢٣٠، ٤٩٤، طحطاوی علی الدر٣٫١٣٩)۔

مذکورہ بالا ضابطے کی بنیاد پر بقدر معروف ملاوٹ کو جائز کہا گیا ہے (احسن الفتاوی٨٫٩٩)۔

٣۔ جس چیز میں نفع اور ضرر دونو نپہلو ہو تو وہ چیز فی نفسہ شرعاً حرام وناجائز

نہیں ہوا کرتی ہے، اسی وجہ سے جس چیز کے جائز استعمال کی کوئی صورت ہو اس کی خریدوفروخت کاشت وغیرہ سب جائز ہے (انعام الباری٦؍٢٠٩، ٢٧٠)۔

٤۔ جس چیز میں ضرر عام ہو تو اس کو بند اور ختم کرنے کی کوشش سلطان کی ذمہ داری ہے، اور ضرر عام والی صورت اختیار کرنا کراہت سے خالی نہیں، اگرچہ ضرر کی نوعیت واضح ہو (طحطاوی علی الدر٣؍١٣٩، شامی٧؍٤٩٤-٤٩٥)۔

٥۔ جس وقت دو محظور ودو ضرر میں سے کسی ایک میںابتلاء ناگزیر ولا بدی ہوجائے تو ضرر اخف کے ذریعہ اشد کو دفع کیا جائے گا، ''إذاابتلی ببلیتین فاختر أہونہما، الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف'' (شرح المجلۃ١؍٣٦-٣٧، مادہ: ٢٧-٢٩)۔

* مندرجہ بالا اصولوں کی روشنی میں مولانابستوی کا کہنا ہے کہ:

جن مقامات میں زہریلی کھاد ودوا وغیرہ کا غیر مضر مناسب متبادل موجود نہیں ہے ان مقامات میں اس کا استعمال بلاکراہت جائز ہے، جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

١۔ زہریلی ادویہ اور کھاد وغیرہ کی وجہ سے غلہ جات اور پھلوں میں جو زہریلا اثر پیدا ہوتا ہے وہ مہلک اور قاتل نہیں او رجو زہر مہلک نہ ہو ان کو دفع مضرت کے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

''السموم علی أربعۃ أضرب..... منہا ما یقتل کثیرہ دون قلیلہ فأکل کثیرہ الذییقتل حرام والقلیل منہ إن کان مما ینفع فی التداوی جاز أکلہ تداویاً منہا'' (نیل الاوطار ٨؍٢٠٤)۔

٢۔ غلہ جات اور پھل کو استعمال کرنے والوں کو جو ضرر لاحق ہوتا ہے وہ ضرر محض نہیں ہے بلکہ اس میں ضرر کے ساتھ نفع بھی شامل ہے اور جب نفع اور ضرر دونوں ملے ہوئے ہوں تو وہ ضرر اس وقت موجب حرمت ہوگا جب ضرر پہنچنے والے کو بغیر اس کی رضا اور علم کے ضرر پہنچایا جائے، کیونکہ اس میں ظلم اور خداع دونوں پایا جائے گا، لیکن جب ضرر پہنچنے والے کو نفع کے ساتھ ضرر کا بھی علم ہو اور اس پر راضی ہو تو ایسی صورت مینیہ ضرر موجب حرمت نہیں ہوگا، کیونکہ وہ تحمل ضرر پر راضی ہے اور دوسرے کی طرف سے اس کو کوئی دھوکہ نہیں دیا گیا ہے۔

''لا بأس بیع المغشوش إذا بین غشہ أو کان ظاہراً یری، وکذا قال أبوحنیفۃ فی حنطۃ خلط فیہا الشعیر والشعیریری'' (شامی٧؍٤٩٤)۔

٣۔ زہریلی کھاد ودوا کا مناسب متبادل موجود نہ ہونے کے وقت اس کے استعمال کرنے اور نہ کرنے دونوں میں ضرر ونقصان ہے، استعمال کرنے میں دوسرے لوگوں کا نقصان اور استعمال نہ کرنے میں کسانوں کے ساتھ ساتھ عامۃ الناس کا بھی نقصان ہے، کیونکہ بغیر کھاد اور دوا کے کثیرپیداوار کا ہونا اور محفوظ رہنا دشوار ہے، لہذا جب دونوں میں ضرر ہے تو بڑے ضرر کو دفع کیا جائے گا اور چھوٹے ضرر کو برداشت کیا جائے گا، اور کھاد ودوا کے استعمال سے پہنچنے والا ضرر اس کے ترک کے ضرر سے بدرجہا کم ہے لہذا استعمال ہونے والے ضرر کو برداشت کرکے ترک والے ضرر کو دور

کیا جائے گا۔

۴۔ جب ان زہریلی دوا وکھاد کا مناسب متبادل موجود نہ ہو تو اس کے ترک کا ضرر متیقن ہے او راستعمال کا ضرر محتمل ہے؛ لہذا ضرر محتمل کی وجہ سے کسی کو ضرر متیقن برداشت کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ البتہ اگر اس کا مناسب متبادل موجود ہو تو اس کا استعمال کراہت سے خالی نہیں اگرچہ ضرر پہنچنے والے کو اس کا علم ہو۔

* جبکہ مولانا عارف باللہ قاسمی متبادل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مصنوعی کیمیائی کھادوں اور کیڑے مار ادویات اور کیمیائی اجزاء میں سمیت پائی جاتی ہے، جن سے انسانی اور حیوانی صحت پر نہایت مضر اثرات پڑتے ہیں، اس کے برخلاف اس کے متبادل طریقۂ کاشتکار یعنی نامیاتی کاشتکاری میں مصنوعی کیمیائی کھادوں، زرعی زہر اور دیگر کیمیائی مادوں کا استعمال نہیں ہوتا، اور اس سے بھی پیداوار میں اضافہ کیا جاسکتا ہے، بلکہ ماہرین کے بقول اگر نامیاتی کاشتکاری کو صحیح طریقہ پر اختیار کیا جائے تو کیمیائی کاشتکاری کے مقابلہ میں اس میں پیداوار کی کمی بھی نہیں ہوتی، ساتھ ہی مصنوعی کھادوں اور کیمیائی اجزاء کے مضر اثرات سے تحفظ بھی ہوجاتا ہے، اور نامیاتی کاشتکاری کے ذریعہ حاصل شدہ سبزیاں اور پھل غذائیت سے بھرپور بھی ہوتے ہیں،یہی وجہ ہے کہ نامیاتی کاشتکاری دنیا میں مقبول ہورہی ہے۔

چند دوسری آراء:

* قاضی محمد حسن ندوی نے زہریلی کھاد کے استعمال کے جواز کی دووجہیں ذکر کی ہیں:

۱۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جب حلال مادہ غالب ہوتا ہے اور زہریلا مادہ قلیل، تو حکم اغلب مادہ کے اعتبار سے ہوگا، یعنی اس کھاد کا اکثر حصہ پاک اور حلال ہے تو ''للأکثر حکم الکل'' کے تحت پوری کھاد کا استعمال درست ہوگا۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کھاد میں جو حرام اشیاء اور زہریلا مادہ استعمال کیا گیا ہے وہ اتنی کم مقدار میں ہے کہ اس کی اصل حقیقت تبدیل ہوگئی ہے، لہذا جب حقیقت بدل گئی ہے تو کھاد کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

* پھلوں پر زہریلی دواؤں کے چھڑکاؤ کے تعلق سے مولانا عبد المنان آسامی نے دوصورتیں لکھی ہیں: ایکیہ کہ پھلوں کی ابتدائی حالت میں کیڑوں سے حفاظت کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال ممنوع نہیں ہوگا، دوسرے یہ کہ پھل پکنے کے وقت یا اتارنے کے وقت زہریلی دوا کا استعمال کراہت سے خالی نہ ہوگا۔

* جبکہ مولانا ولی اللہ مجید قاسمی کے بقول ایسی صورت مینیہ دیکھنا ہوگا کہ کیا نقصان دہ پہلو غالب ہے کہ عام طور پر لوگ اس کی وجہ سے کسی نہ کسی مرض میں

مبتلا ہوجاتےہینیا بہت کم لوگ اس کی زد میں آتے ہیں، جیسے کہ بعض دواؤں کے ضرر رساں پہلو کی وجہ سے کچھ لوگوں کے گردے فیل ہوجاتے ہیں، ایسی صورت میں اس کے غالب فائدے کا اعتبار ہوگا اور ضرورت کے پیش نظر اسے گوارا کیا جائے گا، جیسا کہ فقہی ضابطہ ہے کہ عمومی ضرر کو ختم کرنے کے لئے خصوصی ضرر کو برداشت کیا جائے گا، پیداوار میں اضافہ نہ کرنے یا انہیں نہ بچانے کی وجہ سے عمومی نقصان ہوگا، اور لوگ غذائی قلت کا شکار ہونگے۔

* مولانا جمشید جوہر قاسمی نے پھلوں پر دواؤں کے چھڑکاؤ سے متعلق تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

زہر آلود دواؤں کا چھڑکاؤ پھلوں کی حفاظت کے لئے کیا جاتا ہے، ماہرین اور اس شعبہ میں کام کرنے والوں سے پوچھے جانے پر انہو ننے بتایا کہ ان پھلوں کو ایسے ہی عام مارکیٹ میں نہیں لایا جاتا بلکہ بہت ساری لیباریٹریاں ٹسٹ کرتی ہیں کہ پھلوں کےپکنے یا قابل استعمال ہونے سے کتنے دن قبل ان دواؤں کا استعمال صحت کے لئے مضر ہوسکتا ہے اور کتنے دن قبل چھڑکاؤ کی وجہ سے صحت کے لئے مضر نہیں ہوسکتا ہے، لیکن جو بھی کوشش قدرتی نظام سے ہٹ کرکی جاتی ہے وہی سوالیہ نشان بن جاتی ہے، جیسے پیداوار بڑھانے کے لئے جراثیم کا استعمال مثلاً BT, Cotton, BT, Brinjal آج کل سوالیہ نشان بن گیا ہے؛ کیونکہ اس میں ایک جراثیم فصل میں پیداوار بڑھانے کی غرض سے ڈال کر پیداوار کی صلاحیت کو بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن اس کے مضرت اثرات کا کوئی بھی اندازہ لگانا قبل از وقت ہوگا۔

آگے مزید لکھتے ہیں کہ:

البتہ پیداوار کو بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں سے بچانے کے لئے دوائیوں کا استعمال اس لئے ضروری ہے کہ پیداوار کا مقرر کردہ (Target) اس کے بیج کی صلاحیت کومدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے، البتہ ان کا صحیح استعمال یعنی مقدار اور استعمال کا وقت، اور طریقۂ استعمال کا خاص خیال رکھا جائے ،سائنسدانوں نے جو بات اس سلسلہ میں کہی ہے اس کی رعایت کی جائے تو نقصان کا اندیشہ کم رہ جاتاہے،نیز فصل کی کٹائی کے وقت یہ دوائی فصل میں MRL(Maximum Residue Level)سے کم ہو؛ تاکہ یہ کھانے والوں کے لئے برے اثرات کا باعث نہ بن سکے،کیونکہ سائنسدان یہ ہدایت فراہم کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں کہ کس قسم کی دوائی استعمال کر نے کی وجہ سے کتنی دیر اور کتنے وقت کے بعد فصل کاٹ سکتے ہیں،یا فصل پرچھڑکنے کے بعدکتنے دنوں تک انتظار کیا جائے،اس کے بعد استعمال کرسکتے ہیں،اس کو وہ waiting periodکہتے ہیں۔ان میں سے کچھ دوائیوں کے نام یہاں درج کئے جاتے ہیں:

دوائیوں کے نام	تعیین مدت	اشیاء	مقدار (PPM)
١-Dimethoate	٨	پھل	٢
		مرچی	٠.٥
٢-Chlorpyrfos	٩	چاول/گیہوں	٠.٠٥
		پھل	٠.٥
		تیارشدہ دال وغیرہ	٠.٠١
٣-Melathion	٥	چاول/گیہوں	٣
		تیار چاول	١
		پھل	٣
		ترکاری	٣
		ڈرائی فروٹ	٨
٤-Hexaconazole	٣	سیب	٠.١
		آم	٠.٠٢
		چاول	٠.٠٢
		مونگ پھلی	٠.٠٢
		چائے	٠.٠٢
		انگور	٠.١
		مرچی	٠.٥
		آلو	٠.٠٢
		سویابین	٠.٠٢
٥-Difenoconazole	٥	مرچی	٠.٠٠٢
		چاول	٠.٠٠٢
٦-Endosulfan	١٢	پھل	٢
		کاٹن	٠.٥
		بنگالی دال	٠.٢
		کبوترکادانہ	٠.١
		مچھلی	٠.٢
		مرچی	١
		الھیل (الائیچی)	١
٧-Cypermethrin	١١	گیہوں	٠.٠٥

		بیگن	۰.۲
		بند گوبھی	۲
		اوکرا	۰.۲
		پولٹری	۰.۲
		چاول	۰.۰۱
۸-Fenazaguin	٦	چائے	۳
۹-Fenproproximate	٦	مرچی	۱
		چائے	۰.۰۲
۱۰-Dichloroves	۷	چاول/گیہوں	۱
		ترکاری	۰.۱۵
		پھل	۰.۱

مذکورہ بالا تحریر اور اوپر کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے پیداوار میں ان دواؤں کا چھڑکاؤ کیا گیا جو سائنسدانوں نے فراہم کیا ہے تو نقصان کا اندیشہ بہت ہی کم رہ جاتاہے، لہذا ایسی چیزوں کا کھانا اور استعمال کرنا حلا ل ہوگا، نیز اس قسم کی دوائیوں کا چھڑکاؤ پھلوں میں بھی درست ہوگا۔

۲۔ پھلوں اور سبزیوں کو پکانے اور حجم بڑھانے کے لئے زہریلی کیمیکل اور انجکشن کا استعمال:

سوال نمبر: ۲- پھلوں کو پکانے کے لئے ایسے کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں کہ وقت سے پہلے پھل پک جائیں،یا وہ دیکھنے میں خوشنما نظر آئیں،یا بعض اوقات انجکشن دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ تیزی سے پک جاتا ہے اور ایک درجہ میں اس سے مٹھاس بھی پیدا ہوجاتی ہے،نیز کاٹنے کے بعد وہ پھل اس طرح نظر آتاہے جیسا کہ فطری طور پر پکی ہوئی حالت میں ہوتا ہے، میڈیکل ماہرین کا خیال ہے کہ قبل ازوقت پھل پکانے یا استعمال کئے جانے والے کیمیکل انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہیں تو کیا پھلوں کو جلد از جلد پکانے کے لئے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے ایسی زہریلی دواؤں کا استعمال جائز ہے؟

اس سلسلہ میں تقریباً سبھی مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے کے لئے زہریلی دواؤں اور کیمیکل کا استعمال، اسی طرح پھلوں میں مٹھاس پیدا کرنے اور سبزیوں کا حجم بڑھانے کے لئے زہریلے مادوں پر مشتمل انجکشن لگانا جو انسانی صحت کے لئے مہلک امراض کا سبب بنتا ہو، ناجائز اور حرام ہے۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل متعدد دلائل دیئے ہیں:

۱۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘وأشہدوا إذا تبایعتم ولا یضار کاتب ولا شہید، وإن تفعلوا فإنہ فسوق بکم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ واللہ بکل شئ علیم’’ (البقرہ: ۲۸۲)۔

جب سماجی خدمت انجام دینے والے کاتب اور گواہ کو نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا تو زہریلی دواؤں کے استعمال کے ذریعہ انسانی سماج کی ایک بڑی تعداد کو نقصان پہنچانا کس طرح درست ہوگا؟

۲۔ ارشاد باری ہے:''ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث'' (الاعراف: ۱۵۷)۔

کسی شئی کو زہر آلود دواؤں کے ذریعہ مضرت رساں بنادینا بھی خبیث اور گندی شئی بنادینے کے حکم میں ہے۔

۳۔ ارشاد باری ہے: ''إنا کل شئ خلقناہ بقدر'' (القمر: ۴۹)۔

اللہ تعالی نے ہر چیز کو توازن اور تناسب کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، لہذا زہریلی دواؤں کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو اس طرح بڑھانا یا اس قدر جلد تیار کرنا جو اس کے توازن کو بگاڑ دے، ناجائز ہے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:''ملعون من ضار مسلماً أو غرّہ'' (ترمذی: ۱۹۴۱)۔

زہریلی دواؤں کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو نقصان دہ حد تک بڑھا کر مسلم کو ضرر پہنچانا حرام ہے۔

۵۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''لا ضرر ولا ضرار، من ضارّ ضارہ اللہ، ومن شاق شاق اللہ علیہ'' (المستدرک للحاکم،۲۳۴۵، السنن الکبری للبیہقی،۱۱۳۸۴)۔

۶۔ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں: ''لا یحل أکل السم القاتل ببطئ أو تعجیل، ولا ما یؤذی من الأطعمۃ، ولا الإکثار من طعام یمرض الإکثار منہ، لقول اللہ تعالی: ''ولا تقتلوا أنفسکم'' (المحلی بالآثار ۶،۹۵)۔

جب مضر کھانا حلال نہیں تو مضر پھل یا غلہ یا ترکاری تیار کرنا بھی حلال نہ ہوگا۔

بعض دوسرے مقالہ نگار حضرات نے اس کی تائید مینیہ عبارتیں ذکر کی ہیں:

۱۔ ''إذا کان یخاف علی نفسہ أنہ لو أکلہ أورثہ ذلک علۃ وآفۃ لایباح لہ التناول وکذلک ہذا فی کل شئ'' (فتاوی عالمگیری،۵،۳۴۰) (مقالہ مفتی عبد الرحیم قاسمی)۔

۲۔''وحرم أیضا الدم المسفوح ولحم الخنزیر لما فیہما من سمیات أو دیدان أو أضرار صحیۃ أو معنویۃ'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹،۳۸۹) (مفتی عبدالرحیم قاسمی)۔

۳۔''ما یحرم أکلہ لأسباب مختلفۃ، السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل، ولہذہ أمثلۃ کثیرۃ منہا الأشیاء السامۃ سواء أکانت حیوانیۃ کالسمک السام وکالوزغ والعقارب والحیات السامۃ والزنبور والنحل وما یستخرج منہا من مواد سامۃ، أم کانت نباتیۃ کبعض الأزہار والثمار السامۃ، أم جمادیۃ کالزرنیخ فکل ہذہ تحرم لقولہ تعالی: لا تقتلوا أنفسکم، ولقول الرسول ﷺ: من تحسّی سماً فقتل نفسہ فسمہ فییدہیتحساہ فی نار جہنم خالداً مخلداً فیہا أبداً'' (الموسوعۃ الفقہیہ،۵،۱۲۵) (مقالہ: مفتی محمد مقصود)۔

۴۔ ''أما الثانی فلا إشکال فی منع القصد إلی الإضرار من حیث ہو إضرار والإضرار

لثبوت الدلیل علی أن لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام" (الموافقات ٢،٣٤٩) (مقالہ: مفتی انور علی اعظمی)۔

استعمال کی جانے والی دوائیں اور کیمیکل:

* مفتی محمد یحییٰ قاسمی نے پودوں میں ڈالی جانے والی دواؤں کو تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا ذکر پہلے سوال کے تحت آچکا ہے۔

* مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی لکھتے ہیں کہ پھلوں کو تازہ اور میٹھا بنانے کے لئے سکرین نامی کیمیکل استعمال کیا جاتا ہے، جس سے پھل ذائقہ دار ہوجاتا ہے اور اس کی مٹھاس بڑھ جاتی ہے لیکن سکرین کے استعمال سے یہ پھل صحت کے لئے نقصان دہ بن جاتے ہیں، اسی طرح سبزیوں کو ہرا اور تازہ دکھانے کے لئے سنتھیٹک رنگ کا استعمال کیا جاتا ہے، اور ان کو بڑا کرنے اور جلد تیار کرنے کے لئے ۵۰پیسے والے آکسی ٹوسن (Oxytocin) نامی انجکشن دیئے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے کھیرے اور ککڑی وغیرہ صرف ایک ہی رات میں۱۰سے ۱۲گھنٹے میں پوری طرح تیار ہوجاتے ہیں۔

ڈاکٹروں کا کہنا ہےکہ آکسی ٹوسن کا استعمال عام طور پر بوقت حمل ڈیلیوری میں پریشانی کے وقت کیا جاتا ہے، ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اس سے تیار کی جانے والی سبزیوں سے لوگ پیٹ کی بیماری اور دیگر خطرناک بیماریوں کی زد میں آسکتے ہیں بلکہ کینسر تک کی بیماری ہوسکتی ہے۔

* مفتی انور علی اعظمی استعمال ہونے والے کیمیکل کا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیلشیم کاربائڈ جسے مصالحہ کہا جاتا ہے، کینسر پیدا کرنے والا مادہ ہے، اور پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ء کے تحت اس کا استعمال ممنوع ہے، ایتھین (Ethyne) ایک کیڑے مار دوا ہے، اور پھلوں کو پکانے کے لئے اس کا استعمال نہ کرنے کی سفارش کی گئی ہے، اوبزائی ٹوکسن جانوروں کے تحقق کی ہارمون امراض مویشیاں میں استعمال کیا جاتا ہے، اسی رولز کے ضابطہ اول ۱۴۴ (A) کے تحت پھلوں کو پکانے کے لئے کاربائیڈ گیس کا استعمال ممنوع ہے، اور ایسے تمام پھل جو کاربائیڈگیس سے پکائے گئے ہیں ان کے فروخت پر پابندی ہے۔

دیگر اسباب ودلائل کی روشنی میں اس کے استعمال کا حکم:

١۔ یہ ''ألا تطغوا فی المیزان'' کے حکم ربانی کے خلاف ہے اس لئے بالکل ناجائز ہے (مولانا شاہین جمالی)۔

٢۔ ایسی چیزوں کا استعمال جو مضر صحت ہو، مکروہ ہے (مفتی عارف کنجروی)۔

٣۔ ایسے پھلوں کے استعمال سے مہلک امراض کا لاحق ہونا ناگزیر ہو تو مکروہ تحریمیا حرام ہوگا، لیکن اگر ضرر کا صرف اندیشہ ہے اور فی نفسہ نفع وفائدہ زیادہ محسوس ہو تو کراہت تنزیہی ہوگی، اسی طرح اگر پکا کر کھائی جانے والی سبزی ہے تو ظاہر ہےکہ آگ اس کی سمیت کو زائل کردے گی، پھر بھی مضرت کا تحقق ہوجائے تو

مکروہ تنزیہی ہوگا، لیکن اگر وہ سبزیاں بعینہ کھائی جانے والی ہیں اور زہریلے مادہ کی وجہ سے مسموم ہوگئی ہیں تو پھلوں کی طرح اس کا حکم بھی مکروہ تحریمی ہوگا (مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

۴۔ ایک قباحت یہ ہے کہ استعمال کئے جانے والے کیمیکل امراض کا سبب بنتے ہیں، اور جو چیز انسانو نکے لئے نقصان دہ ہو اسے اختیار کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ حدیث نبوی ہے: ''لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام'' (ابن ماجہ،۲۳۴۰)، اور دوسری قباحت یہ ہے کہ یہ سراسر دھوکہ دہی ہے، اور اسلام میں دھوکہ دینا بدترین جرم اور حرام ہے، حدیث ہے: ''من غشنا فلیس منا'' (مسلم: ۱۶۴) (مفتی عارف باللہ قاسمی)۔

۵۔ اور تقریباًیہی بات مفتی انور علی اعظمی بھی کہتے ہیں لیکن انہوں نے اس کا بھی اضافہ کیا ہے کہ غیر فطری طور پر ایسا کام کرنے میں بنیادی مقصد لوگوں کو نقصان پہنچا کر غلط طریقہ سے پیسہ کمانا ہے اور مصالح عامہ کو نظر انداز کرنا ہے، اس لئے شرعاً ایسے کیمیکل کا استعمال کرنا کسانوں یا دکانداروں کے لئے ناجائز ہے۔

۶۔ ایکیہ کہ ایسا کرنا قانون قدرت کے خلاف ہے، جیسا کہ بچوں کی پیدائش اور پودوں اور پھلوں کی تخلیق میں اللہ کی طرف سے تدریجی حکم کارفرما ہے، اور اس کے لئے ایک مدت کا گزرنا ضروری ہوگا، اور جلدی کرنے کے لئے کیمیکل اور انجکشن کا استعمال نظام قدرت میں دخل اندازی کرنا لازم آئے گا، لہذا ایسا کرنا درست نہیں، اور دوسرے یہ کہ اس میں خداع اور دھوکہ دینا ہے، اور یہ تصریہ کی طرح ہے، چونکہ اس کا مقصد بظاہر پھلوں اور ترکاریوں کا حجم اور وزن بڑھانا بھی ہوتا ہے اور بباطن مشتری سے زیادہ قیمت وصول کرنا ہوتا ہے، اور یہ دھوکہ کی صورت ہے، لہذا یہ درست نہیں ہے (قاضی محمد حسن ندوی، مولانا زین العابدین الکوثری کی بھی تقریباًیہی رائے ہے)۔

۷۔ یہ صورت بھی ایک طریقہ علاج ہی ہے اور سبب بعید کی صورت ہے، البتہ انجکشن اگر براہ راست پھل میں دیا جائے تو اس کے اثرات نسبتاً زیادہ قریبی طور پر کھانے والے تک پہنچینگے، اس لئے اس کو سداً للباب سبب بعید سے اوپر سبب قریب موصل إلی الشر کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا اور مکروہ تحریمی قرار دیا جائے گا (مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

۸۔ میڈیکل ماہرین کی تحقیق کے مطابق قبل از وقت پھل پکانے کے لئے استعمال کیا جانے والا کیمیکل انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہے، اور جس کا ضرر طبی اعتبار سے متحقق ہو وہ شرعی اعتبار سے بھی حرام ہے (مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

۹۔ شرعی نقطہ نظر سے پھلوں اور سبزیوں میں زہریلی کیمیکل اور کاربائڈ وغیرہکے استعمال کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ اس کے خریدوفروخت کی اجازت ہوگی (مفتی شبیر احمد قاسمی)۔

حرام قرار دینے والوں کے برعکس آراء:

بعض مقالہ نگاران نے جن میں مولانا عبد المنان آسامی، مولانا محمد عثمان بستوی اور مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی شامل ہیں، سبزیوں اور پھلوں میں استعمال ہونے والے زہریلے مادوں والے انجکشن کی حرمت کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے، مولانا عبد المنان آسامی کا کہنا ہے کہ اس میں ابتلاء عام کی وجہ سے شرعاً ناجائز نہیں ہونا چاہئے۔

جبکہ مولانا محمد عثمان بستوییہ رائے رکھتے ہیں کہ کیمیکل کے استعمال کے شیوع اور عموم کی وجہ سے ہر ایک کو اس کے استعمال کا علم ہوتا ہے جس کی وجہ سے خداع اور اضرار کا تحقق نہیں ہوتا، بلکہ تحمل ضرر برضا ورغبت پایا جاتا ہے، اس لئے حرام نہیں، اور اس سے پہنچنے والا زہریلا اثر موجب ہلاکت نہیں اس لئے جلب مصلحت کے لئے اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، البتہ موجب مضرت ہونے کی وجہ سے کراہت ہوگی، اسی طرح اگر انجکشن شدہ سبزیاں اور پھل وغیرہ ایسے لوگو نکو فراہم کی جائیں جو اس کے استعمال کئے جانے سے واقف ہوں تو ایسی صورت میں کراہت ہوگی، حرمت نہیں۔

مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی نے اس کے استعمال کی دوقسمیں کرتے ہوئے اس کی تفصیل کی ہے، جسے مختصراً ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

اس سوال کے بھی دوپہلو ہیں: ایک ان زہریلی دواؤ ں کا خارجی استعمال، دوسرا داخلی استعمال۔

—— خارجی کا مطلب یہ ہے کہ پھلوں کو ان کی شاخوں پر پکنے کا موقعہ دیئے جانے سے قبل ہی درخت سے اتارلیا جاتاہے پھر ان کو کسی بند کمرہ میں جمع کرکے رکھ دیا جاتا ہے،ان کے اطراف و اکناف مینیا کبھی ان پھلوں میں ایسی دوائیاں اور زہریلی گیس رکھ دیئے جاتے ہیں کہ ان دواؤں کی گرمی کی وجہ سے وہ چیزیں پک جاتی ہیں، آج کل عموماً آم اور کیلوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔

پھلوں کو پکانے کے لئے ایسی تدبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس سے کاشت کاروں کا دو مقصد ہوتا ہے، ایک مال کی حفاظت، کیونکہ فی زمانہ اگر پھلوں کو درخت پر پکے دیئے جانے تک چھوڑدیا جائے تو چوری ہوجانے کا ظن غالب ہے، نیز اس میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ سارے پھل ایک ساتھ نہیں پکتے ہیں جس کی وجہ سے روزانہ تھوڑا تھوڑا پکے ہوئے پھلوں کو اتارنا باعث تکلیف بھی ہے۔

اور دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک ساتھ ان کو اتار کر بیچ لیا جائے اور حفاظت کے بار سے سبکدوش ہوجانے کے ساتھ ساتھ یکمشت رقم بھی حاصل ہوجائے۔

اور جب ایسے کیمیکل سے پکے ہوئے پھل بازار میں آتے ہیں تو احتیاطاً ان پھلوں کو دھوکر استعمال کرنے کی میڈیکل ماہرین صلا ح دیتے ہیں، تاکہ نقصان کا باعث نہ ہو۔

ڈاکٹروں کاکہنا ہے کہ بطور خاص اس طرح کا خارجی استعمالEthylene oxide نامی دوائی کا ہوتا ہے، لیکن اس کا کوئی سائڈ ایفکٹ نہیں ہے، یایہ ایسی کوئی زہریلی دوائی

نہیں جس کی وجہ سے صحت حد درجہ متاثر ہوتی ہو، لہذا خارجی استعمال درست ہوگا۔

– اور داخلی استعمال کا مطلب یہ ہے کہ پھلوں کے حجم کو بڑھانے کے لئے یا جلد تیار کرنے کی غرض سے یاکبھی پھلوں کی حفاظت کے لئے ان کے درختوں یا درختوں کی شاخوں پر انجکشن لگایا جاتا ہے۔

گرچہ ان انجکشنوں کا براہِ راست پھلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ ان کے درختوں مینیہ دوائیاں ڈالی جاتی ہیں،درختوں کے واسطے سے پھل اثر قبول کرتے ہیں، اور اس کی نظیر شریعت میں موجود ہے کہ مثلاً اگر کوئی روزہ دار ہے اسے سخت پیا س لگ گئی چنانچہ اس نے پیاس بجھانے کی غرض سے غسل کرلیا جس کی وجہ سے پیاس ختم ہوگئی ،تو اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا ،کیونکہ براہ راست اس کےمعدہ یا دماغ میں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی، بلکہ مسامات کے واسطہ سے اسے ٹھنڈک حاصل ہوئی ہے۔

یا گلوکوز لگوایا، جس کی وجہ سے اس کی بھوک کم ہوگئییا اس کے جسم کو ایک قسم کی تقویت ملی تب بھی اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

ماہرین اطباء کا کہنا ہے کہ اس کےلئے عموماًAuxin نامی انجکشن لگوایا جاتا ہے، اس کا بھی کوئی سائڈ ایفکٹ نہیں ہے، یایہ ایسی زہریلی دوائی نہیں جس کی وجہ سے انسانی صحت کو حد درجہ نقصان پہنچ سکتاہو، خصوصاً یہ انجکشن آڑو وغیرہ کے درخت میں لگایاجاتا ہے۔البتہ اس دوائی کا بھی ایک معیار ہے۔ اگر اس معیار کا خیال نہ رکھا گیا تو اس کے برے نتائج سامنے آتے ہیں مثلاً نرپھولوں کو مادہ اور مادہ پھولوں کو نر بنادیتی ہے۔

جبکہ بعض دوسرے اطباء کا کہنا ہے کہ اس کے لئےSteroidsلگاتے ہیں جس کی وجہ سے ترکاریوں کے حجم میں اچانک غیر معمولی فرق آجاتا ہے اوروہ بہت جلد بڑے ہوجاتے ہیں، نیز غیر موسمی پھل کبھی کبھار بازار میں جو نظر آجاتے ہیں وہ اسی دوائی کا کرشمہ ہے۔

ان اطباء کا یہ بھی ماننا ہے کہ یہ وہ دوائی ہے جس کی وجہ سے انسانی صحت بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے، اور اس کا استعمال نہایت شدیدمجبوری ہی کے وقت ہوتا ہے، درد سے پریشان آدمی کو وقتی طور پر اس سے آرام تو مل جاتاہے مگر ہمیشہ کے لئے وہ پریشان ہوجاتاہے کیونکہیہ قلب وجگر پر اٹیک کرتی ہے۔

اوپر کی تحریر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس کے لئے دوائیوں کی مختلف قسمیں ہیں ،اور ان کا معیار بھی ہے،اب ان دوائیوں کا داخلی استعمال کا حکم اس طرح ہوگاکہ اگر ان میںAuxin نامی دوائییا اس طرح کی دوائی کا استعمال ہوتو فی نفسہ کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر ان میںSteroids نامییا اس طرح کی دوسری دوائیوں کا استعمال کیا جائے تو ممنو ع ہو نے میں کوئی دو رائے نہیں؛ کیونکہ اس کا مضر صحت ہونا متحقق ہوچکا ہے۔

وہ دوائیاں جن کواشیاء میں ڈالنے کی وجہ سے چیزیں دیر پاہو جاتی ہیں اور دیکھنے میں بھی خوشنما نظر آتی ہیں،نیزان کے رنگ ،بو ،مزہ اوران کی تازگی برقرار رہتی ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

Food Additives

۱- Sunset yellow
۲- Sulfates
۳- Carmine
۴- Benzoic acid
۵- Polysorbates
۶- Nitrites
۷- Galates
۸- Sucrose esters

ان دوائیوں میں سے صرف (۶)کے بارے میں ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ دوائی جس میں ملی ہوئی ہو وہ چیز مضر صحت ہوگی، کیونکہ اس سے معدہ کا کینسر ہوتا ہے، لہذا اس کا استعمال درست نہ ہوگا، اور ان کے علاوہ مضر صحت نہیں ہے اس لئے ان کا استعمال درست ہوگا۔

۳۔ جانوروں کے دودھ میں اضافہ کے لئے خصوصی انجکشن کا استعمال:

سوال نمبر: ۳- دودھ دینے والے حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے اور اگر جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہو تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اس سے دودھ کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے؛ لیکن بعض اطباء کا خیال ہے کہ یہ دودھ انسانی صحت کے لئے مضر ہے؛ کیونکہ جو چیز غیر فطری طور پر پیدا کی جاتی ہے، عام طور پر وہ انسان کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے تو کیا دودھ میں اضافہ کے لئے ایسی تدبیروں کا استعمال کرنا جائز ہوگا؟

اکثر مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ جانوروں کے دودھ میں اضافہ کے لئے غیر فطری طریقہ اختیار کرنا یعنی انجکشن وغیرہ لگانا اور پھر اس دودھ کا استعمال کرنا انسانی صحت کے لئے مضر ہوتا ہے، لہذا ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ مفتی انور علی اعظمی نے ایسا کرنے کو جانوروں کے ساتھ حق تلفی قرار دیا ہے، اس لئے کہ کسی جانور کے بدن سے دودھ اس کی طاقت کے مطابق نکلتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وإن لكم فى الأنعام لعبرة نسقيكم مما فى بطونه من بين فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً للشاربين'' (نحل: ۶۶)۔

۲۔ ''وإن لكم فى الأنعام لعبرة نسقيكم مما فى بطونها ولكم فيها منافع كثيرة ومنها

تأكلون" (المؤمنون: ۲۱)۔

مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی لکھتے ہیں کہ انجکشن کے ذریعہ دودھ کی زیادہ مقدار کم مدت میں حاصل کرنے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں کمزور پڑجاتی ہیں اور اس کی صحت متاثر ہوجاتی ہے، چنانچہ تعذیب حیوان کے تحت آنے کی وجہ سے یہ عمل ممنوع ہوگا، اس کی تائید میں درج ذیل دلائل دیئے ہیں:

۱۔ حدیث ہے: قال رسول اللہ ﷺ:"من لاءمكم من مملوكيكم فأطعموه مما تأكلون واكسوه مما تلبسون، ومن لم يلائمكم منهم فبيعوه ولا تعذّبوا خلق الله " (سنن ابی داؤد: ۴۴۹۳)۔

۲۔ حضرت یعلی بن مرة الثقفیؓ سے مروی حدیث ہے کہ ایک اونٹ نے آپ ﷺ سے کثرت عمل اور قلت علف کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اس کے مالک سے فرمایا: "فأحسنوا إليه" (شرح السنہ ۸۷۶،۱)۔

۳۔ ایک حدیث میں ہے کہ: "إن رسول اللہ ﷺ مرّ ببعير قد لحق ظهره ببطنه فقال: اتقوا الله فی هذه البهائم المعجمة اركبوها صالحة وكلوها صالحة" (صحیح ابن خزیمہ ۱۴۳،۴)۔

۴۔ امام رازی نے المحصول میں صراحت کی ہے: "إن الأصل فی المنافع الإذن وفی المضار المنع" (ارشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول ۲۸۴،۲)۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے ممنوع اور حرام ہونے کی درج ذیل وجوہات بیان کی ہیں:

۱۔ دودھ بیچنے والا خریدار سے حکماً یہ عہد کرتا ہے کہ وہ پاکیزہ اور صحت بخش دودھ فراہم کرے گا لہذا مضر دودھ فراہم کرنا عہد شکنی میں داخل ہے۔

۲۔ غیر فطری طور پر صحت کے لئے مضر دودھ پیدا کرنے کی تدبیر کرنا امانت میں خیانت ہے۔

۳۔ سماج کی ایک بڑی تعداد کو مضر دودھ فراہم کرکے ضیق وحرج میں مبتلا کرنا درست نہیں ہے۔

۴۔ مضر دودھ فراہم کرنے کی تدبیر کرنا فریب کاری میں داخل ہے۔

دیگر آراء:

(۱) مفتی انور علی اعظمی اس کے ناجائز ہونے کی دووجہ لکھتے ہیں: ایکیہ کہ انجکشن لگا کر مصنوعی دودھ پیدا کرنا یا کم دودھ دینے کی صورت میں زیادہ دودھ نکالنا جانور کے ساتھ زیادتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: "فاركبوها صالحة وكلوها صالحة" (بذل المجہود ۴۲۷،۳)، زبردستی دودھ نکالنے سے جانور کی صحت بھی خراب ہوگی، اور جو دودھ اس کی صلاحیت سے زیادہ نکالا جائے گا وہ صالح نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ زبردستی کے دودھ میں غش ہے، کیونکہ خریدنے والا اچھا اور صحت مند دودھ خریدنا چاہتا ہے اور اسی کا پیسہ دے رہا ہے، جبکہ بیچنے والا مصنوعی اور غیر فطری دودھ دے رہا ہے، اور عالمگیری کے اس جزئیہ "يكره استقصاء فی حلب البهيمة إذا كان

مضر بہا''سے معلوم ہوتا ہےکہ جانور کا دودھ بالکلیہ نچوڑنا مکروہ ہے۔

(۲) جبکہ مولانا جمشید جوہر قاسمی کی رائے یہ ہے کہ Oxytocin آکسی ٹوسن جیسی دوائیں دودھ بڑھانے میں معاون ہوتی ہیں، اس دوائی کے بارے میں ڈاکٹروں کی تحقیقیہ ہے کہ اس میں کینسر نہیں ہوتا ہے اور نہ یہ مضر صحت ہے، البتہ Steroids انجکشن کے بارے میں اطباء کا کہنا ہے کہ حد درجہ نقصان دہ ہے اور اس کا اثر دودھ میں بھی آجاتا ہے جو انسانی صحت کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

(۳) مولانا اختر امام عادل قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر دودھ میں سمّیت کے اثرات پیدا ہوچکے ہوں اور میڈیکل جانچ سے اس کی تصدیق ہوتی ہو تو اس کو ناجائز قرار دیا جائے گا، لیکن اگر دودھ میں سمیت پیدا نہ ہوئی ہوبلکہ اس سے بتدریج نقصان رونما ہوتے ہوں تو یہ مکروہ تنزیہی قرار پائے گا۔

(۴) اگر ان اطباء کا قول قابل اعتبار ہو تو ان انجکشنز کا استعمال ممنوع ہوگا، اور جب تک معتبر ڈاکٹرس کی جماعت اس پر اتفاق نہیں کرتی اس وقت تک فیصلہ میں احتیاط کرنا چاہئے (مفتی مقصود رامپوری)۔

(۵) حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار بڑھانے یا دودھ جاری کرنے کے لئے انجکشن لگا کر دودھ دوہنا مکروہ ہے، ''ویکرہ الاستقصاء فی حلب البہیمۃ إذا کان مضراً بہا لقلۃ العلف ویکرہ ترک الحلب أیضاً'' (مفتی عبد الرحیم قاسمی)۔

(۶) ڈاکٹری اعتبار سے ان انجکشنوں میں اگر زہریلا مادہ ہے تو زہریلے مادے کا استعمال شرعاً جائز نہیں ہوگا۔

''لا خلاف بین الفقہاء فی حرمۃ تناول ما یقتل من السم بلا حاجۃ إلیہ، لقولہ تعالی: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (الموسوعۃ الفقہیہ۲۵،۲۵۵) (مفتی شبیر احمد قاسمی)۔

(۷) مفتی سلمان پالنپوری کے نزدیک اس عمل کا محرک مالی حرص اور نفع کماؤ ذہنیت ہے، مذکورہ تدبیریں دودھ کو فاسد کردیتی ہیں، لہذا ''لا ضرر ولا ضرار'' کے پیش نظر ایسی تدبیروں کا استعمال جس کا ضرر دوسروں تک پہنچتا ہو، جائز نہیں ہے۔

(۸) اگر جانور کا بچہ مرگیا ہو جس کی وجہ سے جانور دودھ نہ دے رہا ہو یا تھن میں دودھ سوکھ جانے کی وجہ سے جانور کے ہلاک ہوجانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں انجکشن کا استعمال کیا جاسکتا ہے، ورنہ نہیں (مولانا احسن عبد الحق ندوی)۔

(۹) مولانا زین العابدین الکوثری کا کہنا ہے کہ دواؤں کے ذریعہ دودھ میں اضافہ کرنا مباح تو ہے لیکنیہ ایسا معاملہ یا ایسی حاجت نہیں ہے جس سے اضطراری کیفیت پیدا ہو یا حاجت شدیدہ کی نوعیت اختیار کرجائے، لہذا ایسی زہریلی دواؤں کا استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔

جواز کا رجحان:

جانور کو انجکشن لگا کر دودھ کی مقدار بڑھانا فی نفسہ جائز ہے اگرچہ اس سے

جانور کی صحت متاثر ہوتی ہو، اس رائے کے قائلین میں مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا عبد المنان آسامی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی عارف کنجروی وغیرہ شامل ہیں۔

* مفتی عارف باللہ قاسمی نے دودھ کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ایک سفید مائع ہے جو کہ غدودوں میں پیدا ہوتا ہے، انجکشن وغیرہ کےذریعہ ان غدودوں میں اس مائع کو پیدا کرنے کی مطلوبہ قوت پیدا کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ مائع پیدا ہوتا ہے اور پھر دودھ کی شکل میں باہر آتا ہے، اس حقیقت کے اعتبار سے اس طرح کے انجکشن سے دودھ حاصل کرنے کی گنجائش ہے، ..... اور انجکشن لگا کر دودھ لینا درحقیقت اس سے وابستہ منفعت حاصل کرنے کی ایک تدبیر ہے، البتہ یہ طریقہ خلاف فطرت ہے، اس کی تائید میں مفتی محمود حسن علیہ الرحمہ کا یہ فتوی نقل کیا ہے:

انجکشن کے ذریعہ مادہ حاملہ ہوجائے تب بھی اس کے دودھ یا گوشت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، لیکنیہ طریقہ خلاف فطرت ہے (فتاوی محمودیہ۱۸؍۲۴۷)۔

١۔ ''والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون'' (النحل: ٥) (مقالہ مفتی عارف کنجروی)۔

٢۔ ''وإن لكم فى الأنعام لعبرة نسقيكم مما فى بطونه من بين فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً للشاربين'' (النحل: ٦٦) (مقالہ مفتی عارف باللہ قاسمی)۔

٣۔ یہ طریقہ بلا شبہ جائز ہے، اللہ تعالی نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے ان سے انتفاع میں ان کو کچھ تکلیف بھی ہو تو کچھ حرج نہیں (احسن الفتاوی۸؍۲۲۳) (مقالہ مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی)۔

۴۔ مفتی محمود حسن صاحبؒ نے بھی جواز کا اشارہ دیا ہے (فتاوی محمودیہ۶؍۲۱۸) (مقالہ مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی)۔

* مفتی شبیر احمد قاسمی کہتے ہیں کہ ان انجکشنوں کی وجہ سے دودھ میں مضر اثرات منتقل ہونے کے باوجود شرعی طور پر اس دودھ کے استعمال کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا ہے، اس لئے کہ بعض دفعہ دودھ دوہتے وقت جانور پریشان کرتے ہیں اور جوں ہی انجکشن لگادیا تو سکون سے دودھ دیتے ہیں، تو ایسی مجبوری میں انجکشن لگانے سے منع نہیں کیا جاسکتا ہے۔

* مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی کا کہنا ہے کہ آج کل دودھ نکالنے کااصل ذریعہ غیر فطری ہی ہوگیا ہے، جتنے فارم ہیں ان میں انجکشن کے ذریعہ ہی دودھ نکالا جاتا ہے، اور تجربات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نفع کی مقدار نقصان کی بنسبت زیادہ ہے، صرف اس کلیہ کے پیش نظر کہ یہ غیر فطری ذریعہ مضر صحت ہے ناجائز وحرام نہیں کہا جاسکتا۔

* مولانا محمد عثمان بستوی لکھتے ہیں کہ اگر دودھ کا مضر صحت ہونا محقق ومتعین ہو تو جن لوگوں کو دودھ فراہم کیا جائے اگر ان کو اس انجکشن کے استعمال کا علم ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

* لیکن مفتی عارف باللہ قاسمی کہتے ہیں کہ صرف اس کے نقصان کا اندیشہ اور شک ہو تو محض شک کی وجہ سے حلال چیز حرام میں تبدیل نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس کا نقصان معمولی اور قابل تحمل ہو تو بھی اس کا استعمال جائز ہوگا، جیسا کہ آج کل بہت سی چیزوں میں منفی اثرات موجود ہیں، البتہ نقصان کے بقدر اس پر کراہت کا حکم جاری ہوگا۔

چند جدید مصنوعات:

مفتی محمد یحییٰ قاسمی نے اپنے مقالہ میں چند جدید مصنوعات اور ان کی معاون چیزوں کا ذکر تفصیل سے کیا ہے جو انسانی صحت کے لئے نقصان کا باعث ہوتے ہیں، اس تفصیل کا تعلق پہلے، دوسرے اور تیسرے سوال سے بھی ہے، لہذا ذیل میں ان کا تعارف پیش ہے:

آج صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں انسانی استعمال کی اشیاء میں جو وسعت اور تنوّع آیا ہے، اُس کا سب سے زیادہ اثر شاید مسلمانوں کے نظام خوراک پر ہوا ہے۔ ایسی چیزیں اور مصنوعات مارکیٹ میں آئی ہیں جس نے مقدار کے ساتھ ذائقوں میں بھی تفاوت پیدا کیا ہے۔ ان جدید مصنوعات میں بہت سی ایسی چیزیں استعمال ہوتی ہیں جو یا تو حلال ہی نہیں ہوتینیا پھر وہ ‘طیب ’ کے درجے سے باہر ہوتی ہیں،یعنی حلال چیزوں میں بھی معاون کے طور پر ایسے اجزاء استعمال کیے جاتے ہیں جو انسانی صحت کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ ان غذائی مصنوعات میں جی ایم فوڈ، کوچنیل (COCHINEAL)، ایل-سیسٹائن، شیلاک وغیرہ جدید مصنوعات کی اہم مثالیں ہیں ۔ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کابلا واسطہ استعمال ہوتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو مصنوعات مینخوبصورتییا پھر اس کے پروسس کو فاسٹ ، یا پھر مصنوعات کو دیرپا کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ذیل میں ہم ان مذکورہ مصنوعات کا تعارف پیش کرتے ہیں:

جی ایم فوڈ :

جی ایم فوڈکی بنیاد اس پر ہے کہ جانداروں اور انسانوں میں محیر العقول اختلاف کے باوجود ہم بعض اوقات مختلف جانداروں یا انسانوں کے درمیان کچھ مشترکہ صفات بھی مشاہدہ کرتے ہیں ، مثلاً رنگ وروپ کے لحاظ سے ایک پوری قوم دوسری قوم سے ممتاز ہوتی ہے ،اور اولادتو اکثر و بیشتر اپنی قد، کاٹ ، چال ڈھال اور رنگ میں اپنے والدین کے مشابہ ہوتی ہے ، اسی طرح کچھ موروثی بیماریاں بھی ایسی ہوتی ہیں جو نسل درنسل والدین سے بچونمیں منتقل ہوتی ہیں ، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟اس کی وضاحت میں سائنسدان ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک شخص کا دوسرے شخص سے مختلف یا مشابہ ہونا، ان دونوں کے ڈی این اے کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ڈی این اے کیا ہوتا ہے؟ اس کی وضاحت میں سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ہر جاندار خلیوں (Cells) سے مل کر بنا ہے۔ خلیے کسی جاندار کے لئے اس طرح ہیں جس طرح

ایک عمارت کے لئے اینٹیں۔یہ عجیب بات ہے کہ خلیہ کسی جاندار کے جسم کی اتنی چھوٹی اکائی ہے جو خوردبین کے بغیر نظر نہیں آتی ،مگر جسم کے اس ذرے سے چھوٹی اکائی میں بھی اللہ تعالی نے اتنا بڑا نظام رکھاہے کہ جسم کے ہر خلیہ میں ایک مرکزہ (Nucleus) ہوتا ہے۔ اس مرکزہ کے اندر کروموسوم نامی دو ایسی دھاگہ نما ساختیں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے سے گھماؤ دار سیڑھی کی شکل مینلپٹی ہوتی ہیں۔ان کروموسوم کے اوپر باریک باریک ذروں کی شکل میں ایک مخصوص کیمیائی مادہ پایا جاتا ہے۔ اسی کو DNAکہا جاتا ہے۔ جانداروں میں پایا جانے والا دراصل یہی مادہ ہوتاہے جوجانداروں کی نسلی اور موروثی خصوصیات کو متعین کرتا ہے۔ کسی جاندار کا سفید ہونا، کسی انسان کے بالوں کا سیاہ ہونا، کسی انسان کے آنکھوں کا رنگ دوسرے انسان سے مختلف ہونا یہ سب ڈی این اے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ڈی این اے کی اکائیاں جین (Gene) کہلاتی ہیں، اس لئے مختصر طورپر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کیمیائی مادہ جو ڈی این اے کہلاتاہے مختلف جینزکا مجموعہ ہے جو کروموسومزکی ساخت میں موجود ہوتے ہیں۔

سائنسدانوں کے بقول ایک خاندان کے افراد کے ڈی این اے میں پائے جانے والے جینز کا فی حدتک مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک حد تک یکساں بھی ہوتے ہیں۔ڈی این اے کے جینز میں پائے جانے والے اسی اختلاف اور یکسانیت کی وجہ سے ایک خاندان کے افراد ایک دوسرے سے مختلف اور مشابہ ہوتے ہیں ،جینز میں جس قدر یکسانیت ہوتی ہے رنگ وروپ اور چھال ڈھال میں اسی قدر مشابہت ہوتی ہے۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد ہم دوبارہ جینیاتی طور پر تبدیل شدہ غذاکی طرف آتے ہیں۔ جب سائنسدانوں نے اس حقیقت کو دریافت کیاکہ جانداروں کی مختلف خصوصیات کا تعلق ان کے ڈ ی این اے میں پائے جانے والے جینز سے ہوتاہے ،تو انہوں نے اس پر تجربات شروع کئے کہ کسی جاندار کے ڈی این اے میں تبدیلی کرکے اس کی خصوصیات میں تبدیلی کی جاسکتی ہے یانہیں؟ اسی طرح جینز کی منتقلی کے ذریعے ایک پودے یا جاندار کی خصوصیات دوسرے پودے یا جاندار میں منتقل کی جاسکتی ہینیانہیں؟ایسے تجربات کی روشنی میں سائنسدانوں کو معلوم ہواکہ ایسا بالکل ممکن ہے۔چنانچہ پہلے پہل سائنسدانوں نے ١٩٤٦ ء مینیہ دریافت کیا کہ جانداروں کے جینز (Genes) کا تبادلہ ہو سکتا ہے۔اس دریافت کے بعد سائنسدانوں نے نباتات کے جینزمیں تبدیلی اور مختلف نباتات کی آپس مینپیوند کاری کے ذریعے ایک قسم کی سبزیوں میں دوسری قسم کی سبزیوں کیخصوصیات پیداکرنے کے کامیاب تجربات کئے،جن سبزیوں میں ایسی تبدیلیاں کی گئیں ان کو جی ایم فوڈ(GM Food) یا (جینیٹکلی موڈیفائیڈ فوڈ (Genetically Modified Food) کہا جانے لگا۔بعد میں اس کے اور بھی نام پڑے مثلاً بائیوٹک فوڈ(Biotech Food) ، جینیٹکلی انجینئرڈ فوڈ (Genetically engineered food) ، اور جی ایم اوGMOیعنی جینیٹکلی موڈیفائیڈ آر گینزم (Genetically modified organism)وغیرہ۔

اس تفصیل کی روشنی میں ہم جینیاتی طور پر تبدیل شدہ غذا کییہ تعریف کرسکتے ہیں کہ یہ ان اناج یا فصلوں کو کہا جاتا ہے جن کے خلیہ (Cell) میں موجود جین(Gene) میں تبدیلی کر کے مختلف خصوصیات کا اضافہ کیا گیا ہو۔ یہانیہ وضاحت بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ جی ایم فوڈ (GM food) اور کلوننگ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ بعض لوگ دونوں کو ایک سمجھ لیتے ہیں،یہ درست نہیں ، کیونکہ جی ایم فوڈ میں کسی اناج وغیرہ کے خلیہ کے مرکزہ میں موجود صرف جین کی تبدیلی کی جاتی ہے جبکہ کلوننگ میں باقاعدہ ایک جاندار کی دوسری کاپی بنائی جاتیہے۔

جی ایم فوڈ کی دریافت کے ساتھ ہی مختلف ملکوں نے اس طریقہ پیداوار سے اپنی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے اور اسے بہتر کرنے کا کام لیا اور اسے تجارتی مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا ،چنانچہ اس وقت تک جی ایم فوڈ کی کئی اقسام مارکیٹ میں آچکی ہیں ،مگرایسی غذا کی پہلی مثال ٹماٹر ہے، کیونکہ پہلی مرتبہ ۱۹۹۴ ء میں امریکہ جینیاتی طور پر تبدیل شدہ ایسے ٹماٹر مارکیٹ میں لایا تھا جس میں جینیاتی تبدیلی کے ذریعے پکنے کے عمل میں تاخیر پیدا کی گئی تھی۔ اس کے بعد مختلف ممالک میں مختلف سبزیاں تیار کی جانی لگیں، چنانچہ اس وقت تک جی ایم فوڈ میں سویا بین، مکئی، کنولا، چاول، کپاس، آلو، مٹر، شکر قندی، گنا، ٹماٹر، سرسوں، پپیتا، تمباکو اور دودھ کی مختلف مصنوعات مارکیٹ میں آچکی ہیں۔

ابتداء میں غذاؤں میں ایسی جینیاتی تبدیلی کا عمل محدود پیمانے پر ہوتا تھا مگر بعد میں جب جینٹک سائنس کی ترقی کے ساتھ اس طریقہ پیداوارکوغذائی اشیاء کی تجارت وکاروبار میں اضافہ اور وسعت لانے کے لئے استعمال کیاجانے لگا ،تو یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ نباتات میں مخصوص حیوانات کی مخصوص خصوصیات کی منتقلی کے لئے حیواناتی جینز کا استعمال بھی شروع ہوگیا۔مثلاً ٹماٹر میں سرخ رنگ لانے کے لئے چین نے یہ تجربہ کیاکہ خنزیر کے گوشت سے سرخ رنگ پیدا کرنے والا جین لیکر ٹماٹر کی بیج میں داخل کیا ، اسی طرح کے ایک اور تجربے میں اسٹرابری کے سرد موسم سے مقابلہ کرنیکی صلاحیت میں اضافہ کرنے کے لئے اس میں مچھلی کا جین داخل کیا گیا۔

جی ایم فوڈ کے ممکنہ فوائد ونقصانات:

ڈی این اے یا اس کی اکائیونیعنی جینز(Genes) میں تبدیلی کر کے غذا کیخصوصیات میں سائنسدان جو تبدیلی لاتے ہیں، اس کے وہ مختلف مقاصد بیان کرتے ہیں، مثلاً:

*جانوروں کی نسلوں کو مضبوط، توانا،اور زیادہ دودھ یا گوشت والا بنانا۔

*مختلف اجناس جیسے گیہوں، مکئی اور چاول کی ایسی قسمیں تیار کرنا جو کم کھاد اور کم پانی کے باوجود زیادہ پیداوار دیتی ہوں۔

*ایسے پیڑ تیار کرنا جن کی نشوونما تیز تر ہو اور ان سے لکڑی، گودا، ایندھنیا سایہ وغیرہ زیادہ مقدار میں حاصل کی جاسکتی ہوں۔

*پھول کی ایسی قسمیں پیدا کرناجو معمول سے زیادہ بڑے، زیادہ رنگینیا زیادہ خوبصورت ہوں۔

*ٹماٹر وغیرہ مختلف سبزیوں کے پکنے کے عمل میں تاخیر پیدا کرنا تاکہ ان کی پیدوار کو مختلف اوقات میں درکار مقدار تک محدود کیاجاسکے۔

*اسٹرابری وغیرہ مختلف پھلوں میں سرد موسم کے خلاف قوت برداشت میں اضافہ کرنا۔

*مختلف فصلوں اورپودوں میں ایسی خصوصیات پیدا کرنا جن کی بنا پر وہ اپنے اوپر حملہ آور حشرات اورمختلف نقصان دہ جراثیم سے بچ سکیں۔

*غذاؤں کی غذائیت اور لذت میں اضافہ کرناوغیرہ

جی ایم فوڈ کی دریافت نے بلاشبہ مذکورہ بالا فوائد کے حصول کو ممکن بنادیا ہے ،مگر اس کے ساتھ ساتھ سائنسدانوں کے بقول ایسی غذا میں بعض نقصان دہ اثرات بھی ہوتے ہیں مثلاً ایک رپورٹ کے مطابق اس قسم کی غذا سے الرجی پیدا ہوتی ہے،وغیرہ۔یہی وجہ ہے کہ اس وقت مختلف ملکوں میں جی ایم فوڈ (GM Foods)کے حوا لے سے تحفظات بھی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض ممالک میں مصنوع کے اوپر ''جی ایم انگریڈنٹ '' کی تصریح ضروری قراردی گئی ہے۔بہرحال جی ایم فوڈمیں پائے جانے والے نقصانات کے اس طبی پہلوسے قطع نظر مسلمانوں کے لئے شرعی حوالے سے بھییہ بات قابل تشویش ہے کہ اگر کسی نباتاتییاجماداتی مصنوع کی تیاری میں ایسا جی ایم انگریڈنٹ استعمال ہوجو حیوانی ذرائع سے حاصل کیاگیاہوتو ایسے مصنوع کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

کوچنیل (COCHINEAL) :

کچنیلا، قرمز، ایک سرخ اور قرمزی رنگ جو خصوصاکھانے کے کی چیزوں کو رنگنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔قرمزی رنگ کا مادہ قرمزی کیڑے سے نکالا جاتا ہے۔یہ کیڑاسرخ اور سنتری رنگ کو بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔کوچنیل (قرمز) کیڑے کو کچل کر حاصل کردہ سرخ رنگ ہے جسے کارمک ایسڈ کہاجاتا ہے (اس کا نمبرE120ہے)، اس کو بنانے کا طریقہیہ ہے کہ ان کیڑوں کو گرم پانی میں ڈبو کر، سورج کی روشنی،بھاپیااوون کی گرمی میں مار ڈالا جاتا ہے۔ ان طریقوں میں سے ہر ایک مختلف رنگ دیتےہیں،جو کہ رنگونمینتنوع کا سبب ہوتے ہیں۔کیڑوں کو خشک کرنا لازمی ہے۔ خشک ہونے کے بعد یہ کیڑے اپنے جسم کے اصل وزن کے تیس فیصد تک پہنچ جاتے ہیں،اور سڑنے سے پہلے ان کو جمع کرلیا جاتا ہے۔قرمزی کیڑوں سے ایک رطل رنگ حاصل کرنے کے لئے ستر ہزار کیڑوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

قرمزی کیڑوں سے حاصل ہونے والے رنگوں کی دو بنیادی قسمیں ہیں:

قرمزی کیڑوں کا خلاصہ: یہ ایک رنگ والا مادہ ہوتا ہے جوخام، خشک اور پیسے ہوئے کیڑوں سے بنایا جاتا ہے۔دوسری قسم ‘کارمین ’ (carmine) ہوتی ہے: یہ رنگ والا مادہ ہوتا ہے اور کیڑوں سے نکالا جاتا ہے اور یہ زیادہ صاف ہوتا ہے۔کارمین کو تیار

کرنے کے لئے کیڑے کے جسم کے پاؤڈر کو ‘امونیا ’ مینیا ‘سوڈیم کاربونیٹ ’ کے لوشن میں ابالا جاتا ہے۔ناقابل تحلیل مادے کو فلٹر کرکے نکال دیا جاتا ہے۔ پھر فٹکری کو کارمینک ایسڈ کے صاف نمک میں ملادیا جاتا ہے تاکہ لال المونیوم نمک کوزائل کیا جاسکے۔ اب یہ ربک آئرین کی عدم موجودگی کے سبب صاف ہو تا ہے۔

پہلے زمانے میں اس کا استعمال کپڑوں کے رنگنے کے لئے ہوتا تھا۔اسی طرح یہ رنگ بادشاہ ، شرفاء اور عیسائی مذہبی پیشواؤں کے کپڑوں کے رنگنے کے لئے استعمال ہوتاتھا۔موجودہ زمانے مینیہ رنگ کپڑوں، حسن افروز اشیاء (cosmetics) اور قدرتی غذاؤں کے رنگ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اور پینٹر آج کل اس کلر کو استعمال نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کی جگہ وہ مصنوعی سرخ رنگ کا استعمال کرتے ہیں۔

ایل-سیسٹائن کیا ہے:

گندھک ایمائینی ترشہ جو انسانی غذا کے ضروری عنصر میں سے ہے اور کئی طرح کے خامروں میں شامل ہوتی ہے۔ہاضمے کے دوران پروٹین ٹوٹنے سے بننے والا امائنو ایسڈ سلفر پرمشتمل ہو تا ہے۔ ایل-سیسٹائن: ایک امینو ایسڈ (چربیلے نامیاتی مرکبات)ہے جو کیمیکل فارمولہHO2CCH(NH2)CH2SH. سے بنایا جاتا ہے۔یہ بہت سے پروٹین میں اہم ساختی کردار ادا کرتا ہے، جب کہ یہ کھانے میں اضافی شئی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ سیسٹائن سب سے زیادہ اعلی پروٹین والے کھانے کی اشیاء میں پایا جاتاہے۔ جانوروں کے ذرائع: سور کا گوشت، سانپوں کا قیمہ، چکن، بطخ، انڈا، دودھ، پنیر وغیرہ۔نباتاتی ذرائع: سرخ مرچ، لہسن، پیاز وغیرہ۔

سیسٹائن بنیادی طور پرL-enantiomer خوراک، دوائیاں اور ذاتی نگہداشت کی صنعت مینزیادہ استعمال ہوتا ہے۔اس کا سب سے بڑا استعمال ذائقوں (flavors) میں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پرشوگر کے ساتھ سیسٹائن کا ردعمل، میلارڈ رد عمل میں میٹ فلیور پید ا کرتا ہے۔اسی ایل -سیسٹائن کو بیکری مصنوعات بنانے میں معاون کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

شیلاک :

لاکھ، چبڑا، سریش، الکحل میں لاکھ ملانے سے تیار کیا وارنش، لاکھ کی پٹیا ٹکلی (ایک طرح کی لکڑی)۔ شیلاک انڈیا اور تھائی لینڈ میں پائے جانے والے درخت کا ایک مادہ کیڑا جس کو لاکھ بگ کہا جاتا ہے ،سے رال کی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔اس کوایک عمل سے گزارے جانے کے بعدخشک پتیوں (پھٹکی) کی شکل میں بیچا جاتا ہے ، پھر اس کوایتھائل الکحل میں ملا دیا جاتا ہے تا کہ سیال شیلاک بنایا جاسکے، جس کا استعمال پھرغذا مثلا سیب وغیرہ چمکانے اور پالش کرنے اور لکڑی کی فنیشنگ کے رنگنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ویجٹیرین سوسائٹی کے مطابق:شیلاک ٹھیک اسی طرح بنتا ہے جس طرح شہد بنتا ہے۔

شیلاک ایک چھوٹا لال کیڑا جس کو (Lac Laccifer) کہاجاتا ہے ، سے بنایا جاتا ہے جو اپنے ابتدائی مرحلے میں سیب کے بیج کی طرح ہوتا ہے۔ ان کیڑوں کو مخصوص درختوں پر کھانا دیا جاتا ہے جس کو ہندوستان میں ''لاکھ '' درخت کہاجاتا ہے۔سال کے کچھ موسم مینیہ چھوٹے لال رنگ کے کیڑے اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ بعض اوقات پورا درخت سرخ اور گلابی لگنے لگتا ہے۔جب یہ کیڑے شاخوں اور پتیوں پر بیٹھ جاتے ہیں تو اپنے سونڈ سے چھال میں گھس جاتے ہیں، رس چوستے ہیں اور اسے جذب کرنا شروع کردیتے ہینیہاں تک کہ وہ خود اپنے آپ کو بھی لقمہ بنالیتےہیں۔اسی دوران ان میں کا ہر مادہ مرنے سے پہلے ایک ہزار انڈے دیتا ہے۔

یہ رس کیڑے کے جسم میں کیمیا ئی تبدیلی سے گزارا جاتا ہے اور آخر کا ریہ باہر آجاتا ہے۔ہوا لگنے کی وجہ سے یہ ایک سخت خول کی طرح ہوجاتا ہے جو پورے کیڑے کو ڈھک دیتا ہے۔اسی وقت یہ خول کیڑوں اور ٹہنی کے لئے ایک مرکب پرت کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ان کیڑوں میں سے صرف پانچ فیصد نر ہوتے ہیں جو درخت پر ہوتے ہیں۔گویا کہ مادہ ہی بنیادی طور پر شیلاک کی پیداوار کا ذریعہ ہے۔

یہ مثالیں تو بطور وضاحت تھیں ورنہ تو ایسی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ان مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کچھ مطعومات اور مشروبات ایسے ہیں جن کے بنانے میں حرام اور خبائث چیزیں شامل ہوتی ہیں، اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن مینکچھ چیزیں معاون اور اضافے کی لئے استعمال کی جاتی ہیں؛ لہذا اگر مطعومات اور مشروبات میں بعض خبائث چیزیں ڈالی گئی ہیں جیسے خنزیر کا تیل، اس کا گوشت یا خمر وغیرہ تو یہ حرام ہوں گی، کیونکہ اس لئے جب حرام و حلال کا اختلاط ہو تو اس میں جانب حرمت غالب ہوگا۔ اس لئے کہ فقہی قاعدہ ہے:''جب حلال و حرام کا اجتماع ہوتو غلبہ حرام کو ہوگا '' (الاشباہ والنظائز، للسیوطی، ص ١٠٥) ۔

۴۔ جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے نجس غذاؤں کا استعمال:

سوال نمبر: ۴- بعض جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے دواؤں کا بھی استعمال ہوتا ہے اور غذاؤں کا بھی، جیسے پولٹری فارم میں پیدا ہونے والے بچوں کو تیزی سے بڑھانے کے لئے، اس سے ان کو دوہرا فائدہ ہوتا ہے، ایک: گوشت کی مقدار میں اضافہ، دوسرے: کم مدت میں پرورش کی ذمہ داری سے فارغ ہوجائے، مرغی وغیرہ کی اصل غذا نباتات ہے، مچھلیاں پانی کے اندر پائے جانے والے نباتات یا چھوٹے آبی جانوروں سے اپنی غذائی ضرورت پوری کرتے ہیں، لیکن اب ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے لئے جو غذا تیار کی جاتی ہے، اس میں ایسے جانوروں کے بھی اجزاء شامل کردیئے جاتے ہیں، جو تیزی سے وزن کو بڑھا دیں، بتایا جاتا ہے کہ خنزیر کی چربی اس کام کے لئے بہت مفید اور موثر سمجھی جاتی ہے، اور آج کل بعض مغربی ملکوں سے مرغی اور مچھلی کے لئے جو خوراک سپلائی کی جاتی ہے، اس مینیہ اجزاء شامل کئے جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ:

الف۔ کیا جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں؟

اس کے ضمن میں مفتی عارف باللہ قاسمی تبدیلی حقیقت (استحالہ) کے طریقہ کار پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے ناپاک چیزیں پاک ہوجاتی ہیں، علامہ ابن نجیم لکھتےہیں:

''إن التطہیریکون بأربعۃ أمور بالغسل والدلک والجفاف والمسح فی الصقیل ..... والخامس مسح المحاجم بالماء بالخرق کما قدمناہ، والسادس النار کما قدمناہ فی الأرض إذا احترقت بالنار، والسابع انقلاب العین''(البحر الرائق۱،۲۳۹)۔

ڈاکٹر عبد اللہ الفقیہ لکھتے ہیں:

''إذا کانت ہذہ المواد النجسۃ المستخدمۃ فی العلف تمرّ بمراحل من التحول حتی تستحیل عن وصفہا السابق ولایبقی للنجس أثر فیہا أم لا، فإن کانت قد استحالت عن ذلک الوصف فالراجح إن شاء اللہ جواز العلف بہا وإلا فلا'' (فتاوی الشکبۃ الاسلامیہ، رقم الفتوی: ۲۰۱۰)۔

مفتی سلمان پالنپوری قاسمی کا کہنا ہے کہ جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربیا حرام چیز کے اجزاء پر مشتمل غذا دینا جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں انقلاب ماہیت نہیں ہوتا، مجموعی شکل تو بدلتی ہے مگر جملہ اجزاء اپنے خواص کے ساتھ مطلوب ہوتے ہیں، جیسے ادویہ میں مختلف اجزاء ہوتے ہیں، پس اس غذا میں خنزیر کی چربی دوسری شکل کے باوجود ایک جز کی حیثیت سے ہوتی ہے، اگر کیمیائی تحلیل کی جائے تو چربی نمایاں ہوکر الگ ہوجائے گی، اور حرام ونجس چیز کا کھانا یا کھلانا خواہ جانور ہی کیوں نہ ہو، جائز نہیں، کیونکہیہ اختلاط ہے انقلاب ماہیت نہیں ہے۔

لیکن اس کے برعکس مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی کہتے ہیں کہ اگر ان میں خنزیر کی چربیا فضلات کی ملاوٹ ہوتی ہے یا گیہوں، مکئی کے چورے، مختلف پھلوں اور سبزیوں کے چھلکوں، جانوروں اور مچھلیوں کی آلائش، خون، نجاست، کھال،ہڈی، آنتوں وغیرہ کو شامل کرکے بنائی جاتی ہیں تو وہ مطلقاً نہیں بلکہ پہلے ان فضلات کو دیگوں میں پکایا جاتا ہے، تاکہ ان کے جراثیم مرجائیں، پھر انہیں خشک کیا جاتا ہے، انہیں پیسا جاتا ہے، پھر ان میں وٹامن اور دوسری چیزیں ملائی جاتی ہیں، ان تبدیلیوں کے بعد وہ چیزیں اپنی حقیقت بالکل کھو دیتی ہیں،یا ان کے سابق کچھ ایسے اثرات باقی رہ جاتے ہیں جو حکم کی تبدیلی میں مانع نہیں بن سکتے۔

ناپاک اشیاء کی حقیقت تبدیل نہ ہونے کی صورت میں اس غذا کا حکم:

* اگر حقیقت تبدیل نہ ہوسکے تو مفتی عارف باللہ قاسمی نے ایسی غذا کے بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں، شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

''فإن عجن الآن بمائہا قیلیلقی للکلاب أو یعلف بہ المواشی'' (مراقی الفلاح،۲۳)۔

ناپاک پانی جانوروں کو پلانے کے سلسلہ میں ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

''قال فی الذخیرۃ:لا، وفی الخزانۃ:لا بأس بذلک، وأقول ما فی الذخیرۃ: یوافق ما فی

البدائع، وما فی الخزانۃیوافق ما فی الاسبیجابی'' (النہر الفائق ۱،۹۱)۔

حصکفی نے بھی صراحت کی ہے کہ ایسی روٹی کتوں کو کھلادیا جائے، ابن نجیم مصری نے بھی بدائع کے حوالہ سے لکھا ہے:

''واختار الأول فی البدائع وجزم بہ بصیغۃ قال مشایخنا: یطعم للکلاب'' (البحر الرائق۱،۱۳۲)۔

ان اقوال کو ذکر کرنے کے بعد مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک نجس اشیاء سے تیار کردہ غذاماکول اللحم جانوروں کو کھلانا درست نہیں، لیکن مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک جائز ہے، کشاف القناع میں ہے:

۱۔ ''ویجوز أن تعلف النجاسۃ الحیوان الذی لا یذبح قریباً أو لا یجلب قریباً'' (کشاف القناع ۶،۱۹۴)۔

۲۔ ''لو عجن دقیق بماء نجس وخبزہ فہو نجس یحرم أکلہ ویجوز أنیطعمہ لشاۃ أو بعیر أو بقرۃ نحوہا، نصّ علیہ الشافعی رحمہ اللہ'' (المجموع ۹،۲۹)۔

ان حضرات کے پیش نظر وہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہﷺ اور صحابہ کرام قوم ثمود کی بستی سے گزرے تو صحابہ نے وہاں کنویں سے پانی بھرلیا اور آٹا بھی گوندھ لیا تو رسول اللہﷺ نے اس پانی کو بہادینے کا حکم دیا، اور آٹے کے بارے میں فرمایا کہ اسے اپنے اونٹوں کو کھلادیں (بخاری: ۳۳۷۹، مسلم: ۲۹۸۱)۔

* مولانا محمد عثمان بستوی نے اس سلسلہ میں مذاہب اربعہ کی آراء موسوعہ فقہیہ کے حوالہ سے ذکر کی ہیں:

۱۔ ویقول الحنفیۃ بحرمۃ الانتفاع بالخمر فی التداوی بالاحتقان وسقی الدواب والاقطار فی الاحلیل، ذلک لأن الانتفاع بالنجس حرام فإذا حرم سقی الدوام بالنجس حرم إطعامہا بہ (الموسوعۃ الفقہیہ۴۰،۱۰۸، نیز دیکھئے: شامی۱۰،۲۸)۔

۲۔ أجاز الشافعیۃ والمالکیۃ إطعام العلف النجس أو المتنجس للدواب کما أجاز واسقی الماء المتغیر من نجس الماء للبہائم والزرع (الموسوعۃ الفقہیہ۴۰،۱۰۸، نیز دیکھئے: الشرح الکبیر۱،۶۰، الدسوقی۱،۶۱، روضۃ الطالبین۳،۲۸۹)۔

۳۔ أجاز الحنابلۃ إطعام ذلک لما لا یؤکل لحمہ من الدواب، ولم یجیزوا إطعامہ لما یؤکل منہا إلا أن یکون إذا أطعمہ لم یذبح حتییکون لہ ثلاثۃ أیام علی معنی الجلالۃ (الموسوعۃ الفقہیہ۴۰،۱۰۹)۔

ان عبارتوں کا خلاصہ کرتے ہوئے مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک نجس وناپاک غذا اور چارہ ماکول اللحم جانور کو کھلانا جائز نہیں، البتہ مالکیہ اور شوافع کے نزدیک نجس چارہ کھلانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اسی طرح حنابلہ کے نزدیک بھی اجازت معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ تین دنوں تک روک کر پاکیزہ غذا دی جائے۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ اگر کسی چارے کے بارے میں نجس ہونے کا یقینی علم نہیں تو جب تک یقینی علم نہ ہو اس کو پاک ہی مانا جائے گا، اور اس کی تفتیش میں پڑنے سے حرج وتنگی ہے اور شریعت کے مقصد کے بھی خلاف ہے۔

جانوروں کی ناپاک غذا سے متعلق مختلف آراء:

اس سلسلہ میں آراء مختلف ہیں، بعض حضرات کی رائے ہے کہ جانوروں کے لئے سپلائی کی جانے والی غذا میں اگر خنزیر کے اجزاء شامل ہیں تو ایسی غذائیں نہیں دی جاسکتی ہیں، الا یہ کہ اس ناپاک عنصر کی قلب ماہیتیا استحالہ ہوچکا ہو تو پھر ایسی خوراک جانوروں کو دینا درست ہوگا۔

بعض مقالہ نگاروں نے اس کی مختلف صورتیں بھی بیان کی ہیں، مثلاً مولانا اختر امام عادل قاسمی کہتے ہیں کہ ایکیہ کہ جانوروں کی خوراک میں خنزیر کی چربی کی شمولیت معتبر اور محقق ذرائع سے ثابت ہو، اور دوسرے یہ کہ کیمیکل تحلیل وتجزیہ کے بعد بھی اس ناپاک جز کا وجود فنا نہ ہوا ہو تو وہ خوراک ناجائز ہے، جبکہ مولانا محمد عثمان بستوی کا کہنا ہے کہ ایسا چارہ کھلانا چونکہ مالکیہ وشوافع کے نزدیک جائز ہے، لہذا اگر ان کی نجاست کا شامل ہونا متحقق ہوجائے اور کوئی پاک ومناسب چارہ دستیاب نہ ہو تو مالکیہ وشوافع کے مذہب کے مطابق عمل کی گنجائش ہے۔

مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی کہتے ہیں کہ فارمی مرغیوں کی حلت پرجب تمام فقہاء متفق ہیں تو حرام اورنجس غذا ہونے کے باوجود اس کی خریدوفروخت اور اس کی مرغیوں کو کھلانا بدرجہ مجبوری جائز قرار دینا ہوگا۔

لیکن مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کا کہنا ہے کہ حیلہ کیا جاسکتا ہے کہ کسی جگہ ان حرام اشیاء کو رکھ دیا جائے، پھر ان جانوروں کو ادھر ہنکا دیاجائے تاکہ وہ ان کو کھالیں تو گنجائش ہوگی، مولانامحمد شاہجہاں ندوی کی بھی تقریباًیہی رائے ہے۔

مولانا اختر امام عادل قاسمی کے نزدیک اگر کسی ناجائز عنصر کی شمولیت معتبر ذرائع سے ثابت نہ ہو اور کیمیکل تجزیہ کے بعد اس کا وجود فنا ہوچکا ہو تو قلب ماہیت کی بنا پر جانوروں کو وہ خوراک دینا درست ہوگا، اور تقریباًیہی بات مفتی محمد یحییٰ قاسمیبھی کہتےہیں، مفتی محمد عارف کنجروی کی بھییہی رائے ہے۔

مولانا محمد جمشیدجوہر قاسمی اور مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے انقلاب ماہیت، تبدیلی حقیقت، استحالہ کے تعلق سے مختلف اقوال ذکر کرکے حکم میں تبدیلی کی تائید کی ہے۔

١۔ وكذلك إذا استحالت صفات عين الحلال الطاہر، فبطل عنہ الاسم الذی بہ ورد ذلك الحكم فيہ، وانتقل إلى اسم آخر وارد على حرام أو نجس، فليس ہو ذلك الحلال الطاہر، بل قد صار شيئاً آخر ذا حكم آخر كالعصيريصير خمراً، أو الخمر يصير خلاً، أو لحم الخنزير تأكلہ دجاجۃيستحيل فيہا لحم دجاج حلالا، وكالماء يصير بولاً، والطعام يصير عذرة، والعذرة والبول تدبن بہما الأرض فيعودان ثمرة حلالاً، ومثل ہذاكثير (المحلى لابن حزم ١٣٨،١)۔

٢۔ ان النجاسۃ لما استحالت وتبدلت أوصافہا ومعانیہا، خرجت عن کونہا نجاسۃ، لأنہا اسم لذات موصوفۃ، فتنعدم بانعدام الوصف، وصارت کالخمر إذا تخللت (بدائع الصنائع للکاسانی١٫٨٥)۔

٣۔ إن اللہ حرم الخبائث التی ہی الدم والمیتۃ ولحم الخنزیر ونحو ذلک، فإذا وقعت ہذہ فی الماء أو غیرہ واستہلکت لم یبق ہناک دم ولا میتۃ ولا لحم خنزیر أصلاً (الفتاوی الکبری لابن تیمیہ١٫٢٥٢)۔

٤۔ الصواب أن ذلک کلہ طاہر إذا لم یبق شیئ من أثر النجاسۃ لا طعمہا ولا لونہا ولا ریحہا، لأن اللہ أباح الطیبات وحرم الخبائث وذلک یتبع صفات الاعیان وحقائقہا (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ٢١٫٤٨١)۔

٥۔ فالقیاس الصحیح تعدیۃ ذلک إلی سائر النجاسات إذا استحالت، وقد نبش النبیﷺ قبور المشرکین من موضع مسجدہ ولم ینقل التراب، وقد أخبر اللہ سبحانہ عن اللبن أنہ یخرج من بین فرث ودم، وقد أجمع المسلمون علی أن الدابۃ إذا علفت بالنجاسۃ ثم حبست، وعلفت بالطاہرات حلّ لبنہا ولحمہا، وکذلک الزرع والثمار إذا سقیت بالماء النجس، ثم سقیت بالطاہر، حلت لاستحالۃ وصف الخبث وتبدلہ بالطیب، وعکس ہذا أن الطیب إذا استحال خبیثاً صار نجساً کالماء والطعام إذا استحال بولا وعذرۃ، فکیف أثرت الاستحالۃ فی انقلاب الطیب خبیثاً، ولم یؤثر فی انقلاب الخبیث طیباً؟ (اعلام الموقعین لابن القیم١٫٢٩٧۔٢٩٨)۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی مواہب الجلیل للحطاب المالکی (١٫٩٧)، المجموع للنووی الشافعی (٢٫٥٧٩)، الانصاف للمرداوی الحنبلی (١٫٣١٨) سے عبارتیں نقل کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ ماہیت کی تبدیلی سے ناپاک اشیاء پاک نہیں ہوتیں، البتہ اگر شراب خود بخود تبدیل ہوجائے تو وہ پاک ہوجاتی ہے، لیکن مولانا موصوف نے احناف اور ان سے اتفاق رکھنے والے علماء کے قول کوراجح قرا ردیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ طہارت ونجاست دو ایسے وصف ہیں جن کا تعلق اشیاء کی حقیقتوں سے ہے، تو پھر جب اشیاء کی حقیقتیں بدل جائیں تو ان سے وابستہ صفات بھی لازماً بدل جائینگی (دیکھئے: فتح القدیر لابن ہمام ١٫٢٠٠)۔

مفتی عارف کنجروی نے خنزیر کے جز کے استعمال کی تائید میں اپنییہ رائے ظاہر کی ہے:

قرآن کریم کی رو سے تمام اجزاء کے حرام اور نجس ہونے کے باوجود متعدد فقہاء اسلام نے چمڑے کے موزوں کی سلائی خنزیر کے بال سے کرنے کی اجازت دی ہے، اور ان موزوں کو پہن کر نماز ادا کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ بعض فقہاء نے اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی لکھا ہے کہ اگر موزہ سلنے والوں کو خنزیر کے بال مفت نہ ملتے ہوں تو ان کے لئے خنزیر کا بال خریدنا جائز ہے، اس کی علت یہی لکھی ہے کہ چونکہ چمڑے کے موزوں اور جوتوں کی سلائی کا کام زیادہ بہتر اور مضبوط طریقہ پر خنزیر کے بالوں ہی سے ہوتا ہے، اس لئے اس کے استعمال کی ضرورت ہے اس پر پابندی عائد کرنے میں

موزوں اور جوتوں کی سلائی کرنے والے اور انہیں استعمال کرنے والوں کے لئے حرج ومشقت ہے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:''ولا یجوز بیع شعر الخنزیر لأنہ نجس العین فلا یجوز بیعہ إہانۃ لہ ویجوز الانتفاع بہ للخرز للضرورۃ، فإن ذلک العمل لا یتأتی بدونہ ویوجد مباح الأصل''۔

علامہ ابن ہمام یوجد مباح الاصل کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہویوجد مباح الأصل فلا حاجۃ إلی بیعہ حتییجوز وعلی ہذا، قال الفقیہ أبو اللیث فلو لم یوجد إلا بالشراء جاز شراءہ لشمول الحاجۃ إلیہ وقد قیل أیضاً إن الضرورۃ ثابتۃ فی الخرز بہ بل یمکن أن یقام بغیرہ وکان ابن سیرین لا یلبس خفاً خرز بشعر الخنزیر فعلی ہذا لایجوز بیعہ ولا الانتفاع بہ، وروی أبویوسف کراہۃ الانتفاع بہ لأن ذلک العمل یتأتی بدونہ کما ذکرنا إلا أن یقال ذلک فرد تحمل مشقتہ فی خاصۃ نفسہ فلا یجوز أن یلزم الحرام حرجاً مثلہ''۔

اس کے بعد مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ دور حاضر میں بکثرت ان اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے، اور ان اشیاء کا کوئی بدل نہیں ہے منفعت میں، لہذا ضرورت کے پیش نظر ایسی غذا کے استعمال کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

عدم جواز کی رائے:

بعض مقالہ نگار حضرات کی رائے یہ ہےکہ خنزیر کی چربی سے یا حرام اشیاء سے تیار غذائیں جانوروں کو دینا شرعاً درست نہیں ہے۔

– احسن الفتاوی میں ہے: ایسی غذا کی خریدوفروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں (احسن الفتاوی۸،۱۲۶) ۔

(مقالہ: مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی وغیرہ)۔

– قاضی محمد حسن نے اس ضمن میں چار خرابیوں کا ذکر کیا ہے:

۱۔ یہ کہ مشتری کو دھوکہ دینا لازم آئے گا اور یہ شریعت میں درست نہیں۔

۲۔ خنزیر کی چربی انسان کے جسم وعقل کے لئے مضر ہوتی ہے، اور جو چیز مضر ہو اس کا استعمال درست نہیں۔

۳۔ جب جانور کی غذا ایسی ہوگی تو اصلاً اس کا وزن کم ہوگا، مگر دیکھنے میں زیادہ ہوگا، اور یہ بائع ومشتری کے درمیان نزاع کا سبب ہے لہذا شرعاً یہ درست نہیں۔

۴۔یہ صورت تصریہ اور خداع کے قبیل سے ہے، اور تصریہ ناجائز ہے۔

– مولانا زین العابدین الکوثری کا کہنا ہے کہ نجس اور حرام اشیاء پر مشتمل غذائیں دینا اور ان کے ذریعہ گوشت میں اضافہ کرنا غیر فطری ہے۔

سوال نمبر: ۴ (ب) : اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی گئی، تو اب اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہے یا حرام غذا کی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت پیدا ہوجائے گی؟

اس سوال کے ضمن میں مقالہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اگر کثرت نجاست خوری کی وجہ سے حلال جانوروں کے گوشت میں بدبو پیداہوجائے تو اسے کچھ دن بند کرکے پاک خوراک دی جائے، اور جب بدبو ختم ہوجائے تو اس کا کھانا درست ہوگا (مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی لطیف الرحمن، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا زین العابدین الکوثری وغیرہ)۔

دلائل:

١۔ عن أبی موسییعنی الاشعری رضی اللہ عنہ قال: رأیت النبیﷺ یأکل دجاجاً (بخاری: ٥٠٩٣) (مقالہ: مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

٢۔ عن زہدم قال:کنا عند أبی موسی الأشعریؓ وکان بیننا وبین ہذا الحی من جزم إخاء فأتی بطعام فیہ لحم دجاج وفی القوم رجل جالس أحمر فلم یدن من طعامہ، قال:ادن، فقد رأیت النبیﷺ یأکل منہ، قال:إنی رأیتہیأکل شیئاً فقذرتہ فحلفت أن لا آکلہ، فقال:ادن، أخبرک أو أحدثک إلی آخر الحدیث (بخاری: ٥٠٣٤) (مقالہ: مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی انور علی اعظمی)۔

٣۔ عن أبی موسی قال:جاء رجل وہو یأکل دجاجاً فتنحی فقال:إنی حلفت أن لا آکلہ، إنی رأیتہیأکل شیئاً قذراً فقال: ادنہ، فقد رأیت رسول اللہ ﷺ یأکلہ (مسند احمد ٣٢٦٫٣٢) (مقالہ مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

٤۔ قال ابن عابدین تحت قولہ (وکرہ لحم الجلالۃ التی تأکل العذرۃ) أی فقط حتی انتن لحمہا، قال فی الوہبانیۃ وفی المنتقی الجلالۃ المکروہۃ التی إذا قربت وجدت منہا رائحۃ فلا تؤکل ولا یشرب لبنہا ولایحمل علیہا وتلک حالہا ویکرہ بیعہا وہبتہا وتلک حالہا، وذکر البقالی أن عرقہا نجس وقدمناہ فی الذبائح۔

وقال العلامۃ الحصکفی وتحبس الجلالۃ حتییذہب نتن لحمہا وقدر بثلاثۃ أیام لدجاجۃ،وأربعۃ لشاۃ، وعشرۃ لإبل ولبقر علی الأظہر، ولو أکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر لأن لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہ أثر۔

وقال العلامۃ ابن عابدین:(قولہ حلت) وعن ہذا قالوا:لا بأس بأکل الدجاج لأنہ یختلط ولا یتغیر لحمہ، وروی أنہ علیہ الصلاۃ والسلام کان یأکل الدجاج، وما روی أن الدجاجۃ تحبس ثلاثۃ أیام ثم تذبح فذلک علی سبیل التنزہ، زیلعی (رد المحتار ٢١٦٫٥-٢١٧) (مقالہ: مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی عبدا لرحیم قاسمی، مفتی عارف کنجروی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد مقصود رامپوری، قاضی محمد حسن ندوی)۔

٥۔ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

ألا تری إلی ماذکر محمد رحمہ اللہ فی النوادر لو أن جد یا غذی بلبن خنزیر فلا بأس

بأكله وعلى هذا لا بأس بأكل الدجاج وإن كان يقع على الجيف لأنها تختلف فلا يتغير لحمه ولا ينتن (١٨،٥٠٢) (مقالہ مفتی انور علی اعظمی)۔

٦۔ أما التی تخلط بأن تتناول النجاسۃ والجیف، وتتناول غیرہا علی وجہ لا یظہر أثر ذلک فی لحمہا فلا بأس بہ (تبیین الحقائق ٦،١٠)۔

اس ضمن میں جلالہ جانوروں کے مسئلہ پر مولانا اختر امام عادل قاسمی نے یہ تفصیل کی ہے:

مسئلہ جلالۃ:

نجاست کی بنیاد پر ہی ''جلالۃ '' کا مسئلہ فقہاء کے یہاں زیر بحث آیا ہے ،احادیث میں بھی اس کی ممانعت اسی بنیاد پر آئی ہے،جلالہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو گندگی کھا تا ہو مثلاً مرغی اور بطخ وغیرہ ،کبھی اونٹ وغیرہ بھی اس لت میں مبتلا ہوجاتے ہیں،سب کا حکم ایک ہی ہے (نیل الاوطار ٨،١٢٨)۔

متعدد روایات میں جلالہ جانور کا گوشت یا دودھ کھانے یا اس پر سواری کرنے سے منع کیا گیا ہے، جو بہت سے طرق سے منقول ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں،مثلاً:

عن ابن عمر قال :نهى رسول الله ﷺ عن أكل الجلالة وألبانها، قال وفي الباب عن عبد الله بن عباس، قال أبو عيسى هذا حديث حسن غريب، وروى الثوري عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن النبي ﷺ مرسلا، وعن ابن عباس : أن النبي ﷺ نهى عن المجثمة ولبن الجلالة وعن الشرب من في السقاء، قال محمد بن بشار وحدثنا ابن أبي عدي عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن عكرمة عن ابن عباس عن النبي ﷺ نحوه، قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح (سنن الترمذي ٤ ،٢٦٩، حديث نمبر : ١٨٢٣، سنن أبي داود ٣ ،٤١٣ ،حديث نمبر : ٣٧٨٩)۔

یہ روایات اس پایہ کی نہیں ہیں کہ ان سے حرمت قطعیہ ثابت ہوسکے،چنانچہ فقہاء کے درمیان جلالہ کے حکم میں اختلاف ہے ،جمہور فقہاء (حنفیہ ،شافعیہ اور ایک قول کے ےمطابق امام احمد ابن حنبل) کی رائے یہ ہے کہ اگر جلالہ کے گوشت اور پسینہ میں گندگی کے آثار ظاہر ہو چکے ہوں تو اس کا گوشت اور دودھ استعمال کرنا اور اس پر سواری کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بدبو نہ آتی ہو تو کوئی کراہت نہیں ہے ،اس لئے کہ کراہت کی بنیاد گندگی کے کھانے پر نہیں بلکہ گوشت اور دودھ میں تغیر پر ہے (المغني٨،٥٩٣، قليوبي٤،٢٦١،روض الطالب١،٥٦٨، ابن عابدين١،١٤٩، بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع ١١،١١١)۔

شافعیہ کا ایک قول اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایتیہ ہے کہ جلالہ کا گوشت اور دودھ حرام ہے (١الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الامام احمد بن حنبل ١٠،٢٧٥، المؤلف : علاء الدين المرداوی الصالحی، الشرح الكبير ١١،٩٠، المؤلف: ابن قدامۃ المقدسی)۔

البتہ اگر گوشت میں بدبو نہ ہوتو حنابلہ اور شافعیہ دونوں کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں،گو کہ اس کی اکثر خوراک گندگی پر مشتمل ہو (اسنی المطالب۱؍۵۶۸، المغنی۸؍۵۹۳)۔

مالکیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جلالہ میں کوئی کراہت نہیں ہے گو کہ اس میں بدبو پیدا ہوچکی ہو (شرح الزرقاني۳؍۲۶، التاج والاكليل لمختصر خليل۳؍۲۹۹)۔

بعض حضرات نے جلالہ کا مصداق اس جانور کو قرار دیا ہے جس کی اکثر خوراک نجاست ہو ،لیکن فقہاء کی آراء کے مطالعہ سے صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اعتبار مدت کا نہیں گندگی کے آثار کا ہے، جب تک گندگی کے آثارظاہر نہ ہوں حکم شرعی عائد نہ ہوگا (المجموع ۹؍۲۸ وغیرہ)۔

طریقۂ تطہیر:

پھر قدرتی طور پر یہ بحث پیداہوئی کہ جلالہ جانور کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جائز خوراک چارہ وغیرہیا کسی اور طریقہ سے بدبو ختم ہوجائے تو کراہت باقی نہ رہے گی، البتہ یہ مدت حبس کتنے دن ہوگی اس میں فقہاء میں تھوڑا سا اختلاف ہے :

حنفیہ کےیہاں اس کی تفصیلیہ ہے: مرغ کے لئے مدت حبس تین دن ،بکری کے لئے چار دن اور اونٹ اور گائے کے لئے دس دن ہے (ابن عابدین۱؍۱۴۹)۔

شافعیہ کے یہاں اس کی تفصیلیوں ہے:مرغ کو تینیوم ،بکری کو سات یوم،گائے کو تیسیوم،اور اونٹ کو چالیسیوم حبس کیا جائے گا (قليوبي۴؍۲۶۱)۔

امام احمد بن حنبل سے دوروایات ہیں: ایک روایتیہ ہےکہ کسی بھی جلالہ کے لئے مدت حبس تین دن کافی ہے،دوسری روایتیہ ہے کہ اونٹ اور گائے کے لئے مدت حبس چالیسیوم ہے (المغني۸؍۵۹۴)۔

جلالہ کا جوٹھا بھی مکروہ ہے ،یہ تصریح حنفیہ کے یہاں ملتی ہے (ابن عابدین۱؍۱۴۹)۔

اسی طرح جلالہ اگرنجاست کے علاوہ کچھ نہ کھاتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، یہ صراحت بھی حنفیہ کے یہاں ملتی ہے (ابن عابدین۵؍۲۰۷)۔

جلالہ کے ضمن میں فقہاء نے جو بحثیں کی ہیں ان سے نجاست کے استعمال کے نتائج اور طریقۂ تطہیر پر کافی روشنی پڑتی ہے اور دیگر مواقع پر ان سے بآسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے ۔

مولانا محبوب فروغ قاسمی دنوں کی قید کو یقینی اور حتمی نہیں قرار دیتے ہیں، بلکہ کہتے ہیں کہ جتنے دنوں میں اس کی بدبو زائل ہوجائے اتنے دنوں تک روکے رکھنا ضروری ہوگا۔

قال السرخسی:الأصح عدم التقدير وتحبس حتى تزول الرائحة المنتنة (شامی۵؍۲۱۵،

کتاب الذبائح)۔

یہی رائے مفتی سلمان پالنپوری کی ہے، کاسانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

کان أبوحنیفۃ لا یوقت فی حبسہا، وقال:تحبس حتی تطیب، وہو قولہما أیضاً (بدائع الصنائع۵؍۷۴۰)۔

مفتی عارف باللہ قاسمی جلالہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جلالہ: وہ جانور ہے جو مینگنی اور لید کھاتا ہو یعنی اس کا اکثر چارہ یہی ہو، اور اگر اکثر چارہ پاک ہو تو وہ جلالہ نہیں، اور ایک قول یہ ہےکہ کثرت وقلت کا اعتبار نہیں، بدبو پر مدار ہے، اور الکوکب الدری میں ہے کہ جب نجاست کا اثر پسینہ، دودھ اور گوشت میں صاف محسوس ہوتو وہ حرام ہے۔

اور مفتی محمد یحییٰ قاسمییہ تعریف کرتے ہیں کہ : جلالہ وہ جانور ہے جو نجاست کھاتا ہے اور غلاظت کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت کے اندر اس کے اثرات پیدا ہوں۔

جبکہ مفتی شبیر احمد قاسمی نے کسی بھی حلال جانور کے جلالہ ہونے کے لئے اس میں دوشرطوں کے پائے جانے کو لازم قرار دیا ہے:

١۔ اس حلال جانور کی غذا صرف نجاست اور گندگی ہو، نجاست اور گندگی کے علاوہ کوئی پاک چارہ نہ کھاتا ہو۔

٢۔ نجاست اور گندگی کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت سے بدبو نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہو، حتی کہ اس کے پسینے سے بھی بدبو ظاہر ہوتی ہو، تو جس مینیہ دونوں شرطیں ایک ساتھی پائی جائیں ایسے جانور کو جلالہ کہا جاتا ہے۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے بھی جلالہ اور اس پر مرتب ہونے والے احکام کے تعلق سے تحفۃ الفقہاء (٣؍٦٥)، المبسوط (١١؍٢٥٥)، تحفۃ الملوک (ص؍٢٢٥)، الدر المختار مع رد المحتار (٦؍٣٤١)و غیرہ کے حوالے سے دوسرے مسالک کے فقہاء کی مختلف عبارتیں ذکر کی ہیں اور کہا ہے کہ نجس غذاؤں کا استعمال کرنے والے جانوروں کا گوشت مکروہ ہے مگر یہ کہ ان میں درآنے والے بو کو دور کردیا جائے۔

مفتی شبیر احمد قاسمی کی بھییہی رائے ہے کہ اگر گوشت میں بدبو نہ ہو او رنجاست کا کوئی اثر نہ ہو تو بلاکراہت جائز ہے۔

فہذایدل علی أن الکراہۃ فی الجلالۃ لمکان التغیر والنتن لا لتناولہ النجاسۃ، ولہذا إذا خلطت لا یکرہ، وإن وجد تناول النجاسۃ، لأنہ لا تنتن، فدلّ أن العبرۃ للنتن لا لتناول النجاسۃ (البدائع ٤؍١٥٤) (نیز مقالہ مولانا محمد عثمان بستوی)۔

مفتی انور علی اعظمی نے فتاوی تاتارخانیہ کے حوالہ سے لکھا ہے: ‘‘وأما الدجاجۃ فلا تکون جلالۃ لأنہا لا تتغیر ولا تنتن وفی التہذیب وأما الدجاجۃ لا یکرہ وإن تناول نجاسۃ لأنہا لا تنتن’’ ۔ آگے لکھتے ہیں کہ حلال جانور اگر ناپاک اور حرام شئی کھاتا ہے اور اس کا اثر اس کے گوشت پر آجاتا ہےتو اسے کچھ دن روکنے کے بعد ذبح کیا جائے گا، اور

اگر ناپاک شئی کا اثر اس کے گوشت میں نہیں آتا تو رکنے کی بھی ضرورت نہیں (دیکھئے: مجموعۃ الفتاوی الشرعیہ، کویت)۔

مولانا محمد عثمان بستوی کا کہنا ہے کہ نجاست آمیز ادویہ وچارہ وغیرہ جانوروں کو کھلانے پلانے میں عام ابتلاء ہے اور جب کسی چیز میں ابتلاء عام ہو تو وہ یسر وسہولت کا متقاضی ہوتا ہے، اور یسر وسہولت کے لئے ائمہ اربعہ میں سے جس کے قول میں بھی آسانی ہو اختیار کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

نجس غذائیں استعمال کرنے والے جانوروں کا حکم:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایسی غذائیں تو نہیں دی جاسکتی ہیں لیکن اگر جانور کھالے تو وہ حرام نہیں ہوگا، اور اس کا حکم جلالہ کے حکم کی طرح ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس میں بدبونہ پیدا ہو۔

لو علفہا حراماً لم یحرم لبنہا ولحمہا (الاشباہ والنظائر ۱۷۵) (مقالہ مفتی عبد الرحیم قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی)۔

یہی رائے مولانا محبوب فروغ احمدقاسمی کی ہے، شامی کے حوالہ سے لکھا ہے:

ولایحل حیوان مائی إلا السمک الذی مات بآفۃ ولو متولداً فی ماء نجس فلا بأس بأکلہا لحلہ بالنص وکونہ یتغذی بالنجاسۃ لا یمنع حلہ (شامی۵،۲۱۵، کتاب الذبائح)۔

مفتی سلمان پالنپوری قاسمی نے اس کی تائید میں دودلیلیں ذکر کی ہیں:

۱۔ امداد الفتاوی میں ہے:

سوال: بکری کا بچہ جس نے سور کے دودھ سے پرورش پائی ہو حلال ہے یا نہیں؟ اور اس کی قربانی جائز ہے یانہیں؟

الجواب: فی الدر المختار کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر لأن لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکا لا یبقی لہ أثر، فی رد المحتار أن ابن المبارک قال معناہ إذا اعتلف أیاماً بعد ذلک کالجلالۃ وفی شرح الوہبانیۃ أنہ یحل إذا ذبح بعد أیام وإلا لا، ان روایات سے معلوم ہوا کہ وہ بچہ حلال ہے، لیکن کئی روز تک اس کو دوسرا چارہ دینا چاہئے ، اس طرح قربانی بھی درست ہے، فقط واللہ اعلم (امداد الفتاوی۳،۵۴۰)۔

۲۔ اور احسن الفتاوی میں ہے:

سوال: مردار جانوروں کا گوشت بھاپ میں پکاکر مشینوں کے ذریعہ پیس کر سکھا کر باریک پاؤڈر بنالیا جاتا ہے اور مرغیوں کی خوراک میں استعمال کیا جاتا ہے، کبھی اس گوشت میں کتے کا گوشت بھی ہوتا ہے، کیا ان مرغیوں کا گوشت کھانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب: ایسی مرغی کا گوشت حلال ہے، اگر خوراک میں غالب حرام ہو تو بہتر ہے کہ ایسی مرغی کو تین روز تک بند رکھ کر حلال غذا دی جائے، البتہ مرغی کے گوشت میں حرام غذا اور نجاست وغیرہ کھانے سے بدبوپیدا ہوجائے تو اس کو اتنی مدت بند رکھ کر حلال غذا دینا ضروری ہے کہ بدبو زائل ہوجائے، بدبوزائل ہونے سے

قبل ذبح کردیا تو اس کا گوشت حلال نہ ہوگا، واللہ سبحانہ وتعالی اعلم (احسن الفتاوی۴۰۸،۷)۔

مفتی عارف باللہ قاسمی بھیبہی بات کہتے ہیں اور جلالہ کے تعلق سے یہ دو عبارتیں ذکر کرتے ہیں:

۱۔ ولا تؤکل الجلالۃ ولا یشرب لبنہا، لأنہ علیہ الصلاۃ والسلام نہی عن أکلہا وشرب لبنہا، والجلالۃ ہی التی تعتاد أکل الجیف والنجاسات، ولا تخلط فیتغیر لحمہا فیکون منتنا، ولو حبست حتییزول النتن حلت (تبیین الحقائق ۱۰،۶)۔

۲۔ ولو حبست بعد ظہور النتن وعلفت شیئا طاہراً فزالت الرائحۃ ثم ذبحت، فلا کراہۃ فیہا قطعاً (المجموع ۲۹،۹)۔

لیکن مولانا ولی اللہ مجید قاسمی کہتے ہیں کہ اگر حرام اور نجس جانوروں کے اثرات غذا کے ذریعہ اس میں منتقل ہوجائیں تو اس کا کھا نا مکروہ تحریمی ہوگا، جیساکہ ابن عمر سے منقول ہے:

۱۔ نہی رسول اللہﷺ عن أکل الجلالۃ وألبانہا (سنن ابوداؤد: ۳۷۸۵)۔

۲۔ نہی رسول اللہﷺ عن الجلالۃ فی الإبل أن یرکب علیہا أو یشرب من ألبانہا (سنن ابوداؤد: ۳۷۸۷)۔

لیکن مولانا محمد شاہجہاں ندوی حدیث کی توجیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر نجاست خور جانور کے گوشت اور دودھ سے منع فرمانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ماہیت کی تبدیلی سے نجس شئی پاک نہیں ہوتی ہے، بلکہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جانور کے نجاست کھانے کی وجہ سے اس کے دودھ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔

مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی کی بھی رائے کراہت کی ہے۔ لیکن قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی کا کہنا ہے کہ حرام غذا کی وجہ سے حرمت اور کراہت جب پیدا ہوگی جب گوشت کے اندر بدبو پائی جائے اور ایسا ہوتا نہیں ہے، اس لئے کہ یہ حرام چیزیں جانور کے کھانے کے بعد فنا اور ختم ہوجاتی ہیں، اس کی تائید میں مفتی محمد مقصود رامپوری نے شامی کے حوالہ سے یہ عبارت پیش کی ہے:

‘‘إن الجلالۃ ہی الإبل أو البقر أو الغنم التی أغلب أکلہا النجاسات فیکرہ أکلہا لما روی أن رسول اللہﷺ نہی عن أکل لحوم الإبل الجلالۃ ولأنہا إذا کان الغالب من أکلہا النجاسات یتغیر لحمہا وینتن فیکرہ أکلہ کالطعام المنتن وروی أن رسول اللہﷺ نہی عن الجلالۃ أن تشرب ألبانہا أیضاً وذلک لأن لحمہا إذا تغیریتغیر لبنہا وأما ما روی من النہی عن رکوبہا فمحمول علی أنہا أنتنت فینتفع من استعمالہا حتی لا یتأذی الناس بنتنہا وتزول الکراہیۃ بحبسہا عن أکل النجاسۃ وعلفہا بالعلف الطاہر وروی ابن رستم عن محمد فی الناقۃ والشاۃ والبقرۃ الجلالات أنہا إنما تکون جلالۃ إذا انتنت وتغیرت ووجد منہا ریح منتنۃ فہی التی لا یؤکل لحمہا ولا یشرب

لبنہا ہذا إذا کانت لا تخلط ولاتأکل إلا الجلۃ أو العذرۃ فإن خلطت فلیست جلالۃ فلا تکرہ لأنہا لا تنتن ولا یکرہ أکل الدجاجۃ المخلاۃ وإن کانت تتناول النجاسۃ لأنہا لایغلب علیہا أکلہا بل تخلطہا بالحب وقیل إنہا لا تکرہ لأنہا لا تنتن کما تنتن الإبل والحکم متعلق بالنتن ولہذا قالوا فی الجدی إذا ارتضع بلبن خنزیرۃ حتی کبر أنہ لا یکرہ أکلہ لأن لحمہ لا یتغیر ولا ینتن وہذا یدل علی أن العبرۃ للنتن لا تناول النجاسۃ۔

لیکن مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے انسانوں پر پڑنے والے اثرات کی وجہ سے خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا کھانے والے حلال جانور کے گوشت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

۵۔ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال، ان کی خریدوفروخت اور ان کو غذا بنانا:

سوال نمبر: ۵- اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا جائے تو اس عمل کا کیا حکم ہوگا، یہ ممانعت کس درجہ کی ہوگی؟ حرام ہوگییا مکروہ؟ اسی طرح ایسی چیزوں کے خریدنے، خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے کا کیا حکم ہوگا؟

مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ غذائی مصنوعات میں مضر صحت زہریلی اشیاء کو شامل کرنا شرعاً ناجائز ہے اور جو بتدریج انسانو نکی موت کا سبب بنے وہ قطعاً حرام ہے، اس کا کھانا اور کھلانا دونوں ہی ناجائز ہے (مقالہ : مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی محمد مقصود رامپوری، مفتی سلمان پالنپوری، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا محمداحسن عبد الحق ندوی، مفتی لطیف الرحمن، مفتی ابوبکر قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی، مفتی محمد یحییٰ قاسمی وغیرہ)۔

ذیل میں ان حضرات کے دلائل ذکر کئے جارہے ہیں:

آیات:

۱۔ ‘‘ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ إلا بالحق’’ (الانعام: ۱۵۱) (مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی)

۲۔ ‘‘ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ’’ (البقرہ: ۱۹۵) (مقالہ مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

۳۔ ‘‘ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ إلا بالحق’’ (الفرقان: ۶۸) (مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

۴۔ ‘‘یحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث’’ (الاعراف: ۱۵۷) (مقالہ مفتی ابوبکر قاسمی)۔

احادیث:

۱۔ ‘‘لا ضرر ولا ضرار’’ (ابن ماجہ: ۲۳۴۰) (مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مفتی سلمان پالنپوری قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی ابوبکر قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

۲۔ ‘‘من غشّنا فلیس منّا’’ (مسلم ۱،۷۱) (مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

۳۔ ‘‘من تحسّی سمّاً فقتل نفسہ فسمہ فیدہیتحساہ فی نار جہنم خالداً مخلداً فیہا أبداً’’ (بخاری مع الفتح ۱۰،۲۴۷) (مقالہ قاضی محمد حسن ندوی)۔

فقہی عبارتیں:

۱۔ ''لا خلاف بین الفقہاء فی أن السم القاتل إذا خلا من نفع یباح أو خالطتہ النجاسۃ کلحم الحیات وغیرہا من النجاسات لا یجوز بیعہ، لأن جواز الانتفاع من البیع انتفاعاً مشروعاً، وطہارتہ شرطان فی صحۃ عقد البیع ''(الموسوعۃ الفقہیہ۲۵،۲۵۶) (مقالہ مفتی شبیر احمد قاسمی)۔

۲۔ ''یملک رفع الضرر عن النفس، ولا یملک إثباتہ شرعاً علی نفسہ، ولذا ملک التطبب، ولم یملک أکل السم، وإدخال الموذی علی البدن'' (تبیین الحقائق ۱۶۱،۲) (مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

۳۔ ''یحرم أکل الشیئ مہما کان نوعہ لأحد أسباب خمسۃ: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل'' (الموسوعۃ الفقہیہ۲۵،۱۲۵) (مقالہ مفتی عارف باللہ قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی)۔

۴۔ ''فإن الغایۃ من المنع واحدۃ وہی وجود الضرر أو المفسدۃ القبیحۃ فی الحرام وہکذا نجد أن سبب کل ما حرم فی الإسلام ہو من أجل وجود أضرار شخصیۃ أو اجتماعیۃ أو دینیۃ'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳۸۹،۹) (مقالہ مفتی عبد الرحیم قاسمی)۔

۵۔ ''إن ما قامت المعصیۃ بعینہیکرہ بیعہ تحریماً وإلا فتنزیہا'' (رد المحتار ۵۶۱،۹) (مقالہ مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

۶۔ معارف القرآن (۲۸،۳) میں ہے: جن جانوروں کا گوشت انسان کے لئے مضر ہے خواہ جسمانی طور پر کہ اس سے انسان کے بدن میں بیماری کا خطرہ ہے، یا روحانی طور پر کہ اس سے انسان کے اخلاق اور قلبی کیفیات خراب ہونے کا خطرہ ہے، ان کو قرآن نے خبائث قرار دیا اور حرام کردیا، اور جن جانوروں میں کوئی جسمانییا روحانی مضرت نہیں ان کو طیب اور حلال قرار دیا (مقالہ مفتی عبد الرحیم قاسمی)۔

* قاضی محمد حسن ندوی حرام ومکروہ پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں آئے ممانعت کے الفاظ سے فقہاء نے کبھی حرمت کا معنی لیا ہے تو کبھی کراہت کا، فقہاء نے دلائل اور نصوص کے اعتبار سے حلال وحرام کے حکم میں مدارج قائم کی ہیں، اور پھر وہ حرام ومکروہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حرام: وہ امور جن کی حرمت پر دلیل قطعی موجود ہو وہ حرام ہونگے، جیسے خمر کا حرام ہونا۔

مکروہ: جن چیزوں کی ممانعت پر کوئی نص قطعی موجود نہ ہو ان کو احتیاطاً حرام کے بجائے مکروہ کہتے ہیں۔

البتہ فقہاء نے مکروہ تحریمی اور تنزیہی میں فرق کیا ہے، جب مطلقاً مکروہ استعمال ہوتا ہے تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے، اور مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہوتا ہے جبکہ مکروہ تنزیہی جواز کے قریب، جو خلاف مستحب اور خلاف اولی ہوتا ہے۔

اسی طرح جس امر کا ثبوت دلیل ظنی، قیاس اور خبر واحد سے ہوتا ہے وہ احناف

کے یہاں مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہوتا ہے لیکن جمہور کے یہاں حرام کے معنی میں ہوتا ہے۔

فما ثبت بدلیل ظنی کالقیاس وخبر الواحد یسمیہ الحنفیۃ مکروہاً تحریماًیعاف فاعلہ والجمہور یسمونہ حراماً (الفقہ الاسلامی وادلتہ ٣،٥٣٤)۔

دیگر آراء:

–اگر کسی تیار کردہ غذائی شئی کے مضر صحت ہونے کا گمان غالب ہو، یا کسی شخص پر اس کے استعمال کے مضر اثرات ظاہر ہوچکے ہوں اور طبیب نے مشورہ دیا ہو کہ فلاں غذائی مصنوع کو فوراً ترک کردیں، تو ایسی صورت میں اس کو خریدنا، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا سب حرام ہے (مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

–اگر غیر مہلک معمولی مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا گیا ہو تو یہ مکروہ ہوگا، اسی طرح اس کا خریدنا، کھانا کھلانا بھی مکروہ ہوگا (قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی)۔

–مفتی عبد الرحیم قاسمی اور مفتی ابوبکر قاسمی کہتے ہیں کہ یہ اعانت علی الحرام ہونے کی وجہ سے حرام ہے، ''ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان''۔

–مولانا ولی اللہ مجید قاسمی کی رائے میں اگر اس کا نقصان دہ ہونا یقینی اور عام ہو تو حرام ہوگا ورنہ مکروہ۔

–مولانا اختر امام عادل قاسمی کہتے ہیں کہ محض تجارتی فوائد اور مادی مقاصد کے تحت مضر صحت اشیاء کا استعمال مکروہ ہے، بشرطیکہ انسانی صحت کو اس کا نقصان براہ راست نہ پہنچے۔

–عام اختیاری حالت میں جبکہ غذائی مصنوعات میں زہریلی اشیاء کا استعمال ضروری نہ ہو اور فاسد مقصد کے لئے استعمال کی گئی ہو تو احناف کے یہاں مکروہ تحریمی ہوگا لیکن جمہور کے یہاں حرام ہوگا، اسی طرح ایسی مصنوعات کا خریدنا، کھانا اور دوسرے کو کھلانا جبکہ بغیر ضرورت اس میں زہریلی اشیاء ملی ہوئی ہوں مکروہ ہوگا (مقالہ: قاضی محمد حسن ندوی)۔

–اگر ایسی چیزوں سے نقصان کا خطرہ فی الحال تو نہیں مگر آئندہ چل کر اندیشہ ہےکہ ضرر ہوگا تو ایسی چیزوں کا استعمال بہتر نہیں ہے، اور جب خود نہیں کھاسکتا تو دوسروں کو بھی نہیں کھلاسکتا ہے، اسی طرح اگر اس سے انتفاع کی کوئی شکل نہیں تو تقوم مفقود ہونے کی وجہ سے بیع وشراء بھی جائز نہیں (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

جواز کے قائلین:

١۔ مفتی عارف باللہ قاسمی کی رائے ہے کہ اگر اس میں نقصان کا صر ف اندیشہ ہو، یا معمولی قابل تحمل نقصان ہو تو پھر اس کو غذائی مصنوعات میں شامل کرنا، اسے کھانا، کھلانا اور اس کی خریدوفروخت جائز ہوگی، قاعدہ شرعیہ ہے: ''الأصل فی الأشیاء

الإباحۃ ما لم یدل دلیلعلی تحریمہ ''۔ البتہ اندیشہ نقصان کی وجہ سے کراہت ہوگی اور ''لا تنافی الکراہۃ الحل'' (رد المحتار ۳۳۸،۶)۔

۲۔ مفتی عارف کنجروی اس حدیث: ''الحلال بین والحرام بین وبینہما أمور مشتبہۃ'' (بخاری: ۲۰۵۱) کی بنیاد پر اسے حرام کے بجائے کراہت پر محمول کرتے ہیں۔ یہی رائے مولانا محمد عثمان بستوی کی ہے لیکن وہ عیب کے درجہ میں ہوگا، لہذا اگر صارفین کو علم ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

۳۔ جبکہ مولانا محمد طیب الرحمن آسامی کا کہنا ہے کہ آج کے دور میں شاید ہی کوئی ایسی غذا ملے جو بغیر کیمیکل کے پیدا کی گئی ہو، اس لئے ایسی غذاؤں کے استعمال کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور ابتلاء عام کی بنیاد پر کراہت کاپہلو بھی ختم ہوجائے گا۔

۴۔ مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی کہتے ہیں کہ اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال قلیل مقدار میں ہو تو جائز ہے اس کی خریداری بھی جائز ہے اور خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا بھی جائز ہے۔

۵۔ غذائی اشیاء کو تادیر باقی اور محفوظ کرنے کے لئے مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا جائے تو یہ ناجائز نہیں ہے، اسی طرح اس کا کھانا اور کھلانا اور خریدوفروختکرنا بھی ناجائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ عموم بلوی کی شکل اختیار کرگیا ہے (مقالہ مولانا عبد المنان آسامی)۔

۶۔ مولانا اختر امام عادل قاسمی لکھتے ہیں کہ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال اگر ان کے تحفظ وبقا کی ضرورت سے کیا جائے اور یہ استعمال براہ راست انسانی صحت کو نقصان نہ پہنچائے بلکہ نقصان بالواسطہ طور پر پہنچے تو اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں، اس کا خریدنا، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا جائز ہے۔

۷۔ قاضی محمد حسن ندوی کا کہنا ہے کہ غذائی مصنوعات میں زہریلی اشیاء کے استعمال کا مقصد اگر بیماری کے جراثیم سے محفوظ کرنا ہے تو اس کی اجازت ہوگی بشرطیکہ وہ انسانی صحت وعقل کے لئے مضر نہ ہو، اور یہی رائے مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کی ہے۔

وہذا ظاہر فإن کثیراً من الأدویۃ التییصفہا الأطباء محتویۃ علی السموم بالقدر الذی لا یضر الإنسان بل یفیدہ ویقتل جراثیم الأمراض (الموسوعۃ الفقہیہ۱۲۵،۵)۔

۸۔ مولانا جمشید جوہر قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر بازار میں ان ملاوٹ شدہ اشیاء کے علاوہ کوئی خالص شئی دستیاب نہ ہو اور اس کی شدید ضرورت ہو تو اس کا خریدنا جائز ہوگا، حتی کہ اس کا خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا بھی حلال ہوگا۔

* * *

عرض مسئلہ:

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول
(سوال نمبر ۱،۲،۵)

مفتی زین العابدین الکوثری•

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے چوبیسویں فقہی سمینار کے ایک موضوع ''غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول '' سے متعلق سوالنامہ کے نمبر ایک، دو اور پانچ کا عرض احقر کے ذمہ کیا گیا تھا، عرض مسئلہ کے لیے کل ۲۳ مقالات اکیڈمی کی جانب سے بھیجے گئے ہیں، ان میں سے ۲۲ مقالات اردو زبان میں اور احقر کا مقالہ عربی زبان میں تھا۔

جہاں تک اکیڈمی کا قائم کیا ہوا سوال نمبر ایک کا مسئلہ ہے کہ پیداوار کو بڑھانے کے لئے اور حفاظت کے لیے زمین میں سمیت والا کھاد اور زہر آلود دواؤں کا چھڑکاؤ کا مسئلہ ہے تو مقالے کا تجزیہ کرنے سے اس میں تین رائیں سامنے آئیں: کچھ مقالہ نگار حضرات نے اس کو ایک ضرورت اور عموم بلوی کی بنیاد پر جائز قرار دیا ہے، جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

قاضی محمد حسن ندوی، مفتی جمشید جوہر قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا مقصود عالم فرقانی، مفتی ابو بکر قاسمی، مولانا عثمان غنی بستوی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی۔

قاضی محمد حسن ندوی نے پیداوار بڑھانے کے لئے کھاد استعمال کرنے کی گنجائش دی ہے، اور اس کو اسباب میں شمار کیا ہے، اور اس کو ''تابیر النخل '' پر قیاس کیا ہے، اور اسی طرح پھلوں پر زہریلی دواؤں کے چھڑکاؤ کو بھی درست قرار دیا ہے، اگرچہ ان دواؤں میں زہریلی مادہ استعمال کیا گیا ہو، لیکن وہ دوا ضرورت کے تحت پھل اور انسان کے لئے بجائے مضر کے مفید ہوتی ہے، پس ان دواؤں کا چھڑکاؤ جائز ہوگا، دلیل کے طور پر ''الموسوعۃ الفقہیہ '' کی عبارت پیش کی ہے:

لکن صرح المالکیۃ والحنابلۃ بان ہذہ السموم إنما تحرم علی من تضرہ وہذا ظاہر، فان کثیرا من الأدویۃیصفہا الأطباء محتویۃ علی السموم بالقدر الذی لایضرہ الانسان بل یفیدہ ویقتل جراثیم الأرض (الموسوعۃ الفقہیہ: ۱۲۵،۵)۔

اسی طرح مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی نے لکھا ہے کہ کھاد اور پھلوں پر

• مدرس دار العلوم عین الہدی، کیرالا۔

چھڑکاؤ کا مسئلہ آج ایک عام مسئلہ ہوگیا ہے، اس سے کوئی غذائی چیز مستثنی نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے حکومت اور سائنس داں حضرات اور غذائی ضابطہ ایسوسی ایشن نے بہت ساری لیباریٹری قائم کی ہیں، اس کے انواع واقسام اور طریقے بھی متعین کئے ہیں کہ کونسی دوا کب ڈالی جائے، کس طرح ڈالی جائے اور اس کے اثرات کب تک باقی رہیں گے، اس کی مکمل تفصیلی رہنمائی موجود ہے، پس ان اصول وضوابط کا خیال کرتے ہوئے ان کے حدود میں رہ کر کھاد کا استعمال کرنا اور دواؤں کا چھڑکاؤ کرنا درست ہوگا، اور ان حدود سے تجاوز کرنا درست نہ ہوگا، اور موصوف نے اس کے لئے بہت سارے دلائل پیش کئے ہیں، جیسے ''تأبیرالنخل '' کی حدیث، اسی طرح حدیث غیلہ اور فقہاء کرام کے اقوال بھی نقل کئے ہیں، اسی طرح فقہ کے قواعد ''الامور بمقاصدہا '' سے استدلال کیا ہے کہ کھاد ڈالنے کا مقصد پیداوار میں اضافہ ہے نہ کہ انسانی بدن کو نقصان پہونچانا، اسی طرح ''الیقین لایزول بالشک '' کے قاعدہ کے مطابق ان غذاؤں کا مباح ہونا یقینی ہے اور کینسر کا خطرہ محض ظن ہے، اسی طرح ''الأصل بقاء ما کان علی ما کان '' ان اشیاء کا اصل حلال ہونا ہے شک کی بنیاد پر حرام نہیں کہا جاسکتا، کھاد کا استعمال دور صحابہ سے بھی معمول بہ ہے ''کان سعد -یعنی ابن ابی وقاص - یحمل مکتل عرّة إلی أرض لہ '' (بیہقی حدیث: ۱۲۰۹۴)۔

اسی طرح مفتی محبوب علی وجیہی اور مولانا مفتی محمد مقصود عالم فرقانی نے لکھا ہے کہ کھاد کا استعمال کرنا جائز ہے؛ کیونکہ مٹی میں ملنے سے انقلاب عین ہوجاتا ہے جیسا کہ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نجس العین اشیاء استحالہ سے پاک ہوجاتا ہے، اسی طرح یہ بھی پاک اور جائز ہوگا، اسی طرح مولانا عثمان غنی بستوی نے لکھا ہے کہ غیر مضر مناسب متبادل موجود نہ ہو تو مسموم کھاد اور زہریلی دواؤں کا استعمال جائز ہوگا؛ کیونکہیہ زہر مہلک اور قاتل نہیں ہوتے ہیں، چنانچہ فقہاء نے قلیل زہر کو دواءًپینے کے لئے جائز کہا ہے (نیل الاوطار: ۸؍۲۰۴)۔

نیز جلب نفع کے ساتھ ضرر کا بھی علم ہو تو یہ ضرر موجب حرمت نہیں ہوگا، اسی طرح ان دواؤں کے استعمال سے انسانوں کو نقصان پہنچتا ہے اور استعمال نہ کرنے سے کسانوں کا نقصان قلت غذا، قیمت کی زیادتی لازمی بات ہے؛ لہٰذا بڑے ضرر کو دفع کرنے کے لئے چھوٹے ضرر کو برداشت کیا جائے گا، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی اور مفتی ابو بکر قاسمی نے قلیل مقدار کو جائز قرار دیا ہے، اور ضرورت کو معتبر مانا ہے۔ توازن کو توڑ کر مضر حد تک کثیر استعمال کو حرام قرار دیا ہے، لیکن قلیل اور کثیر کی تعیین نہیں کی ہے۔

اس کے برخلاف ایک دوسری جماعت کی رائے بقاء صحت انسانی اور ضرر عام کی وجہ سے حرمت کا ہے جن کے قائلین حضرات مندرجہ ذیل ہیں:

مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی، مولانا عبد الشکور قاسمی، مہاراشٹر، ڈاکٹر مفتی

محمد شاہجہان ندوی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی لطیف الرحمن صاحب، مفتی عارف باللہ قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد یحی قاسمی، مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مفتی سلمان پالنپوری قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، حضرت مولانا محمد طیب الرحمن صاحب، مفتی انور علی اعظمی اور راقم الحروف۔

مولانا ڈاکٹر شاہجہان ندوی پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنے کو حرام قرار دیا ہے، جس پر سات دلیلیں قائم کی ہیں، مثلاً ‘‘ولاتعتدوا إن اللہ لایحب المعتدین ’’ کہ پاکیزہ چیزوں کو بگاڑنا یہ بھی حدود سے تجاوز کرنا ہے، اسیطرح ‘‘ویسعون فی الارض فساداً واللہ لایحب المفسدین ’’ (مائدہ ۶۴) کہ شئی کو اس کی حقیقت کو بگاڑ دینا بھی فساد میں داخل ہوکر حرام ہے، اسی طرح ‘‘یا أیہا الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین ’’ (بقرہ۱۶۸)۔

لہٰذاغذا کو اس کی صفت طیب سے باہر نکالنے کا ہر اقدام گناہ اور معصیت ہے، چاہے وہ کھاد کے ذریعہ سے ہو یا زہریلی دواؤں کے ذریعہ سے ہو، نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا، آپ نے اپنا ہاتھ اندر ڈال دیا اور تری کو محسوس کیا تو سوال کیا: ‘‘ما ہذا یا صاحب الطعام؟ قال: أصابتہ سماء یا رسول اللہ، قال: فہلا جعلتہ فوق الطعام حتییراہ الناس، من غشنا فلیس منا ’’ (صحیح مسلم: ۱۰۲) کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تر حصہ کو چھپانے کو فریب قرار دیا تو غلہ جات کو زہر آلود مادوں سے یا کھاد کے ذریعہ سے ضرر رساں بنانا بدرجہ اولی فریب ہوگا، اور فریب دینا حرام ہے، اسی طرح من ضار أضرہ اللہ ومن شاق شق اللہ علیہ (سنن ابی داؤد: ۳۶۳۵) سے بھی استشہاد کیا۔

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی اور حضرت مولانا طیب الرحمن صاحب نے تمباکو پر قیاس کرتے ہوئے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، اسی طرح مولانا ولی اللہ مجید قاسمی لکھتے ہیں کہ اگر مضر صحت اشیاء کا نقصان ہونا یقینی ہو اور عام ہو تو حرام ہوگا ورنہ مکروہ۔ مفتی عارف باللہ قاسمی نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے اور دلیل میں ‘‘الموسوعۃ الفقہیہ ’’ کی عبارت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زہریلی اشیاء اور نقصاندہ اشیاء کا استعمال حرام ہے (الموسوعۃ الفقہیہ۵،۱۴۵)۔

نیز مفتی سلمان پالنپوری قاسمی نے بھی اس کو حرام قرار دیا ہے؛ کیونکہ اس میں نعمت کی ناشکری اور خلق خدا کو ضرر پہنچانا ہے، اسی طرح مفتی لطیف الرحمن قاسمی نے حرام لکھا ہے اور درء المفاسد أولی من جلب المصالح، فإذا تعارضت مفسدۃ ومصلحۃ قدم دفع المفاسد غالباً کا کلیہ پیش کیا ہے۔

مفتی عبد الرحیم قاسمی اور مفتی انور علی اعظمی نے بھی ناجائز کے دائرے میں رکھا ہے ‘‘إن المصالح العامۃ مقدمۃ علی المصالح الخاصۃ ’’ اور ‘‘لاضرر ولا ضرار ’’ کیوجہ سے بھی اور خود راقم الحروف نے بھی اپنے مقالے میں اسی پہلو کو ترجیح دی

ہے، اسی طرح مفتی محمد یحیقاسمی نے جی ایم فوڈ اور ڈی این اے، کے ممکنہ فوائد ونقصانات کا تجزیہ کرنے کے بعد ان کے مضر پہلو پر نظر کرتے ہوئے اور انسانی صحت کا خیال کرتے ہوئے ان چیزوں کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے، مذکورہ سابقہ فقہی کلیات کو بھی ذکر کیا ہے، اسی طرح قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی نے لکھا ہے کہ انسانی صحت کی حفاظت شرعی فریضہ ہے، اور اسی لئے شریعت نے سڑا ہوا گوشت کھانے کو حرام قرار دیا ''واللحم إذا أنتن حرم أكله '' (فتاوی ہندیہ: ۳۳۹،۵)۔

اسی طرح مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی کا کہنا ہے کہ صحت مند جسم میں ہی صحت مند دماغ ہوتا ہے، اور ان چیزوں سے صحت اور دماغ دونوں میں اثر پڑتا ہے، اس لئے ناجائز ہی ہوگا۔

ایک تیسرا نقطہ نظر مکروہ تحریمی کا ہے جیسا کہ مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی اور مفتی عارف کا ہے، چنانچہ مفتی عارف نے اس کو احکام شرع کے مقاصد پنج گانہ میں سے جان کی حفاظت کا خیال کرتے ہوئے کھاد اور مضر دواؤں کے استعمال کو مکروہ قرار دیا ہے اور المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف (مسلم: ۳۳۸،۲) سے استدلال کرتے ہیں اور ماء مشمس پر قیاس کرتے ہیں، قولہ علیہ السلام لعائشۃ رضی اللہ عنہ حین سخنت الماء بالشمس لا تفعلیيا حميراء فانه يورث البرص۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ وہ غذائی اشیاء جن کو پکاکر کھانے کا رواج ہے اس میں زہریلی کھاد اور دواؤں کا چھڑکاؤ کرنا مکروہ تنزیہی کے دائرے میں ہوگا، کیونکہ آگ پر پکنے کی وجہ سے ایک حد تک سمیت ختم ہوجاتی ہے چنانچہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ کتے کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہے اور ''فتاوی عالمگیری '' ۲۹۹،۵ پر ہے کہ ''لو لدغت حية سمكة فی الماء فقتلها ... أكلت '' غالباً یہ حکم آگ سے بے اثر ہونے کی بنا پر ہی ہے، البتہ جو پیداوار از قبیل فواکہ یا بعینہ کھانے والی سبزیوں کا ہو اس مینبیماری کا خطرہ رہتا ہے، لہٰذا مکروہ تحریمی ہوگا۔

اور ایک آخری رائے ہے مکروہ تنزیہی کا جو مفتی اختر امام عادل قاسمی کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: جس طرح انسان کے جسمانی تحفظ اور بقائے صحت کے لئے غذا کے ساتھ دواؤں کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح انسانی غذاؤں کے تحفظ واستحکام کے لئے تدبیر اور طریقہ علاج کی ضرورت ہوتی ہے، یہ بھی ایک طریقہ علاج ہے جس کی ضرورتاً اجازت دی جائے گی، اور موصوف نے اس کو سبب بعید مانا ہے اور مکروہ تنزیہی کا حکم دیا ہے، اور دلیل کے طور پر حاشیۃ ابن عابدین۱۱۳،۲، حاشیۃ دسوقی۳۵۳،۴ اور دیگر کتب فقہ کے حوالے ذکر کئے ہیں۔

جہاں تک سوال نمبر۲ کا مسئلہ ہے جو پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے یا حجم کو بڑھانے کے لئے زہریلی دواؤں کے استعمال سے متعلق ہے، اس کے بارے میں مقالہ نگاروں کی رائے اس طرح ہے، اکثر مقالہ نگاروں نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے، اسمائے

گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا عبد الشکور قاسمی مہاراشٹر، مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی، حضرت مولانا طیب الرحمن صاحب، مفتی عارف کنجروی، مفتی ابو بکر قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی محمد یحی قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا مقصود عالم فرقانی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی لطیف الرحمن، مفتی سلمان پالنپوری، مفتی عارف باللہ قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی شاہجہان ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی اور راقم الحروف۔

مولانا عبد الشکور قاسمی مہاراشٹر، مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی، حضرت مولانا طیب الرحمن صاحب، مفتی عارف کنجروی، مفتی ابو بکر قاسمی اور مفتی عبد الرحیم قاسمی لکھتے ہیں کہ پھلوں کو پکانے یا ترکاریوں کا حجم بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال جائز نہیں ہے، ''إذا کان یخاف علی نفسہ أنہ أکلہ لورثہ ذلک علۃ وآفۃ لایباح لہ التناول وکذلک ہذا فی کل شئ '' (فتاوی عالمگیری۵؍۳۴۰) اسی طرح حرم ایضاً الدم المسفوح ولحم الخنزیر لما فیہ من سمیات او دیدان او اضرار صحیۃ او معنویۃ '' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹؍۳۸۹)۔

مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی اور مفتی محمد یحی قاسمی نے پروفیسر علی کامل یوسف الساعد کی ''غذائی اضافات '' کی تحقیق جس میں مختلف قسم کی بیماریوں کو آنے کا سبب بتایا ہے، اس کی بنیاد پر امراض کے پیدا ہونے کے خطرے کی وجہ سے اس کو حرام قرار دیا ہے کہ مٹی کھانے سے فقہاء نے منع کیا ہے، اس لئے کہ وہ صحت کے لئے مضر ہے، البتہ تھوڑی مقدار کی اجازت ہے ''وإن کان یتناول منہ قلیلاً او کان یفعل ذلک احیاناً لا بأس بہ '' (فتاوی ہندیۃ۵؍۳۴۰)۔

اسی طرح مفتی لطیف الرحمن اور مفتی سلمان پالن پوری قاسمی نے اس عمل کو فطری طریقہ کے خلاف اور مجرمانہ عمل قرار دیا ہے، اسی طرح مولانا ولی اللہ مجید قاسمی نے لکھا ہے کہ ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو، اور بتدریج خطرناک بیماریوں کا سبب بنتا ہو، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی اور قاضی محمد حسن صاحب ندوی کی رائے یہ ہے کہ اس طرح کے اعمال شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ اور ممنوع ہیں، کیونکہ ان میں کئی قباحتیں ہیں: ایک تو امراض کا سبب بنتے ہیں، دوسرے یہ سراسر دھوکہ دہی ہے جو حرام ہے ''من غشنا فلیس منا '' (مسلم:؍ ۱۶۴)۔

البتہ جن دواؤں سے کوئی نقصان لاحق نہ ہو کراہت کے ساتھ اجازت ہوگی، اسی طرح راقم الحروف نے بھی اس کو خدع میں شمار کرکے ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعاقدین میں سے ایک دوسرے کو خدع کرنے اور دھوکہ دینے

سے منع کیا ہے، اسی طرح مفتی محمد شاہجہان ندوی نے لکھا ہے کہ ‘‘إنا کل شئ خلقناہ بقدر ’’ (القمر: ۲۹) کہ اللہ نے ہر چیز کو ایک تناسب کے ساتھ پیدا کیا ہے، لہٰذا زہریلی دواؤں کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو بڑھانا توازن کو بگاڑنا ہے، اور انسانی صحت کو ضرر پہنچانے والی تدبیر اختیار کرنا حرام ہے، اور ایسے لوگوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت ہے ‘‘ملعون من ضار مسلما أو غرہ’’ (ترمذی، ۱۹۴۱)، اور یہ ‘‘لاضرر ولا ضرار’’ کے ضمن میں آتا ہے، نیز میڈیکل ماہرین کی تحقیق کے مطابق حد درجہ نقصان دہ ہے اور جس چیز کا ضرر طبی اعتبار سے محقق ہو وہ شرعی اعتبار سے بھی حرام ہے۔ اسی طرح مولانا اختر امام عادل قاسمی نے لکھا ہے کہ یہ طریقہ سبب بعید کی صورت میں ہے، البتہ انجکشن سیدھے پھل میں دیئے جائیں تو اس کے اثرات نسبتاً زیادہ قریبی طور پر کھانے والے تک پہنچیں گے، اس لئے اس کو سدا للباب سبب بعید سے اوپر سبب قریب موصل الیالشر کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا اور مکروہ تحریمی قرار دیا جائے گا، اور اسی طرح محبوب فروغ احمد قاسمی نے لکھا ہے کہ لوگوں کے تجربات وتحقیقات سے مظنون بظن غالب ہو تب تو مکروہ تحریمییا حرام ہے، لیکن ضرر کا صرف اندیشہ ہے تو کراہت تنزیہی ہوگا، اسی طرح سے اگر آگ پر پکانے سے اس کی سمیت زائل ہوجاتی ہے تو مکروہ تنزیہی ہے، اور بنفسہ کھائی جانے والی ہو تو وہ بھی پھلوں کی طرح مکروہ تحریمی ہوگا، اسی طرح مفتی محبوب علی وجیہی اور مولانا مقصود عالم فرقانی اور مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی نے مذکورہ عمل کو ‘‘أن لا تطغوا فی المیزان’’ (الرحمن، ۸)، کے حکم ربانی کے خلاف بتایا ہے، اور ناجائز قرار دیا ہے۔ ان تمام مقالہ نگار حضرات نے غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کا شرعی ضابطہ کے سوال کے جزئیہ نمبر ۲ کے جواب میں ناجائز یعنی حرام اور مکروہ تحریمی کی رائے کو ترجیح دی ہے، جس مینخود احقر کی رائے بھی شامل ہے، جب کہ دو مقالہ نگار مولانا جمشید جوہر قاسمی اور مفتی محمد عثمان بستوی میں سے مؤخر الذکر کی رائے مطلقاً مکروہ کی ہے، موصوف نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے والے کیمیکل کا استعمال مکروہ ہے لیکن حرام و ناجائز نہیں؛ کیونکہ ان کے استعمال کے شیوع اور عموم کی وجہ سے ہر ایک کو اس کے استعمال کا علم ہوتا ہے، جس کی وجہ سے خداع اور اضرار کا تحقق نہیں ہوتا ہے، بلکہ تحمل ضرر برضا ورغبت پایا جاتا ہے، اس لئے حرام نہیں اور اس سے پہنچنے والا زہریلا اثر موجب ہلاکت نہیں، اس لئے جلب مصلحت کے لئے اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، لیکن موجب مضرت ہونے کی وجہ سے حرمت کا حکم عائد نہ ہوگا۔

موصوف نے پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے والے کیمیکل وغیرہ کے استعمال کو مکروہ لکھا ہے، لیکن پھلوں کے حجم کو بڑھانے والی دوا کو جائز قرار نہیں دیا، اور لکھا ہے کہ ایسے انجکشن کا عرف و رواج نہیں ہے جس کی وجہ سے استعمال کرنے

والوں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اس میں ضرر، ظلم، خداع وغیرہ پایا جاتا ہے، اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں، لیکن اگر ایسے انجکشن شدہ سبزیاں پھل وغیرہ ایسے لوگوں کو فراہم کی جائیں جو اس کے استعمال کئے جانے سے واقف ہو تو ایسی صورت میں کراہت ہوگی حرمت نہیں۔ مولانا جمشید جوہر قاسمی لکھتے ہیں کہ اس سوال کے دو پہلو ہیں: ایک زہریلی دواؤں کا خارجی استعمال دوسرا داخلی استعمال، خارجی استعمال کا مطلب یہ ہے کہ پھلوں کو درخت سے اتارنے کے بعد بند کمرہ میں جمع کرکے اس میں دوا رکھی جاتی ہے، جس کی گرمی سے وہ چیزیں پک جاتی ہیں جیسا کہ آم اور کیلوں میں کیا جاتا ہے، پھلوں کو پکانے کے لئے ایسی تدبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ اس سے کاشتکاروں کا دو مقصد ہوتا ہے: ایک مال کی حفاظت نیز روزانہ تھوڑا تھوڑا پکے ہوئے پھلوں کو اتارنا باعث تکلیف بھی ہے، دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک ساتھ ان کو اتار کر بیچ لیا جائے اور حفاظت کے بار سے سبکدوش ہوجانے کے ساتھ ساتھ یکمشت رقم بھی حاصل ہوجائے، میڈیکل ماہرین ایسے پھلوں کو دھوکر استعمال کی صلاح دیتے ہیں تاکہ نقصان کا باعث نہ ہو، لہٰذا ایسا خارجی استعمال درست ہوگا۔

داخلی استعمال کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ عمل کے لئے درختوں یا شاخوں پر انجکشن لگایا جاتا ہے، درختوں کے واسطے سے پھل اثر قبول کرتے ہیں، جس کی وجہ سے فساد بدن لازم آتا ہے؛ اس لئے داخلی استعمال کے لئے زہر آلود مادوں کا استعمال ممنوع ہوگا، نیز مولانا موصوف نے اپنے مقالہ میں دوائیوں کے کچھ نام اور اس پر ڈاکٹر کی رائے کو لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق جو چیز مضر صحت ہوگی اس کا استعمال درست نہ ہوگا اور جو چیزیں مضر صحت نہیں ہے ان کا استعمال درست ہوگا۔

اسی طرح سوال نمبر ۵ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے استعمال کا حکم وممانعت کی درجہ بندی، ایسی چیزوں کے خریدنے، خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے کا کیا حکم ہوگا؟

مذکورہ بالا سوال کے جوابات میں بھی مقالہ نگار حضرات کی رائے مختلف ہے، اکثر مقالہ نگار حضرات کی رائے میں اس کا استعمال کرنا اور خود کھانا وکھلانا اور اس کی خرید و فروخت کرنا ناجائز ، حرام یا مکروہ تحریمی کا ہے۔ مفتی عبد الرحیم قاسمی نے لکھا ہے کہ جن مصنوعات میں مضر صحت اشیاء شامل ہوں ان کا کھانا حرام ہے، ایسی چیزوں کو خریدنا دوسروں کو کھلانا سب حرام ہے؛ کیونکہیہ اعانت علی الحرام ہونے کی وجہ سے حرام ہے، ‘‘تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان’’ کے دائرے میں ہوگا، ‘‘فان الغایۃ من المنع واحدۃ وہی وجود الضرر أو المفسدۃ القبیحۃ فی الحرام وہکذا نجد ان سبب کل ما حرم فی الاسلام ہو من أجل وجود اضرار شخصیۃ او اجتماعیۃ او دینیۃ ’’(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹؍۳۸۹)۔

مفتی محمد یحییٰ قاسمی لکھتے ہیں کہ مضر صحت اشیاء کا استعمال کرنے والا اگر اس کی خرابیوں سے واقف ہے تو اس کا یہ عمل حرام ہوگا اور اہلاک بنفسہ کے درجہ میں آئے گا، اسی طرح اس کا خریدنا کھانا، اور کھلانا بھی حرام ہوگا۔

قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی کی رائے یہ ہے کہ یہ دوائیاں اگر مہلک ہوں تو اس کا ملانا حرام ہے، کھانا کھلانا خریدنا بھی حرام ہوگا، اور اگر معمولی مضر صحت ہو تو مکروہ ہوگا، اسی طرح مفتی لطیف الرحمن فلاحی اور مفتی سلمان پالن پوری نے بھی مطلقاً حرام قرار دیا ہے، نیز مولانا انور علی اعظمی نے ملک میں رہنے والوں کے لئے جانچ پڑتال کرکے خریدنے کی نصیحت کی ہے، اسی طرح مفتی محبوب علی وجیہی اور مولانا مقصود عالم فرقانی صاحب نے بھی اسکو ناجائز وحرام قرار دیا ہے۔

نیز مولانا ولی اللہ مجید قاسمی نے لکھا ہے کہ اگر اس کا نقصاندہ ہونا یقینی اور عام ہو تو حرام ہوگا ورنہ مکروہ۔ اور ایسی چیزوں کی خرید وفروخت، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا درست نہیں ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ‘‘ان ما قامت المعصیۃ بعینہیکرہ بیعہتحریماً وإلافتنزیہاً ’’ (رد المحتار ۵۶،۹)۔

نیز مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی اور مفتی عارف باللہ قاسمی نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ اس کی ممانعت کا درجہ اس کے نقصان کی قلت وکثرت کے مطابق ہوگا، ماہر اطباء کی تحقیق کی رو سے بہت زیادہ نقصان دہ ہو تو اس کو غذائی مصنوعات میں شامل کرنا، کھانا، کھلانا، نص قرآنی ‘‘لاتقتلوا أنفسکم ’’ اور حدیث نبوی ‘‘لا ضرر ولا ضرار ’’ کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ ‘‘ویمنع من بیع الدخان وشربہ ’’ (رد المحتار ۲۹۵،۵)، دار العلوم دیوبند کے ایک فتوی میں مذکور ہے: ‘‘بلاوجہ سگریٹ نوشی مکروہ ہے، اور اگر مریض ہو جانے کا خطرہ ہو تو ناجائز ہے، اور اگر جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو حرام ہے (آن لائن فتوی: ۴۶۷۶)۔ ‘‘الموسوعۃ الفقہیۃ ’’ میں مذکور ہے ‘‘یحرم أکل الشئ مہما کان نوعہ لأحد أسباب خمسۃ: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل ’’ (الموسوعۃ الفقہیۃ۱۲۵،۳۵)۔

اگر اس میں نقصان کا صرف اندیشہ ہو یا معمولی قابل تحمل نقصان ہو تو پھر اس کو غذائی مصنوعات میں شامل کرنا، اسے کھانا، کھلانا اور اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی، کیونکہ قاعدہ شرعیہ ہے:‘‘الأصل فی الأشیاء الإباحۃ مالم یدل دلیل علی تحریمہ ’’ اسی طرح مفتی ڈاکٹر شاہجہاں ندوی کی رائے ہے کہ اگر مضر صحت ہونے کا گمان غالب ہو یا کسی شخص پر اس کے اثرات ظاہر ہوچکے ہوں اور طبیب نے ترک کرنے کا مشورہ دیا ہو تو ایسی حالت میں اس کو خریدنا، خود کھانا، دوسروں کو کھلانا، سب حرام ہے جیسا کہ امام زیلعی نے لکھا ہے:‘‘یملک دفع الضرر عن النفس ولا یملک إثباتہ شرعاً علی نفسہ، ولذا ملک التطیب ولم یملک أکل السم وإدخال الموذی علی البدن ’’ (تبیین الحقائق ۱۶۱،۲)۔

اور اسی طرح مفتی ابو بکر قاسمی، مولانا احسن عبد الحق ندوی، مفتی محبوب علی وجیہی اور مولانا مقصود فرقانی بھی ضرر کثیر کو حرام اور ضرر قلیل کو مکروہ

تحریمیلکھا ہے، اس کے علاوہ کچھ حضرات کی رائے جواز کی بھی ہے جن کے اسمائے گرامیہ ہیں: حضرت مولانا محمد طیبالرحمن صاحب، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا عثمان بستوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی، اور راقم الحروف۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد طیب الرحمن صاحب نے لکھا ہے کہ مضر صحت اشیاء کو خریدنا، خود کھانا، اور کھلانا مناسب نہیں ہے، حتی الامکان گریز کرنا چاہئے؛ لیکن آج کل کے زمانہ میں ابتلاء عام کی بنیاد پر کراہت کو بھی خارج قرار دیا ہے، اسی طرح احقر کی رائے بھی ہے کہ عموم بلوی کی بنیاد پر خریدنا، بیچنا، کھانا، کھلانا سب کو جائز قرار دیا جانا چاہئے، فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے: ''ما ضاق أمر الا اتسع '' اس کی بنیاد پر فقہاء نے بہت سارے ممنوعہ مسائل کو عموم بلوی کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے، جیسے کہ 'بیع الثمار قبل بدو الصلاح '' کے کچھ مسائل میں ہے، ملاحظہ ہو: تکملہ فتح الملہم جلد١، صفحہ ٢٧٨ تا ٣٧٦)۔

اسی طرح قاضی محمد حسن ندوی نے بھی عموم بلوی کی بنیاد پر ''الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف'' کے قاعدہ ''ماخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین أمرین إلا اختار أیسرہما'' کی رو سے استعمال کرنا، کھانا، کھلانا جائز قرار دیا ہے۔

مولانا محمد عثمان بستوی کا خیال ہے کہ اگر اس کا ضرر کھلا ہوا نہ ہو اور ضرر کے ساتھ نفع بھی ملا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے لیکن مکروہ ہے، اور یہی حکم، کھانا، کھلانا، خرید وفروخت کرنے کا بھی ہے، اور اسی سے ملتی جلتی رائے مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کی بھیہے کہ اگر فی الحال ضرر کا خطرہ ہے تو بیع ناجائز ہوگی اور اگر مآلاً انتفاع ممکن ہے تو بیع کی گنجائش ہوگی۔

مولانا اختر امام عادل قاسمی لکھتے ہیں کہ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال اگر ان کے تحفظ وبقا کی ضرورت سے کیا جائے اور یہ استعمال براہ راست انسانی صحت کو نقصان نہ پہنچائے بلکہ نقصان بالواسطہ طور پر پہنچے تو اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں، اس کو خریدنا اور کھانا بھی جائز اور دوسروں کو کھلانا بھی جائز ہے، اسی طرح مولانا جمشید جوہر قاسمی کی رائے ہے کہ تمباکو کے استعمال کے بارے میں جس طرح فقہاء کی رائے مختلف ہے، اسی طرح بوقت ضرر شدید ان اشیاء کو استعمال کرنا حرام ہوگا، لیکن ضرورت کے وقت ان کو خریدنا خود کھانا، دوسروں کو کھلانا حلال ہوگا، البتہ جن اشیاء میں حکومت نے پابندی لگا دی ہے ان کا استعمال کرنا حلال نہ ہوگا، مضر صحت کے تحقق کی وجہ سے وہ حرام ہوں گے، مفتی عارف کنجروی نے حدیث ''ماء مشمس '' کی بنیاد پر کراہت پر محمول کیا ہے، جس کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

عرض مسئلہ:

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول
(سوال نمبر ۳، ۴)

مولانا اختر امام عادل قاسمی•

جانوروں میں دودھ اور گوشت کی افزائش کے مسائل :

غذائی مصنوعات سے متعلق سوالنامہ میں سوال نمبر ۳ ،۴ کا عرض حقیر راقم الحروف سے متعلق ہے ، اس موضوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی کی طرف سے کل چوبیس (۲۴) اصحاب علم کے مقالات وآراء مجھے موصول ہوئے ،جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :

(۱)– جناب مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مدرسہ امدادالاسلام میرٹھ ، (۲)مفتی انور علی اعظمی، مفتی دارالعلوم مئو، (۳) جناب مولانا محمد طیب الرحمن صاحب، امیر شریعت آسام، (۴)مفتی عبدالرحیم قاسمی،بھوپال، (۵) –مفتی محمد عثمان بستوی، گورینی جونپور، (۶)مفتی سلمان قاسمی پالنپوری،گجرات، (۷) –مفتی محبوب علی وجیہی،رامپور، (۸) مفتی محمد مقصود، رامپور، (۹) –مولانا عبدالشکو ر قاسمی ،آکولہ مہاراشٹر، (۱۰) مولانا زین العابدین الکوثری، کیرالا، (۱۱)– مولانا ولی اللہ مجید قاسمی ،بلیریا گنج اعظم گڑھ، (۱۲)مفتی محمد یحیٰ قاسمی ،دہلی، (۱۳) –قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی ،یمنا نگر ہریانہ، (۱۴)مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی ،یمنا نگر ہریانہ، (۱۵) –مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی ،سری نگر کشمیر، (۱۶)مفتی محمد عارف باللہ قاسمی،حیدرآباد، (۱۷) –مفتی عارف کنجروی، بھروچ گجرات، (۱۸)مفتی لطیف الرحمن ،ممبئی، (۱۹) –مولانا محبوب فرو غ احمد قاسمی ،کایم کولم،کیرالا، (۲۰)مفتی محمد ابوبکر قاسمی ،دربھنگہ بہار، (۲۱) –مولانا ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی،شانتا پورم کیرالا، (۲۲)قاضی محمد حسن ندوی، بھروچ گجرات، (۲۳) – مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، رائے بریلی، (۲۴)اور حقیر راقم الحروف اخترامام عادل قاسمی۔

سوال نمبر۳ : تیسرا سوال جانوروں میں دودھ کی افزئش اور فطری طور پر بند دودھ کو دوبارہ جاری کرنے کی مصنوعی تدابیر سے متعلق ہے ،مفتی محمدابوبکر قاسمی (دربھنگہ)کو چھوڑکر تمام ہی حضرات نے اس مسئلہ پرتفصیلاًیا اجمالاً اظہار خیال کیا ہے، مفتی ابوبکر صاحب نے اس سوال سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے ،مقالہ نگاروں میناس

• مہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف ،سمستی پور بہار۔

سلسلے میں بظاہر تھوڑا سا اختلاف نظر آتا ہے:

(١)اکثر مقالہ نگاروں نے اس سوال کاجواب واقعی مضرت کی صورت میں مطلقاً عدم جواز اور مضرت نہ ہونے کی صورت میں مطلقاً جواز سے دیا ہے ،بعض حضرات نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ محض شک کا اعتبار نہیں ہے ،دلائل یہ ہیں :

* ولاتقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما (النساء : ٢٩) ترجمہ : اپنے آپ کو قتل نہ کرو،بے شک اللہ پاک تم پر رحم کرنے والے ہیں ۔ ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة (بقرة: ١٩٥) ترجمہ : اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالو ۔

حدیث پاک ہے : ''لاَ ضَرَرَ وَلاَ ضِرَارَ'' (سنن ابن ماجہ، ج٧ ،ص ٢٤١، حدیث نمبر: ٢٤٣١)

(٢)دوسری رائے یہ ہے کہ مکروہ ہے اس لئے کہ مضرت سے خالی نہیں ،یہ رائے جناب مفتی عبدالرحیم قاسمی بھوپال ،مفتی محمد عارف کنجروی اور مفتی انور علی اعظمی صاحبان کی ہے ۔

(٣)معمولی مضرت کی صورت میں گنجائش ہے ،اور زیادہ مضرت ہو تو ناجائز ہے،یہ رائے مولانا شاہین جمالی صاحب کی ہے ۔

(٤)مولانامحمد عثمان غنی صاحب کی رائے یہ ہے کہ لوگ اس عمل اور اس کی مضرت سے واقف ہوں ،یا ان کو بتا کر معاملہ کیا جائے تو مکروہ ہےاور اگر واقف نہ ہوں،اور اصل صورت حال ان سے چھپاکر معاملہ کیا جائے تو حرام ہے، اس لئے کہ یہ دھوکہ ہے،البتہ واقفیت کے ساتھ دودھ کی فراہمی میں بائع کی طرف سے اضرار نہیں پایا جاتابلکہ خودمشتری کی طرف سے تحمل ضرر ہے ، اورفقہاء نے اس حد تک گنجائش دی ہے:

لاباس بيع المغشوش اذا بين غشہ اوكان ظاہراً يرىٰ لاباس بيعہ (شامی ج ٧ ص ٣٩٥ ،٣٩٤،طحطاوی علی الدر ج٣ ص ١٣٩)

(٥)قاضی محمد حسن ندوی صاحب نے فطری طور پر جانور کا دودھ بند ہو جانے کی صورت میں انجکشن کے ذریعہ دودھ جاری کرنے کی کوشش کو علی الاطلاق ناجائز لکھا ہے ،قطع نظر اس سے کہ وہ دودھ فی نفسہ مضر صحت ہو یا نہ ہو، ان کی دلیلیہ ہے کہ:

* یہ قانون قدرت کی مخالفت اور تغییر خلق اللہ کے مترادف ہے۔

* نیزیہ ایک طرح کا دھوکہ ہے، لوگ اسے فطری دودھ سمجھ کر خریدینگے،یا ایسے جانوروں کی قیمت زیادہ لگے گی، جبکہ یہ حقیقت نہیں ہے ،جانوروں میں تصریہ کی ممانعت کی علت یہی دھوکہ ہے ،نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا : (لا تصروا الإبل والغنم (الجامع الصحيح المختصر،ج٢ ،ص ٧٥٥ ، ح: ٢٠٤١)المؤلف : محمد بن إسماعيل أبوعبدالله البخاري الجعفي، الناشر : دار ابن كثير، اليمامة – بيروت، الطبعة الثالثة ،١٤٠٧ – ١٩٨٧)

نیز نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا (الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم، ج ١، ص ٧٩)المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري ،الناشر : دار الجيل بيروت + دار الآفاق الجديدة - بيروت) ترجمہ : جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ۔

مگر جہاں تک میں نے سمجھا ہے ، اصل حکم کے لحاظ سے علماء کے درمیان کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے ،محض صورت مسئلہ کے فہم اورتجزیہ کی بناپربیان احکام یا تعبیرات میں فرق واقع ہوا ہے ،اگر مسئلہ کا تجزیہ کیا جائے اور اس کی ممکنہ شکلوں کا احاطہ کیا جائے ،تو وہ سب ایک دوسرے کے ساتھ منطبق ہو جاتی ہیں:

مذکورہ سوال بنیادی طور پر تین اجزا ء پر مشتمل ہے :

(الف)دودھ یا کسی بھی پیداواری اضافہ کے لئے تدابیر کا حکم۔

(ب)دودھ دینے والے جانور وں کی صحت پر اس کے اثرات۔

(ج)دودھ استعمال کرنے والے لوگوں کی صحت پر اس کے اثرات۔

دودھ کی افزائش کے لئے تدابیر کرنا :

جہاں تک دودھ میں افزائش کے لئے تدابیر کا تعلق ہے ،ظاہر ہے کہ فی نفسہ یہ چیز ممنوع نہیں ہے اور نہ نعمت میں برکت و زیادتی ناپسندیدہ امرہے ،بالخصوص دودھ میں ،دودھ اللہ پاک کاقیمتی عطیہ ہے جو جانوروں کے تھن سے جاری ہوتا ہے اور جانوروں کو اللہ پاک نے انسانوں کے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے ، ،حضور ﷺ نے قربانی کے جانوروں کو موٹا کرنے کا حکم فرمایا ،(سمنوا ضحاياكم) إن أفضل الضحايا أعلاها وأسمنها (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، ج ٥، ص ٨٨ ، المؤلف : علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى ٩٧٥هـ) المحقق : بكري حياني - صفوة السقا، الناشر :مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة،١٤٠١هـ/١٩٨١م)

*عہد نبوی میں کھجور میں پیداواری اضافہ کے لئے تابیر نخل کا رواج تھا ،آپ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

*احیاء موات یعنی مردہ زمینوں کو زندہ اور قابل کاشت بنانا ،شریعت اسلامی کا ایک مستقل باب ہے ،حدیث پاک میں ہے :

من أحيا أرضا ميتة فله فيها أجر (رواه الترمذي ٣ / ٦٣٠ ،ط: السلفية ، وعله الترمذي بالارسال لكن له شاهد من حديث عائشة في البخاري (٥ /) وغیرہ)۔

اس طرح کی متعدد مثالیں موجودہیں جن میں پیداواری اضافہ کی اجازت بلکہ ترغیب ملتی ہے ،قابل لحاظ امرصرف یہ ہےکہ مقصد درست ہو اور طریقہ غیر شرعی نہ ہو، ----- یہاں پرغیر فطری طریق کی جو بات کی جاتی ہے ،اس کا مطلب ہر حال میں غیرشرعی نہیں ہوتا بلکہ اس کا مفہوم عرف انسانی میں رائج طریقہ ٔ کار سے الگ راستہ اختیار

کرنا ہے ، اسی کو مصنوعی طریقہ بھی کہہ سکتے ہیں ،اس لئے کہ ممکن ہے کہ کوئی طریقہ ابتداءً مصنوعی اوراجنبی محسوس ہو ،لیکن فی الواقع وہ نفع بخش ہو ،اس کو ہم غیر شرعی نہیں کہہ سکتے ،اس کی بہترین مثال تابیر نخل کا واقعہ ہے ، حضور ﷺ کو ابتداءً یہ چیزغیر معقول اور مصنوعی سی لگی؛ لیکن اس کی افادیت کا احساس ہونے کے بعد آپ نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی ،ہمارے کئی مقالہ نگاروں نے اس نکتہ کو اٹھا یا ہے کہ کسی چیز کے غیرفطری ہونے سے اس کا غیر شرعی ہونا لازم نہیں آتا ،...یا تو یہ تعبیر کا سقم ہے یا مفہوم سے تجاوز ۔

جانوروں کی صحت پر اس کے اثرات :

*جہاں تک جانوروں پر پڑنے والے اثرات کا معاملہ ہے تو درست ہے کہ شریعت اسلامیہ میں جانوروں کے ساتھ رحم وکرم اور حسن سلوک کی کافی ہدایات موجودہیں ،ان کی خوراک ،صحت اور باربرداری وغیرہ میں احتیاط کی تلقین کی گئی ہے ،حدیث شریف میں ہے:

*فارکبوہا صالحۃ وکلوہا صالحۃً (ابو داؤد شریف، باب مایؤ مر بہ من القیام علی الدواب والبہائم،بذل المجہود، ج ۳، ص ۴۲۷)۔

*اسی طرح ایک حدیث میں اونٹ کے مالک کو حضور ﷺ نے خوف خدا کی تلقین فرمائی (ابو داؤد شریف، باب مایؤ مر بہ من القیام علیالدواب والبہائم ،بذل المجہود، ج۳، ص ۴۲۷)وغیرہ ۔

*اسی طرح فقہاء نے مضرت ہی کے پیش نظر جانوروں کا پورا دودھ نچوڑنے سے منع کیا ہے ،:

يُكْرَهُ الِاسْتِقْصَاءُ فِي حَلْبِ الْبَهِيمَةِ إذَا كَانَ ذَلِكَ يَضُرُّ بِهَا لِقِلَّةِ الْعَلَفِ وَيُكْرَهُ تَرْكُ الْحَلْبِ أَيْضًا ؛ لِأَنَّهُ يَضُرُّ بِالْبَهِيمَةِ (الجوهرة النيرة، ج ۲، ص ۳۷۳، المؤلف : أبو بكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي اليمني ، الزَّبِيدِيّ (المتوفى : ۸۰۰ھ))۔

ان ہدایات کے پیش نظر جانوروں کا بے جا اور بے ضرورت استحصال جو اس کے لئے اذیت رساں ہو ،ممنوع ہے؛ البتہ اصلاح حال،علاج یا اور کسی واقعی ضرورت کی بناپر کسی مناسب تدبیر کی گنجائش ہے،مثلاً جانور کو خصی کرنا ایک سخت تکلیف دہ عمل ہے اور بظاہر تغییر خلق اللہ بھی نظر آتا ہے ،لیکن گوشت کی تطییب واصلاح کے لئے یہ مفید ہے ،یہ نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ عمل ہے ،اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جانوروں کے حق میں ہر اذیت ومضرت ممنوع نہیں ہے بلکہ ضرورت اور نیک مقصد کے تحت کبھی اذیت محمود بھی ہوتی ہے ، دودھ کی افزائش بھی ایک محمود ضرورت ہے،نیز جانوروں میں انجکشن وغیرہ تدابیر کا مقصد دودھ کی وقتی افزائش نہیں بلکہ مستقل افزائش ہوتیہے ،اور مطلوب پیداواری نمو ہے نہ کہ محض نمائش ،اور یہ عموماً ایسے ہی

جانوروں کے ساتھ کیا جاتا ہے ،جن میں میڈیکل ماہرین کے مطابق تحمل کی گنجائش ہو ،اور کسی بڑے نقصان کا موجب نہ ہو ۔

انسانی صحت پر اس کے اثرات

*تیسرا جزو ہے انجکشن زدہ جانور کے دودھ سے انسانوں کو پہونچنے والے نقصانات ،حالانکہ ماہرین اس پر نگاہ رکھتے ہیں کہ انجکشن کی وجہ سے دودھ میں خطرناک جراثیم پیدا نہ ہوں ،لیکن اگر لیبارٹری تحقیقات سے ثابت ہوجائے کہ کسی مخصوص طریقۂ افزائش یا انجکشن سے دودھ فاسد پیدا ہورہا ہے اور وہ انسانی صحت کے لئے مضر ہے ،تو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی ،اور اس عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی ۔

مولانا جمشید جوہر قاسمی نے ایسے بعض انجکشنوں کی نشاندہی کی جو دودھ کو نقصان پہونچاتے ہیں اور جو نقصان نہیں پہونچاتے ہیں ۔

اس تفصیل سے مسئلہ کی مختلف شکلیں سامنے آتی ہیں ،اور ہمارے علماء نے انہی میں سے کسی ایک شکل کو سامنے رکھ کر حکم شرعی بیان کیا ہے :

*انجکشن یا کسی مصنوعی تدبیر کے ذریعہ جانوروں میں افزائش دودھ کا عمل فی نفسہ جائز ہے بشرطیکہ طریقۂ کار غیر شرعی اور غیر فطری نہ ہو ،جانوروں کی صحت پر منفی اثرات نہ پڑتے ہوں ،اس سے حاصل شدہ دودھ طیب اور صالح ہواور انسانی صحت کے لئے مضر نہ ہو ،معتبر اطباء نے اس دودھ کی صالحیت پر اظہار اطمینان کیا ہو اور خریداروں سے کوئی معاملہ مخفی نہ رکھا گیاہو ۔

* افزائش دودھ کے اس عمل کو محض شک وشبہ کی بناپر ناجائز نہیں کہا جائے گااور نہ محض چند اطبا ء کا دعویٰ کافی قرار پائے گا جب تک کہ دیگر معتبر ذرائع سے بھی اس کی توثیق نہ ہوجائے ۔

*اگر اس عمل کی بناپر جانوروں کی صحت پربہت معمولی مضر اثرات مرتب ہوتے ہوں اوردودھ کی صالحیت میں فرق نہ آتا ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

*البتہ اگر جانور وں کی صحت پراس کے غیر معمولی منفی اثرات مرتب ہوں مگر دودھ کی صالحیت محفوظ ہو تو اس عمل کو مکروہ قرار دیا جائے گا ۔

*اگر جانوروں کی صحت تو محفوظ ہو لیکن اس سے حاصل شدہ دودھ کو معتبر اطباء انسانی صحت کے لئے نقصان دہ تصور کرتے ہوں اور خریدار اصل صورت حال سے بے خبر ہوں تو یہ عمل جائز نہیں ہوگا ،اس لئے کہ اس میں اضرار بھی ہے اور دھوکہ بھی ،لیکن اگر لوگ صورت حال سے پوری طرح باخبر ہونے کے باوجود دودھ کو خریدیں تو یہ تحمل ضرر ہے،اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا ، زیادہ سے زیادہ اس کو مکروہ قرار دیا جائے گا۔

*اس میں میرے خیال میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جانور کا دودھ فطری

طور پر بند ہوا ہے یا درمیان میں وقتی طور پر ، اس لئے کہ اگر جانور کو اس سے کوئی خاص نقصان نہ پہنچے اور دودھ کی صالحیت بھی معتبر اطبا ء کے مطابق محفوظ ہو ، توپھر اس کو کس بنیاد پر ناجائز قرار دیا جائے گا ؟اس لئے کہ نبی کریمﷺ سے بے دودھ کی بکریوں سے بطور کرامت دودھ جاری کرناثابت ہے، اگر یہ کسی صورت میں بھی نفع بخش نہ ہوتا تو نبیﷺکی ذات گرامی سے اس کا ظہور نہ ہوتا،سیرت کی کتابوں میں جہاں اس واقعہ کا تذکرہ ہے ،وہاں حضرت ام معبدؓ کے شوہر ابو معبد کے جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں،ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بکری دودھ دینے والی نہیں تھی ،شاۃ عازب ایسی بکری کو کہتے ہیں جو نر بکرے سے علٰحدہ رہی ہومن أين لك هذا اللبن يا أم معبد والشاة عازب ولا حلوب في البيت ؟ (سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد، ج ٣ ، ص ٢٣٥، المؤلف : محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى : ٩٤٢هـ)، زاد المعاد في هدي خير العباد، ج ٣، ص ٥٠، المؤلف : محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: ٧٥١هـ))۔

غرض مختلف مقالہ نگار علماء نے جو مختلف آراء کا اظہار کیا ہے وہ مسئلہ کی مختلف شکلوں کی بناپر ،ورنہ اصل مسئلہ کی روح سب کے ذہنوں میں ایک ہی ہے پاک جانوروں کوناپاک غذا دینے کا حکم۔

سوال نمبر :۴ – بعض جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے دواؤں کا بھی استعمال ہوتا ہے اور غذاؤں کا بھی ،جیسے پولٹری فارم میں پیدا ہونے والے بچوں کو تیزی سے بڑھانے کے لئے ،اس سے ان کو دوہرا فائدہ ہوتا ہے ،ایک گوشت کی مقدار میں اضافہ،دوسرے کم مدت میں پرورش کی ذمہ داری سے فراغت ،مرغی وغیرہ کی اصل غذا نباتات ہے ،مچھلیاں پانی کے اندر پائے جانے والے نباتات یا چھوٹے آبی جانوروں سے اپنی غذائی ضرورت پوری کرتے ہیں ،لیکن اب ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے لئے جو غذا تیار کی جاتی ہے ،اس میں ایسے جانوروں کے بھی اجزاء شامل کردئیے جاتے ہیں جو تیزی سے وزن کو بڑھادیں ،بتایا جاتا ہے کہ خنزیر کی چربی اس کام کے لئے بہت مفید اور مؤثر سمجھی جاتی ہے اور آج کل بعض مغربی ملکوں سے مرغی اور مچھلی کے لئے جو خوراک سپلائی کی جاتی ہے ،اس مینیہ اجزاء شامل کئے جاتے ہیں ،سوال یہ ہے کہ :

الف:کیا جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں؟

اس مسئلہ میں حنفیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کو بالارادہ ناپاک اور حرام غذا دینا جائزنہیں،الایہ کہ علاج کی ضرورت ہو :

*كالخمر لما حرم شربه حرم سقيه (ہدایہ: كتاب الكراہیۃ، ج ۴، ص ۴۵۶)۔

* ويقول الحنفية بحرمة الانتفاع بالخمر في التداوي بالاحتقان وسقي الدواب والإقطار في الإحليل ، ذلك لأن الانتفاع بالنجس حرام ، فإذاحرم سقي الدواب بالنجس حرم إطعامها به

(العناية بهامش فتح القدير ٨ / ١٥٧، المطبعة الكبرى الأميرية، ١٣١٨ هـ، الموسوعة الفقهية الكويتيہ، ج ٣٠، ص ١٠٩، وزارة الأوقاف والشئون الاسلامية – الكويت)۔

البتہ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک مالکول اللحم جانوروں کو حرام غذا دی جاسکتی ہے، (الشرح الكبير وحاشية الدسوقي عليه ١ / ٦١ ، وروضة الطالبين ٣ / ٢٧٩، المكتب الاسلامي، والقليوبي على شرح المنهاج ١ / ٧٦،أسهل المدارك شرح إرشاد السالك ١ / ٣٥،بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ، ج ۴۰ ،ص ۱۰۸)۔

ہمارے تمام مقالہ نگاروں نے حنفیہ کے موقف کے مطابق اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کیا ہے کہ اگر جائز غذائیں مارکیٹ میں بآسانی میسر ہوں تو محض فربہ کرنے اور گوشت بڑھانے کے لئے جانوروں کو ناپاک غذا ئیں دینا درست نہیں ہے،البتہ پاک غذا میں کچھ ناپاک یا حرام اجزاء شامل کئے جائیں اور ناپاک اجزاء تحلیل ہوکر فنا ہوجائیں تو قلب ماہیت کے اصول پر وہ غذا پاک تصور کی جائے گی اور جانوروں کو کھلانا درست ہوگا ۔

*بعض حضرات نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بیان کردہ اس حیلہ کا ذکر کیا ہے کہ خود سے نہ کھلائے بلکہ ایسی جگہ رکھدے کہ جانور خود ہی پہونچ کر کھا لے تو اس کی گنجائش ہے (امداد الفتاویٰ، ج ۴، ص ۹۰ ، مولانا محمد عثمان بستوی،مولانا محبوب فروغ احمد)۔

*اسی طرح بعض حضرات نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ اگر جائز غذائیں بآسانی میسر نہ ہوں،اور جائز غذا کی پابندی سے تجارتی نقصانات کا اندیشہ ہو تو مسلک مالکی وشافعی کے مطابق بضرورت جائز غذاؤں کے ساتھ ناپاک اجزاء شامل کئے جاسکتے ہیں ،یعنی اس صورت میں بھیخالص ناپاک غذا نہ دی جائے بلکہ دونوں طرح کی غذائیں دی جائیں ،تاکہ اس کے منفی اثرات گوشت پر نہ پڑیں (جناب مولانا شاہین جمالی صاحب میرٹھ،جناب مولانا محمد عثمان بستوی صاحب)۔

میرے ناقص خیال میں اس صورت حال میں اصول کابھیبھی تقاضا ہے ،اور دیگر علماء کے لئے بھیبہ قابل قبول ہونا چاہئے ،اسلئے کہ "الحرج مدفوع ''بالخصوص معاملات میں تنگی کی صورت میں دوسرے مذاہب پر فتویٰ دینے کی روایت رہی ہے ۔

(ب) اسی مسئلہ کی دوسری شق یہ ہے،ماکول اللحم جانوروں کو مسلک حنفی کے مطابق عام حالات میں ناپاک غذا دینے کی اجازت نہیں ہے،لیکن اگر حرام غذا کسی وجہ سے دی گئی تو ایسے جانوروں کے گوشت کا حکم کیا ہوگا؟اس با ب میں بھی تمام مقالہ نگار تقریباً متفق الرائے ہینکہ :

*اگر جانور کوحرام وحلال دونوں طرح کی غذا دی گئی اور گوشت ،پسینہیا دودھ میں اس کے آثار (بدبو وغیرہ) محسوس نہ ہو ں توتمام فقہاء کے نزدیک اس کا استعمال بلا کراہت درست ہے ،خواہ غذا کا غالب حصہ پاک ہو یا ناپاک ،اس لئے کہ غذا پیٹ میں تحلیل ہوکر فنا ہوجاتی ہے، ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدي

غذي بلبن خنزير لأن لحمه لا يتغير ، وما غذي به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر (الدر المختار شرح تنوير الأبصار في فقه مذهب الامام أبي حنيفة ،ج۵ ،ص ٦٥٦ ، المؤلف : محمد علاء الدين بن علي الحصكفي (المتوفى: ١٠٨٨هـ ،كذلک فی المغني ٨ / ٥٩٣ ، وقليوبي ٣ / ٢٦١، وروض الطالب ١ / ٥٦٨ ، وابن عابدين ١ / ١٣٩، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ١١، ص ١١١ ،تأليف: علاء الدين أبو بكر بن مسعود الكاساني الحنفي (٥٨٧هـ)۔ دار الكتب العلمية - بيروت – لبنان، الطبعة الثانيہ، ١٤٠٦ھ - ١٩٨٦م)

* لیکن اگر جانور کی غالب خوراک حرام ہو اور اس کے واضح اثرات اس کے گوشت وغیرہ میں محسوس ہوں تو جمہورفقہاء حنفیہ ،مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک بغیر حبس یا ازالۂ اثر بد ایسے جانورکا گوشت کھانا مکروہ ہے ، حبس اور ازالۂ تغیر کے بعد کراہت باقی نہیں رہے گی ، شافعیہ کا ایک قول اور حضرت امام احمد بن حنبل ؒسے ایک روایتیہ ہے کہ جلالہ(نجاست خور جانور جس کے گوشت سے بدبو آتی ہو) کا گوشت اور دودھ حرام ہے (١الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الامام أحمد بن حنبل، ج ١٠، ص ٢٧٥ ،المؤلف : علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان المرداوي الدمشقي الصالحي (المتوفى: ٨٨٥هـ)، الناشر : دارإحياء التراث العربي بيروت ــ لبنان، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ، الشرح الكبير، ج ١١، ص ٩٠ ، المؤلف : ابن قدامة المقدسي ، عبد الرحمن بن محمد (المتوفى: ٦٨٢ھ)۔

ہمارے مقالہ نگاروں کو بھی اس سے اتفاق ہے ،البتہ مولانا شاہ جہاں ندوی مذکورہ دونوں صورتوں میں کراہت کے قائل ہیں،ان کا خیال ہے کہ تحلیل وقلب ماہیت کے باوجود اس کے معنوی اور اخلاقی اثرات باقی رہتے ہیں ،جبکہ حضرت مولانا طیب الرحمن صاحب امیر شریعت آسام اور مولانازین العابدین صاحب کیرالااور مفتی انور علی اعظمی وغیرہ متعدد علماء کی رائے ہے کہ آج کے دور میں ایسے جانوروں کا گوشت کہاں میسر ہے جن کی غذا بالکلیہ پاک وصاف ہو ، شہری آلودہ ماحول کو چھوڑئیے، دیسی مرغیاں بھی بے تکلف غلاظتیں کھاتی ہیں ،اورخود رسو ل اللہﷺ سے مرغی کھانا ثابت ہے (شمائل ترمذی، ص ١١)۔

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی صاحب نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ ماضی میں گوشت کے اثرات کا پتہ بدبو سے لگا یا جاتا تھا آج جدید ذرائع سے بھی اس سلسلے میں مدد لی جاسکتی ہے۔مفتی ابوبکر قاسمی صاحب اس مسئلہ میں بھی پوری طرح خاموش ہیں۔

* * *

دوسرا باب

تعارفی تحریریں

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مولانا محمد سعید نولکھی•

یہ مقالہ دوحصوں میں تقسیم ہے:حصہ اول غذا کے متعلق حلال وحرام کے اصولوں پر مشتمل ہے اور حصہ دوم میں اس سلسلے میں پیش آنے والی مشکلات کا بیان ہے۔

حصہ اول:

۱۔ کائنات اور اس کے اندر جو کچھ ہے وہ انسان کے فائدے کے لیے ہے ۔انسان ان اشیاء سے اسی وقت فائدہ اٹھاسکتا ہے جب شرعاً اس کے لیے فائدہ اٹھانا جائز بھی ہو۔اس لیے راجح یہی ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے؛ اگرچہ حرمت اور توقف کے اقوال بھی ہیں،مگر جمہور کا قول یہ ہے کہ اصل اباحت ہےاور یہی راجح ہے۔

''اقول:وقد صرح فی التحریر بأن المختار أن الأصل الإباحۃ عند الجمہور من الحنفیۃ والشافعیۃ اھ وتبعہ تلمیذہ العلامۃ قاسم،وجری علیہ فی الھدایۃ من فصل الحداد، وفی الخانیۃ من اوائل الحظر والاباحۃ'' (حاشیۃ رد المحتار ۱،۱۱۳)۔

''وفي شرح المنار للمصنف : الأشياء في الأ صل على الإباحۃ عند بعض الحنفیۃ، ومنهم الكرخي، وقال بعض أصحاب الحديث: الأصل فيها الحظر، وقال أصحابنا: الأصل فيها التوقف بمعنى أنه لا بد لها من حكم لكنا لم نقف عليه بالعقل (انتہی)، وفی الھدایۃ من فصل الحداد :إن الإباحۃ أصل (الاشباہ والنظائر ۱،۶۶)۔

۲۔ اباحت کا قاعدہ ان اشیاء کے بارے میں ہے جن سے نصوص خاموش ہیں۔ جن اشیاء کو نصوص میں حلال یا حرامقرار دیا گیا ہے وہ نص کی دلا لت کے مطابق حلال یا حرام ہوں گی،وھو واضح۔

۳۔ اصل اشیاء میں اباحت ہے مگر بعض اشیاء اس قاعدے سے مستثنی ہیں،مثلا گوشت اور فروج میں اصل حرمتہے اور عبادت میں حظر وتوقف ہے وغیرہ۔

''الأصل فی الأبضاع التحریم ولذا قال فی کشف الأسرار شرح فخر الإسلام الأصل فی النکاح الحظر وأبیح للضرورۃ'' (الاشباہ والنظائر ۱،۶۷)۔

۴۔ جس طرح اصل حلت ہے اور حرمت کے لیے دلیل کی ضرورت ہے اسی طرح اصل طہارت ہے اور نجاستکے لیے دلیل کی ضرورت ہے؛ کیونکہ نجاست عارض ہے ،اس لیے جہاں کوئی دلیل نہ ہو وہاں طہارت کے اثبات کے لیےدلیل کی ضرورت نہ ہوگی؛

• ڈائریکٹر امور شرعیہ ساؤتھ افریقن نیشنل حلال اتھارٹی، جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ۔

کیونکہ اصل کے اثبات کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

''شک فی وجود النجس فالأصل بقاء الطہارۃ'' (الاشباہ والنظائر ۱،۸)۔

۵۔ حلت اور طہارت اصل اور یقینی ہیں تو ان کے رفع کے لیے بھییقینی دلیل کی ضرورت ہوگی، محض وہم اور شکسے حرمت اور نجاست کا حکم نہیں دیا جاسکے گا۔

''لا حرمۃ إلا مع العلم لا مع الشک والظن لأن الأصل فی الأشیاء الحل'' (الحدیقۃ الندیۃ شرح الفریقۃ المحمدیہ۲،۷۱۰)۔

''الحرمۃ بالیقین والعلم وھو لم یتیقن ولم یعلم أن عین ما أخذہ حرام'' (ایضاً۲،۷۲۱)۔

۶۔ اگر دلائل متعارض ہوں تو احتیاط پرعمل ہوگا اور احتیاطیہ نہیں کہ کسی چیز کو حرام قرار دے دیا جائے؛ بلکہ احتیاطیہ ہے کہ اصل پرعمل کیا جائے اور اصل اباحت ہے۔

''لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالی بإثبات الحرمۃ أو الکراھۃ اللذین لا بد لہما من دلیل بل فی القول بالإباحۃ التی ھی الأصل وقد توقف النبیﷺ مع أنہ ھو المشرع فی تحریم الخمر أم الخبائث حتی نزل النص القطعی اھ'' (دیکھئے: رد المحتار، کتاب الاشربہ ۵،۳۲۶، ط: مصطفی البابی مصر)۔

۷۔ بے بنیاد خبروں اور جھوٹی افواہوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

''لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعہ کما قد تشیع أخبار یتحدث بہا سائر أھل البلدۃ ولا یعلم من أشاعھا'' (رد المحتار ۲،۱۰۲)۔

۸۔ کوئی چیز خیرمحضیا مجموعہ شر نہیں؛ بلکہ نفع اور نقصان دونوں ہی پہلو اپنے اندر رکھتی ہے، یہاں تک کہ ایک ہی چیز ایک شخص کے لیےمفید اور دوسرے کے لیے مضر ہوتی ہے؛ بلکہ ایک ہی شخص کے لیے ایک پہلو سے مفید اوردوسرے پہلو سے ضرر رساں ہوتی ہے،یا اس کے بعض خواص مفید اور بعض مضر ہوتے ہیں ،اس لیے جس چیزمیں نفع کا پلہ نقصان پر بھاری ہوگا وہ جائز اور حلال ہوگی اور جس چیز میں نقصانات کو فوائد پر غلبہ ہوگا وہ حرام اور ناجائز ہوگی۔قرآن کریم نے خمر کی خوبیوں کا بھی اعتراف کیا ہے مگر چونکہ نقصان کا پہلو اس میں غالب ہے اس لیے اسے حرام قرار دیا ہے۔

''یسألونک عن الخمر والمیسر قل فیہما إثم کبیر ومنافع للناس وإثمہما أکبر من نفعہما'' (البقرہ: ۲۱۹)۔

۹۔ غذا ئی مصنوعات میں جو طیب ہے وہ حلال ہے اورجو خبیث ہے وہ حرام ہے۔طیب کا لفظ موقع ومحل کی مناسبت سے مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے ۔ہر چیز میں طیب کا وصف اس کی مخصوص نوعیت کے مطابق مختلف ہوتا ہےمثلا جب غذا کے ساتھ اسے استعمال کیا جائے اور طعام طیب کہا جائے تو مطلب حلال غذا ہوگا ،زمین کے ساتھ بطور صفت کے طیب کا لفظ بڑھادیا جائے تو معنی قابل کاشت زمین ہوتا ہے، جب یہ

عورت کی صفت کے طور پر استعمال ہوتو مطلب پاکبا ز اور پاک دامن عورت ہوتا ہے،ر یح طیب ملائم ہوا کو کہتے ہیں اورطعام طیب کا مطلب ہے عمدہ اور مرغوب غذا ۔

'' طيب (الطِّيبُ على بناء فِعْل والطَّيِّب نعت وفي الصحاح الطَّيِّبُ خلاف الخَبيث قال ابن بري الأَمر كما ذكر إِلا أَنه قد تتسع معانيه فيقال أَرضٌ طَيِّبة للتي تَصْلُح للنبات وريحٌ طَيِّبَةٌ إِذا كانت لَيِّنةً ليست بشديدة وطُعْمة طَيِّبة إِذا كانت حلالاً وامرأَ ةً طَيِّبة إِذا كانت حَصاناً عفيفةً ومنه قوله تعالى الطيباتُ للطَّيِّبين وكلمةٌ طَيِّبة إِذا لم يكن فيها مكروه وبَلْدَة طَيِّبة أَي آمنةٌ كثيرةُ الخير ومنه قوله تعالى بَلْدَة طَيِّبة ورَبٌّ غَفُور ونَكْهة طَيِّبة إِذا لم يكن فيها نَتْنٌ وإِن لم يكن فيها ريح طَيِّبة كرائحةِ العُود والنَّدِّ وغيرهما ونَفْسٌ طَيِّبة بما قُدِّرَ لها أَي راضية وحِنْطة طَيِّبة أَي مُتَوَسِّطَة في الجَوْدَةِ وتُرْبة طَيِّبة أَي طاهرة ومنه قوله تعالى فَتَيَمَّمُوا صَعيداً طَيِّباً وزَبُونٌ طَيِّبٌ أَي سَهْل في مُبايعَته وسَبْيٌ طَيِّبٌ إِذا لم يكن عن غَدْر ولا نَقْض عَهْدٍ وطعامٌ طَيِّب للذي يَسْتَلِذُّ الآكلُ طَعْمه ابن سيده طَابَ الشيءُ طِيباً وطَاباً لَذَّ وزكَا''(لسان العرب: ابن منظور ۵۶۳،۱)۔

حلال کا مطلب ہے جس کی شرعاً اجازت ہوکسی چیز کی ممانعت یا تو اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ جائز ملکیت نہیں ہوتییعنی اس میں دوسرے کاحق ہوتاہے اورکبھی کوئی چیز اپنی ذات کی وجہ سے ممنوع وحرام ہوتی ہے،خواہ اس میں غیر کا حق ہو یا نہ ہو ۔ہمارا مقصود یہی دوسری قسم ہے۔اول الذکر کے متعلق فقہ کے دوسرے ابواب میں بحث ہوتی ہے۔

۱۰۔ طیب اور خبیث دو متضاد اصطلاحات ہیں اور قرآن کریم نے ان دونوں کو مقابلے میں ذکر کیا ہے۔طیب مینحلال کی جملہ انواع سمٹ کرآجاتی ہیں اور خبیث میں حرام کی تمام شاخیں جمع ہوجاتی ہیں۔آگے اسباب حرمت کے بیان میں اس کی تفصیلآجائے گی۔

''ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث '' (الاعراف: ۱۵۷)۔

الطیب: خلاف الخبیث (الصحاح فی اللغۃ (۴۳۴،۱)۔

۱۱۔ غذائی مصنوعات کے اندر جو اضافی عناصر شامل کیے جاتے ہیں،ان کے لیے رمز اور اشارے کے طور پر اعدادکااستعمال ہوتا ہے جنہیں ای نمبرز کہا جاتا ہے۔ یہ نمبرات انواع میں اور یہ انواع مزید ذیلی اقسام میں تقسیم کیے جاتے ہیں مثلا کچھ ایسے ہیں جن کی غذائی قدروقیمت ہے اور کچھ کی نہیں ،کچھ ذائقہ کی بہتری کےلیے اور کچھ پروڈکٹ کو دیرپا اور محفوظ بنانے کے لیے اور کچھ جمانے،گاڑھا بنانے اور بعض رقیق اور سیال حالت میں رکھنے کے لیے اور کچھ پروڈکٹ کو عمدہ اور خوشنما بنانے کے لیے شامل کیے جاتے ہیں ۔

علماء شریعت ایک پروڈکٹ کے تمام مشمولات کو تین انواع میں تقسیم کرتے ہیں،خواہ وہ بنیادی عناصر ہوں یا اضافی، ان سے مقصود رنگت ہو یا ذائقہ، یا کچھ اور ہو:

۱۔جو حلال ہیں

۲۔جو حرام ہیں
۳۔ جو مشکوک اور مشتبہ ہیں۔

اس تقسیم کی بنیاد وہ مشہور حدیث معلوم ہوتی ہے جس کو ایک چوتھائی دین کہا گیا ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں۔

۱۲ ۔ جو چیزیں کھانے پینے میں استعمال ہوتی ہیں وہ چار قسم پر ہیں :

۱ :.... جمادات
۲ :.... نباتات
۳ :.... حیوانات
۴ :.... مرکبات

حیوانا ت پھر دو قسموں میں تقسیم کیےجاتے ہیں :

۱ :.... بحری
۲ :.... بری

بری جانوروں کی پھر تین بڑی بڑی قسمیں ہیں :

۱ : .... جن میں بہتا ہوا خون ہو
۲ :.... جن میں خون تو ہو لیکن بہنے والا نہ ہو
۳ :.... اور جن میں سرے سے خون ہی نہ ہو

‘‘ وأما الذییعیش فی البَر فأنواع ثلثۃ: مالیس لہ دم أ صلا، وما لیس لہ دم سائل... وما لہ دم سائل...’’ (ہندیۃ: الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من الحیوان۵، ۲۸۹،ط:کوئٹہ)۔

تفصیلی حکم:

جمادات سب کے سب حلال اور پاک ہیں؛ البتہ کسی جامد چیز کا اتنی مقدار میں استعمال جائز نہیں جو مسکر ہو یا مضر ہو۔ مضرمیں ممانعت کی وجہ ضرر اور مسکر میں سکر ہے؛ اس لیے اگر ضرر اور سکر دور کردیا جائے تو ممانعت بھی نہ رہے گی۔جو حکم جمادات کا ہے وہی نباتات کا بھی ہے۔

حیوانات میں سے انسان اپنی حرمت کی وجہ سے اور اس کا فضلہ نجاست کی وجہ سے اور خنزیر نجس العین ہونے کی وجہ سے اور کیڑے مکوڑے خبث کی وجہ سے حرام ہیں۔ بحری حیوانات میں سوائے مچھلی کے سب حرام ہیں۔جو مچھلی مرکر پانی کے اوپر الٹی تیرنے لگے جسے سمک طافی کہتے ہیناس کاکھانا بھی حرام ہے۔

بری حیوانات میں سے جو جانور اور پرندے شکار کرکے کھاتے پیتے رہتے ہیں ان کا کھانا جائز نہیں جیسے شیر، بھیڑیا،بلی، کتا، بندر، شکرا، باز اور گدھ وغیرہ، اور جو ایسے نہ ہوں جیسے طوطا،مینا ،فاختہ ،چڑیا،بٹیر ،مرغابی ،کبوتر، نیل گائے ، ہرن، بطخ،

اور خرگوش وغیرہیہ سب جانور حلال ہیں۔

بری جانور جو شکار کرکے کھاتے رہتےہیں اور ان میں دم سائل ہے وہ حرام ہیں مگر شرعی ذبح سے وہ بھی پاک ہوجاتے ہیں،البتہ خنزیر ذبح شرعی سے بھی پاک نہیں ہوسکتا،اسی طرح دم سائل بھی ذبح سے پاک نہیں ہوتا،جو جانور ماکول اللحم ہیں وہ باقاعدہ ذبح سے حلال بھی ہوجاتے ہیں) (ملخص ومستفاد من رسالہ طبی جوہر حصہ نہم بہشتی زیور)۔

حلال ذبیحہ کے مکروہ اعضاء:

حلال مذبوح جانور کے بھی سات اعضاء مکروہ تحریمی ہیں:

۱۔ بہتا ہواخون

۲۔مادہ کی پیشاب گاہ

۳۔مثانہ

۴۔غدود

۵۔پتہ

۶۔کپورے

۷۔نر کی پیشاب گاہ (مصنف عبد الرزاق ۵۳۵،۴، مراسیل ابی داؤد، ص: ۱۹، سنن کبری بیہقی۷،۱۰، بدائع الصنائع ۶۱،۵، ابن نجیم، البحر الرائق ۵۵۳،۸، رد المحتار ۷۴۹،۶)۔

لحم، کبد اور طحال کا خون حلال ہے اور رگوں میں جو خون رہ جاتا ہے اس کے بارے میں فقہ حنفی میں چار اقوال ملتے ہیں:

''فالحاصل من تتبع کتب الفقہ ان فی الدم الباقی فی العروق أربع روایات'' (فاکہۃ البستان فی مسائل ذبح وصید الطیروالحیوان للعلامۃ المخدوم ہاشم السندی، ص: ۱۶۱، ط:دارالکتب العربیہ)۔

جو جانور حلال اور حرام جانور کے ملاپ سے پیدا ہو:

جو جانور حلال اور حرام جانورکے ملاپ سے پیدا ہو ،وہ مرجوح قول کے مطابق حرام ہے؛ مگر صحیح تر یہ ہے کہ اگر مادہ حرام ہے تو وہ حرام ہےاور اگر مادہ حلال ہے تو وہ حلال ہے مگر شرط یہ ہے کہ بچہ میں واضح شباہت نر جانور کی نہ ہو۔

''المعتبَر فی الحل والحرمۃ الأم فیمایولد من مأکول وغیر مأکول کذا فی التبیین۔۔۔ لکن الحل باعتبار حلیۃ الأم إذا لم یکن الولد غالب الشبہ بأبیہ فی شئ من الأعضاء ونحوھا لما قال المسکین فی شرحہ علی الکنز فی مسائل الآسار: إن قولھم :الولد یتبع الأم فیالحل والحرمۃ مقید بما إذا لم یغلب شبہہ بالأب، أما إذا غلب شبہہ فلا یحل'' (المصدر السابق ، ۱۲۴۔۱۲۵)۔

مردار کے پاک اعضاء:

مردار حرام بھی ہے اور ناپاک بھی ،مگر اس کے بال، ہڈی جب کہ اس پر دسومت

نہ ہو، کھال جب کہ دباغت کردی جائے، ناخن، سم، سینگ اور پروغیرہ پاک ہیں۔ کھال کے حکم میں مثانہ،اوجھ،پوست،سنگدانہ،آنتیں اور جھلیاں بھی ہیں کہ اعضاء بھی کھال کی طرح دباغت سے پاک ہوجاتے ہیں، جو اعضاء نجاست کا محل ہینجیسےسنگدانہ وغیرہ ان کو نجاست ظاہری سے دھولینا ضروری ہے (ملخص ومستفاد من رسالہ طبی جوہر حصہ نہم بہشتی زیور)۔

نشہ آور اشیاء:

اشیاء دوقسم پر ہیں:

۱۔نشہ آور

۲۔غیر نشہ آور

جو نشہ آور ہیں وہ پھر دوقسم پر ہیں:

۱۔سیال

۲۔غیرسیال

جو سیال ہیں،ان کی پھر دو قسمیں ہیں:

۱۔چار حرام شرابیں

۲۔ حرام شرابو نکے علاوہ اور شرابیں

جو چار شرابیں حرام ہیں وہ نجس بھی ہیں اور حرام بھی ہیں، اور اس کے علاوہ جو دیگر شرابیں ہیں ان کا حکم اسباب حرمت کے بیان میں تفصیل کے ساتھ آتا ہے۔

جو خشک نشہ آور اشیاء ہیں جیسے افیون اور بھنگ وغیرہ وہ پاک ہیں،ا نکے داخلییا خارجی استعمال کا بیان بھی آگے آتا ہے۔

۱۳۔ کسی چیز کا استعمال درج ذیل اسباب میں سے کسی ایک کی بنا پر ممنوع ہوتا ہے:

۱۔کرامت

۲۔نجاست

۳۔اسکار

۴۔استخباث

۵۔اضرار

‘‘ضبط أهل الفقہ حرمۃ التناول إما بالإسکارکالبنج وإما بالإضرار بالبدن کالتراب والترياق أو بالاستقذار کالمخاط والبزاق وہذا کلہ فيما کان طاہراً (تنقیح الفتاوی الحامدیہ۲،۳۶۳، ط: المکتبۃ الحبیبیہ)۔

۱۔ کرامت:

کوئی انسانی عضو یا انسانی عضو سے ماخوذ کو ئی جزء کسی مصنوع میں شامل

ہو تو احترام آدمیت کی وجہ سے اس کا استعمال حرام ہوگا،خواہ وہ انسانی عضو بذات خود پاک ہو یا ناپاک ہو ۔مثلا ایل سسٹین (L.Cysteine) جو انسانی بالوں سے بنایا جاتا ہےاور فلور امپروور(Flour Improver)کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔عورت کے جنین کے اردگرد جو غلاف ہوتا ہے جسے مشیمہ کہتے ہیں اس سے ایک مادہ مولو کوبی بی ۱۲ (Moloco bb-12) تیار کیا جاتا ہے جو عورت کے دودھ میں اضافہ کرتا ہے۔پلاسنٹا (Placenta) بھی پیٹ میں موجود بچے کے گر د غلاف سے بنایاجاتا ہے اور کاسمٹکس میں استعمال ہوتا ہے۔ ای ڈبلیو ای وہ مادہ ہے جو عورت کو اسقاط حمل کرانے کے بعد ساقط شدہ حمل سے تیار کیاجاتا ہے اور چہرے کی خوبصورتی اور شادابی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ان تمام اشیاء کا استعمال انسانی اعضاء کی شمولیت کی وجہ سے حرام ہے۔

۲۔ اسکار:

چارحرام شرابوں کا استعمال تو حرام ہے،اس کے علاوہ کسی اورنشہ آور چیز کاانتی مقدار میں استعمال کرنا جس سے نشہ ہوحرام ہے خواہ وہ نشہ آور چیز سیال ہو یا جامد،اور اگر سیال ہو تو انگور یا کھجور سے بنی ہوئی شراب ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور شراب ہو۔

۳۔اضرار:

جو اشیاء مضرہیں ان کا استعمال ناجائز ہے جیسے زہر وغیرہ۔

نقصان سے مراد یہ ہے کہ دین ،عقل ،مال اور نسل کے لیے نقصان دہ ہو۔

اگر مضر اشیاء کا ضرر دور کردیا جائے تو وہ حرام بھی نہیں رہتی ،مگرجن چیزوں کوشریعت نے صرا حت کے ساتھ حرام کردیا ہے وہ حرام ہی رہیں گی خواہ اس کے استعمال سے ظاہری اور فوری نقصان ہو یا نہ ہو۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی شئی بہرصورت مضر ہو؛ بلکہ عام طبائع کے لیے اس کا مضر ہونا کافی ہے اور ضرر کا بھی صرف غلبہ ظن ضروری ہے ۔

یہ بھی ممکن ہو کہ ایک شئی ایک شخص کے مضر ہونے کی بنا پر حرام ہو اور دوسرے کے لیے مضر نہ ہونے کی بنا پر حرام نہ ہواور جو اشیاء مفید اور مضر دونوں پہلو رکھتی ہوں ان میں غالب کا اعتبار ہوگا۔

۴۔ استخباث:

طیب کی ضد خبیث ہے۔ جو چیزیں سلیم الطبع انسان کو طبعاً ناپسند اور غیر مرغوب ہوں اور ان سے طبعاً گھن آتی ہو وہ حرام ہیں۔ جملہ حشرات الارض اس علت کی بنا پر حرام ہیں کہ ان میں خبث ہوتا ہے۔ مگر خبیث ہونے کے ساتھ کوئی شئیپاک بھی ہوسکتی ہے جیسا کہ مچھلی کے علاوہ دیگر دریائی جانوروں میں خبث ہے مگر وہ پاک بھی

ہیں۔پاک ہونے کی وجہسے ان کا خارجی استعمال جائز ہے اور حلال نہ ہونے کی وجہ سے ان کاکھانا جائز نہیں۔ الغرض خبث اور حلت جمع نہیں ہوسکتے مگر خبث اور طہارت جمع ہوسکتےہیں۔

۵۔نجاست:

جو چیز گندی اور پلید ہے اس کا کھاناجائز نہیں جیسے پیشاب ،خون، پیپ وغیرہ۔

۶۔ مرکبات:

نجس اور غیر نجس مل جائیں تو وہ نجس ہوتے ہیں ۔

اگر نجاست غالب ہوتو اس کا حکم نجس العین کا ہے،اور اگر نجاست مغلوب ہو تو وہ نجس تو ہے مگر خارجی استعمال اس کا جائزہے۔

اگر مضر اور غیر مضر مل جائیں اور ضرر جاتا رہے یا خبیث اورغیرخبیث مل جائیں اور خبث جاتا رہے تو ضرر اور خبث کی بنا پر پائی جانے والی حرمت بھی ختم ہوجاتی ہے۔

اگرمضر کا ضرر،مسکر کا سکر اور خبیث کا خبث دور ہوجائے تو حرمت بھی دور ہوجاتی ہے۔

نجس چیز اگرنجس العین ہے تو سوائے تبدیل ماہیت کے طہارت کا اور کوئی طریقہ نہیں، اور اگر متنجس ہے تو انقلاب ماہیت سے بھی پاک ہوسکتا ہے، اور نجاست کے اجزاء الگ کرنے سے بھی پاک ہوسکتا ہے۔

‘‘أن المال إنما يُحرم إما لمعنى في عينه أو لخلل في جهة اكتسابه، القسم الأول الحرام لصفة في عينه كالخمر و الخنزير وغيرهما، وتفصيله أ ن الأعيان المأكولة على وجه الأرض لا تعدو ثلاثة أقسام فإنها إما أن تكون من المعادن كالملح و الطين وغيرهما أو من النبات أومن الحيوانات، أما المعادن فهى أجزاء الأرض وجميع ما يخرج منها فلا يُحرم أكله إلا من حيث أنه يضر بالآكل وفي بعضها ما يجري مجرى السم، والخبز لو كان مضرا لحرم أكله، و الطين الذي يعتاد أكله لا يُحرم إلا من حيث الضرر، وفائدة قولنا أنه لا يحرممع أنه لا يؤكل، أنه لو وقع شئ منها في مرقة أو طعام مائع لم يصر به محرما، و أما النبات فلا يُحرم منه إلا ما يزيل العقل أو يزيل الحياة أو الصحة فمزيل العقل البنج و الخمر وسائر المسكرات ومزيل الحياة المسموم ومزيل الصحة الأدوية فى غير وقتها وكأن مجموع هذا يرجع إلى الضرر إلا الخمر والمسكرات فإن الذى لايسكر منها أيضاً حرام مع قلته لعينه ولصفته وهى الشدة المطربة، وأما السم فإذا خرج عن كونه مضراً لقتله أو لعجنه بغيره فلايحرم، وأما الحيوانات فتنقسم إلى ما يؤكل وإلى ما لا يؤكل، وتفصيله فى كتاب الأطعمة والنظر يطول فى تفصيله لا سيما فى الطيور الغريبة وحيوانات البر والبحر وما يحل أكله منها فإنما يحل إذا ذبح ذبحاً شرعاً روعى فيه شروط الذابح والآلة والذبح وذلك مذكور فى كتاب الصيد والذبائح وما لم يذبح ذبحاً شرعياً أو مات فهو حرام

ولا یحل إلا میتتان السمک والجراد وفی معناہما ما یستحیل من الأطعمۃ کدود التفاح والخل والجبن فإن الاحتراز منہما غیر ممکن فأما إذا أفردت وأکلت فحکمہا حکم الذباب والخنفساء والعقرب وکل ما لیس لہ نفس سائلۃ، لا سبب فی تحریمہا إلا الاستقذار، ولو لم یکن لکان لا یکرہ فإن وجد شخص لا یستقذرہ لم یلتفت إلی خصوص طبعہ فإنہ التحق بالخبائث لعموم الاستقذار فیکرہ أکلہ کما لو جمع المخاط وشربہ کرہ" (احیاء علوم الدین۲،۹۲)۔

۱۴۔ داخلی اور خارجی استعمال کافرق:

شریعت اشیاء کےداخلی اور خارجی استعمال میں فرق کرتی ہے۔

(۱) نجس کا داخلی اور خارجی استعمال ناجائز ہے۔

(۲) متنجس کا خارجی استعمال جائز ہے بشرطیکہ نجاست غالب نہ ہو، اور اگر نجاست کا غلبہ ہو تو وہ نجس العین کےحکم میں ہے۔

(۳)جو چیز سیال نہ ہو اور نشہ آور ہو جیسے افیون اور بھنگ وغیرہ ان کی اتنی مقدار کھا لینا جو نشہ نہ کرے اور مقصد لہو ولعب نہ ہو توجائز ہے، اور اس دوا کا لگانا بھی جائز ہے جس مینیہ چیزیں شامل ہوں، اور اتنا کھانا کہ نشہ ہوجائے حرام ہے۔

(۴) چارحرام شرابوں کے علاوہ اور شرابوں کا خارجی استعمال جائز ہے اور داخلی استعمال بھی کسی معتد بہ غرض کے لیے جائز ہے۔

(۵) جمادات اور نباتات کا خارجی استعمال جائز ہے۔

(۶) حشرات الارض کا خارجی استعمال جائز ہے۔

(۷) جو جانور بجز خنزیر کے ذبح کردیے جائیں وہ پاک ہوجاتے ہیں اور ان کاخارجی استعمال جائز ہوجاتا ہے۔

(۸)مردار کے بعض اعضاء جیسے بال، ہڈی،ناخن وغیرہ کا بھی بیرونی استعمال جائز ہے،اسی طرح مردار کی کھال اور آنتوں اور جھلیوں وغیرہ کا دباغت کے بعد خارجی استعمال جائز ہے۔

(۹)حلال جانور اگر مرجائے تو ا سکے تھنوں کا دودھ پاک اور حلال ہے۔

(۱۰) حرام جانور جو دم سائل رکھتا ہو وہ اگر چہ ذبح سے پاک ہوجاتا ہے مگر اس کا انڈا پھر بھی ناپاک رہتا ہے۔

۱۵۔ جو چیز ناپاک ہے اس کا کھانا حرام ہے مگر جو پاک ہے ضروری نہیں کہ اس کا کھانا حلال ہو، بنابریندرج ذیل اشیاء پاک ہیں؛ اس لیے کہ ان کا بیرونی استعمال جائز ہے مگر حرام بھی ہیں؛ اس لیے کہ ان کا کھانا حلال نہیں:

(۱)مچھلی کے علاوہ پا نی کے تمام حیوانات اور ان کے اجزاء

(۲)کیڑے مکوڑے

(۳)خشکی کے وہ تمام جانور جن میں دم سائل نہ ہو ۔

(۴) وہ تمام جانور جن کو شرعی ذبح کیا جائے،ان کے تمام اعضاء سوائے دم مسفوح کے سب پاک ہوجاتے ہیں۔

(۵)مردار کے بال،ناخن ،سینگ اورپر وغیرہ ۔

(۶)مردار کی کھال اور اعضاء جلدی جیسے مثانہ، اوجھ،پتہ،پوست،سنگدانہ وغیرہ دباغت سے پاک ہوجاتے ہیں۔

(۷)سانپ اور چھپکلی جب کہ بالشت بھر سے چھوٹے ہوں۔

(۸)وہ غیر مسفوح خون جو رگوں ،گوشت یا جلد میں رہ جائے ۔

(۹) حلال پرندوں کے فضلات ۔

(۱۰) ایسے حیوانات کا فضلہ جس سے احتراز بہت مشکل ہو اور اس میں عموم بلوی ہو جیسے مکھی کی بیٹ اور ریشم کے کیڑے کا فضلہ۔

(۱۱) حلال پرندوں کا لعاب،پسینہ اور میل ۔

(۱۲) انسان کا لعاب،پسینہ،میل،آنسو اور قے قلیل۔

(۱۳) کیڑوں کا لعاب جن سے گھن نہ آتی ہو

(۱۴)جامد شئی بقدر نشہ

(۱۵) نباتات بقدر نشہ

(۱۶) غیر ماکول زندہ جانور سے الگ کیا ہوا ایسا عضو جس میں حس نہ ہو

(۱۷) الکحل جوانگور وکھجور سے نہ لیا گیا ہو

(۱۸) عورت کا دودھ علاوہ شیرخوار کےکسی اور کے لیے۔

(۱۹) ذبح کے بعد جو خون رگوں اور جلد میں رہ جاتا ہے اور دم کبد وطحال کے علاوہ جو خون غیر مسفوح ہو وہ بھی پاک ہے مگر حلال نہیں۔

ناپاک اشیاء:

(۱) جو جانور شکار کرکے کھاتے رہتے ہیں

(۲) جو جانور شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو

(۳) حرام شرابیں

(۴) زندہ جانور سے جدا کیا ہوا ایسا عضو جس میں حس ہو

(۵)مردار سوائے چند اعضاء کے

(۶) خنزیر

(۷) ان جانوروں کا دودھ جن کا گوشت کھانا حرام ہے۔

(۸)مردار کا انڈا اگر چہ اسے ذبح کیا گیا ہو۔

(۹) حلال جانور کا گندا انڈا جب خون بن جائے ۔

۱۶۔ ذبح کے وقت:

(۱)عمل ذبح

(۲) ذابح

(۳) آلہ ذبح

(۴) اور مذبوح کی تمام شرائط کی رعایت لازم ہے ۔

سوائے مچھلی اور ٹڈی کے کسی جانور کو بغیر ذبح کیے کھانا درست نہیں۔

ذبح سے ماکول اللحم میں حلت اور غیر ماکول اللحم میں طہار ت پیدا ہوجاتی ہے۔

۱۷ ۔ ہر وہ چیز جس کے اندر کسی حیوان کے اجزاء مخلوط ہوگئے ہوں اگر چہ وہ حیوان غیر دموی ہو ،اس کا استعمال جائز نہیں، البتہ اس اصول سے مچھلی اور ٹڈی مستثنی ہیں۔بڑی دیگ میں اگر مکھی گر جائے تو دیگ ناپاک نہیں ہوتی مگر مکھی کا کھانا پھر بھی جائز نہیں رہتا؛ البتہ چند استثنائی مثالیں ایسی موجود ہیں کہ جہاں باوجود احتیاط کے تحرز مشکل ہو وہاں گنجائش ہے:

وقد ظهر من كلام صاحب القنية فائدة:هي أن كل شئ اختلط معه أجزاء حيوان غير ماكول ولو غير دموى لا يحل أكله، قلت ويستثنى منه ما فى مطالب المؤمنين عبارته هذه:لا يحل الميتة إلا السمک والجراد وما فى معناهما مما يستحيل تميزها من الأطعمة كدود الجبن والتفاح فإن الاحتراز عنها غير ممكن انتهى وهذا من أعظم الفوائد فكن على بصيرة من ذلک (فاكهة البستان فى مسائل ذبح وصيد الطير والحيوان للعلامة المخدوم هاشم السندى: ۱۷۱، ط: دارالكتب العربية)۔

۱۸ ۔ جن مصنوعات کی تیاری میں :

(۱) حرام جانورکا کوئی جز ہو

(۲) یا غیر شرعی طورپر ذبح کیے گئے حلال جانورکا کوئی جز ہو

(۳) یا حلال جانور کے حرام اجزاء میں سے کوئی جزہو

(۴) یا زندہ حلال جانور کا ذی حس کوئی جز ہو اس کا خوردنی استعمال ناجائز ہوگا۔

اور جن مصنوعات میں:

(۱)حرام اجزاء ترکیبی شامل ہوں

(۲) غذا براہ راست مضر صحت ہو

(۳) انسانی عضو کا کوئی حصہ یا اس سےکشید کردہ کوئی حصہ شامل ہو

(۴) اس کی تیاری، پیکجنگ، اسٹوریج،ٹرانسپورٹیشن میں کوئی حرام جز شامل ہو

(۵) ایسے برتن ،پلانٹ، اوزار، جن میں حرام مصنوعات تیار ہوتی ہوں اور پھر ان میں حلال تیار کیا جائے اور حلال کی تیاری سے قبل ان کی مطلوبہ پاکی کا اہتمام نہ کیا جائے۔

۱۹ ۔ عموم بلوی جس طرح طہارت اور نجاست میں باعث تخفیف ہے اسی طرح

حلت وحرمت میں بھی باعث تخفیف ہے۔

۲۰۔ ذبیحہ تو صرف مسلمان اور کتابی کا حلال ہے مگر ذبیحہ کے علاوہ اور خشک خوردنی اشیاء مثلاً پھل فروٹ، اجناس وغیرہ ہر کافر ومشرک کے ہاتھ کے جائز وحلال ہیں۔

جن اشیاء میں صنعت کی ضرورت پڑتی ہے ان میں چونکہ ان کے ہاتھ اور برتن کا استعمال ہوتا ہے اس لیے بلاضرورت شدیدہ استعمال نہ کرے؛ البتہ اگر طہارت کا اورکسی حرام چیز کی عدم شمولیت کا یقین ہو تو پھر استعمال میں حرج نہیں (ملاحظہ کیجیے:معارف القرآ ن مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ۳،۴۹)۔

۲۱۔ اگر علم ہو کہ کسی پروڈکٹ میں حرام شامل ہے یا کسی خاص پروڈکٹ کے بارے میں توعلم نہ ہو لیکنیہ معلوم ہو کہ اس کاصانع بالالتزام حرام شامل کرتا ہے تو اس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔

اگر کچھ علم نہ ہو اورمعاملہ گوشت یا اس سے بنی ہوئی کسی ایسی چیز کا نہ ہو جس میں اصل حرمت ہو تو وہ چیز حلال کہلائے گی۔

اسی طرح اگر کسی شئی میں الکحل کا ملایا جانا ثابت ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ وہ انگور یا کھجور سے کشیدکیا ہوا ہے تو وہ چیز ناپاک اور حرام ہوگی۔

اگر معلوم ہوکہ الکحل انگور وکھجور کے علاوہ کسی اور چیز سےکشید کیا گیا ہے تو وہ پروڈکٹ پاک اور حلال ہوگی بشرطیکہ نشہ کی حد تک اس میں الکحل شامل نہ ہو۔

اگر الکحل کا ماخذ معلوم نہ ہو؛ لیکن قرائن کی بنا پر اغلب یہ ہو کہ وہ الکحل انگور وکھجور سے حاصل کردہ نہیں ہے جیساکہ آج کل غالب یہ ہے کہ انگور اور کھجور کے علاوہ دیگر نباتات سے الکحل حاصل کیا جاتا ہےتو ایسی مصنوعات کو حلال اورپاکتصور کیا جائے گا ۔

اگر کسی چیز کے بارے مینیقینی معلوم ہو کہ وہ حرام ہے یا نجس ہے اور پھر شک پیدا ہوجائے کہ تبد یلئ ماہیت کے نتیجے مینوہ پاک وحلال ہوا ہے یا نہیں تو اسے حرام اور نجس ہی متصور کیا جائے گا؛ کیونکہ اس کاحرام او رنجس ہونا یقینی ہے جب کہ حلت وطہارت میں شک ہے اور تعارض کے وقت یقین کو شک پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ مثلا جیلاٹن بڑی مقدار مینجانور کی ہڈیوں سے حاصل کیا جاتا ہے اور بنانے والے یورپی ممالک ہیں جن کے ہاں حلال ذبیحہ کا اہتمام نہیں ہوتا، گویا جیلاٹن مردار کی ہڈیوں سے بنایا جاتا ہے، اور مردار کی ہڈی پر اگر چکناہٹ نہ ہو تو وہ پاک ہوتی ہے لیکن حلال نہیں ہوتی۔ حلال ہونے کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ہڈی میں انقلاب ماہیت ہوجائے، لیکن انقلاب ماہیت میں شک ہو تو وہ پروڈکٹ حرام ہوگا؛کیونکہ ہڈی اصل میں حرام تھی اور بذریعہ تبدیلئ ماہیت اس کے پاک ہونے میں شک ہے۔

اشیاء میں اصل حلت ہے مگر گوشت میں اصل حرمت ہے، اس لیے گوشت اسی وقت حلال کہلائے گا جب دلیل سے اس کا حلا ل ہونا ثابت ہوجائے،اس لیے غیر مسلم ممالک سے درآمد کیا گیاگوشت اسی وقت حلال کہلائے گا جب یقینی دلیل سےاس کا حلال ہونا ثابت ہوجائے ، اور مسلم ممالک کا ذبیحہ حلال کہلائے گا مگر یہ کہ دلیل سے اس کا حرام ہونا ثابت ہوجائے۔

۲۲۔ حلت وحرمت اور طہارت ونجاست کا تعلق دیانات سے ہے اور دیانات میں خبر واحد قابل قبول ہے؛ لیکن شرط یہ ہےکہ خبر دینے والا مسلمان ،عاقل اور بالغ ہو۔ اگر مخبر فاسق ہو یا مستور الحال ہو تو تحری کے بعد غالب گمان پر عملواجب ہے۔ بچے اور معتوہ اور کافر کی خبر کا اعتبار نہیں؛ البتہ منادی سلطان اگر چہ فاسق ہو پھر بھی اس کی خبر قبول ہے۔ اگر کافر کی خبر معاملات میں قبول کرنے سے دیانات میں قبول کرنا لازم آرہا ہو تو پھر ضرورۃ دیانات میں بھی اس کی خبر مقبول ہوگی، دیانت میں اگر چہ خبر واحد مقبول ہے لیکن خبر واحد قبول کرنے سے اگر کسی کی ملک کا ابطال لازم آتا ہوتوپھر کامل نصاب درکار ہوگا مثلا ایک عورت زوجین میں سے کسی ایکیا دونوں کے متعلق گواہی دے کہ اس نے زوج یا زوجہ یادونوں کو مدت رضاعت میں دودھ پلایا تھا تو نکاح کے فساد کا حکم نہیں دیا جائے گا (ملاحظہ فرمائیں: فاکھۃالبستان فی مسائل ذبح وصید الطیر والحیوان للعلامۃ المخدوم ہاشم السندی، مطلب فی قبول خبر المستور والفاسق فی الدیانات،۱۷۱، اور اس کے بعد کے صفحات، دار الکتب العربیہ)۔

حصہ دوم

غذائی مصنوعا ت کے بار ےمیں درج ذیل مسائل تحقیق چاہتے ہیں:

۱۔کارمائن

۲۔وہ مصنوعات جن میں قلیل مقدار میں حرام شامل ہو

۳۔مردار کی ہڈی کی حلت وحرمت

۴۔دردی الخمر

۵۔الکحل

۶۔جہاں حلال گوشت کے ساتھ حرام گوشت بھی ملتا ہو(کارمائن) Carmine (کوچنیل) Cochineal

موجودہ ترقییافتہ دو رمیں انسان مختلف قسم کے رنگوں کا استعمال کررہا ہے، خاص کرکھانے پینے کی بعض اشیاء، ادویات اورخواتین کے میک اپ کی اشیاء میں مختلف قسم کے رنگوں کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ رنگ مختلف ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں، مثلاً: پھل، سبزیاں، پھول، کیڑے مکوڑے اور کیمیکلز ،وغیرہ۔

ان رنگوں میں سے لال رنگ کا استعمال زمانۂ قدیم سے ہے۔ پہلے یہ رنگ مصوری

میں ، کپڑے اوردھاگے رنگنے میں استعمال ہوتا تھا اور آج ترقییافتہ دو رمیں اسے کھانے پینے کی اشیاء اور خواتین کے میک اپ کے سامان، مثلاً لپ اسٹک وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اس لال رنگ کے حصول کا ایک ذریعہ ''کوچنیل '' نامی ایک مادہ کیڑا ہے، جس کی غذا ''کیکٹس '' نامی ایک پودا ہے۔ یہ کیڑا لاطینی امریکہ میں پایا جاتا ہے اور دنیا کے مختلف علاقوں میں اس کی فارمنگ کی جارہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ :

۱۔ کیا کوچنیل کیڑے سے حاصل کردہ مذکورہ رنگ پاک ہے یا نہیں؟

۲۔ کیا کوچنیل کیڑے سے حاصل کردہ رنگ کا استعمال کھانے پینے میں جائز ہے؟

۳۔ کیا کوچنیل کیڑے سے حاصل کردہ رنگ کا استعمال میک اپ کے سامان مثلاً لپ اسٹک وغیرہ میں درست ہے یا نہیں؟

کارمائن کے متعلق تحقیق:

سرخ رنگ، کارمینک ایسڈ کا ایلومینیم رنگ (ایلو مینیم لیک)، رنگ دار مادہ جو کوچنیل نامی مادہ کیڑے کے جسم سے حا صل کیاجاتا ہے۔ درج ذیل ناموں سے مراد یہی سرخ رنگ ہے۔

۱۔ کارمائنCarmine))

۲۔ کارمینک ایسڈ (Carminic Acid)

۳۔ نیچرل ریڈ (Natural Red)

۴۔ کوچنیل (Cochineal)

۵۔ کرمزن لیک (Crimson Lake)

۶۔ مختلف مصنوعات میں جو اضافی عناصر (Food Additives) شامل کیے جاتے ہیں ،ان کے لیے عددی اشارے مقرر کیےگئے ہیں جنہیں ای نمبرز (E-Numbers)کہا جاتا ہے، اس کے حساب سے کارمائن (Carmine)کا عددی رمز E.120 ہے۔

۷۔ کاسمیٹک انڈسٹری کارمائن کے لیےC.I.75470 کا کوڈ استعما ل کرتی ہے۔

اضافی اجزاء:

غذائی مصنوعات میں تیاری ،تکمیلی مرحلے،پیکیجنگ اور ذخیرہ کار ی کے موقع میں کچھ اضافی اجزاء شامل کیے جاتے ہیں۔یہ اضافی اجزاء کبھی تو خود استعمال سے مقصود ہوتےہیںیعنی ان کی حیثیت خام مال یا تکمیلی مواد کی ہوتی ہے، اور کبھی ان کی غذائی قدروقیمت نہیں ہوتی بلکہ ان کامقصد پروڈکٹ کی حفاظت، ذائقے کی بہتری، خوبصورتی،پتلایا گاڑھا بنانا، دیرپا اور محفوظ کرنا وغیرہ ہوتا ہے۔ اشیاء کی خوشنمائی اور عمدگی اور ان کو جاذب نظراور پرکشش بنانے کے لیے بھی مختلف قسم کے اجزاء

استعما ل کیے جاتے ہیں؛ تاکہ زبان کے ساتھ نگاہ بھی لطف اٹھائے اور انسان کےجمالیاتی ذوق کی تسکین ہو۔ رنگ کے لیےجواضافی اجزاء استعمال کیے جاتے ہیں ان کاای نمبر ایک سو سے دوسو یا ایک سو اسی کے درمیان ہوتا ہے۔ پھررنگ کی ایک ذیلی تقسیم سرخ،پیلے،نیلے وغیرہ کےحساب سے قائم کی گئی ہے، مثلا یہ کہ ایک سو سے ایک سو دس تک سبز رنگ کےلیے ہوں گے وغیرہ۔

کارمینک ایسڈ کی خصوصیت اور استعمال:

کارمینک ایسڈ (Carminic Acid)کا ای نمبر ۱۲۰ہے اور یہ گہرے اور شوخ قسم کا سرخ رنگ ہے، سرخ رنگ پھلوں اور سبزیوں سے بھی حاصل کیا جاتا ہے مگر جوشوخی اورتیزی کارمینک ایسڈ میں ہے وہ اور کسی شئی میں نہیں، اسی خصوصیت کی وجہ سے یہ ر نگ زمانہ قدیم سے مصوری اور کپڑوں کے رنگنے میں استعمال ہوتا ہے۔زمانہ حال میں اس کا استعمال کھانے پینے کی اشیاء ،دواؤناور میک اپ کے سامان میں بھی ہوتا ہے۔اس لیے سوال پید ا ہوتا ہے کہ کیایہ رنگ حلال ہے یا حرام، اور جس پروڈکٹ مینیہ شامل ہو اس کا استعما ل درست ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب اس نکتے پر موقوف ہے کہ کارمینک ایسڈ کا ماخذ کیا ہے؟

کارمینک ایسڈ کا ماخذ:

رنگ اگر پاک اور حلال اشیاء سے بنایا گیا ہو اور اتنی مقدار میں کسی پروڈکٹ میں شامل کیا گیا ہو جو نقصان دہ اور نشہ آور (مضر اورمسکر) نہ ہو تو اسے ملانے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں ،مگر کارمینک ایسڈ کامعاملہ اس سے مختلف ہے؛کیونکہیہ رنگ کوچنیل نامی مادہ کیڑے سے حاصل کیاجاتا ہے، جسے اردو میں کرم دانہ اور کچنیلا اور عربی میں قرمز کہتے ہیں، اسی سے قرمزی رنگ حاصل کیا جاتا ہے، یہ کیڑا لاطینی امریکہ میں پایا جاتا ہے اور قیمتی سرخ رنگ کا ماخذ ہونے کی وجہ سے مختلف خطوں میں اس کی فارمنگ بھی کی جاتی ہے،اس وقت پیرو اس کا سب سے بڑا برآمد کنندہ ہے (۱)۔

یہ کیڑا کیکٹس کے پودے پر پایا جاتا ہے اور یہی پودا اس کامسکن اور غذا ہوتا ہے۔ ان پودوں سے اسے اتار کرمصنوعی گرمائش کے ذریعے ماردیا جاتا ہے یا پھر گرم پانی میں ڈال کر ابال دیا جاتا ہے، پھر خشک کرنے کے بعد اسےکوٹا اور پیسا جاتا ہے جس سے ابتدائی درجے کا سرخ رنگ حاصل ہوجاتا ہے جسے (Cochineal Extract) کہتے ہیں۔ مگر جب اسےمحلول میں ڈال کرمزیدکیمیائی مراحل سے گزارا جاتا ہے تو سرخ رنگ کامواد الگ ہوجاتا ہے اور پھر اس سے جب رنگ کشید کیا جاتا ہے تو انتہائی عمدہ قسم کا سرخ رنگ برآمد ہوجاتا ہے جسے کارمائن کہا جاتا ہےکارمائن کو ماکولات ،مشروبات،ادویات اور دیگر مصنوعا ت میں استعمال کیا جاتا ہے (۲)۔

جب کوئی پروڈکٹ فروخت کے لیےپیش ہو اور اس کےلیبل پر پروڈکٹ میں شامل

تمام اجزاء کی تفصیل بھی درج ہوتوصارف اطمینان کے ساتھ اسے خریداور استعمال کرسکتا ہے، جن ملکوں نے صارف کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے ایسی قانون سازی کرلی ہے کہ لیبل پرپورا نام اور مکمل حقیقت درج کرنا ضروری ہے، وہاں کے صارفین توکسی تردد اور تذبذب کے بغیرکسی شئی کے استعمال اور عدم استعمال کا فیصلہ کرسکتے ہیں، مگر ہمارے یہاں اشیاء پراجزاء ترکیبی کی فہرست یا درج نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو مجمل قسم کی ہوتی ہے کہ اس میں قدرتی رنگ اورمصنوعی ذائقہ بھی شامل ہے، مگر وہ مصنوعی ذائقہ اور رنگ کس شئی سے تیار کیا گیاہے؟کمپنی اسے اجمال کے دبیز پردے میں چھپالیتی ہے۔ جو لوگ حلال اور حرام کے احکام کے پابند نہینیا جو لوگ پابند ہیں مگر دھیان نہیں دیتے ان کے لیےیہ کوئی غیر معمولی واقعہ اور نوٹس طلب امر نہیں؛ مگر جو لوگ محتاط اور پابند زندگی گزار تے ہیں ان کے سامنے اصل حقیقت کی وضاحت ضروری ہے۔

حاصل تعارف:

اب تک جو کچھ بیا ن ہوا اس کا حاصل یہ ہے کہ کوچنیل ایک کیڑا ہے جس میں سرخی اور لالی ہوتی ہے اور اس سے سرخی کشید کرکے مختلف اشیاء میں ملادی جاتی ہے۔

چند شرعی اصول:

کوچنیل کے شرعی حکم کے بیان سے قبل چند شرعی اصولوں کی وضاحت ضروری ہے؛ کیونکہ ان ہی اصولوں کی بنیاد پر کوچنیل کا شرعی حکم معلوم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ اشیاء کے داخلی اور خارجی استعمال میں فرق ہے۔اس فرق کی وجہ سے بسا اوقات ایک چیز کا داخلی استعمال ناجائز ہوتا ہے مگر خارجی استعمال درست ٹھہرتا ہے۔

۲۔ حلال اور پاک میں بھی فرق ہے۔حلال اشیاء پاک ہوتی ہیں اور ان کا کھانا جائز ہوتا ہے مگر پاک اشیاء کا حلال ہونا ضروری نہیں۔بعض چیزیں ایسی ہیں جو پاک تو ہیں مگر ان کا کھانا حلال نہیں ہے جیسے مچھلی کے علاوہ دیگر سمندری مخلوقات پاک ہیں مگر ان کا کھانا حلال نہیں، اسی طرح عورت کا دودھ پاک ہے مگر سوائے اس کے بچے کے کسی اور کے لیے اس کاپینا حرام ہے، اور بچے کے لیے بھی ولادت کے بعد ابتدائی دو سالوں میں پینا حلال ہے، دو سال کے بعد اس کے لیے بھی پیناحلال نہیں ۔

۳۔ بری جانوروں کی تین بڑی بڑی قسمیں ہیں :

۱ : .... جن میں بہتا ہوا خون ہو ۔

۵ :.... جن میں خون تو ہو لیکن بہنے والا نہ ہو ۔

۳ :.... اور جن میں سرے سے خون ہی نہ ہو۔

جتنے کیڑے مکوڑے ہیں وہ اس دوسری قسم میں داخل ہینیعنی ان میں خون تو ہوتا ہے مگر بہنے والا نہیں ہوتا ہے(۳)۔

۴۔ شریعت جب کسی چیز کو حرام قرار دیتی ہے تو درج ذیل اسباب میں سے کسی ایک کی بناپر قرار دیتی ہے:

الف: کرامت

ب:مضرت

ج:نجاست

د:اسکار

ھ:خبث (۴)۔

خبث سے مراد یہ ہے کہ سلیم فطرت اور صحیح طبیعت کو اس سے گھن آئے ۔اسکار کا مطلب اس کا نشہ آور ہونا ہے، اور نجاست سے گندگی اور پلیدی مراد ہے۔مضرت یہ ہے کہ وہ شی نقصان پہنچاتی ہو، اور کرامت کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کا رتبہ اور مرتبہ اس قدر بلند ہو کہ وہ خود تو اشیاء کو استعمال میں لاتی ہو مگر وہ خود کسی کے استعمال میں نہیں آسکتی ہو؛ کیونکہ شریعت نے اسے اعزاز واکرام بخشا ہے۔

۵۔ کوئی تنگی او رمجبوری ہو اور حلال ذرائع سے وہ دور نہ کی جاسکتی ہو توشریعت کے قانون ضرورت کا سہار ا لے کر وہ تنگی دور کی جاسکتی ہے، مگر جہاں تنگی نہ ہو یا تنگی ہو مگر نام کی تنگی ہو اور شریعت اس کو تنگی تسلیم نہ کرتی ہو تو ایسے مواقع پرشریعت کے قانون ضرورت سے کام لے کر حرام کے استعمال کی اجازت نہ ہوگی۔

کوچنیل کا شرعی جائزہ:

اب ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ کوچنیل کے متعلق کوئی شرعی تبصرہ کرسکتے ہیں:

۱۔ خبث۔

ب۔ خون۔

کوچنیل کیڑا ہے اور کیڑا ہونے کی بنا پر پاک ہے اور پاک ہونے کی وجہ سے اس کا بیرونی استعمال جائز ہے، مگر حلال نہیں ہے؛ کیونکہ کیڑے خبائث میں سے ہیں اور خبائث کا کھانا حلال نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مکھی کھانے میں گرجائے تو پاک ہونے کی وجہ سے سالن ناپاک نہیں ہوتا مگر حلال نہ ہونے کی وجہ سے اس مکھی کا کھانا جائز نہیں ہوتا۔ مٹھائی میں چیونٹیاں پڑگئی ہوں تو چیونٹیاں نکال کر اس کا کھانا جائز ہوتا ہے مگر چیونٹیاں کھانا یا چیونٹیوں سمیت اس مٹھائی کا کھانا جائز نہینہوتا (۵)۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اشیاء میں کارمائن کا استعمال عام ہے۔ عالمی ادارہ صحت نے کئی انواع کی مصنوعات کے لیے کارمائن کی شرح استعمال کی حد مقرر کی ہے،جس سے یہ اندازاہ لگایا جاسکتا ہے کہ کارمائن کتنے انواع واقسام کی مصنوعات میں استعمال ہوتا ہے۔ حلال کی رہنمائی فراہم کرنے والے مستنداداررے بھی ایسی سینکڑوں اشیاء کی فہرست آویزاں کیے ہوتے ہیں جن میں کوچنیل کی نشاندہی کی ہوتی ہے اور خودتجربہ

ومشاہدہ کیا جائے تو کئی مصنوعات کے اجزاء ترکیبی میں کوچنیل کی شمولیت کی صراحت ملتی ہے۔ مطلب یہ ہےکہ کارمائن کا استعمال اب عام ہے، مگر اس کثرت کے باوجود کارمائن کو جائز نہیں کہا جاسکتا؛کیونکہ غیر مسلم اسے استعمال کرتے ہیں تو ان کاعمل مسلمانوں کے لئے معیار نہیں، اور اگر مسلمان استعمال کرتے ہیں تو ناواقفیت کی وجہ سے کرتے ہیں، اور اگرحقیقت کے علم کے باوجود ایسا کرتے ہیں توایسے لوگوں کے استعمال کا اعتبار نہیں۔شریعت کے نزدیک جن لوگوں کی فطرت سلیم اور طبع مستقیم ہو ان کی طبیعت وفطرت کا اعتبار ہے، اور طبیعت اسی وقت فطرت کے مطابق ہوسکتی ہے اور ذوق اسی وقت اعلی اور درست قرار دیا جاسکتا ہے جب وہ شریعت کے مطابق ہو، اور شریعتیہ کہتی ہے کہ کیڑوں میں خبث ہے اور جب ان میں خبث ہے تو سلیم فطرت انسان اس کا استعمال نہینکرسکتا۔

کوچنیل میں حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ ہےکہ اس میں خون ہوتا ہے، خون اگر سائل نہ ہو تو ناپاک تو نہیں ہوتا مگر اس کا کھانا بھی نہیں ہوتا (۶)۔

کوچنیل میں مضرت کا پہلو بھی ہے؛ کیونکہ اس کے استعمال سے لوگ دمہ اور الرجی کا شکار ہوجاتے ہیں؛ چنانچہ برطانیہ کی (HASCG) نامی تنظیم بچوں کے لئے اس رنگ کے استعمال کو منع کرتی ہے (۷)۔

اگر کارمائن کو اس کے مضرت کے پہلو سے دیکھا جائے تو اس سے اجتناب برتنا ضروری ہوگا جیساکہ مذکورہ تنظیم کا دعوی ہے، لیکن اگر اس قسم کے واقعات معقول تعدا دمیں نہ ہوں تو ان سےصرف نظر کیاجاسکتا ہے۔

اب تک کی گفتگو سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ کوچنیل کا کھانا ایک سے زائد وجوہات کی بناپر درست نہیں ہے۔شنیدیہ بھی ہےکہ کوچنیل کو الکحل میں ڈال کر اس سے سرخ رنگ کشید کیا جاتا ہے، اگر یہ درست ہو تو پھر جن صورتوں میں الکحل کا استعمال جائز نہ ہو، ان صورتوں میں الکحل شامل ہونے کی وجہ سے کوچنیل کا استعمال بھی جائز نہ ہوگا۔

بہرحال مضرت اور الکحل کی شمولیت سے تو یقینی طور پر کوچنیل کو حرام نہیں کہا جاسکتا مگراس وجہ سے کہ کوچنیل کیڑا ہے اور کیڑا خبائث میں داخل ہے اور کوچنیل میں خون ہوتا ہے اور خون حرام ہے، ان دو وجوہات کی وجہ سے کوچنیل کا کھانا ناجائز ہے، اور یہی دودلیلیں کوچنیل کے عدم جواز کی ٹھوس اور بنیادی دلیلیں ہیں۔

کوچنیل کے بارے میں جو چیز غور وفکر پر مجبور کرتی ہے وہ اس کا کثرت استعمال ہے، اس کثرت استعمال کی وجہ سے اس سے بچنا مشکل ہے اور جن چیزوں سے بچنا مشکل ہو شریعت ان میں رخصت اور رعایت دے دیا کرتی ہے؛ کیونکہ شریعت حتی الامکان مکلف کو تکلیف اور مشقت سے بچاتی، رعایت بخشتی اور سہولت فراہم کرتی ہے۔

یہ دلیل وزنی اورمعقول معلوم ہوتی ہے اور مجبو ر شخص کے بارے میں اور کوچنیل کے بیرونی استعمال کے سلسلے میں اس کاوزن بھی تسلیم ہے مگر خوردنی استعمال کے بارے میں اس استدلا ل میں زیادہ وزن نہیں ہے؛ کیونکہ جو لوگ مجبور ہوں ان کو شریعت کے قانون ضرورت کے تحت اجازت ہوگی، مثلا مریض ہے اور دو ا صرف ایسی دستیاب ہے جس میں کوچنیل ہے اور اس دوا کے استعمال سے ماہر ڈاکٹر کے بقول شفا کی امید غالب ہے تو اسے ضرورت کے قانون کے تحت کو چنیل ملی دوا کھانے کی اجازت ہوگی، اسی طرح اگر کوچنیل کاسمیٹکس کے سامان میں استعمال ہوا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے؛ کیونکہ کیڑے کو شریعت غذا کے طور پراستعمال کی اجازت نہیں دیتی جبکہ کوچنیل میں غذائیت کا پہلو بھی نہیں ہے؛ کیونکہ وہ نہ غذا ہے نہ دوا ہے بلکہ رنگ ہے، اور رنگ بحیثیت رنگ ہونے کے ہماری مجبوری نہیں، انسان ہونے کے ناطے ہم کسی کالے، پیلے اور سرخ رنگ کے محتاج نہیں۔

اگر رنگ کا استعمال ناگزیر ہو تو دیگر رنگ موجود ہیں، اور اگر سرخ رنگ ہی مطلوب ہو تو انگور اورچقندر وغیرہ سے حاصل کیاجاسکتا ہے، اور اگر زیادہ سرخی ،گہری شوخی اور تیز لالی مقصود ہو تو یہ کوئی اتنی بڑی ضرورت نہیں کہ اس کی وجہ سے کیڑے مار کر کھانے کی اجازت دیجائے۔

الحاصل:

۱۔ کوچنیل سے حاصل کردہ رنگ پاک ہے بشرطیکہ کسی مرحلے میں اس میں کوئی ناپاک شامل نہ ہو۔

۲۔ کھانے پینے کی اشیاء میں کوچنیل کا استعمال جائز نہیں۔

۳۔ کوچنیل کا بیرونی استعمال جائز ہے۔

حواشی و حوالہ جات:

۱۔ معنی ومطلب

قرمز،فرنگی ،کرم دانہ۔ (اسٹینڈرڈ اردو ڈکشنری،۱۹۹)

‘‘ cochineal۱۔سرخ، قرمزی رنگ جو خصوصاً کھانے کی چیزوں کو رنگنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، ۲۔میکسیکوکے کیڑے قرمز dactylopius coccus کی مادنیو نکے سوکھے جسم جن سے یہ رنگ حاصل ہوتا ہے۔ ’’

(اوکسفرڈ انگلش اردوڈکشنری،ص: ۲۷۲، مترجم: شان الحق حقی، ط: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس)۔

۲۔ کارمائن کی تیاری کا طریقہ دیکھنے کے لیے ملاحظہ کیجیے:

Youtube video 1: http://www.youtube.com/watch?v=jSgteZSLJ90&feature=related

Youtube video 2:http://www.youtube. com/watch?v= 9YzM1Edb6mo

Once all of the insects are collected, farmers pour them onto a wooden plank. For five to six minutes, the farmer will shake the beetles in a process that eventually kills the insects while retaining their dark colors. There are other ways to kill the bugs .....

)http://www.businessinsider.com/how-cochineal-insects-your-food-and-drinks-2012-3?op-1(

٣۔ وأما الذییعیش فی البر فأنواع ثلثۃ:مالیس لہ دم أ صلا،وما لیس لہ دم سائل...وما لہ دم سائل...'' (ہندیہ: الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من الحیوان ،ص: ٩٨٢ ،ج: ٥،ط:کوئٹہ)۔

عربی فتاویٰ جات میں بھی حشرات کوپاک لکھا ہے اور ان کے کھانے کو حرام کہا گیاہے :

''واعلم أن کل ما لا یفسد الماء لا یفسد غیر الماء وہو الأصح کذا فی المحیط والتحفۃ والأشبہ بالفقہ کذا فی البدائع، لکن یُحرم أکل ہذہ الحیوانات المذکورۃ، وما عدا السمک الغیر الطافی لفساد الغذاء وخبثہ متفسخا أو غیرہ وقدمناہ عن التجنیس'' (البحرالرائق :کتا ب الطہارۃ١ٖ ١٦٤ ،ط :مکتبہ رشیدیۃ، کوئٹہ) ۔

(ویکرہ أکل الضبع... والحشرات کلھا) والظاھر أن الحشرات کلھا من الخبائث (فتح القدیر: کتاب الذبائح، فصل فیما یحل أکلہ وما لا یحل،٩ٖ ٥١٣،٥١١، ط:دار الکتب العلمیۃ)۔

'' وموت ما لیس لہ نفس سائلۃفی الماء لا ینجسہ کالبق والذباب والزنابیر والعقار ونحوھا'' (الہندیہ، البا ب الثالث فی المیاہ ،الفصل الثانی ، ١ٖ ٢٤،ط:کوئٹہ) ۔

(''... وما لیس لہ دم سائل کالبق والذباب) لأن النجس ھو الدم المسفوح'' (السعایۃ، کتاب الطھارۃ ١ٖ ٣٥٤،٣٥٦،ط:سہیل اکیڈمی)۔

''وکذلک مالیس لہ دم سائل مثل الحیۃ والوزغ وسام أ برص وجمیع حشرات الأرض وھوّام الأرض من الفارۃ و القراد و القنافذ والضب و الیربوع وابن عرس ونحوھا'' (بدائع:الذبائح والصیود٥ٖ ٣٦،ط:مکتبہ رشیدیہ،کوئٹہ)۔

''فما لا دم لہ أصلا مثل الجراد والزنبور والذباب والعنکبوت والخنفساء والعقرب والببغاء ونحوھا لا یحل أکلہ إلا الجراد خاصۃ'' (ہندیۃ:الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من الحیوان٥ٖ ٢٨٩، کوئٹہ)۔

۴۔ کیڑے طبعی طور پر مرغوب نہیں ہوتے ہیں، سلیم طبیعتوں کو ان کے کھانے سے گھن آتی ہے۔ جن چیزوں سے ذوق سلیم اور طبع مستقیم کوکراہت محسوس ہو،وہ شرعاً بھی ناجائز ہوتی ہیں۔ تنقیح ا لفتاوی الحامدیہ میں ہے :

''ضبط أہل الفقہ حرمۃ التناول إما بالإسکار کالبنج وإما بالإضرار بالبدن کالتراب والتریاق أو بالاستقذار کالمخاط والبزاق وہذا کلہ فیما کان طاہراً'' (٩ٖ ٣٦٣،ط:المکتبۃ الحبیبیۃ)۔

(‘‘ولا یحل ذوناب یصید بنابہ ...ولا الحشرات) ھی صغار دواب الأرض واحدھا حشرۃ... ثم قال: والخبیث ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ...وتحتہ فی الرد: قال فی معراج الدرایۃ: أجمع العلماء علی أن المستخبث حرام بالنص وھو قولہ تعالی:ویُحرم علیھم الخبائث’’ (رد المحتار، کتاب الذبائح۶، ۳۰۵،۳۰۶، ط: ایچ ایم سعید)۔

‘‘وحل غراب الزرع ...لا الأبقع ...والحشرات...یعنی ھذہ الأشیاء لاتؤکل... والحشرات فلأنہا من الخبائث وقد قال تعالی: ویحرم علیھم الخبائث’’ (البحرالرائق ،کتاب الذبائح ۸، ۱۷۲،ط:رشیدیہ)۔

یہی مضمون ‘‘بہشتی زیور’’ میں بھی ہے :

‘‘جاننا چاہئے کہ شریعت مطہرہ میں استعمال کے منع ہونے کی وجہیں چار ہیں: نجاست...مضر ہونا ... استخباث، یعنی طبیعت سلیمہ کا اس سے گھن کرنا، جیسے کیڑے مکوڑوں میں،اور نشہ لانا ’’ (بہشتی زیور ،نواں حصہ، ص: ۹۸،میر محمد کتب خانہ)۔

مذکورہ بالا عبارت سے کچھ پہلے ایک دوسرے مقام پر ہے :

‘‘... اسی طرح سرکہ کو مع کیڑوں کے کھانا یا کسی معجون وغیرہ کو جس میں کیڑے پڑگئے ہوں، مع کیڑو نکے یامٹھائی کومع چیونٹیوں کے کھانا درست نہیں، اور کیڑے نکال کر درست ہے ’’ (بہشتی زیور،نواں حصہ،ص: ۱۰۴)۔

۵۔ فتاویٰ مظاہر العلوم میں ہے :

‘‘مکھی غیر ذی دم مسفوح ہے،لہذا جب سالن میں گر جاتی ہے تو اس کےمرنے سے سالن ناپاک نہیں ہوتا، لہذا اس سالن کاکھانا شرعاً جائز قرار پایا، اور چونکہ مکھی منجملہ خبائث کے ہے، اور تمام خبائث کا کھانا حرام ہے، لہذا مکھی کا کھانا اور کھلانا حرام ہوگا (کتاب الحظر والاباحہ، باب الأکل والشرب ۲۹۸،۱، ط: مکتبۃ الشیخ)۔

کوچنیل ایک کیڑا ہے جس میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں :

‘‘حشرات کو غیر ذی دم مسفوح مانا گیا ہے’’ (بہشتی زیور،نواں حصہ،ص: ۱۰۶)

فتاویٰ رحیمیہ میں ایک ایسا فتوی درج ہے جو لگتا ہے کہ کوچنیل ہی کے متعلق ہے، صرف نام کی صراحت نہیں ہے :

سوال: یہاں دکانوں میں لال شربت ملتا ہے،اس کے اندر جو سرخی اور لالی ہوتی ہے وہ ایک قسم کی مکھی سے کشید کی جاتی ہے۔اس مکھی کو پیس کر یا کسی اور طریقہ سے سرخی کشید کرتے ہیں اور اس کوشربت میں ملاتے ہیں تو اس شربت کا پینا کیسا ہے؟

الجواب: ‘‘مکھی اور چیونٹی میں دم سائل نہیں ہے، اس لئے پاک ہے، مگر کھانا حلال نہیں، خارجی استعمال درست ہے، داخلی استعمال درست نہیں، لہٰذا اس کا کوئی جز شربت میں پڑتا ہوتو اس کا استعمال جائز نہ ہوگا ’’ (کتاب الحظر والاباحۃ، باب ما یجوز أکلہ

ومالا یجوز۹، ۱۳۸ ،ط: دار الاشاعت)۔

بہشتی زیور میں بھیبھی بات کہی گئی ہے :

''کیڑے مکوڑے اور خشکی کے جملہ وہ جانور جن میں دم سائل نہ ہو، پاک ہیں، جیسے حشرات الارض، بچھو ،تیتے، چھوٹی چھپکلی جس میں دم سائل نہ ہو، چھوٹا سانپ جس میں دم سائل نہ ہو، خارجاً ان کا استعمال ہر طرح درست ہے اور داخلاً سب حرام ہیں،سوائے ٹڈی کے '' (بہشتی زیور ،نواں حصہ، ص ۱۰۴ :میر محمد کتب خانہ)۔

۶۔ حشرات میں دم غیر مسفوح ہوتا ہے اور دم غیر مسفوح پاک تو ہے، مگر اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ بہشتی زیور میں ہے: ''مذبوح جانور کی گردن مدیں موضع ذبح پر جو خون لگا ہوتا ہے وہ دم مسفوح ہے، بلا دھوئے اور خون چھوٹے طہارت نہینہوسکتی۔ ہاں جو خون رگوں کے اندر یا جلدوغیرہ میں رہ جاتا ہے وہ غیر مسفوح ہے اور دفعاً للحرج کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور سوائے اس کے اور خون غیر مسفوح پاک تو ضرور ہیں، مگر داخلاً جائز نہیں، جیسے کوئی کھٹمل کا خون کھانا چاہے '' (بہشتی زیور، نواں حصہ، ص: ۱۰۶، میر محمد کتب خانہ)۔

۷۔ برطانیہ کی (HASCG) نامی تنظیم بچوں کے لئے اس رنگ کے استعمال کو منع کرتی ہے:

"\Important E - Numbers to Avoid \:

Some countries have displayed a more responsible attitude and, as you will see from the lists below, have banned certain substances.....Any substance marked with(*) means that it is derived from animals) mostly pigs(and should be avoided if a child has pork allergies .

Colourant E numbers banned in some countries" :

,...\E120* Cochineal, red colour"\ ... ,

)http://www.safekids.co.uk/enumberstoavoid.html (

"\E120 Cochineal, Carminic acid, Carmines

Red colours;; made from insects; ; rarely used;; the HASCG recommends to avoid it, especially hyperactives, rhinitis sufferers, urticaria, asthmatics and aspirin cause of allergic reactions. Typical products include alcoholic beverages, dyed cheeses, puddings, icings, sweets, sauces, fizzy drinks, cakes, soups and pie fillings .

Banned in USA.\"(http://mbm.net.au/health/100-181.html(

The World Health Organisation has found that cochineal extract may cause asthma in some people. Others may see an allergic reaction.

http://www.dailymail.co.uk/femail/article-2120796/Starbucks-admits-

Strawberry-Frappuccino.

وہ مصنوعات جن میں قلیل مقدار میں حرام شامل ہو

بعض غذائی مصنوعات جو کسی غیرمسلم ملک سے درآمد کی جاتی ہیں، ان میں کوئی حرام جز بھی شامل ہوتاہے، مگر وہ جز مقدار میں اتنا کم ہوتا ہے کہ پورے پروڈکٹ کے مقابلے اس کی نسبت بہت کم بالکل نہ ہونے کی برابر ہوتی ہے، مثلا ہزار لیٹر محلول میں ایک لیٹر الکحل ہو تو اس کی نسبت ہزارواں حصہ بنتی ہے، گویا کہ پانی کے ہزار قطروں میں ایک قطرہ حرام کا ہے۔

اگر مقدار کی اس کمی کو مدنظر رکھیں اور اس کے ساتھ کچھ اورعقلی اور نقلی دلائل کا اضافہ کرلیں تو بظاہر ایسے پروڈکٹ کا خوردنی استعمال جائز ہونا چاہیے،مثلا:

۱۔ شراب جب بدل کر سرکہ بن جائے تو بالاتفاق وہ حلال ہوجاتا ہے حالانکہ ماہرین کے بقول اس میں پھر بھی دوفیصد شراب کے اجزاء باقی رہتے ہیں مگر شریعت اس مقدار کو خاطر میں نہیں لاتی اور اس کو حلال تصور کرتی ہے،لہذا قلیل حرام شامل ہو تو پروڈکٹ کو حلال ہونا چاہیے جیساکہ سرکہ حلال ہے۔

۲۔ اگر کسی پروڈکٹ میں کسی عنصر کی آمیزش بہت کم مقدار میں ہے تو علاوہ صانع کے کسی اور کےلیے اس کا علم بہت مشکل قریبا ناممکن ہے،اس لیے صارف اپنی لاعلمی کی وجہ سےمعذور ہے اور بعض صورتو نمیں مجبور بھی ہے۔

۳۔ صانع کو اس عنصر کے اظہار پر مجبور بھی نہیں کیاجاسکتا؛ کیونکہ بین الاقوامی قوانین کے تحت اگر کسی پروڈکٹمیں کسی عنصر کی مقدار دو فیصدیا اس سے کم ہے تو لیبل پر اس کا اظہار ضروری نہیں ہے۔

۴۔ جس چیز کو صارف حرام سمجھتا ہو ضروری نہیں کہ وہ شریعت میں بھی حرام ہو، مثلا الکحل اگر چار حرام شرابوں میں کسی ایک سے کشید نہیں کیا گیا ہے اور اتنی کم مقدار میں شامل کیا گیا ہے کہ نشہ کی حد تک نہیں پہنچتا تو شرعی لحاظ سے اس کے استعمال کی اجازت ہے۔اسی گنجائش کی وجہ سے امریکہ میں حلال تصدیقی ادارے افانکا نے کسی پروڈکٹ میں اعشاریہ ایک فیصد الکحل کی اجازت دی ہے۔

۵۔ صارفین کا عمومی رویہ کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ وہ کھوج کرید کرنے اور زیادہ گہرائی میں جانے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے،خصوصا تحریر کو تو بہت کم ملاحظہ کرتے ہیں ،بجلی اور گیس وغیرہ کے بلوں پر متعلقہ محکموں نے ضروری قوانین درج کیے ہوتے ہیں ،جان بچانے والی ادویہ پر ضروری ہدایات درج ہوتیہیں،مگر لاکھوں میں شاید گنتی کے چند ہی اس کوپڑھنے کی زحمت گوارہ کرتے ہیں، اور اگر کوئی استثنائی مثال ایسی ہو کہ کوئی صارف احتیاط پر عمل پیرا ہوتے ہوئے معلوم کرنے کی کوشش کرے تو اول تو اس کے لیے پروڈکٹ پر درج اجزاء ترکیبی کاسمجھنا ہی مشکل ہوتا ہے،

اور جب مینوفیکچرر کسی قلیل حرام جزکے اظہار کا پابند ہی نہیں تو صارف کے لیے ا صل حقیقت جاننا ناممکن ہوجاتا ہے، اور اگر وہ مشکوک سمجھ کر کسی پروڈکٹ کے تمام اجزاء ترکیبی معلوم کرنا چاہئے تو ایسا اس پروڈکٹ کے کیمیائی تجزیے کے بغیر ممکن نہیں، اور کیمیائی تحلیل صارف تو درکنار کسی حلال سرٹیفیکیشن باڈی کے لیے بھی ایک مستقل نظم کے طور پرممکن نہیں؛ کیونکہ مصنوعات کی کثرت ،وسائل کی قلت اور مطلوبہ آلات کی عدم دستیابی سمیت بے شمار وجوہات ایسی ہیں کہ کسی مجاز اتھارٹی کے لیے بھی اس معیار پر پروڈکٹ کا جانچنا ممکن نہیں۔

اگر تصویر کے اس رخ کو دیکھیں تومعلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز میں حرام جز بہت کم بالکل نہ ہونے کے برابر استعمال کیا گیا ہو تو ا سکے استعمال کی اجازت ہونی چاہیے۔

اگر ایک دوسرے پہلو سے دیکھیں تو ایسے مصنوعات کا استعمال جائز نہیں ہونا چاہیے؛ کیونکہ حرام حرام ہے اگر چہ مقدار میں کم ہو، اور تھوڑا حرام بقیہ حلال کو بھی حرام بنادیتا ہے جیساکہ پیشاب کا ایک قطرہ پورے ڈرم کو ناپاک کردیتا ہے۔ ہم ایسی اشیاء کے استعمال پر مجبور بھی نہیں ہیں اور اگر مجبور ہوئے تو شریعت کا قانون ضرورت موجود ہے اس کے تحت مجبور حضرات کو تو گنجائش مل سکتی ہے مگر عام لوگوں کو اجازت نہیں ہوسکتی ۔ قلت اور کثرت کی بحث بھی زیادہ معقول نہیں؛ کیونکہ مدار قلت اور کثرت پر نہیں بلکہ اہمیت اور ضرورت پر ہونا چاہیے۔ بسا اوقات کوئی چیز مقدار میں قلیل ہوتی ہے مگر کردار میں بہت اہم ہوتی ہے جیساکہ نمک کی مقدار کم ہوتی ہے مگر ذائقے کا مدار اس پر ہوتا ہے، اور کبھی کوئی جز قلیل ہوتا ہے مگر وہی اہم عنصر اور پروڈکٹ کی جان اور اس کے استعمال سے مطلوب ہوتا ہے تو کیا ایسی صورتوں میں بھی اس فلسفے پر عمل کیاجائے گا کہ جس جز کا تناسب بہت کم ہو اس کے استعمال کی اجازت ہوگی؟

دونوں متضاد پہلوؤں کو ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہوجائے اور اس کاہر رخ سامنے آجائے تاکہ ہم بصیرت کے ساتھ کسی نتیجے پر پہنچ سکیں۔

اگر ہم غالب اور مغلوب کے اصول کو لیں اور یوں کہیں کہ جب حلال کو غلبہ اور اکثریت حاصل ہو تو غالب اور اکثر کا اعتبار کرتے ہو ئے پروڈکٹ کو حلال ہونا چاہیے تو شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی؛ کیونکہ جب حلال اور حرام جمع ہوتے ہیں تو غلبہ حرام کو حاصل ہوتا ہے:''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام'' مشہور قاعدہ ہے۔

بہرحال غالب اور مغلوب کا قاعدہ اس بحث میں مفید نہیں ہوسکتا ہے؛ البتہ ایک دوسرے پہلو سے ایسے مصنوعات کے استعمال کی گنجائش نکل سکتی ہے، وہ پہلو یہ ہے کہ شریعت کا عمومی مزاج سہولت اور آسانی کا ہے اور جب تنگی اور مشقت عمومی

نوعیت کی ہو اور اس میں ابتلاء عام ہو اور بچنا مشکل ہو تو پھر شریعت بڑی وسعت اور سخاوت کے ساتھ اور بہت فیاضی اور کشادہ دلی سے گنجائش دیتی ہے۔ اس اصول کو مدلل کرنے کی ضرورت بھی نہیں؛ کیونکہ سہولت اور تیسیر خود دلیل ہے۔ اس کے ساتھ شریعت کایہ بھی قاعدہ ہے کہ :

القلیل مغتفر یعنی قلیل مقدار معاف ہے۔

قاعدہ بالا کے ہم معنییہ قواعد بھی ہیں:

الیسیر معفو عنہ

الیسیر مغتفر

القلیل کالمعدوم

الیسیر تجری المسامحۃ فیہ

اگر ہم مختلف فقہی ابواب کا جائز ہ لیں تو معلوم ہوگا کہ شریعت قلیل مقدار کو نظر انداز کردیتی ہے مثلا:

۱۔کپڑوں پر سوئی کے نا کےکے برابر پیشاب کی چھینٹیں لگتی ہیں تو وہ معاف ہیں۔

۲۔ نماز کے دوران قبلہ سے معمولی انحراف ہوجائے تو نماز ہوجاتی ہے۔

۳۔دوران نماز ستر معمولی طور پر کھل جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

۴۔معمولی تاخیر سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

۵۔ عمل قلیل نما زمیں معاف ہے۔

۶۔ روزے میں اگر بہت معمولی چیز حلق میں چلی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۷۔زکوۃ میں دونصابوں کے درمیان کی مقدار معاف ہوتی ہے۔

۸۔ بیع میں اگر ایجاب اور قبول میں معمولی وقفہ ہو تو شریعت پھربھی ایجاب کا قبول کے ساتھ اتصال مانتی ہے۔

۹۔ یمین سے استثناء کرتے وقت اگر کھانسی وغیرہ کے عذر سے معمولی تاخیر ہوجائے تو شریعت اس تاخیر کو تاخیر نہیں سمجھتی۔

۱۰۔ مبیع ،ثمن اور مدت میں معمولی جہالت معاف ہے۔

۱۱۔ اجارہ میں اگر مدت اجارہ کے اندر معمولی جہالت ہو اور عام طور پر گوارہ کرلی جاتی ہو تو اس سے عقد اجارہ فاسد نہیں ہوتا۔

۱۲۔ مبیع میں اگر معمولی عیب ہو تو اس کا اعتبار نہیں۔

۱۳۔ غبن یسیر اور غرر یسیر بھی معاف ہے۔

۱۴۔ قربانی کےجانور میں معمولی عیب معاف ہوتا ہے۔

۱۵۔ مردوں کے لیے ریشم کی قلیل مقدار کا استعمال جائز ہے۔

۱۶۔ جانور ذبح کرتے وقت اگر تسمیہ اور ذ بح میں معمولی فصل آجائے تو اس سے جانور مردار نہیں ہوتا۔

۱۷۔ وقف جائیداد کو اجرت مثل پر دینا ضروری ہے لیکن اجرت مثل سے معمولی کمی جائز ہے۔

ان تمام مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت کا مزاج یہ ہے کہ وہ قلیل مقدار معاف کردیتی ہے، اس لیے غذائی مصنوعات میں اگر بہت قلیل مقدار میں غیر شرعی عنصر شامل ہو تو اسے معاف ہونا چاہیے۔

اگر اس نظریے کو تسلیم کرلیا جائے کہ قلیل مقدار معاف ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوگا کہ قلیل سے مراد کیا ہے؛ کیونکہ قلیل کا کوئی ایک معیار طے شدہ نہیں، معاملات میں قلیل کچھ ہے تو ماکولات ومشروبات میں کچھ اور ،فعل اور عمل کے لیے قلیل کی جو کسوٹی ہے وہ قدر اور مقدار کے لیے نہیں ہے، حقوق العبا دمیں قلیل کا معیار جتناسخت ہے، حقوق اللہ میں اتنا ہی نرم اور لچک دار ہے،پھرایک ہی چیز ایک معاملہ میں قلیل سمجھ کر نظر انداز کی جاتی ہے تو دوسرے معاملے میں اس سے چشم پوشی نہیں کی جاتی، مثلا لوہے اور پتھر کی خریدوفرخت کے وقت کلو اور من کو بھی کم سمجھا جاتا ہے لیکن سونے کی خریدوفروخت ہو تو رتی اور ماشے کا بھی حساب کیا جاتا ہے، خود شریعت نے کسی جگہ چوتھائی کو اور کبھی تہائی اور کبھی نصف سے کم کو قلیل کہا ہے۔

جب قلیل کا کوئی ایسا متعین اور لگا بندھا معیار نہیں ہے جو تما م مسائل میں اصل اور بنیاد کا کام دے سکے تو سب سے پہلے ہمیں غذائی مواد کے لیے قلیل کا معیار طے کرنا چاہیے۔

اس کے ساتھ شریعت کسی چیزکے داخلی اور خارجی استعمال میں فر ق کرتی ہے۔ عین ممکن ہے بلکہ امر واقعہ ہے کہ ایک ہی شئی کا خوردنی اور داخلی استعمال تو ناجائز ہو مگر بیرونی اور خارجی استعمال جائز اور حلال ہو، لہذا ہمیں داخلی اور خارجی کا فرق بھی روا رکھنا ہوگا۔

یہ سوال کہ حرام کے امتزاج اور آمیزش کےبعد کسی چیز کا استعمال جائز ہے یا نہیں، صرف اور صرف صارف کے نقطہ نظر سے ہے، صا نع کے نقطہ نظر سے مسئلے کی مختلف صورتیں ہونگی جن کے احکا م علیحدہ ہونگے۔

یہ تمام بحث اس بنیاد پر ہے کہ کسی چیز میں حرام موجود ہو لیکن بہت کم مقدار میں ہو؛ لیکن اگر حرام حرام نہ رہے بلکہ بدل کر حلال ہوجائے جیسا کہ انقلاب ماہیت کی صورت میں ہوتا ہے تو قلیل وکثیر کی ساری بحث ہی ختم ہوجاتی ہے۔ لہذا اگر کیمیائی عمل کے نتیجے میں غذائی مواد کے ماہرین اور اہل فتوی حضرات قرار دیں کہ قلب ماہیت کے باعث کوئی حرام جز بدل گیا ہے تو وہ پورا پروڈکٹ حلال کہلا ئے گا۔

آخری نکتہ جو آگے بڑھنے سے پہلے ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ شریعت کے قانون ضرورت کے تحت اگر کسی مجبور یا بیمار شخص کو حرام استعمال کرنے کی اجازت مل جائے تو وہ صورت ہماری گفتگو سے خارج ہے؛ کیونکہ ضرورت کےاصول کچھ اور ہیں۔

قلیل کا معیار:

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ شریعت جس قلیل سے چشم پوشی کرتی ہے اس قلیل کا تعین ہونا چاہیے؛ لیکن جس طرح فقہ کے تمام ابواب کے لیے قلیل کی کوئی ایک مقدار متعین نہیں،اسی طرح غذائی اجناس اور ماکولات ومشروبا ت کے بارے میں بھی قلیل کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اشیاء حرام ہیں وہ کسی ایک سبب کی بنا پر نہیں بلکہ مختلف اسباب کی بنا پر حرام ہیں اور جب اسباب مختلف ہیں تولا محالہ مقدار بھی مختلف ہوگی۔ وہ اسباب جن کی بنا پر شریعت کسی چیز کو حرام قرار دیتی ہے،علماء شریعت نے استقراء کےبعد قرار دیاہے کہ پانچ اسباب ہیں:

ضرر، سکر، خبث، کرامت، نجاست۔

ان اسباب میں سے ہر سبب کا دائرہ مختلف ہے مثلا کوئی چیز مضر ہو تو ضروری نہیں کہ وہ نجس بھی ہو اور جو نجس ہو تو لازم نہیں کہ وہ مسکر بھی ہے اورجومکرم ومحترم ہو تو اس کا مضر ومسکر اورخبیث ونجس ہونا لازم نہیں۔ مزیدیہ کہ اشیاء مختلف ہیں، کبھی کسی شئی کا ایک جز پاک تو دوسرا ناپاک ہوتا ہے، ایک مقدار میں خبث ہوتاہے تو اس سے کم مقدار خبث سے خالی ہوتی ہے، ایک ہی شئی ایک شخص کے لئے حرام تو دوسرے کے لیے حلال ہوسکتی ہے، لہذا قلیل کی مقدار کو اسی وقت معلوم کیا جاسکتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اس کی حرمت مذکورہ اسباب حرمت میں سے کس وجہ سے ہے؟

مضرت:

اگر حرمت کا سبب مضرت ہو تواس کی اتنی مقدار کا استعمال جائز ہوگا جو مضرت کا باعث نہ ہو؛ کیونکہ حرمت کی علت مضرت ہے اور جب مضرت نہ ہو تو پھر حرمت بھی نہیں۔

جب وجہ حرمت مضرت ہو تو اگرکوئی چیز مفرد حیثیت سے مضر نہ ہو لیکن مجموعہ میں جاکر وہ مضر بن جاتی ہو تو ضرر کی علت کی وجہ سے اس کااستعمال ناجائز ہوگا، اس کے برعکس اگر ایک چیز مفرد حیثیت سے ضرر رساں ہو لیکن کسی دوسری چیز کی آمیزش سے اس کا نقصان دور ہوجاتا ہو تو اس کا استعمال جائز ہوگا ۔

‘‘أما المعادن فهی أجزاء الأرض وجمیع ما یخرج منها فلا یحرم أکله إلا من حیث أنه یضر بالآکل’’(احیاء علوم الدین۲،۹۲)۔

بہشتی زیور حصہ نہم، ص: ۹۸ میں ہے:

اگر مضر چیز کا نقصان کسی طرح جاتا رہے یامنشی میں نشہ نہ رہے تو ممانعت بھی نہ رہے گی ۔

جب مضر اورغیر مضر مل جائیں تو اگر ملانے سے نقصان جاتا رہے تو ممانعت بھی جاتی رہے گی (ایضاً ص: ۱۰۸)۔

کرامت:

کرامت سے مراد یہ ہے کہ وہ شئی باعث تکریم وتعظیم ہو۔ کائنات میں حق تعالی شانہ نے انسان کو کرامت اور عزت بخشی ہے؛ اس لیے انسان کا کوئی جز براہ راست کھانا یا کسی چیز میں ملاناحرام ہے اور جس شئی میں انسانی اعضاء میں سے کسی کی آمیزش ہو تو قلیل وکثیر کی تفریقکیے بغیر اس کا استعمال حرام ہے، چاہے وہ انسانی جز خود پاک ہو جیسے بال،ناخن اور ہڈی،یاخودناپاک ہو جیسے خون اورفضلہ وغیرہ۔

''لو وقع جزء من آدمي ميت في قدر ولو وزن دانق حرم الكل لا لنجاسته فإن الصحيحأن الآدمي لا ينجس بالموت ولكن لأن أكله محرم احتراما لا استقذاراً'' (احیاء علوم الدین۲،۹۳)۔

''جلدة آدمي إذا وقعت في الماء القليل تفسده إذا كانت قدر الظفر والظفر لو وقع بنفسه لايفسده، الكافر الميت نجس قبل الغسل وبعده وكذلك الميت وعظم الآدمي نجس وعن أ بي يوسف أ نه طاهر والأذن المقطوع والسن المقلوعة طاهرتان في حق صاحبهما، وإن كانتا أكثر من قدر الدرهم وبهذا قول أبي يوسف وقال محمد في الأسنان الساقطة إنها نجسة، وإن كانت أكثر من قدر الدرهم، وفي قياس قوله الأذن نجس وبه نأخذ، وقال محمد في صلاة الأثر سن وقعت في الماء القليليفسد وإذا طحنت في الحنطة لا تؤكل وعن أبي يوسف إن سنه طاهر في حقه حتى إذا أثبتها جازت الصلاة، وإن أثبت سن غيره لا يجوز وقال بينهما فرق ، وإن لم يحضرني وسن الكلب والثعلب طاهرة وجلد الكلب نجس وشعره طاهر هو المختار وماء فم الميت نجس بخلاف ماء فم النائم فإنه طاهر'' (البحر الرائق شرح کنز الدقائق۲،۴۰۶)۔

(قوله:جلده الآدمي إذا وقعت في الماء القليل إلخ) قال ابن أمير حاج وإن كان دونه لا يفسده صرح به غير واحد من أعيان المشايخ ومنهم من عبر بأنه إن كان كثيرا أفسده وإن كان قليلا لا يفسده و أفاد أن الكثير ما كان مقدار الظفر و أن القليل ما دونه ، ثم في محيط الشيخ رضي الدين تعليلا لفساد الماء بالكثير ؛ لأن هذا من جملة لحم الآدمي، وقد بان من الحى فيكون نجسا إلا أن في القليل تعذر الاحتراز عنه فلم يفسد الماء لأجل الضرورة وفيه قبل هذا قال محمد عصب الميتة وجلدها إذا يبس فوقع في الماء لا يفسده؛ لأن باليبس زالت عنه الرطوبة النجسة''۔

ومشى عليه في الملتقط من غير عزو إلى أحد فعلى هذا ينبغى تقييد جلد الآدمي الكثير في هذه المسألة بكونه رطبا، ثم لا يخفى أن فساد الماء به بعد ذلك مقيد بكونه قليلا (البحر الرائق شرح کنز الدقائق۲،۴۱۰)۔

سکر:

سکر سے مراد نشہ ہے، اور نشہ سے مراد یہ ہے کہ عقل مغلوب ہوجائے اورہذیان غالب ہوجائے اور انسان بہکی بہکی باتیں کرنے لگے۔اگر نشہ آور شئی جامد ہے تو اس کی اتنی مقدار کا استعمال جائز ہے جس سے نشہ نہ ہو خواہ یہ مقدار پورے پروڈکٹ میں دو تین فیصد ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو؛ کیونکہ علت نشہ ہے اور جب نشہ نہیں تو حرمت بھی نہیں۔ اگر نشہ آور جز سیال ہے اور چار حرام شرابوں میں سے کوئی ایک نہیں تو اس کے قدر غیر مسکر کا استعمال بھی جامد نشہ آور اشیاء کی طرح جائز ہے، البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ اشربہ اربعہ کے علاوہ دیگرمسکرات کاخارجی استعمال جائز ہے اور داخلی استعمال بھی اس حد تک جائز ہے کہ نشہ نہ ہو۔

اگر نشہ آور شئی چار حرام شرابوں میں سے کوئی ایک ہے تو اس کا مطلقا استعمال ناجائز ہے؛ خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ، اور اس سے نشہ ہوتا ہو یانہ ہوتا ہو، خوردنی استعمال کے علاوہ اشربہ اربعہ کا بیرونی استعمال بھی جائز نہیں، اور جس طرح صارف کے لیے ایسی مصنوعات کا استعمال حرام ہے جس میں اشربہ اربعہ میں سے کوئی ایک شراب شامل ہو ایسے ہی صانع کے لیے بھی اس حرام شراب کا ملاناحرام ہے۔

‘‘و أما النبات فلا يحرم منه إلا ما يزيل العقل أو يزيل الحياة أو الصحة فمزيل العقل البنج والخمر وسائر المسكرات ومزيل الحياة السموم ومزيل الصحة الأدوية في غير وقتها وكأن مجموع ہذا يرجع إلى الضرر إلا الخمر و المسكرات فإن الذى لايسكر منها ايضا حرام مع قلته لعينه ولصفته وهي الشدة المطربة’’ (احیاء علوم الدین۲،۹۲)۔

خبث:

خبث سے مراد یہ ہے کہ ایک سلیم الفطرت انسان اس کو طبعی طور پرناپسند کرے اور اس کا مزاج اس سے گھن کھائے اورطبیعت نفرت کرے۔طبیعت کا کسی شئی سے گھن کھانا بعض اوقات مقدار کی کمی بیشی کے بغیر مطلق ہوتاہے، مثلا ایک صحیح فطرت انسان کو خبر ملے کہ بھرے مٹکے میں ایک قطرہ پیشاب کا مل گیا ہے تو اس کی طبیعت استعمال پر آمادہ نہ ہوگی، کبھی مقدار کا کم یا زیادہ ہونا خبث کے ہونے یا ہونے میں اثر رکھتا ہے، مثلا پورے دیگ میں ایک مکھی کے گرنےسے طبیعت گھن نہیں کھاتی، اس لیے دیگ کا استعمال جائز ہوگا، لہذا جن اشیاء کی حرمت خبث کی بنا پر ہو اگر وہ شئی خود یا اس سے بنا ہوا کوئی جزء ترکیبی کسی پروڈکٹ میں ملایا گیا ہو، مگر مقدار میں اتنا کم ہو کہ طبیعت کو اس سے گھن نہ آئے تو اس کا استعمال جائزہوگا۔

مگراس پر اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فقہاء نے اس سلسلے میں جو مثالیں دی ہیں وہ عام طور پر وہ ہیں جن سے بچنا مشکل ہے، مثلا دیگ میں مکھی گرجائے یا شوربے میں چیونٹی پک جائے یا کسی چیز میں خود ہی کوئی کیڑا نکل آئے ، بالفاظ دیگر مچھر یا

چیونٹی خود گرکر مرجائے تو اس کا کھانا اور بات ہے اور خود کیڑے مارمار کر شامل کرنا ایک دوسری بات ہے۔ آج کل یہی دوسری صورت اختیار کی جاتی ہے؛ کیونکہ کیڑوں مکوڑوں کی باقاعدہ صنعت قائم ہوگئی ہے، ان کی افزائش کی جاتیہے اور پھر ان سے رنگ کشید کرکےمیک اپ کے سامان، ادویہ اورغذائی مواد میں ڈالا جاتا ہے۔ مثال کے طور کوچنیل کیڑے سے کارمائن، اور لیک نامی کیڑے سے شیلاک نکالا جاتاہے اور پھر مختلف مصنوعات میں شامل کیا جاتا ہے، تو کیا صرف اس بنا پر کیڑوں مکوڑوں کے استعمال کی اجازت ہوگی کہ مجموعے میں جاکر اس کاخبث معلوم نہیں ہوتا اور استقذار ختم ہوجاتا ہے؟

اگر اس پہلو سے غور کیا جائے تو صانع کے لیے مستخبث اشیاء کو مصنوعات میں ملانا جائز معلوم نہیں ہوتا۔ دوسری طرف اگر کوئی خبث رکھنے والی شئی مثلا مکھی وغیرہ دیگ میں گرجائے تو فقہاءاس بنا پر اس کا استعمال جائز قرار دیتے ہیں کہ اتنی مقدار میں استخباث نہیں ہوتا، اس طرح کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہےکہ جب کوئی شئی مستخبث کی حد سے نکل جائے تو اس کا استعمال جائز ہونا چاہیے۔ مگر حق بات یہ ہے کہ مکھی وغیرہ کے گرنے سے سالن کے استعمال کاجائز ہونا مراد ہے؛ کیونکہ مکھی پاک ہے، خود مکھی کا کھانا جائز نہیں ہوتا؛ کیونکہ مکھی میں خبث کی علت بھی ہے اور خون بھی ہے،اور مکھی کاخون اگرچہ سائل نہیں مگر کھانا اس کا بھی جائز نہیں۔

‘‘وما لم يذبح ذبحا شرعيا أو مات فهو حرام ولا يحل إلا ميتتان السمك والجراد وفي معناهما ما يستحيل من الأطعمة كدود التفاح والخل والجبن فإن الاحتراز منهما غير ممكن فأما إذا أفردت وأكلت فحكمها حكم الذباب والخنفساء والعقرب وكل ما ليس له نفس سائلة لا سبب في تحريمها إلا الاستقذار ولو لم يكن لكان لا يكره فإن وجد شخص لا يستقذره لم يلتفت إلى خصوص طبعه فإنه التحق بالخبائث لعموم الاستقذار فيكره أكله كما لو جمع المخاط وشربه كره ذلك وليست الكراهة لنجاستها فإن الصحيح أنها لا تنجس بالموت إذ أمر رسول اللهﷺبأنيمقل الذباب فى الطعام إذا وقع فيه (حديث الأمر بأن يمقل الذباب في الطعام إذا وقع فيه، رواه البخاري من حديث أبي هريرة) وربما يكون حارا ويكون ذلك سبب موته ولم تهرت نملة أو ذبابة في قدر لم يجب إراقتها إذ المستقذر هو جرمه إذا بقى له جرم ولم ينجس حتييحرم بالنجاسة وهذا يدل على أن تحريمه للاستقذار’’ (احیاء علوم الدین۲،۹۲، ۹۳)۔

‘‘بہشتی زیور’’ میں ہے :

‘‘ جاننا چاہئے کہ شریعت مطہرہ میں استعمال کے منع ہونے کی وجہیں چار ہیں: نجاست...مضر ہونا ... استخباث، یعنی طبیعت سلیمہ کا اس سے گھن کرنا، جیسے کیڑے مکوڑوں میں، اور نشہ لانا ’’ (بہشتی زیور ،نواں حصہ، ص: ۱۹ ،میرمحمد کتب خانہ)۔

مذکورہ بالا عبارت سے کچھ پہلے ایک دوسرے مقام پر ہے :

‘‘... اسی طرح سرکہ کو مع کیڑوں کے کھانا یا کسی معجون وغیرہ کو جس میں کیڑے پڑگئے ہوں، مع کیڑو نکے یامٹھائی کومع چیونٹیوں کے کھانا درست نہیں، اور کیڑے نکال کر درست ہے ’’ (بہشتی زیور،نواں حصہ،ص: ۱۰۴)۔

فتاویٰ مظاہر العلوم میں ہے :

‘‘مکھی غیر ذی دم مسفوح ہے، لہذا جب سالن میں گرجاتی ہے تو اس کے مرنے سےسالن ناپاک نہیں ہوتا، لہذا اس سالن کا کھانا شرعاً جائز قرار پایا، اور چونکہ مکھی منجملہ خبائث کے ہے اور تما م خبائث کا کھانا حرام ہے، لہٰذا مکھی کا کھانا اور کھلانا حرام ہوگا (کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاکل والشرب ۲۹۸،۱، ط: مکتبۃ الشیخ)۔

نجاست:

پروڈکٹ میں کوئی نجس چیزملانا نہ تو صانع کے لیے جائز ہے اور نہ ہی صارف کے لیے اس کا استعمال جائز ہے؛ کیونکہ نجس چیز کے ملنے سے مجموعہ نجس ہوتا ہے اس لیےیہ نہیں کہاجاسکتا کہ حرام مقدار میں کم اور نہ ہونے کے برابر ہے۔ نجس جز پر مشتمل پروڈکٹ کا جس طرح داخلیاستعمال منع ہے اسی طرح خارجی استعمال بھی جائز نہیں؛ البتہ اس اصول سے استثناء صرف اس صورت میں مل سکتا ہے جب نجس چیز نہ چاہتے ہوئے کسی شئی میں شامل ہوجائے اور اس سے بچنا بھی مشکل ہو اور خود نجس چیز مقدار میں بہت معمولی ہو، مثلاچوہے کی مینگنی گندم میں پس جائےیا دودھ دوہتے وقت ایک دومینگنیاں دودھ میں گرجائیں اور ٹوٹنے سے پہلے نکال دی جائیں اور دودھ میں اس کا کوئی اثر بھی ظاہر نہ ہو۔

حاصل بحث:

حاصل یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شئی مضرت یا خبث کی وجہ سے حرام ہو مگر مجموعے میں جاکر اس کا خبث دور ہوجائے اور مضرت نہ رہے تو اس کا استعمال جائز ہوگا۔

اگر کسی چیز میں چار حرام شرابوں میں سے کوئی ایک شامل ہو تو وہ پروڈکٹ نجس ہونے کی بنا پر حرام ہے، اگرچہ اس میں نشہ نہ ہو۔

اگر پروڈکٹ میں انسان کاکوئی جز یا اس سے ماخوذ کوئی جز شامل ہے یا کوئی نجس شئی شامل ہے تو اس کا استعمال جائز نہیں۔

‘‘مبحث في بول الفأرة وبعرہا وبول الهرة (قوله : وكذا بول الفأرة إلخ) اعلم أنه ذكر في الخانيةأن بول الهرة والفأرة وخرأها نجس في أظهر الرواياتيفسد الماء والثوب، ولو طحن بعر الفأرة مع الحنطة ولم يظهر أثره يعفى عنه للضرورة، وفي الخلاصة: إذا بالت الهرة في الإناء أو على الثوب تنجس، وكذا بول الفأرة، وقال الفقيه أبو جعفر: ينجس الإناء دون الثوب اھ، قال فی الفتح: وہو حسن لعادة تخمير الأوانی، وبول الفأرة فی روایۃ لا بأس بہ، والمشايخ على أنہ نجس لخفة الضرورة بخلاف خرئہا، فإن فيہ ضرورة فی الحنطة،اہ، والحاصل أن

ظاہر الروایۃ نجاسۃ الکل، لکن الضرورۃ متحققۃ فی بول الہرۃ فی غیر المائعات کالثیاب، وکذا فی خرء الفأرۃ فی نحو الحنطۃ دون الثیاب والمائعات، وأما بول الفأرۃ فالضرورۃ فیہ غیر متحققۃ إلا علی تلک الروایۃ التی ذکر الشارح أن علیہا الفتوی، لکن عبارۃ التاتارخانیۃ: بول الفأرۃ وخرؤہا نجس، وقیل بولہا معفو عنہ وعلیہ الفتوی، وفی الحجۃ الصحیح أنہ نجس ، اہ۔ ولفظ الفتوی وإن کان أکد من لفظ الصحیح إلا أن القول الثانی ہنا تأید بکونہ ظاہر الروایۃ فافہم، لکن تقدم فی فصل البئر أن الأصح أنہ لا ینجسہ وقدیقال: إن الضرورۃ فی البئر متحققۃ، بخلاف الأوانی، لأنہا تخمر کما مر فتدبر" (رد المحتار ۴۷۶،۲)۔

مردار کی ہڈی کا حکم:

آج کل مرغیوں کی خورا ک میں جانوروں کی ہڈی کا استعمال ہوتا ہے،اسی طرح فوڈ انڈسٹری کثرت کے ساتھ جیلاٹن کا استعمال کرتی ہے۔ اگرچہ پاکستان میں اب حلال جیلاٹن بنانے والی کمپنیاں وجود میں آگئی ہیں مگر بڑے پیمانے پر اب بھی مغربی ممالک اسے تیار کرتے ہیں اور اس کابڑا ماخذ جانور کی ہڈی ہےجب کہ غیرمسلم ممالک میں ذبیحہ غیرشرعی ہوتا ہے جو بحکم مردار ہے اور اسی مردار کی ہڈی سے جیلاٹن تیار کیا جاتا ہے، اس لیے سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا جیلاٹن جو مردار کی ہڈی سے بنایا گیا ہو، حلال ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب جیسا کہ ظاہر ہے اس پر موقوف ہے کہ مردار کی ہڈی کا کیا حکم ہے۔

تمام جانوروں کی ہڈیاں پاک ہیں خواہ جانور ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم ہو، اور خواہ شرعی طریقے پر ذبح کیا گیا ہو یا غیر شرعی طریقے پر ذبح کیا گیا ہو، اور جانور سمندری ہو یا خشکی کا ہو، اور اگر سمندری ہو تو مچھلی ہو یامچھلی کے علاوہ کوئی اور جانور ہو، اور اگر خشکی کا جانور ہو تو اس میں دم ہو یا نہ ہو، اور اگر دم ہو تو دم سائل ہو یا غیر سائل ہو، سب کی ہڈی حلال ہے، البتہ درج ذیل اصناف کی ہڈیاں حرام ہیں:

۱۔ خنزیر کی ہڈی نجس اور حرام ہے؛ کیونکہ خنزیر اپنے تمام اعضاء سمیت نجس العین ہے۔

۲۔ انسان کی ہڈی پاک ہے مگر اس کی عظمت اور کرامت کی وجہ سے اس کی ہڈی کا استعمال حرام ہے۔

۳۔ مردار کی ہڈی پر دسومت اور چکنائی ہو تو اس کا استعمال حرام ہے؛ البتہ جن جانوروں میں دم نہ ہو یا دم تو ہو مگر سائل نہ ہو اس کی ہڈی پر اگر دسومت ہو تو اس کا استعمال حلال ہے۔

حاصل یہ ہے کہ سوائے خنزیر کے ہر جانور کی ہڈی پاک ہے، خواہ حلال ہو یا حرام،مذبوح ہویا مردار؛ البتہ مردار کی ہڈی میں شرط ہے کہ اس پر دسومت نہ ہو، اور اگر جانور میں دم سائل نہ ہو تو اس کی ہڈی پر دسومت کا نہ ہونا بھی شرط نہیں۔

اس تفصیل کی روشنی میں ہڈیوں سے بننے والی خوراک کا حکم یہ ہے کہ :

۱۔ شرعی طور پر مذبوح حلال جانوروں کی ہڈیوں سے خوراک بنانا اور جانوروں کو کھلانا جائز ہے۔

۲۔ جو جانور حلال نہ ہو مگرشرعی طریقے پر ذبح کردیا گیا ہو اس کی ہڈی سے بھی خوراک بنانا اور جانور کو کھلانا جائز ہے۔

۳۔ مردار کی ہڈی پر اگر رطوبت ہے تو خشک ہوجانے کے بعد اس سے خوراک بنانا جائز ہے۔

۴۔ ایسی خوراک جس میں انسانی ہڈییا خنزیر کی ہڈی استعمال ہو، اس کا بنانا اور جانوروں کو کھلانا جائز نہیں۔

‘‘ولا یجوز بیع شعر الإنسان والانتفاع بہ ولا بیع جلود المیتۃ قبل أن تدبغ فإذا دبغت فلا بأس ببیعہا والانتفاع بہا ولا بأس ببیع عظام المیتۃ وعصبہا وعقبہا وصوفہا وشعرما وقرنہا ووبرہا والانتفاع بذلك كلہ’’ (الجامع الصغیر عبد الحی لکھنوی۱،۳۲۸)۔

‘‘قال ولا بیع جلود المیتۃ قبل أن تدبغ لأنہ غیر منتفع بہ قال علیہ الصلاۃ والسلام: و لا تنتفعوا من المیتۃ بإہاب’’ وہو اسم لغیر المدبوغ علی ما مر فی کتاب الصلاۃ ولا بأس ببیعہا والانتفاع بہا بعد الدباغ لأنہا قد طہرت بالدباغ وقد ذکرناہ في کتاب الصلاۃ ولا بأس ببیع عظام المیتۃ وعصبہا وصوفہا وقرنہا وشعرہا ووبرہا والانتفاع بذلك كلہ لأنہا طاہرۃ لا یحلہا الموت لعدم الحیاۃ وقد قررناہ من قبل والفیل کالخنزیر نجس العین عند محمد رحمہ اللہ وعندہما بمنزلۃ السباع حتیبیاع عظمہ وینتفع بہ ’’ (الہدایہ شرح البدایہ۳،۴۶، فتح القدیر لکمال بن الہمام ۱۵،۷۵)۔

دردی الخمر (Tartaric acid)

مائع اشیاء جیسے تیل، شہد اور شراب کی تہہ میں جو تلچھٹ رہ جاتی ہے اسے دردی کہتے ہیں، اسے روبہ یعنی خمیرہ بھی کہا جاتا ہے جو شیرہ پر شراب بنانے کی غرض سے ڈالا جاتا ہے۔دردی الخمر شراب کی تلچھٹ اور کدورت کو کہتے ہیں۔اس پر اتفاق ہے کہ عام شرابوں کی طرح یہ بھیحرام ہے، نجس ہے، اس سے فائدہ اٹھانا ناجائز وحرام ہے۔

حنفیہ کے علاوہ دیگر مسالک میں اس کا ایک قطرہ پینا بھی حد کا موجب ہے، البتہ احناف کے نزدیک ا گر نشے سے کم مقدار میں دردی خمر استعمال کرلیا جائے تو حد واجب نہیں ہوگی؛ کیونکہیہ شراب کی تلچھٹ اور کدورت ہوتی ہے اور اس وجہ سے رغبت اور شوق سے نہیں پی جاتی جس طرح دیگر حرام شرابیں پی جاتی ہیں،یہی وجہ ہے کہ عادی شرابی اسے پسند نہیں کرتے ہیں ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خمریت کا وصف ا سمیں ناقص ہے، اس نقص کی وجہ سے اس کے پینے والے پر حد واجب نہیں،مگر چونکہ یہ حرام اور نجس ہے اس لیے اس کا پینا اور استعمال میں لانا جائز نہیں، اور جس پروڈکٹ

میں دردی خمر شامل ہو اس کا استعمال بھی جائز نہ ہوگا۔

جیساکہ ذکر ہوا کہ دردی خمر شراب کا بقیہ اور تلچھٹ ہوتی ہے، جس میں خمر اور غیر خمر کے اجزاء مخلوط ہوتے ہیں، آجکل فلٹریشن کے عمل کی وجہ سے خمر کے اجزاء جدا اورالگ کرلیےجاتے ہیں اور پھر مختلف مصنوعات میں خاص طور پر ذائقہ بڑھانے کی غرض سے اس کی آمیزش کی جاتی ہے۔ تقطیریعنی فلٹریشن کے عمل کی وجہ سے دردی خمر کے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی بلکہ مزید شدت پیدا ہوجاتی ہے؛ کیونکہ استخلاص سے پہلے وہ خمر اور غیر خمر کا مجموعہ تھا اور استخلاص کے بعد خالص خمر کے ذرات رہ گئے،جس کا نجس اور حرام ہونا اور اس سے انتفاع کا ناجائز ہونا غیر اختلافی ہے،البتہ اگر ایسی صورت ہو کہ دردی خمر کی ماہیت ہی بدل جاتی ہو تو پھر قلب ما ہیت کے اصول کی وجہ سے اس کا استعمال جائز ہوگا۔

(ويكره شرب دردي الخمر والامتشاط به) لأنه من أجزاء الخمر، ولا يحد شاربهما لم يسكر لأنه ناقص، إذ الطباع السليمة تكرهه وتنبو عنه، وقليله لايدعو إلى كثيره فصار كغير الخمر" (الاختيار لتعليل المختار ۱۰۸،۴)۔

وبہ یعلم أن الذییستقطر من دردی الخمر المسمی بالعرقی فی ولایۃ الروم نجس حرام کسائر أصناف الخمر، اھ۔

قال رحمه الله (ولا يحد شاربه إلا إذا سكر) يعني لا يحد شارب دردي الخمر إلا إذا سكر وقال الشافعي : يحد شاربه سكر أو لم يسكر ؛ لأن الحد يجب في الخمر بشرب قطرة وفي الدردي قطرات ، قلنا وجوب الحد للزجر فيما ترغب النفس فيه وتميل إليه والنفس لا ترغب في شرب الدردي ولا تميل إليه فكان ناقصا فلا يحد فأشبه غير الخمر من الأشربة فلايحد ما لم يسكر ودردي الخمر هو التفل ويكره الاحتقان بالخمر وإقطاره فی الإحليل؛ لأنه انتفاع بالنجس المحرم وتقدم الكلام فيما إذا أخبر به طبيب حاذق وفی المحيط ولو سقى شاة خمراً لا يكره لحمها ولبنها؛ لأن الخمر وإن كانت باقية فی معدتها فلم يختلط بلحمها وإن استحالت الخمر لحما فيجوز كما لو استحالت خلا إلا إذا سقاها كثيرا بحيثيؤثر في رائحتها الخمر فإنه يكره لحمها (البحر الرائق شرح كنزل الدقائق، مشكول ۴۱۱،۲)۔

ولو شرب دردي الخمر لا حد عليه إلا إذا سكر لأنه لا يسمى خمرا ومعنى الخمرية فيه ناقص لكونه مخلوطا بغيره فأشبه المنصف وإذا سكر منه يجب حد السكر كما في المنصف ويحرم شربه لما فيه من أجزاء الخمر ومن وجد منه رائحة الخمر أو قاء خمرا لا حد عليه لأنه يحتمل أنه شربها مكرها فلا يجب مع الاحتمال، ولا حد على أهل الذمة وإن سكروا من الخمر لأنها حلال عندهم، وعن الحسن بن زياد رحمه الله أنهم يجدون إذا سكروا لأن السكر حرام فی الأديان كلها، وما قاله الحسن حسن۔

ومنہا بقاء اسم الخمر مشروب وقت الشرب فی حد الشرب؛ لأن وجوب الحد بالشرب

تعلق بہ، حتی لو خلط الخمر بالماء، ثم شرب نظر فیہ إن کانت الغلبۃ للماء لا حد علیہ؛ لأن اسم الخمریۃیزول عند غلبۃ الماء، وإن کانت الغلبۃ للخمر أو کانا سواء یحد؛ لأن اسم الخمر باق وہی عادۃ بعض الشربۃ أنہم یشربونہا ممزوجۃ بالماء، وکذلک من شرب دردی الخمر لا حد علیہ؛ لأن دردی الخمر لا یسمی خمراً وإن کان لا یخلو عن أجزاء الخمر (بدائع الصنائع ۴۴۷،۱۰)۔

مطلب العرقی الذي یستقطر من دردي الخمر نجس حرام بخلاف النوشادر وقال في شرح المنیۃ والظاہر أن وجہ الاستحسان فیہ الضرورۃ لتعذر التحرز وعلیہ فلو استقطرت النجاسۃ فمائیتہا نجسۃ لانتفاء الضرورۃ فبقی القیاس بلا معارض وبہ یعلم أن ما یستقطر من دردي الخمر وہو المسمی بالعرقي في ولایۃ الروم نجس حرام کسائر أ صناف الخمر، اھ (حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار ۳۲۵،۱، نیز دیکھئے: درر الحکام شرح غرر الاحکام ۴۰۸،۵، الخلاصۃ فی أحکام أہل الذمۃ۲۶،۲)۔

''دردي الخمر: أي کدرہ أو عکرہ، ودردي الشئ : مایبقی أسفلہ. فالمراد بہ: مافي أسفل وعاء الخمر من عکر'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۷۶،۴)۔

الکحل:

کوئی بھی چیزاتنی مقدار میں استعمال کرنا جس سے نشہ ہوحرام ہے؛ خواہ وہ نشہ آور چیز سیال ہو یا خشک، اگر سیال ہو تو انگور یا کھجور سے بنی ہوئی شراب ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور شراب ہو، لیکن اگر انگور وکھجور کے علاوہ شراب ہو اور نشہ کی مقدار استعمال نہ کی جائے اور مقصد بھی لہوولعب نہ ہو تو شیخین کے نزدیک اتنی مقدار پاک بھی ہے اور حلال بھی ہے، اصول فتوی کے لحاظ سے شیخین کا قول قوی ہے، عموم بلوی کی وجہ سے بھی اس پر فتوی مناسب ہے اور ضرورت وحاجت کا قاعدہ بھی قول شیخین پر فتوی کا تقاضا کرتا ہے۔ آج کل ماکولات، مشروبات، ادویات اور خوشبویات میں الکحل کا استعمال عام ہےاورزیادہ تر اشربہ اربعہ کے علاوہ اشیاء سے بنا ہوا الکحل استعمال کیا جاتا ہے؛ اس لیے صرف اس وجہ سے کوئی شئی حرام نہ ہوگی کہ اس میں الکحل ملا ہوا ہے جب تک یہ تحقیق نہ ہوکہ اس میں اشربہ اربعہ سے کشید کیا ہوا الکحل شامل ہے۔

الحاصل الکحل اگر انگور وکھجور کے علاوہ کسی اور شئی سے کشید کیا گیاہو تو دوا کے لیےیا کسی اور جائز مقصد کے لیے اس کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ نشہ کی مقدار استعمال نہ کرے اور نشہ سے کم مقدار نجس بھی نہیں؛ اس لیے اس کی آمیزش سے مرکب نجس بھی نہیں کہلائے گا۔ مختلف مصنوعات میں چونکہ اس کا استعمال بہت معمولی مقدار میں ہوتا ہے اس لیے الکحل ملی اشیاء کا استعمال جائز ہوگا۔

حوالہ جات:

۱۔ احسن الفتاوی کتاب الاشربہ ۴۸۴،۸۔
۲۔ بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرۃ۱،۳۴۰۔
۳۔ طبی جوہر حصہ نہم بہشتی زیور۔

کیا ایسی جگہ سے حلال سرٹیفائڈ گوشت خریدا جاسکتا ہے جہاں حرام گوشت بھی ملتا ہو؟

بازار میں جب حلال اور حرام مخلوط ہوں تو اس کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں:

ایکیہ کہ کوئی ایسی علامت اور قرینہ نہ ہو جس سے حلال اور حرام میں فرق اور امتیاز کیا جاسکتا ہو۔

دوسرے یہ کہ کوئی علامت اور قرینہ موجود ہو جس سے دونوں میں فرق ہوسکتا ہو۔

پہلی صورت میں بھی بازار سے خریداری جائز ہے؛ کیونکہ حلت کا امکان موجود ہے، اور جب اس عدم تمییز کی صورت میں خریداری جائز ہے تو صورت ثانیہ میں بطریق اولی جائز ہوگی۔

''إذا اختلط الحلال بالحرام فی البلد فإنہ یجوز الشراء والأخذ إلا أن تقوم دلالۃ علی أنہ من الحرام'' (الاشباہ والنظائر، القاعدۃ الثانیۃ من الفن الأول ۱۴۸،۱،ط: ادارۃ القرآن، کراچی)۔

مذکورہ بالا مسائل کے علاوہ یہ مسئلہ بھی غور وفکر چاہتا ہےکہ کیا خنزیر اور حلال جانور ایک ہی چھت کے نیچے ذبح کئے جاسکتے ہیں؟ ان کے لیے ایک ہی فریزر استعمال ہوسکتا ہے؟ ایک ہی گاڑی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے؟ اورکیا ایسے ریسٹورنٹ میں کھانا جائز ہے جہاں حلال وحرام ایک ساتھ دیے جاتے ہوں۔ حلال کھانا بھی دستیاب ہےمگر شراب بھی مہیا کی جاتی ہے، یاپھر حلال گوشت کے ساتھ ساتھ خنزیر بھی پکایا جاتا ہو؟

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مفتی محمد یحییٰ قاسمی•

غذاسے خون بنتا ہے۔ اور خون سے اجزاء، ترکیب وساخت، ماہیت، قوام، کیفیت ومزاج اور انسجہ وٹشوز بنتے ہیں۔گویا غذا سے اعضائے انسانی بنتے ،بڑھتے و ارتقاء پذیر ہوتے ہیں۔ اعضائے بدن کے افعال، صحت، قوت مدافعت (Immunity force)، توانائی و حرارت اور انسانی کردار اور فکرو ادراک سب غذا سے حاصل ہوتے ہیں۔مختلف طریقوں (حلال و حرام) سے کمائی ہوئی غذا کھانے سے مختلف قسم (مختلف مزاج،کیفیت، اثرات، خواص وقوام) کا خون بنتا ہے۔بچہ دودھ و غذا ہی سے جسمانی، روحانی، شعوری، جذباتی، اخلاقی نشوونما پاکر قوت اور صحت مند جوانی اور بڑھاپے تک پہنچتا ہے۔

اس لئے شریعت اسلامی نے غذا کے تعلق سے واضح احکامات بیان فرمائے ہیں؛چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غذا کے حوالے سے ایک طرف لوگوں کو حلال کھانے کا حکم دیا ؛اس لئے کہ حلال صرف جسمانی صحت کے لئے ہی فائدہ مند نہیں بلکہ یہ تقویٰ ،خوف خدا اور اس کے شکر بجالانے میں بھی اضافہ کا سبب ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''اے ایمان والوں!اللہ کی دی ہوئی اچھی (طیبات) چیزیں کھاؤ اور اس کا شکر اداکرو ''(سورہ بقرہ۲،آیت۱۷۲)، تو دوسری طرف ان شیاء کو جو انسان کی اخلاقی کیفیت ، طبعی افتاد اور جسمانی صحت کے لئے مضر ہو سکتا تھا ان کو حرام قرار دیا جس کو شریعت نے "خبائث " اور ناپاک سے تعبیر کیاہے جیسا کہ قرآن میں حضورﷺ کے تعلق سے ارشاد ہے:''جولوگ کہ ایسے رسولﷺنبی امی کی اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں(جن کی صفت یہ بھی ہے) کہ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیناوربری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو بدستور ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں سو جو لوگ اس نبی (موصوف) پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتےہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں (سورہ اعراف۷، آیت۱۵۷)۔

ان چیزوں کو جو صحت کے لئے نقصاندہ اور مضر ہیں شریعت نے ان کو کھانے

• کوآرڈینیٹرحلال کمیٹی (دہلی آفس) جمعیۃ علماء مہاراشٹرا۔

سے بھی منع کیا ہے؛ اس لئے کہ انسان کو مضرت سے بچانا شریعت کا بنیادی مقصد ہے، اور شریعت نے اس مقصد کو لفظ ‘‘طیب ’’ سے بیان فرمایا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب قرآن نے کھانے کی بات کی تو صرف حلال ہی نہیں بلکہ ‘‘طیب ’’ بھی کھانے کی تاکید کی ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ‘‘اے بنی اسرائیل (دیکھو) ہم نے تم کو تمہارے (ایسے بڑے) دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے (تمہارے پیغمبر سے) کوہِ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا اور (وادی تیہ میں) ہم نے تم پر من و سلویٰ نازل فرمایا، (اور اجازت دی کہ) ہم نے جو نفیس چیزیں تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس (کھانے) میں حد (شرعی) سے مت گزرو کہیں میرا غضب تم پر واقع ہوجائے اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا (سورہ طہ، آیت: ۸۰۔۸۱)۔ من وسلویٰ، خدا تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کے لئے عطیہ اور پاکیزہ و خوش ذائقہ قسم کی روزی تھی۔اس آیت میں ‘‘طیب ’’ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور ‘‘طیب ’’ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس سے انسان کے نفس اور حواس کو لذت حاصل ہو (مفردات راغب)۔ طیب کا ماخذ ‘طاب ’ ہے یعنی لذیذ اور پاکیزہ ہوگیا (قاموس)۔

البتہ ‘‘طیب’’ کا ایک معنی حلال بھی ہے لیکن چونکہ یہ رزق منزل من اللہ تھا اس لئے اس کو حلال کے معنی میں نہیں لیا جاسکتا ہے جس کامقابل ‘حرام ’ ہے۔بلکہ طیب معنی پاکیزہ ہی ہوگا۔ مزید برآں قرآن نے دوسری جگہ ‘حلال اور طیب ’کو متصلا ذکر کیا ہے جو اس بات کیدلیل ہے کہ حلال اور طیب میں من وجہ مغایرت ہے۔لہذا ‘ طیب ’ کے معنی خوش ذائقہ اور پاکیز ہ ہونے کے ہیں ؛ چنانچہ اللہ تعالی ٰ کا ارشاد ہے: ‘سو جو چیزیں اللہ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو ’ (سورہ نحل: ۱۱۴)۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے حلال کھانے کی بات کی ہے جو حلال ہونے کے ساتھ ساتھ ‘ طیب ’ بھی ہو؛ لہذا اب طیب کا مطلب ہوا کہ وہ شئی حلال ہو، پاک ہو، پاکیزہ ہو، صاف ستھری ہو،ابھیا آئندہ جاکر نقصان دہ نہ ہو،جسمانی اور روحانی دونوں پہلوؤں سے مفید ہو، اور اسی لئے درج ذیل اشیاء اس بنا پر ممنوع ہیں کہ وہ طیب نہیں ہیں: ۱۔وہ اشیاء جو ناپاک ہوں ۔۲۔جو مضر اور نقصان دہ ہوں۔۳۔جو نشہ آور ہوں۔۴۔جو خبیث ہو یعنی وہ شئی جن سے صاف طبیعت اور ذوق سلیم کو گھن آتی ہو۔

لیکن آج صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں انسانی استعمال کی اشیاء میں جو وسعت اور تنوّع آیا ہے، اُس کا سب سے زیادہ اثر شاید مسلمانوں کے نظام خوراک پر ہوا ہے۔ ایسی چیزیں اور مصنوعات مارکیٹ میں آئی ہیں جنہوں نے مقدار کے ساتھ ذائقوں میں بھی تفاوت پیدا کیا ہے۔ ان جدید مصنوعات میں بہت سی ایسی چیزیں استعمال ہوتی ہیں جو یا تو حلال ہی نہیں ہوتینیا پھر وہ ‘طیب ’ کے درجے سے باہر ہوتی ہیں۔یعنی حلال چیزوں میں بھی معاون کے طور پر ایسے اجزاء استعمال کیے جاتے ہیں جو انسانی صحت کے لئے سخت

نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ ان غذائی مصنوعات میں جی ایم فوڈ، کوچنیل (COCHINEAL)، ایل-سیسٹائن ،شیلاک وغیرہ جدید مصنوعات کی اہم مثالیں ہیں ۔ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کابلا واسطہ استعمال ہوتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو مصنوعات مینخوبصورتییا پھر اس کے پروسس کو فاسٹ ، یا پھر مصنوعات کو دیر پا کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ذیل میں ہم ان مذکورہ مصنوعات کا تھوڑا تعارف کراتے چلیں تا کہ صورت مسئلہ واضح ہوجائے۔

جی ایم فوڈ :

جی ایم فوڈکی بنیاد اس پر ہے کہ جانداروں اور انسانوں میں محیر العقول اختلاف کے باوجود ہم بعض اوقات مختلف جانداروں یا انسانوں کے درمیان کچھ مشترکہ صفات بھی مشاہدہ کرتے ہیں ، مثلاً رنگ وروپ کے لحاظ سے ایک پوری قوم دوسری قوم سے ممتاز ہوتی ہے،اور اولادتو اکثر و بیشتر اپنی قد، کاٹھ ، چال ڈھال اور رنگ میں اپنے والدین کے مشابہ ہوتی ہے ، اسی طرح کچھ موروثی بیماریاں بھی ایسی ہوتی ہیں جو نسل درنسل والدین سے بچونمیں منتقل ہوتی ہیں ، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟اس کی وضاحت میں سائنسدان ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک شخص کا دوسرے شخص سے مختلف یا مشابہ ہونا، ان دونوں کے ڈی این اے کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ڈی این اے کیا ہوتا ہے؟ اس کی وضاحت میں سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ہر جاندار خلیوں (Cells) سے مل کر بنا ہے۔ خلیے کسی جاندار کے لئے اس طرح ہیں جس طرح ایک عمارت کے لئے اینٹیں۔یہ عجیب بات ہے کہ خلیہ کسی جاندار کے جسم کی اتنی چھوٹی اکائی ہے جو خوردبین کے بغیر نظر نہیں آتی ،مگر جسم کے اس ذرے سے چھوٹی اکائی میں بھی اللہ تعالی نے اتنا بڑا نظام رکھاہے کہ جسم کے ہر خلیہ میں ایک مرکزہ (Nucleus) ہوتا ہے۔ اس مرکزہ کے اندرکروموسوم نامی دو ایسی دھاگہ نماساختیں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے سے گھماؤ دار سیڑھی کی شکل میں لپٹی ہوتی ہیں۔ان کروموسوم کے اوپر باریک باریک ذروں کی شکل میں ایک مخصوص کیمیائی مادہ پایا جاتا ہے۔ اسی کو DNAکہا جاتا ہے۔ جانداروں میں پایا جانے والادراصل یہی مادہ ہوتاہے جوجانداروں کی نسلی اور موروثی خصوصیات کو متعین کرتا ہے۔ کسی جاندار کا سفید ہونا، کسیانسان کے بالوں کا سیاہ ہونا، کسی انسان کی آنکھوں کا رنگ دوسرے انسان سے مختلف ہونا، یہ سب ڈی این اے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ڈی این اے کی اکائیاں جین (Gene) کہلاتی ہیں، اس لئے مختصر طورپر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کیمیائی مادہ جو ڈی این اے کہلاتاہے مختلف جینز کا مجموعہ ہے جو کروموسومزکی ساخت میں موجود ہوتے ہیں۔

سائنسدانوں کے بقول ایک خاندان کے افراد کے ڈی این اے میں پائے جانے والے جینز کا فی حدتک مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک حد تک یکساں بھی ہوتے ہیں۔ڈی این اے کے جینز میں پائے جانے والے اسی اختلاف اور یکسانیت کی وجہ سے ایک خاندان

کے افراد ایک دوسرے سے مختلف اور مشابہ ہوتے ہیں ،جینز میں جس قدر یکسانیت ہوتی ہے رنگ وروپ اور چھال ڈھال میں اسی قدر مشابہت ہوتی ہے۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد ہم دوبارہ جینیاتی طور پر تبدیل شدہ غذاکی طرف آتے ہیں۔جب سائنسدانوں نے اس حقیقت کو دریافت کیاکہ جانداروں کی مختلف خصوصیات کا تعلق ان کے ڈ ی این اے میں پائے جانے والے جینز سے ہوتاہے ،تو انہوں نے اس پر تجربات شروع کئے کہ کسی جاندار کے ڈی این اے میں تبدیلی کرکے اس کی خصوصیات میں تبدیلی کی جاسکتی ہے یانہیں؟اسی طرح جینز کی منتقلی کے ذریعے ایک پودے یا جاندار کی خصوصیات دوسرے پودے یا جاندار میں منتقل کی جاسکتی ہینیانہیں؟ایسے تجربات کی روشنی میں سائنسدانوں کو معلوم ہواکہ ایسا بالکل ممکن ہے۔چنانچہ پہلے پہل سائنسدانوں نے ۱۹۳٦ ء مینیہ دریافت کیا کہ جانداروں کے جینز (Genes) کا تبادلہ ہو سکتا ہے۔اس دریافت کے بعد سائنسدانوں نے نباتات کے جینزمیں تبدیلی اور مختلف نباتات کی آپس میں پیوند کاری کے ذریعے ایک قسم کی سبزیوں میں دوسری قسم کی سبزیوں کی خصوصیات پیداکرنے کے کامیاب تجربات کئے،جن سبزیوں میں ایسی تبدیلیاں کی گئیں ان کو جی ایم فوڈ(GM Food) یا جینیٹکلی موڈیفائیڈ فوڈ(Genetically Modified Food) کہا جانے لگا۔بعد میں اس کے اور بھی نام پڑے مثلاً بائیوٹک فوڈ(Biotech) ، جینیٹکلی انجینئرڈ فوڈ (Genetically Engineered Food) ، اور جی ایم اوGMOیعنی جینیٹکلی موڈیفائیڈ آر گینزم(Genetically modified Organism)وغیرہ۔

اس تفصیل کی روشنی میں ہم جینیاتی طور پر تبدیل شدہ غذا کییہ تعریف کرسکتے ہیں کہ یہ ان اناج یا فصلوں کو کہا جاتا ہے جن کے خلیہ (Cell) میں موجود جین(Gene) میں تبدیلی کر کے مختلف خصوصیات کا اضافہ کیا گیا ہو۔ یہانیہ وضاحت بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ جی ایم فوڈ (GM food) اور کلوننگ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ بعض لوگ دونوں کو ایک سمجھ لیتے ہیں،یہ درست نہیں؛ کیونکہ جی ایم فوڈ میں کسی اناج وغیرہ کے خلیہ کے مرکزہ میں موجود صرف جین کی تبدیلی کی جاتی ہے جبکہ کلوننگ میں باقاعدہ ایک جاندار کی دوسری کاپی بنائی جاتی ہے۔

جی ایم فوڈ کی دریافت کے ساتھ ہی مختلف ملکوں نے اس طریقہ پیداوار سے اپنی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے اور اسے بہتر کرنے کا کام لیا اور اسے تجارتی مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا ،چنانچہ اس وقت تک جی ایم فوڈ کی کئی اقسام مارکیٹ میں آچکی ہیں ،مگرایسی غذا کی پہلی مثال ٹماٹر ہے ،کیونکہ پہلی مرتبہ ۱۹۹۴ ء میں امریکہ جینیاتی طور پر تبدیل شدہ ایسے ٹماٹر مارکیٹ میں لایا تھاجس میں جینیاتی تبدیلی کے ذریعے پکنے کے عمل میں تاخیر پیدا کی گئی تھی۔ اس کے بعد مختلف ممالک میں مختلف سبزیاں تیار کی جانے لگیں ،چنانچہ اس وقت تک جی ایم فوڈ میں سویا بین، مکئی، کنولا،

چاول، کپاس، آلو، مٹر، شکر قندی، گنا، ٹماٹر، سرسوں، پپیتا، تمباکو اور دودھ کی مختلف مصنوعات مارکیٹ میں آچکی ہیں۔

ابتداء میں غذاؤں میں ایسی جینیاتی تبدیلی کا عمل محدود پیمانے پر ہوتا تھا مگر بعد میں جب جنیٹک سائنس کی ترقی کے ساتھ اس طریقہ پیداوارکوغذائی اشیاء کی تجارت وکاروبار میں اضافہ اور وسعت لانے کے لئے استعمال کیاجانے لگا ،تو یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ نباتات میں مخصوص حیوانات کی مخصوص خصوصیات کی منتقلی کے لئے حیواناتی جینز کا استعمال بھی شروع ہوگیا۔مثلاً ٹماٹر میں سرخ رنگ لانے کے لئے چائنا نے یہ تجربہ کیاکہ خنزیر کے گوشت سے سرخ رنگ پیدا کرنے والا جین لیکر ٹماٹر کی بیج میں داخل کیا ، اسی طرح کے ایک اور تجربے میں اسٹرابری کے سرد موسم سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کرنے کے لئے اس میں مچھلی کا جین داخل کیا گیا۔

جی ایم فوڈ کے ممکنہ فوائد ونقصانات:

ڈی این اے یا اس کی اکائیونیعنی جینز(Genes) میں تبدیلی کر کے غذا کی خصوصیات مینسائنسدان جو تبدیلی لاتے ہیں، اس کے وہ مختلف مقاصد بیان کرتے ہیں،مثلاً:

*جانوروں کی نسلوں کو مضبوط، توانا،اور زیادہ دودھ یا گوشت والا بنانا۔

*مختلف اجناس جیسے گیہوں، مکئی اور چاول کی ایسی قسمیں تیار کرنا جو کم کھاد اور کم پانی کے باوجود زیادہ پیداوار دیتی ہوں۔

*ایسے پیڑ تیار کرنا جن کی نشوونما تیز تر ہو اور ان سے لکڑی، گودا، ایندھنیا سایہ وغیرہ زیادہ مقدار میں حاصل کی جاسکتی ہوں۔

*پھول کی ایسی قسمیں پیدا کرناجو معمول سے زیادہ بڑے، زیادہ رنگینیا زیادہ خوبصورت ہوں۔

*ٹماٹر وغیرہ مختلف سبزیوں کے پکنے کے عمل میں تاخیر پیدا کرنا تاکہ ان کی پیدوار کو مختلف اوقات میں درکار مقدار تک محدود کیاجاسکے۔

*اسٹرابری وغیرہ مختلف پھلوں میں سرد موسم کے خلاف قوت برداشت میں اضافہ کرنا۔

*مختلف فصلوں اورپودوں میں ایسی خصوصیات پیدا کرنا جن کی بنا پر وہ اپنے اوپر حملہ آور حشرات اورمختلف نقصان دہ جراثیم سے بچ سکیں۔

*غذاؤں کی غذائیت اور لذت میں اضافہ کرناوغیرہ

جی ایم فوڈ کی دریافت نے بلاشبہ مذکورہ بالا فوائد کے حصول کو ممکن بنادیا ہے ،مگر اس کے ساتھ ساتھ سائنسدانوں کے بقول ایسی غذا میں بعض نقصان دہ اثرات بھی ہوتے ہیں مثلاً ایک رپورٹ کے مطابق اس قسم کی غذا سے الرجی پیدا ہوتی ہے،وغیرہ۔یہی وجہ ہے کہ اس وقت مختلف ملکوں میں جی ایم فوڈ (GM Foods) کے

حوا لے سے تحفظات بھی پائے جاتے ہیں؛ چنانچہ بعض ممالک میں مصنوع کے اوپر جی ایم انگریڈنٹ کی تصریح ضروری قراردی گئی ہے۔بہرحال جی ایم فوڈمیں پائے جانے والے نقصانات کے اس طبی پہلوسے قطع نظرمسلمانوں کے لئے شرعی حوالے سے بھییہ بات قابل تشویش ہے کہ اگر کسی نباتاتییاجماداتی مصنوع کی تیاری میں ایسا جی ایم انگریڈنٹ استعمال ہوجو حیوانی ذرائع سے حاصل کیاگیاہوتو ایسے مصنوع کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

کوچنیل (COCHINEAL) :

کچنیلا، قرمز، ایک سرخ اور قرمزی رنگ جو خصوصاکھانے کی چیزوں کو رنگنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرمزی رنگ کا مادہ قرمزی کیڑے سے نکالا جاتا ہے۔یہ کیڑاسرخ اور سنتری رنگ کو بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔کوچنیل (قرمز) کیڑے کو کچل کر حاصل کردہ سرخ رنگ کو کارمک ایسڈ کہاجاتا ہے (اس کا ای نمبر ۱۲۰ ہے)۔ اس کو بنانے کا طریقہیہ ہے کہ ان کیڑوں کو گرم پانی میں ڈبو کر، سورج کی روشنی،بھاپیااوون کی گرمی میں مار ڈالا جاتا ہے۔ان طریقوں میں سے ہر ایک مختلف رنگ دیتے ہیں،جو کہ رنگونمینتنوع کا سبب ہوتے ہیں۔کیڑوں کو خشک کرنا لازمی ہے۔ خشک ہونے کے بعد یہ کیڑے اپنے جسم کے اصل وزن کے تیس فیصد تک پہنچ جاتے ہیں،اور سڑنے سے پہلے اس کو جمع کرلیا جاتا ہے۔قرمزی کیڑوں سے ایک رطل رنگ حاصل کرنے کے لئے ستر ہزار کیڑوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

قرمزی کیڑوں سے حاصل ہونے والے رنگوں کی دو بنیادی قسمیں ہیں:

قرمزی کیڑوں کا خلاصہ: یہ ایک رنگ والا مادہ ہوتا ہے جوخام، خشک اور پسے ہوئے کیڑوں سے بنایا جاتا ہے۔دوسری قسم ‘کارمین ’ (carmine) ہوتی ہے، یہ رنگ والا مادہ ہوتا ہے اور کیڑوں سے نکالا جاتا ہے اور یہ زیادہ صاف ہوتا ہے۔کارمین کو تیار کرنے کے لئے کیڑے کے جسم کے پاؤڈر کوامونیا مینیا سوڈیم کاربونیٹ کے لوشن میں ابالا جاتا ہے۔ناقابل تحلیل مادے کو فلٹر کرکے نکال دیا جاتا ہے۔ پھر فٹکری کو کارمینک ایسڈ کے صاف نمک میں ملادیا جاتا ہے تاکہ لال المونیوم نمک کوزائل کیا جاسکے۔اب یہ ربک آئرین کی عدم موجودگی کے سبب صاف ہو تا ہے۔

پہلے زمانے میں اس کا استعمال کپڑوں کے رنگنے کے لئے ہوتا تھا۔اسی طرح یہ رنگ بادشاہ ، شرفاء اور عیسائی مذہبی پیشواؤں کے کپڑوں کے رنگنے کے لئے استعمال ہوتاتھا۔موجودہ زمانے مینیہ رنگ کپڑوں، حسن افروز اشیاء (Cosmetics) اور قدرتی غذاؤں کے رنگ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اور پینٹر آج کل اس کلر کا استعمال نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کی جگہ وہ مصنوعی سرخ رنگ کا استعمال کرتے ہیں۔

ایل-سیسٹائن کیا ہے:

گندھک ایمائینی ترشہ جو انسانی غذا کے ضروری عنصر میں سے ہے اور کئی

طرح کے خامروں میں شامل ہوتی ہے، اور جو ہاضمے کے دوران پروٹین ٹوٹنے سے بننے والا امائنو ایسڈ سلفر پرمشتمل ہوتا ہے۔

ایل-سیسٹائن: ایک امینو ایسڈ (چربیلے نامیاتی مرکبات)ہے جو کیمیکل فارمولہ HO2CCH(NH2)CH2SH. سے بنایا جاتا ہے۔یہ بہت سے پروٹین میناہم ساختی کردار ادا کرتا ہے،جب کہ یہ کھانے میں اضافی شئی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔سیسٹائن سب سے زیادہ اعلی پروٹین والے کھانے کی اشیاء میں پایا جاتاہے۔

جانوروں کے ذرائع: سؤر کا گوشت، سانپوں کا قیمہ، چکن، بطخ، انڈا، دودھ، پنیر وغیرہ۔

نباتاتی ذرائع:سرخ مرچ، لہسن،پیاز وغیرہ۔

سیسٹائن بنیادی طور پرL-enantiomer خوراک، دوائیاں اور ذاتی نگہداشت کی صنعت مینزیادہ استعمال ہوتا ہے۔اس کا سب سے بڑا استعمال ذائقوں (Flavors) میں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پرشوگر کے ساتھ سیسٹائن کا ردعمل، میلارڈ رد عمل میں میٹ فلیور پیدا کرتا ہے۔اسی ایل -سیسٹائن کو بیکری مصنوعات بنانے میں معاون کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

شیلاک :

لاکھ، چبڑا، سریش، الکحل میں لاکھ ملانے سے تیار کیا وارنش ، لاکھ کی پٹیا ٹکلی (ایک طرح کی لکڑی)۔شیلاک انڈیا اور تھائی لینڈ میں پائے جانے والے درخت کا ایک مادہ کیڑا جس کو لاکھ بگ کہا جاتا ہے،سے رال کی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔اس کوایک عمل سے گزارے جانے کے بعدخشک پتیوں (پھٹکی)کی شکل میں بیچا جاتا ہے ، پھر اس کوایتھائل الکحل میں ملا دیا جاتا ہے تا کہ سیال شیلاک بنایا جاسکے، جس کا استعمال غذا مثلا سیب وغیرہ چمکانے اور پالش کرنے اور لکڑی کی فنیشنگ کے رنگنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ویجٹیرین سوسائٹی کے مطابق:شیلاک ٹھیک اسی طرح بنتا ہے جس طرح شہد بنتا ہے۔

شیلاک ایک چھوٹا لال کیڑا جس کو (Lac Laccifer) کہاجاتا ہے ، سے بنایا جاتا ہے جو اپنے ابتدائی مرحلے میں سیب کے بیج کی طرح ہوتا ہے۔ان کیڑوں کو مخصوص درختوں پر کھانا دیا جاتا ہے جس کو ہندوستان میں ‘‘لاکھ ’’ درخت کہاجاتا ہے۔ سال کے کچھ موسم مینیہ چھوٹے لال رنگ کے کیڑے اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ بعض اوقات پورا درخت سرخ اور گلابی لگنے لگتا ہے۔جب یہ کیڑے شاخوں اور پتیوں پر بیٹھ جاتے ہیں تو اپنے سونڈ سے چھال میں گھس جاتے ہیں، رس چوستے ہیں اور اسے جذب کرنا شروع کردیتے ہینیہاں تک کہ وہ خود اپنے آپ کو بھی لقمہ بنالیتےہیں۔اسی دوران ان میں کا ہر مادہ مرنے سے پہلے ایک ہزار انڈے دیتا ہے۔

رس کو کیڑے کے جسم میں کیمیا ئی تبدیلی سے گزارا جاتا ہے اور آخر کا ریہ باہر آجاتا ہے۔ہوا لگنے کی وجہ سے یہ ایک سخت خول کی طرح ہوجاتا ہے جو پورے کیڑے

کو ڈھک دیتا ہے۔اسی وقت یہ خول کیڑوں اور ٹہنی کے لئے ایک مرکب پرت کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ان کیڑوں میں سے صرف پانچ فیصد نر ہوتے ہیں جو درخت پر ہوتے ہیں۔گویا کہ مادہ ہی بنیادی طور پر شیلاک کی پیدوار کا ذریعہ ہے۔

یہ مثالیں تو بطور وضاحت تھیں ورنہ تو ایسی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ان مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کچھ مطعومات اور مشروبات ایسے ہیں جن کے بنانے میں حرام اور خبائث چیزیں شامل ہوتی ہیں۔اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن مینکچھ چیزیں معاون اور اضافے کی لئے استعمال کی جاتی ہیں۔لہذا اگر مطعومات اور مشروبات میں بعض خبائث چیزیں ڈالی گئی ہیں جیسے خنزیر کا تیل، اس کا گوشت یا خمر وغیرہ تو یہ حرام ہوں گی۔اس لئے جب حرام و حلال کا اختلاط ہو تو ا س میں جانب حرمت غالب ہوگا۔ اس لئے کہ فقہی قاعدہ ہے:''جب حلال و حرام کا اجتماع ہوتو غلبہ حرام کو ہوگا '' (الاشباہ والنظائز، للسیوطی، ص: ۱۰۵) ۔

کچھ وہ چیزیں جن کا استعمال مطعومات اور مشروبات میں معاون اور اضافے کے لئے ہوتا ہے،اس کی تعریف اردن یونیورسٹی کے شعبہ ''أنظمۃ ضبط الجودۃ لقسم التغذیۃ والتصنیع الغذائی'' کے پروفیسرعلی کامل یوسف الساعد نے غذائی اضافات (Food Additives) کی تعریف نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: أی مادۃ لیست لہا قیمۃ غذائیۃ تضاف بقصد إلی الغذاء، بکمیات قلیلۃ، لتحسین مظہرہ أو طعمہ أو قوامہ أو قابلیتہ للتخزین (اس کی پہلی عالمی تعریف۱۹۵۶ء یہ کی گئی تھی:ایک ایسا مادہ ہوتا تھا جو بالقصد غذا سے جوڑا جاتا تھا جس کی مقدار تھوڑی ہوتی تھی تاکہ اس کاظاہر اچھا دکھے،یا اس کا مزا اچھا ہوجائے یا ساخت اچھی ہوجائے یا اس کو ذخیرہ کرنے کے قابل بنایا جاسکے) (المواد المضافۃ، علی کامل الساعد،ص: ۷)۔

لیکن اس تعریف کی روشنی میں وہ مواد نکل گئے جن کا اضافہ غذا کی قیمت بڑھانے کے لئے ہوتے ہینجیسے وٹامن، معدنیات، فلیور اور وہ کیمکل اور جراثیم کش دوائیں جو پیکنگ کے وقت غذا میں سرایت کرتی ہیں۔لہذا اس کی ایک نئی تعریف کی گئی: ''ایک ایسا مادہ جو بالذات غذا کے طور پر استعمال نہیں ہوتا اور نہ ہی عادۃً غذاکے جزو کے طور پر استعمال ہوتاہے چاہے اس کی غذائی قیمت ہو یا نہ ہو۔یہ ٹکنالوجیکل مقاصد کے حصول کے لئے بڑھا یا جاتا ہے چاہے وہ غذا کے بنانے کے درمیان ہو، یا پیکنگ کے درمیان ہو یا نقل و حمل کے دوران ہو، اور ا ن سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ مواد غذا کا حصہ بن جائیں یا اس کے خواص پر اثر انداز ہوں (المواد المضافۃ،علی کامل الساعد،ص: ۱۵)۔

ان اضافی مواد کے استعمال کے محرکات کی تلخیص اس طرح کی جاسکتی ہے کہ غذا کے معیار اور اس کی نوعیت کو بہتربنانے،غذا کی قیمت کو بڑھانے، غذائیمصنوعات کو خراب اور ضائع ہونے سے بچانے، صارفین کے درمیان اس کی مقبولیت بڑھانے،اس

کی تیاری میں سہولت پیداکرنے، اچھااور کم وقت میں اس کی فراہمی ممکن بنانے اورمارکیٹنگ میں اس پر زیادہ نفع کمانے کے لئے ان اضافی مواد کا استعمال ہوتا ہے (المواد المضافۃ،علی کامل الساعد، ص: ۱۶) ۔

پروفیسرعلی کامل یوسف الساعد کے بقول غذائی اضافات (Food Additives) کی مختلف قسمیں کئی طرح کی بیماری کا سبب بنتے ہیں جن میں کئی قسم کے کینسر،جگریا گردے کا فیل ہونا، اعضاء جسم کی خرابی اور ایسی بیماری بھی ہے جو موت تک منتہی ہوتی ہے(المواد المضافۃ،علی کامل الساعد،ص: ۱۷) ۔

مذکورہ گفتگو سے یہ پتہ چلا کہ یہ غذائی اضافات انسان کی صحت کے لئے کس درجہ نقصاندہ ہیں۔اسی وجہ سے ان غذائی مصنوعات کا جن مینیہ غذائی اضافات شامل ہوں اورانسان کے لئے ان کا نقصاندہ ہونا سائنسی تجزیےیا اس کے علاوہ ذرائع سے ثابت ہوتوان کا استعمال حرام ہوگا، چاہے یہ چیز بربنائے یقین ہو یا ظن کی بنیاد پر ہو، یایہ ‘اضرار ’ صحت میں گراوٹ، جسمانی وظائف مینخللیامستقبل میں امراض کے پیدا ہونے کے خطرے کی وجہ سے ہو۔

وہ مصنوعات جو غذائی اضافات پر مشتمل ہوں اور صحت کے لئے نقصاندہ ہوں، ان کی حرمت پرقرآن وحدیث کے نصوص سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔قرآن میں ہے: ‘‘ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ’’ (اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو) (سورہ بقرہ: ۱۹۵)۔دوسری جگہ ارشاد ہے: ‘‘ولا تقتلوا أنفسکم إن اللہ کان بکم رحیما’’(اپنے آپ کو قتل مت کرو ، اللہ تم پر مہربان ہے) (سورہ النساء: ۲۹)۔ ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالی نے اپنے کو مارنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے۔نہی جب مطلق بولی جائے تو تحریم کا فائدہ دیتا ہے؛ لہذا وہ غذائیں جو ان اضافات پر مشتمل ہوں جو صحت کے نقصان یاہلاکت کا سبب ہوتے ہیں،وہ حرام ہوں گے۔تیسری جگہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے طیبات حلال کی ہیں اور خبائث حرام کی ہیں’’ (سورہ الاعراف: ۱۵۷) ۔ اس آیت میں اللہ نے خبیث اور نقصاندہ چیزوں کو حرام کیا ہے، اور چوں کہ یہ اضافات صحت کے لئے نقصاندہ ہیں، لہذا یہ بھی خبیث اور منہی عنہ ہونگے۔

حدیث شریف میں ہے ،حضرت ابن عباسؓکی روایت ہے: ‘‘لا ضرر ولاضرار’’ (البیہقی، ابن ماجہ،امام احمد،دارقطنی)، اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز سے منع کیا ہے جس میں ضرر ہو؛چنانچہ ان غذائی اضافات کے استعمال میں آدمیکے بد ن کا نقصان ہے لہذ ان کا استعمال حرام ہوگا؛اس لئے کہ ان إضافات پر مشتمل مصنوعات یا توصحت میں گراوٹ پیدا کرے گییا پھر موت کا سبب بنے گی۔

اصول فقہ کاایک مشہور قاعدہ ہے: ‘مالا یتم الواجب إلا بہ فہو واجب’’ (الاشباہ والنظائر، ص: ۲۸۶)، شریعت مینجان و نفس کی حفاظت مقاصد ضروریہ میں سے ہے،اور

یہ قاعدہ ہے کہ واجب کے حصول کے لئے جن چیزوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے وہ بھی واجب ہوتی ہیں؛ چنانچہ جان کی حفاظت واجب ہے،اور اس کا حصول تب ہی ممکن ہے جب کہ ان اضافات ضارۃ سے بچاجائے جو انسان کو موت تک پہنچادیتے ہیں؛ لہذا ان سے بچنا بھی واجب ہوگا اور ان اضافات کا استعمال جائز نہ ہوگا۔اسی طرح 'درء المفاسد 'کے فقہی اصول سے بھی ان چیزوں کا استعمال ممنوع ہوگا۔

مزید برآناگر شریعت کی حرام کردہ چیزوں میں غور کیا جائے تو ان میں حرمت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں انسانی جسمانی اور روحانی صحت کے لئے نقصاندہ ہیں اور وہ چیزیں مقاصد شریعت کی حفاظت میں مخل ہیں؛ چنانچہ سورہ مائدہ آیت۳میں جن چیزوں کو حرام کیا گیاہے ان کی حکمت بھییہی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''تم پر حرام کیے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نام زد کردیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرجاوے اور جو کسی ضرب سے مرجاوے اور جو اونچے سے گر کر مرجاوے اور جو کسی ٹکر سے مرجاوے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کرڈالو، اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذ بح کیا جاوے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے یہ سب گناہ ہیں، آج کے دن نا امید ہوگئے کافر لوگ تمھارے دین سے سو ان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا، آج کے دن تمھارے لیے تمھارے دین کو میں نے کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کردیا اور میں نے اسلام کو تمھارا دین بننے کے لیے پسند کرلیاپس جو شدت کی بھوک میں بیتاب ہوجاوے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں '' (سورہ مائدہ: ۳)، اس آیت میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ یہ چیزیں انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہیں۔

اسی طرح حدیث شریف میں ''جلالۃ '' کے دودھ پینے سے منع کیا گیا ہے: ''نہی رسول اللہ ﷺ عن شرب لبن الجلالۃ'' (رواہ الخمسۃ الا ابن ماجۃ)، جلالۃ وہ جانور ہے جو نجاست کھاتا ہے اور غلاظت کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت کے اندر اثر پیدا ہوتا ہے؛اس لئے کہا گیا کہ اس کو مقید رکھاجائے اور اچھا چارہ دیا جائے ،اور جب اس کی بدبو ختم ہوجائے اور گوشت اچھا ہوجائے توپھر ذبح کیا جائے،گویا کہ اس کی ممانعت بھی اسی وجہ سے ہے کہ یہ صحت کے لئے نقصاندہ ہے۔

مذکورہ وضاحت کے بعد پہلی، دوسری اور تیسری صورت میں حلت وحرمت کا مدار اس پر ہوگا کہ سوال میں ذکر کردہ چیزیں انسان کے لئے نقصاندہ ہینیا نہیں؛ چنانچہ پھلوں کو پکانے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے اگر ایسی چیز استعمال ہوتی ہے جو دیانت دار ماہرین کی نظر میں انسان کے لئے نقصان دہ ہے تو اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا؛ کیوں کہ انسانی جان کی حفاظت مقاصد شریعت میں سے

ہے۔

چوتھی صور ت میں تفصیلیہ ہے کہ اگرگوشت اور ہڈی کا پاؤڈر پاک چیزوں کا ہے اس طو رپر کہ ا س پاک جانور کو زندہ ہونے کی حالت میں ذبح کیا گیا ہوتو ان کا استعمال جانوروں کے چارے کے طور پر کیا جاسکتا ہے،ا سی طرح جب کہ وہ دونوں یعنی گوشت اور ہڈی کا پاؤڈر نجس ذرائع سے ہوں مثلا خنزیر وغیرہ؛ لیکن ان کی تبدیلیٔ ماہیت ہوگئی ہو اور وہ دوسری شئی میں تبدیل ہو گئے ہوں تو ہی جانور کے چارے کے طور پر اس کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

لیکن اگر نجس ہونے کی صور ت میں ماہیت کی تبدیلی بھی نہیں ہوئی اور وہ اپنی اسی حالت پر رہے تو پولٹری وغیرہ کو چارے کے طور پر اس کا دینا جائز نہیں ہوگا اگر چہ اس کی مقدار کم ہو، اسی طرح اس کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ ظن غالب ہو کہ یہ چارہ آدمی اور جانور کے لئے نقصاندہ نہیں ہوگا۔

اور اگر کسی جانور کو یہ غذا کھلا ئی گئی تو اس کا حکم ‘جلالۃ ’ کا ہوگا۔اس لئے کہ فقہاء کے یہاں جس حیوان کی غذا نجاست ہو وہ ‘جلالۃ ’ ہے، لہذا اونٹ، گائے، بکری ،مرغی ، بطخ وغیرہ جن کی ‘غذا ’ نجاست ہو اس کو ‘جلالۃ ’ کہا جاتا ہے۔

وہ جانور جس کی غذا نجاست ہو اس کی کئی حالتیں ہیں: پہلی حالت یہ کہ اس کی اغلب خوراک طیبات ہو اور کبھی کبھی نجاست بھی کھا لیتا ہو، تو اس پر ‘جلالہ ’کا حکم ثابت نہینہوگا۔خطابیؒ فرماتے ہیں کہ: اگروہ جانور گھاس چرتا ہے اور دانہ کھاتا ہے اور اس کے ساتھ تھوڑی نجاست بھی آجاتی ہے تو یہ ‘جلالۃ ’ کے حکم میں نہیں ہوگا؛اس لیے کہ اس کی غالب غذا اورچارہ نجاست کے علاوہ ہے،لہذا اس کا کھانا مکروہ نہیں ہوگا (معالم السنن ۴،۲۴۴)۔ شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں: اگر وہ طیب اور قبیح دونوں کھاتا ہے اور اس کا اکثر چارہ طیب ہے تو وہ ‘جلالۃ ’ نہیں ہے، بلکہ وہ مباح ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض پولٹری فارم والے چوزوں کو دم مسفوح کھلاتے ہیں تا کہ ان میں قوت پیدا ہو اور جلدی بڑھیں،لہذایہ حرام نہیں ہے اور نہ مکروہ؛ اس لئے کہ اس کی اکثر غذا طیب ہے اور حکم اکثر پر لگتا ہے (شرح ریاض الصالحین۶،۴۳۴)۔

دوسری شکل یہ ہے کہ بیشتر خوراک نجاست ہے، اور اس کا اثر حیوان کے گوشت اور اس کی بو میں بھی ظاہر ہو رہا ہے، تو حدیث کی نہی اس پر صادق آئے گی؛ لہذا اس کاگوشت، انڈا وغیرہ جائز نہیں ہوگا۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں: جانورجلالہ اس وقت ہوگا جب اس کی کیفیت متغیر ہوجائے اور اس سے بدبو آنے لگے، تو اس وقت اس کو ‘جلالہ ’ کہا جائے گا، لہذا اب اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہوگا (بدائع الصنائع۵، ۴۰) ۔

تیسری شکل یہ ہے کہ بیشتر کھانا نجاست ہے لیکن اس کا اثر حیوان کے گوشت اور بو میں نہیں ہے تو کیا اس کو ‘جلالۃ ’ کہا جائے گا؟حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ ‘جلالۃ ’

ہوگا، اس لئے کہ اس کا بیشتر کھانا نجاست ہے۔ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: ‘فإذا كان أكثر علفها النجاسة، حرم لحمها ولبنها’ (المغنی۹؍۴۱۳)، احناف و شوافع کہتے ہیں کہ یہ ‘جلالۃ ’ میں شمار نہیں ہوگا؛اس لئے کہ جلالۃ ہونے کی شرط نجاست کا اثر ا س کے گوشت اور بو میں پیدا ہونا ہے۔ سرخسی فرماتے ہیں: ‘‘ وأما ما يخلط فيتناول الجيف وغير الجيف على وجه لا يظهر أثر ذلک من لحمه، فلا بأس بأكله’’ (المبسوط۱۱؍۲۵۵)، امام نوویؒ کی بھی وہی رائے ہے جو احناف وشوافع کی رائے ہے (المجموع شرح المہذب) ۔

‘جلالۃ ’ کا گوشت حلال نہیں ہوگا یہاں تک کہ اس کی بدبو ختم ہوجائے، اور یہ اس کو قید کرکے اچھا چارہ دینے سے ہوگا؛ لہذا اس سلسلے میں ابن قدامہ کہتے ہیں: ‘‘وتزول الكراہۃ بحبسہا اتفاقا’’ (المغنی)، کچھ علماء نے اس حبس کی مقدار متعین کی ہے ،چنانچہ اونٹ اور گائے میں چالیس دن،بکری میں سات دن اور مرغی میں تین دن ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے: حضرت نافعؒ،ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جلالۃ مرغی کو تین دن قید کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ۵؍۱۴۸)۔

جلالۃ کا گوشت کھانا حرام ہے یا مکروہ؟ حنابلہ کے یہاں اس کا گوشت اور انڈا کھانا اور اس کا دودھ پینا حرام اور اس پر سواری مکروہ ہے (الانصاف)، احناف، شوافع اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق جلالۃ کا گوشت کھانا، دودھ پینا اور اس پر سواری کرنا سب مکروہ ہے (بدائع الصنائع ۵؍۴۰)۔

پانچویں سوال کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ مضر صحت اشیاء کا استعما ل کرنے والا اگر اس کی خرابیوں سے واقف ہے اور اس کے نقصان سے بھی آگا ہ ہے تو اس کا یہ عمل حرام ہوگا؛کیونکہ اس کا یہ عمل اہلاک بنفسہ کے درجے میں آئے گا جس سے قرآن میں صراحۃً منع کیا گیا ہے۔اور ظاہر سی بات ہے کہ اس کے خریدنے، کھانے اور کھلانے کا بھی وہی حکم ہوگا جو اس کے استعمال کا ہے۔

***

غذا کے حلال ہونے کے متعلق اصول

ڈاکٹر زیڈ اے آر اے آزاد•

غذا کا مسئلہ مختلف نسلی، سماجی، مذہبی طبقات کے درمیان سب سے اہم عوامل میں شمار کیاجاتا ہے، تمام لوگ جو غذا استعمال کرتے ہیں اس کے بارے میں احتیاط برتنے میں مسلمان اس بات کی احتیاط کرتے ہیں کہ جو کچھ وہ کھائیں وہ حلال ہو، یہودی چاہتے ہیں کہ جو غذا وہ استعمال کریں وہ کوشر ہو، بودھ مذہب میں اور بعض دیگر زمروں کے افراد چاہتے ہیں کہ ان کی خوراک دال سبزی(ویجیٹیرین) پر مشتمل ہو، مسلمان خوراک کے انتخاب میں واضح شرعی ہدایات کی پابندی کرتے ہیں،یہاں حلال غذائوں کے بارے میں اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کے استعمال میں آنے والی غذائوں میں حلال اور حرام سے متعلق گیارہ عمومی طور پر قبول کردہ اصول بیان کئے گئے ہیں(القرضاوی: ۱۹۸۴)۔

۱-پہلا اصول یہ ہے کہ اللہ نے جوچیزیں پیدا کی ہیں وہ سب حلال ہینما سوائے ان چند اشیاء کے جنہیں خاص طور پر حرام قرار دیاگیا ہے۔

۲-کسی شئ کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار صرف اللہ رب العزت کو ہے، کوئی شخص وہ کیسا ہی پارسا یا طاقتور ہو اسے اپنے ہاتھ میں نہینلے سکتا۔

۳-کسی حلال شئ کو حرام قرار دینایا حرام کو حلال بنانا اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے مترادف ہے۔

۴-بعض اشیاء کو حرام قرار دینے کی بنیادی وجہ ان کا ناپاک اور نقصاندہ ہونا ہے۔کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی شئ کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں تجسس کا شکار ہو، جن چیزوں کو اللہ تعالی نے حلال یاحرام قرار دیا ہے ان کے بارے میں واضح اسباب اور وجوہ ہوسکتے ہیں۔

۵-جو شئ حلال ہے وہ کافی ہے اور جو شئ حرام ہے وہ فضول ہے، اللہ تعالی نے صرف ان چیزونکو حرام قرار دیا ہے جو غیر ضروری ہیں اور ان کے متبادل کے طورپر بہتر اشیاء کو حلال قرار دیا ہے۔

۶-جو شئ حرام اشیاء کی معاون ہے وہ بھی حرام ہے اور جو شئ حرام ہے اس کی طرف لے جاتی ہے وہ بھی حرام ہوگی۔

• ڈپارٹمنٹ آف فوڈ پروسیسنگ ٹیکنا لوجی، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی۔

٧-کسی حرام شئ کو کذب بیانی سے حلال بنا کر پیش کرنے کی اجازت نہیں ہے، اللہ تعالی کی حرام کردہ اشیاء کو ضعیف دلائل کے ذریعہ حلال قرار دینا بھی جائز نہیں ہے۔

٨-اللہ نے جس شئ کو حرام قرار دیا ہے اسے نیک نیتی کی آڑ میں حلال نہیں قرار دیاجاسکتا، جب کوئی مسلمان اخلاص نیت سے کوئی جائز کام کرتا ہے تو وہ عبادت میں شمار ہے؛ لیکن حرام عمل میں خواہ کیسی ہی اخلاص نیت ہو، کیسا ہی اعلا مقصد ہو وہ عمل حرام ہی رہے گا۔

اسلام کسی جائز مقصد کے حصول کے لئے حرام طریقہیا وسیلہ کی اجازت نہیں دیتا؛ بلکہ اسلام اس پر زور دیتا ہے کہ کسی اعلی مقصد کے حصول کے لئے جو وسیلہ اختیار کیاجائے وہ بھی جائز ہو۔ مقصد وسیلہ کا جواز پیش کرتا ہے اور غلط وسیلہ سے بھی اپنا جائز مقصد حاصل کرو، جیسی کہاویتیں اسلام میں قابل قبول نہیں ہیں، شریعت کا حکم ہے کہ جائز مقصد کو صرف جائز وسیلہ سے ہی حاصل کیاجائے۔

٩-جن اشیاء کے بارے میں شبہ ہے ان سے اجتناب کرنا چاہئے، واضح طورپر حرام اور واضح طورپر حلال کے درمیان بعض ایسی اشیاء ہیں جن کے بارے میں شبہ ہے، مشتبہ چیزوں سے اجتناب اسلام میں تقوی کی نشانی ہے او ر حرام چیزوں سے دور رہنا بھی پاکیزہ کردار کی علامت ہے، محمد ﷺ نے فرمایا کہ حلال اور حرام واضح ہیں اور ان دونوں کے درمیان بعض ایسی اشیاء ہیں جن کے بارے میں شبہ ہے، بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ یہ چیزیں حلال ہینیا حرام، جو شخص ایسی مشتبہ اشیاء سے اجتناب کرتا ہے وہ اپنے عقیدہ اور ضمیر کے تحت معصوم رہتا ہے، لہذا وہ محفوظ ہوتا ہے، اور جو شخص ان مشتبہ اشیاء سے پرہیز نہیں کرتا وہ ناجائز اور حرام کے دائرے میں آسکتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ممنوع علاقہ میں جانوروں کو پالنا چاہے تو وہ ایسا کرسکتا ہے، بلا شبہ اللہ کی مقرر کردہ ممنوعات ''حرام '' ہیں (سکر، ١٩٩٤)۔

١٠-تمام حرام اشیاء سب کے لئے حرام ہیں، اسلامی قانون شریعت ہر نسل، ہر طبقہ اور ہر جنس پر ہر جگہ نافذ العمل ہے، اس میں کسی بھی اعلی وادنی کے لئے کوئی رعایت نہیں ہے، اسلام میں کوئی مراعات یافتہ طبقہ نہیں ہے،لہذا کسی ایسے طبقہ کے لئے خصوصی رعایتیا مراعات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اسلام کا یہ اصول صرف مسلمانوں کے درمیان ہی نافذ العمل نہیں بلکہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان بھی سب پر یکساں نافذ ہوتا ہے۔

١١-ضرورت مشتبہات کی طرف لے جاتی ہے، اسلام میں حرام اشیاء کا دائرہ بے حد تنگ ہے؛ لیکن حرام سے اجتناب پر بیحدزور دیا گیا ہے، اس کے ساتھ اسلام انسانی زندگی کے مصالح ، ان کی وسعت یا انسانی کمزوریوں اور حالات سے نبرد آزما ہونے کی

اس کی صلاحیت سے بھی بے خبر نہیں ہے، ضرورت کے تحت اسلام ایک مسلمان کو حرام شئ کے استعمال کی اجازت بھی عطا کرتا ہے کہ وہ اس حرام شئ کو اس حد تک استعمال کرے کہ اس کی جان بچ جائے۔

غذائی اشیاء کے حلال ،جائز ہونے کے بارے میں پانچ اہم شرائط مقرر کی گئی ہیں:

۱-حلال سے مراد جائز، اس کا اطلاق گوشت اور پولٹری اور دیگر غذائی مصنوعات، ذاتی آرائش کے سامان اور ذاتی دیکھ بھال،صحت سے متعلق اشیاء پر ہوتا ہے، اس کا اطلاق ذاتی رویہ اور اپنے فرقہ،ملت سے ربط اور میل جول پر بھی ہوتا ہے۔

۲-حرام سے مراد ممنوع اشیاء ہیں،یہ حلال کی متضاد شکل ہے۔

۳-مشتبہ، اس سے مراد مشتبہ یا قابل اعتراض شئ ہے، خواہ اس کا سبب اس کے بارے میں علماء کا اختلاف رائے ہو یا اس غذائی مصنوعات میں شامل مرکبات (اجزاء) کے بارے میں غیر مصدقہ صورت ہو۔

۴-مکروہ وہ اصطلاح ہے جو کسی شئ کے بارے میں کسی شخص کی ناپسندیدگی کو ظاہر کرتی ہے یا جو شئ واضح طورپر حرام نہیں مانی جاتی ، اور مسلمان اسے ناپسند کرتے ہیں۔

۵-ذبیحہ،یہ وہ اصطلاح ہے جو امریکہ کے مسلمان ایک مسلمان کے ذریعہ لئے گئے ذبیحہ کے بارے میں بولتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا گوشت جسے اہل کتاب (یہودی، عیسائی) کے ذریعہ ذبح کیا گیا ہو،یا بغیر مذہبی طریقہ پر عمل کرتے ہوئے کیاگیا ہو۔

حلال اورحرام:

قرآن عظیم کی عمومی ہدایات کے مطابق تمام اشیاء حلال ہیں، سوائے ان کے جنہیں واضح طور پر حرام قرار دیاگیا ہے، اس اسلامی عقیدہ کے مطابق تمام غذائی اشیاء حلال ہیں (گلوریس قرآن، اس کا انگریزی ترجمہ از پکتھال۱۹۹۴)۔

اے اہل ایمان!وہ تمام پاکیزہ چیزیں کھائو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو، یہ وہی ذات ہے تم جس کی عبادت کرتے ہو(سورہ بقرہ: ۱۷۲)۔

گلوریس قرآن میں حرام اشیاء کو واضح طو ر پر استعمال کیاگیا ہے، ان آیات کا ترجمہ درج ذیل ہے:

اللہ نے تمہارے لئے مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا ہے اور وہ شئ جو غیر اللہ کی طرف منسوب کی گئی ہو (سورہ بقرہ: ۱۷۳)۔

تم پر حرام کیاگیا ہے مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ شئ جو غیر اللہ کو نذر کی گئی ہو، گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور، یا ضرب کے ذریعہ مارا گیا ہو ، یا جو بلندی سے گر کر مر گیا ہو، یا جو سینگ کی چوٹ سے مرا ہو، یا جسے جزوی طور پر درندوں نے کھالیا ہو سوائے اس کے کہ تم اسے (زندہ حالت میں)ذبح کرلو،اور وہ جو بتوں کے نام

پر قربان کیاگیا ہو اورتیروں کے ذریعہ فال نکالنا یہ سب فسق(برائی) ہیں(سورہ مائدہ: ٣) ۔
مندرجہ ذیل آیات کے ذریعہ شراب اور خمار لانے والی دیگر اشیاء کی حرمت بھی بیان کی گئی ہے۔
اے اہل ایمان، شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء جوا(قمار بازی) اور تیروں کے ذریعہ فال نکالنا یہ سب شیطانی کام ہیں ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پائو(سورہ مائدہ: ٩٠)۔
گوشت کے بارے میں قرآن عظیم میں سخت احکام ہیں، نہ صرف خون، لحم خنزیر، مردہ جانوروں کا گوشت یا غیر اللہ کے نام قربان کئے گئے جانوروں کا کھانا حرام ہے، بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی ہدایت ہے کہ حلال جانور کو ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیاجائے۔
وہ (گوشت) کھائو جس پر اللہ کا نام لیاگیا ہو، اگر تم مومن ہو اور اللہ کے نازل کردہ احکام پر یقین رکھتے ہو(سورہ انعام: ١١٨) ۔
جس (گوشت) پر اللہ کا نام نہ لیاگیا ہو اسے مت کھائو، کیونکہیہ کراہیت والی شئ (فسق) ہے اور شیطان اور اس کے ساتھی تمہیں ورغلانا چاہتے ہیں، اگر تم ان کی پیروی کروگے تو تم شرک کے مرتکب ہوگے(سورہ انعام: ١٢١)۔
لہذا مسلمانوں کے لئے تمام حلال اور طیب غذائیں قابل استعمال ہیں ما سوائے ان کے جنہیں ذیل میں حرام قرار دیاگیا ہے، یا جن کی تیاری میں ممنوع اورحرام اشیاء شامل ہوں، مردار جانور، بہتایا جما ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور اس سے تیار کیجانے والی تمام خوردنی وغیر خوردنی اشیاء ، وہ جانور جنہیں ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیاگیا ہو، وہ جانور جو اس انداز سے مارے گئے ہوں کہ ان کا سارا خون ان کے جسموں سے خارج نہ ہوگیا ہو، وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے ہوں، ہر قسم کی خمار آور ادویہ اور مشروبات کی ممانعت ہے، درندے، شیر، کتے، بھیڑیئے، چیتے، پرندے جن کے تین تیزپنجے ہیں،شکاری پرندے جیسے(شکرا،چیل، الو اور گدھ)، زمینی جانور(حشرات الارض) جیسے مینڈک اور سانپ وغیرہ۔
اسلام کے غذائی اصول قرآنی آیات، احادیث، تفسیر اور فقہ کی بنیاد پر وضع کئے گئے ہیں، قرآن مجید میں غذا اور مشروبات سے متعلق مزید احکام حسب ذیل ہیں:
اے بنی آدم!زمین پر جو حلال اور طیب غذائیں ہیں انہیں کھائو اور شیطان کی پیروی نہ کرو، خبردار وہ تمہارا کھلا دشمن ہے(سورہ بقرہ: ١٦٨)۔
اے اہل ایمان، اپنے عہد پورے کرو، تمہارے لئے تمام جانور حلال کئے گئے ہیں ماسوائے...(سورہ مائدہ: ١)۔
(اے محمد!) وہ تم سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لئے حلال کیا ہے، کہہ دو کہ تمام طیب اشیاء ان کے لئے حلال ہیں اور وہ شکاری جانور اور پرندے جنہیں تم اللہ کے بتائے

ہوئے طریقے پر شکار کے لئے سدھائے ہو، ان کے شکار کئے ہوئے جانور (پرندے) کھائو لیکن ان پر اللہ کا نام لو، اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ حساب لینے میں دیر نہیں کرتا (سورہ مائدہ: ۴) ۔

آج تمہارے لئے وہ تمام طیب غذائی اشیاء حلال کی جاتی ہیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں، اہل کتاب کی غذائیں جو وہ کھاتے ہیں تمہارے لئے حلال ہیں اور تمہاری غذائیں ان کے لئے حلال ہیں (سورہ مائدہ: ۵)۔

اے اہل ایمان! جو چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام مت کرو اور زیادتی نہ کرو ، اللہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا؟

جو حلال اور طیب چیزیں اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں انہیں کھائو اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو (سورہ مائدہ: ۸۸) ۔

اور تم اس چیز کو کیوں نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیاگیا ہے اور جوکچھ حرام ہے وہ بھی اللہ نے تمہیں بتایا ہے، سوائے اضطرار کے(سورہ انعام: ۱۱۹)۔

اور جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے اسے مت کھائو...دیکھویہ برا(قابل اجتناب)ہے، شیطان اپنے ساتھیوں کے ذریعہ تمہیں ورغلاتا ہے، اگر تم ان کی پیروی کرو گے تو تم شرک کے مرتکب ہوگے (سورہ انعام: ۱۲۱)۔

اور جو جانور اللہ نے پیدا کئے ہیں ان میں سے بعض باربرداری کے لئے، بعض کھانے کے لئے ہیں، اللہ نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے اسے کھائو اور شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے(سورہ انعام: ۱۴۲)۔

(اے محمد) کہہ دو کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے، میں نے اس میں ایسا کچھ نہیں پایا کہ جو کچھ کوئی کھانا چاہے وہ حرام ہو ماسوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یابہنے والا خون یا خنزیر کا گوشت، بلاشبہ یہ ناپاک اور نجس ہے، جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا(اسے مت کھائو وہ حرام ہے)، اگر اضطرار کی حالت میں کوئی اسے کھالے اس کا ارادہ اللہ کی نافرمانییا حد سے گذرنا نہ ہو تو اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (سورہ نحل: ۱۱۴)۔

بس حلال اور طیب چیزیں کھائو ، جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو وہ جس کی تم عبادت کرتے ہو(سورہ نحل: ۱۱۴) ۔

اللہ نے تمہارے لئے مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو حرام کیا ہے لیکن جو حالت اضطرارمیں ہو، نافرمانی اور حد سے گذرنا اس کا ارادہ نہ ہو تو اللہ معاف کرنے اور رحم کرنے والاہے (سورہ نحل: ۱۱۵)۔

حرام اشیاء میں خنزیر کا گوشت، شراب، خون، مردار جانور، یا جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیاگیا ہو، ان میں وہ حلال اشیاء بھی شامل ہے جن کی تیاری میں حرام اشیاء کی آمیزش کی گئی ہو، وہ گوشت یا پولٹری جسے اللہ کا نام لئے بغیر ذبح کیاگیا ہوبہت

سے مسلمان اسے حرام یا پھر مکروہ سمجھتے ہیں۔

حرام قرار دینے کی بنیاد:

اسلامی عقیدہ میں اللہ قادر مطلق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے،ایک مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے لاالہ الا اللہ کہے، پس ہر شئ کا تعلق اللہ سے ہے، اس عقیدے کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا، اللہ تعالی نے جن اشیاء کو حرام قرار دیا ہے وہ سب قرآن عظیم کے ذریعہ حرام بتلائی گئی ہیں، بعض سائنسدانوں نے بھی اپنے سائنسی مطالعہ کی روشنی میں ان حرام اشیاء کے مضر اثرات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، جو مندرجہ ذیل ہے:

۱-مردار یا مردہ جانور انسان کی غذا کے لئے مضر ہیں؛ کیونکہ مردہ جسم میں ایسے کیمیاوی اجزاء پیدا ہوجاتے ہیں جو انسان کے لئے نقصان دہ ہیں (آوان ۱۹۸۸)۔

۲-جسم سے جو خون خارج ہوتا ہے اس میں مضرت رساں بیکٹیریا (جراثیم)ہوتے ہیں جو زہریلے اجزاء سے پیدا ہوتے ہیں (اوان، ۱۹۸۸، حسین اور سکر،۱۹۸۳)۔

۳-خنزیر کے گوشت میں ایسے مضرت رساں جراثیم ہوتے ہیں جو انسانی جسم میں پہنچ کر اسے نقصان پہنچاتے ہیں اور یہ بکثرت ہوتے ہیں، خنزیر کے گوشت میں چربی بہت ہوتی ہے اور یہ چربی انسانی جسم کی چربی اور بایو کیمیکل سسٹم سے میل نہیں کھاتی (اوان ۱۹۸۸، حسین اور سکر ۱۹۸۳)۔

۴-نشہ لانے والی اشیاء اعصابی نظام کے لئے مضرت رساں سمجھی جاتی ہیں،یہ انسانی حواس اور قوت فیصلہ کو متاثر کرتی ہیں، بہت سے کیسوں میں ان سے سماجی اور خاندانی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں اور بعض اوقات موت بھی واقع ہوجاتی ہے (القرضاوی ۱۹۸۴، اوان ۱۹۸۸)۔

اگرچہ یہ تجزیہ اور تشریحات صحیح بھی ہوسکتی ہیں اور نہیں بھی، تاہم حرام اشیاء قرآن عظیم کے احکام کے تحت حرام قرار دی گئی ہیں، قرآن عظیم میں متعدد جگہ پر ‘‘تمہارے لئے یہ اشیاء حرام کی گئی ہیں ’’ کی آیات موجود ہیں۔

آج کے صنعتی ماحول میں کوئی شخص واضح حرام اشیاء سے اجتناب پر کیسے عمل کرسکتا ہے، آئیے دیکھتے ہیں کہ ہم حرام سے متعلق قوانین پر کیسے عمل کرسکتے ہیں؟

۱-مردار اور مردہ جانور: یہ عام طور پر تسلیم کیاجاتا ہے کہ مردار کھانا انسانی وقار کے منافی ہے اور غالبا آج کی مہذب سوسائٹی میں کوئی بھی مردہ جانور کا گوشت نہیں کھاتا، بہرحال ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی جانور کو ذبح کرنے سے پہلے بجلی کے جھٹکے سے سن کردیاجائے، شمالی امریکہ کے مقابلہ مینیہ طریقہیوروپ میں زیادہ رائج ہے، اس طرح ذبح کئے گئے جانور کا گوشت کھانا مسلمان کے لئے مناسب نہیں ہے(چودھری۱۹۹۲)۔

۲-صحیح ڈھنگ سے ذبیحہ:جانور کو ذبح کرنے کے لئے سخت ضابطے ہیں، جانور حلال جانوروں کی نسل سے ہونا چاہئے، جیسے بھیڑ بکری وغیرہ، جانور کا ذبیحہ کرنے والامسلمان اور بالغ عمر کا ہونا چاہئے، ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا لازمی ہے،جانور کی رگ گردن کاٹ کر ذبح کیاجائے،یہ تیزی سے کیاجائے اور اس طرح گردن کاٹ دی جائے کہ جسم کا سارا خون خارج ہوجائے اور جانور فوری طور پر مر جائے، دیگر مزید شرائط کی پابندی بھی ضروری ہے مثلاً جانور پر سختی نہ کی جائے، اسے پانی پلایاجائے اور تیز چھری سے ذبح کیاجائے،یہ اقدامات اس لئے تاکہ ذبح سے قبل اور بعد کو جانور کو زیادہ اذیت نہ ہو، جو بھی غذائی مصنوعات یا اس کے جزوی مرکبات(اجزاء) ہو ں وہ حلال جانور کے ہی ہونے چاہئیں تاکہ مسلمان اسے کھاسکیں۔

۳-خنزیر:خنزیر کا گوشت، چربی اور اس سے تیار کی جانے والی غذائی اشیاءیا وہ اشیاء جن کے مرکبات مینیہ شامل ہوں وہ واضح طور پر مسلمانوں کے لئے حرام ہیں، حلال اشیاء میں کسی بھی طرح سے خنزیر کا گوشت یا چربی کلییا جزوی طور پر شامل کئے جانے کا اندیشہ ہو ان سے پرہیز لازم ہے۔

درحقیقت اسلام میں حرام کی حدود اشیاء خوردونوش سے بھی آگے تک جاتی ہیں، مثال کے طور پر کسی مسلمان کے لئے حرام اشیاء کی فروخت یا خرید، باربرداری، ذبح کرنا یا کسی طرح بھی بالواسطہ یابلاواسطہ طور پر اس سے منافع حاصل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

۴-خون:سیال خون بازار میں فروخت نہیں کیاجاتا ،نہ اسے کھایاجاتا ہے، لیکن خون سے یا اس کے اجزاء سے تیار کی جانے والی اشیاء بازار میں دستیاب ہوتی ہیں، علماء کا اس پر اجماع ہے کہ خون سے تیار کی جانے والی اشیاء مسلمان کے لئے حرام ہیں۔

۵-شراب اور نشہ لانے والی دیگر اشیاء:الکوحل پر مشتمل مشروبات جیسے شراب، بیئر اور بغیر ملاوٹ کی شراب وغیرہ مسلمانوں کے لئے قطعی حرام ہیں، وہ غذائیں جن میں الکوحل کی زیادہ مقدار ایسے مشروبات بھی حرام ہیں؛ کیونکہ ایسی غذائی اشیاء اپنی نوعیت کے اعتبار سے ناپاک ہیں، غیر طبی ادویہ اور دیگر اشیاء جو خمار آور ہیں اور انسان کے ذہن، بدن اور صلاحیت پر اثر انداز ہوتی ہیں وہ بھی حرام ہیں، اور ان کا براہ راست استعمال یا غذامیں ان کا شامل کرنا جائز نہیں ہے، بہر حال بعض قابل قبول صورتیں بھی ہیں جن کے تحت قدرتی طور پر الکوحل والی اشیاءیا غذائی اشیاء میں الکوحل کے استعمال کی اجازت ہے۔

غذائی اشیاء کے حلال ہونے کے لحاظ سے انہیں چار زمروں میں تقسیم کیاجاسکتا ہے اور صنعت کے لئے بھی اسی کے مطابق خطوط ہدایت مرتب کی جاتی ہیں:

۱-گوشت اور پولٹری:اس زمرہ میں پانچ حرام زمروں میں سے چار دستیاب ہیں، لہذا

یہاں اس کے لئے سخت ترین تحدید کی جاتی ہے ، جانور لازمی طور پر حلال ہونا چاہئے، خنزیر کو اسلامی طریقہ پر ذبح کر کے اسے حلال قرار نہیں دیاجاسکتا ، ذبح کرنے والا عاقل مسلمان ہونا چاہئے اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا لازمی ہے، ایک تیز چھری سے جانور کی گردن کی رگیں کاٹنی چاہئیں تاکہ خون مکمل طور سے خارج ہوجائے، اسلام سنگدلی کی اجازت نہیں دیتا، لہذا جب تک جانور پوری طرح مر نہ جائے اس کے اعضاء الگ نہیں کئے جانے چاہئیں۔

۲- مچھلی اور دیگر سمندری غذائیں:مچھلی اور سمندری غذائوں کے جائز ہونے کے بارے میں مختلف فقہی مسالک کے ضابطوں اور مختلف ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے ثقافتی رسوم و رواج کو سمجھنا ضروری ہے، سارے مسلمان کھپرے دار اور غیر کھپرے دار مچھلی استعمال کرتے ہیں، تاہم بعض لوگ بغیر کھپرے والی مچھلی جیسے کٹ فش استعمال نہیں کرتے، سمندری غذائوں کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان اور بھی زیادہ اختلافات ہیں، بعض سمندری جانور کا بطور غذا استعمال کرنے میں، لیکن ہمیں دنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والوں کی ضروریات کو سمجھنا چاہئے، مثلاً ایسی اشیاء کا برآمد کرنا جن میں سمندری غذائیں شامل ہوتی ہیں۔

۳-دودھ اور انڈے:حلال جانور کا دودھ اور انڈا بھی حلال ہے، مغرب میں دودھ زیادہ تر گائے کا ہوتا ہے اور انڈے بیشتر مرغی کے ہوتے ہیں، دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والییہ اشیاء بھی اسی زمرے میں آتی ہیں، انڈوں اور دودھ سے مختلف غذائی اشیاء تیار کی جاتی ہیں، پنیر، مکھن اور کریم دودھ سے تیار کئے جاتے ہیں، پنیر ایک مخصوص کیمیائی مادہ(انزائیم) سے تیار کیاجاتا ہے، اگر یہ کیمیاوی مادہ حلال جانور کے ذبیحہ سے بنایاجاتاہے تو یہ حلال ہے؛ لیکن اگر حرام جانوروں کے اجزاء سے حاصل کیاجاتا ہے تو یہ حلال نہیں ہوگا، اسی طرح ان غذائی اشیاء میں جو ایسے مرکبات ہوتے ہیں جن کے بارے میں واضح علم نہ ہو تو ان کے استعمال میں بھی احتیاط ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

۴-پودے اور ترکاریاں:ان میں سے بیشتر چیزیں حلال ہیں، ماسوائے ان کے جن میں الکوحل کی ملاوٹ کر کے مشروبات تیار کئے گئے ہوں، بہر حال آج کے صنعتی طریقہ کار میں گوشت اور سبزیاں ایک ہی مشین اور آلات سے تیار کی جاتی ہیں اور اس سے ان کے آلودہ ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، سبزیوں کو ڈبہ بند یا پیک کرنے کے دوران ان میں بعض جانوروں کے اجزاء بھی شامل کر دیئے جاتے ہیں، جس سے یہ مصنوعات شبہ کے زمرہ میں آجاتی ہیں، لہذا پودوں اور سبزیوں سے بنائی جانے والی اشیاء کی تیاری کے عمل پر نظر رکھی جائے تاکہ ان کا حلال ہونا مشتبہ نہ رہے۔

اوپر شرعی ضوابط کو مد نظر رکھتے ہوئے جو بحث کی گئی اس سے واضح ہوتا

ہے کہ غذائی اشیاء کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں فیصلہ کرنے میں متعدد عوامل سامنے آتے ہیں،یہ اس پر منحصر ہے کہ اس کی نوعیت کیا ہے ، تیار کرنے کا عمل کیا ہے، اس کا سامان(مواد) کہاں سے حاصل کرایا گیا ہے۔

مثال کے طور پر خنزیر کے گوشت سے تیار ہونے والی تمام اشیاء حرام ہیں؛کیونکہ ان کا مادہ حرام ہے، اسی طرح اس حلال جانور کا گوشت جسے اسلامی طریقہ پر ذبح نہ کیا گیا ہو اسے بھی جائز قرار نہیں دیاجائے گا، اسی طرح چوری سے حاصل کی گئی غذائی اشیاءیا وہ اشیاء جو اس طریقہ سے حاصل کی گئی ہیں جو شریعت کے تحت جائز نہیں ہیں وہ بھی حرام ہوں گی، وہ غذائیں اور مشروبات جو زہریلے ہوں یا جن میں نشہ آور اجزاء شامل ہیں وہ بھی حرام ہیں؛ کیونکہ وہ سب مضر صحت ہیں۔

حوالہ جات:

۱-قرآن عظیم، ہولی قرآن پبلشنگ ہائوس لندن

۲- القرضاوی، اسلام میں حلال وحرام، ۱۹۸۴ء

۳-اوان جے اے ۱۹۸۸-غذا سے متعلق اسلامی قوانین، حرام غذا تیار کرنے کی فلاسفی،۶-۵-۱۹۵۱۔

۴-چودھری -ایم ایم۱۹۹۲ غذائی اشیاء سے متعلق اسلامی قوانین، فلسفیانہ بنیاد، اور عملی نفاذ ۱۰۴،۹۳،۹۲-۱۰-۴۶۔

۵-حسین-ایم ایم اور سکر ۱۹۸۳ -اسلامی غذائی قوانین اور پریکٹس-اسلامی فوڈ اینڈ نیوٹریشین کونسل آف امریکہ -بیڈ فورڈ پارک۱۱۔

۶-پکتھال-ایم گلوریس قرآن-عربی عبارت اور انگریزی ترجمہ-لائبریری آف اسلام-قاضی پبلیکیشن- شکاگو۔

۷-سکر اے ایچ۱۹۹۴-حلال اور حرام کی وضاحت-حلال غذائوں کا علم حقائق اور بے حقیقت باتیں، فائونڈیشن فار اسلامک نالج لمبارڈا۔

۸-سکر اے ایچ۱۹۹۳، شمالی امریکہ میں حلال غذا سے متعلق عصری مسائل، لائٹ، مئی جون ۳(۳)۲۴،۲۲۔

۹-طوائی جبری، ایس اوراسپیل مین ڈی،۱۹۸۹، مسلمانوں کے غذائی قوانین کا ایک تعارف-فوڈ ٹیکنول،۹۰،۸۸،۷۔

صحت پر کیڑے مار دوائوں کے اثرات

کیڑے مار دوائیں چھڑکنے والوں پر ان دوائوں کے شدید اور تاخیر سے نمایاں ہونے والے اثرات ہوتے ہیں، ان میں جلدمیں جلن، آنکھوں میں سوزش سے لے کر اور بھی سنگین بیماریانمثلانظام اعصاب پر منفی اثرات ، ہارمون میں عدم اعتدال ، رجولیت سے

متعلق مسائل کے علاوہ کینسر ہوجانے کا خدشہ بھی رہتا ہے، ۲۰۰۷ء کے ایک جائزہ سروے سے پتا چلا کہ خون کے کینسر اور بعض دیگر مہلک امراض کی تشخیصظاہر کرتی ہے کہ کیڑے مار دوائوں کے اثرات کا ان سے گہرا تعلق ہے، ان کا کہنا تھا کہ کیڑے مار دوائونکا استعمال کم کیاجانا چاہئے، کیڑے مارد وائوں کے منفی اثرات سے متعلق دیگر اہم شہادتیں بھی موجود ہیں، ان میں دماغی نقص، اور ذہنی فروغ سے متعلق کمزوریاں شامل ہیں۔

امریکی میڈیکل ایسو سی ایشن نے ان کیڑے مار دوائوں کے استعمال کو محدود کرنے اور دیگر محفوظ متبادل سے کام لینے کی سفارش کی ہے، کیڑے مار دوائوں کے کم مقدار میں استعمال کے طویل المدتی اثرات کے بارے میں غیریقینی صورتحال اب بھی برقرار ہے۔

عالمی ادارہ صحت اور اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام نے اندازہ لگایا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں کھیتوں میں کام کرنے والے تیس لاکھ افراد ان دوائوں کے اثرات کا شکار ہوتے ہیں اور ان میں سے اٹھارہ ہزار موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

ان کیڑے مار دوائوں سے جو بے حد مالی منافع حاصل ہوتا ہے اس کی ہوس نے ان دوائوں کے استعمال کو مقبول بنادیا ہے، لیکن ان دوائوں کے استعمال سے انسانی صحت کو جو خطرہ لاحق ہوتا ہے اس کے پیش نظر عالمی غذائی ضابطہ ایسو سی ایشن مثلاً امریکہ ایف ڈی اے، یوروپیونین، کوڈیکس وغیرہ نے کیڑے مار دوائوں کے استعمال کی ایک حد مقرر کردی ہے، اس حد سے زیادہ ان دوائوں کا استعمال انسانی صحت کے لئے مضر ثابت ہوگا، وسیع انسانی آبادی کی غذائی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے بڑے پیمانے پر غذائی اشیاء کی فراہمی مطلوب ہے مگراس کے باوجود مضر صحت دوائوں کے استعمال کے بارے میں قانون اور ضابطوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

کیڑے مار دوائوں سے متعلق یوروپیونین کی کارروائی:

کمیشن نے ان کیڑے مار دوائوں کے بارے میں جو ۱۹۹۳ سے قبل بازارمیں فروخت ہوتی تھیں اپنا تجزیہ مکمل کرلیا ہے، اس پروگرام کے تحت ایک ہزار سے زیادہ اجزاء کی جانچ کی گئی اور ان میں سے دو تہائی کو بازار سے ہٹالیاگیا، ان تمام دوائوں میں ہر ایک کا اس کے مضر اور منفی اثرات کا تفصیل سے جائزہ لیاگیا، انسانی صحت اور ماحول پر ان کے اثرات کی جانچ بھی کی گئی۔

اعداد و شمار پر مبنی منظور شدہ کیڑے مار دوائیں:

یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یوروپ میں کون سے فعال اجزا ء منظور شدہ ہینیوروپیونین کمیشن کی ویب سائٹ پر اعداد و شمار پر مبنی رپورٹ کو دیکھاجاسکتا ہے، ہر ایک مادہ سے متعلق یوروپیونین کے قانون کا حوالہ دیا گیا ہے، اس میں متعلقہ نشہ آور

اجزاء اور غذاء میں باقی رہ جانے والے زیادہ سے زیادہ مادہ کی بابت معلومات بھی فراہم کی گئی ہیں، اس اعداد و شمار پر مبنی رپورٹ میں مقرر کردہ معیار کے مطابق مادہ کی تحقیق،جانچ اور مطلوبہ معلومات پوری طرح حاصل کرنے کی گنجائش بھی موجود ہے۔

http://ec.europa.eu/sanco_pesticides/public/index.cfm

ماحولیاتی تحفظ سے متعلق امریکی ایجنسی:

یہ ایجنسی خوراک اور تغذیہ میں کیڑے مار دوائوں کے باقی ماندہ اجزاء (مادہ) کی تحدید کا تعین کرتی ہے جو غذائی اشیاء بنانے اور ان میں پائے جاتے ہیں، کیڑے مار دوائوں کے ان باقی ماندہ اجزاء کو قابل برداشت کہاجاتا ہے، یہ انسان کو غذائی اشیاء میں ان دوائوں کے باقی ماندہ اجزاء سے تحفظ کی حد بتاتی ہیں، غذاء اور ادویہ سے متعلق انتظامیہ کے انسپکٹر اورا مریکی محکمہ زراعت کے اہل کار اس بات کی نگرانی کرتے ہیں کہ مقرر کردہ حد سے زیادہ اجزاء ان اشیاء میں باقی نہ رہ جائیں، ذیل میں باقی ماندہ اجزاء کی زیادہ سے زیادہ حد (ایمآر ایل ایس) یا قابل برداشت مادہ سے متعلق اطلاعات کے ماخذ کی تفصیل دی جارہی ہے۔

۱-وفاقی ضوابط(فیڈرل ریگولیشنز) کا الیکٹرانک ضابطہ(کوڈ)۔

۲-یوایس ڈی اے انٹرنیشنل اعداد و شمار برائے باقی ماندہ اجزاء کی حد۔

مخصوص کیمیاوی اجزاء کی بابت مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے رجسٹریشن اور کیمیاوی مادہ سے متعلق خصوصی معلومات، اس صفحہ کے ذریعہ ای پی اے کے پاس متعدد دستاویزات ہیں جن سے کیڑے مار دوائوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں، مثلاً نشہ لانے والے اجزاء، استعمالی نمونے اور رجسٹریشن کا درجہ۔

زہریلے اجزاء کے اثرات کے بارے میں معلومات۔

یو ایس ڈی اے کا کیڑے مار دوائوں سے متعلق اعداد و شمار پر مبنی پروگرام کیڑے مار دوائوں کے باقی ماندہ اجزاء ایک جائزہ۔

ہندوستانونی قانون کے مطابق:

پھلوں اور ترکاریوں میں کیمیاوی اجزاء کی موجودگی اور صحت پر ان کے اثرات، تازہ پھلوں اور سبزیوں میں کون سے کیمیاوی اجزاء کی اجازت،ممانعت ہے، پھل اور سبزیاں بے حد تغذیہ بخش ہوتی ہیں اور انسانی خوراک میں سب سے اہم اشیاء ہیں؛ لیکنیہ زیادہ دیر تک نہیں رکھی جاسکتیں؛ کیونکہیہ بہت جلد خراب ہوجاتی ہیں، ان غذائی اشیاء میں زہریلے اور مضرصحت کیمیاوی اجزاء کی موجودگی کی بابت اطلاعات دی گئی ہیں، کیمیاوی مادے مثلاًکیلشیم کاربوہائڈریٹ، ایتھیفن اور اوگزائی ٹاسن وغیرہ ان پھلوں اور سبزیوں کو مصنوعی طور پر پکانے اور ان کا وزن بڑھانے کے لئے بازاروں اور کھیتوں میں استعمال کی جاتی ہیں، کیلشیم کاربائڈ جسے مصالحہ کہاجاتا ہے کینسر پیدا کرنے والا

مادہ ہے اور پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ کے تحت اس کا استعمال ممنوع ہے، ایتھے فن ایک کیڑے مار دوا ہے اور پھلوں کو پکانے کے لئے اس کا استعمال نہ کرنے کی سفارش کی گئی ہے، اوگزائی ٹاسن، جانوروں کے تحقق کا ہارمون ہے، امراض مویشیاں میں استعمال کیاجاتا ہے، تازہ پھلوں اور سبزیوں میں اس کا استعمال نہیں کیاجانا چاہئے۔

پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ ء کے ضابطہ (اول)۴۴ اے اے کے تحت پھلوں کو پکانے کے لئے کاربائڈ گیس کا استعمال ممنوع ہے، کوئی شخص اس گیس سے پکائے ہوئے پھلوں کو نہ بیچے گا، نہ انہیں بیچنے کے لئے پیش کرے گا اور نہ اپنی دکان وغیرہ پر کسی بھی طریقے سے انہینفروخت کرنے کے لئے رکھے گا، ایسے تمام پھل جو کاربائڈ گیس سے پکائے گئے ہیں ان کی فروخت پر پابندی ہے۔

وزارت زراعت نے وضاحت کی ہے کہ پھل ایتھی لین گیس کے اثر سے ۱۰۰-۱۰ پی پی ایم سے کیمیاوی طور پر متاثر ہوتے ہیں، اسے پکانے کے لئے محفوظ سمجھاجاتا ہے، یہ اثرات۰.۰۰۰۱-۰.۰۱%فیصد کے متفرق اثر کے تحت ہوتے ہیں جو مختلف فصلوں اور ان کے پکنے پر موقوف ہوتے ہیں، پی ایف اے رولز میں پھلوں کو پکانے کے مادے کے بارے میں کوئی مخصوص دفعہ نہیں ہے، ایسی متعدد شکایات سامنے آئی ہیں کہ غیر ذمہ دار عناصر سبزیوں کو زیادہ پرکشش اور خوشنما بنانے کے لئے انہیں مصنوعی رنگوں میں ڈبوتے ہیں، پی ایف اے ایکٹ کے تحت پھلوں اور سبزیوں کو رنگنا ممنوع ہے۔

سوال:پھلوں اور سبزیوں میں آلودہ کرنے والے دیگر مادے کہاں سے آتے ہیں اور صحت پر ان کے کیا اثرات ہوتے ہیں۔

کیڑے مار دواؤں کے باقی ماندہ اجزاء، فصلوں کو آلودہ کرنیوالے مادے (Aflatoxins, Patulin, Ochratoxin)وغیرہ قدرتی طور پر ظاہر ہونے والے زہریلے مادے اور بھاری دھات ایسے مادے ہیں جو سبزیوں اور پھلوں میں آلودگی پیداکرنے میں اہم کردار اداکرتے ہیں۔کیڑے مار دوائیں جو زراعتی اور پیڑوں کو کیڑوں اور بیماریوں سے بچانے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں، آب پاشی کے لئے استعمال ہونیو الے پانی اور کھاد میں دھات کی بھاری مقدار بھی آلودگی کا باعث ہوتے ہیں، خراب بیج، آب پاشی کا پانی اور مٹی سے یہ زہریلے مادے پھلوں اورسبزیوں پربڑے اثر انداز ہوتے ہیں، ان میں ممنوع مادوں کے باقی ماندہ اجزاء اور محدود پیمانے پر کیڑے مار دوائوں کے اثرات بھی شامل ہیں۔

سوال-ان کی باقی ماندہ مادہ کی حد کیا ہے؟

غذائی اشیاء کی افزائش کے لئے بی ویکس(سفید اور زرد) یا کار بوویکس جی ایم پی کے معیار کے مطابق استعمال کی اجازت ہے۔

۲-کیونکہ پی ایف اے ایکٹ کے تحت پھلوں کوپکانے کے لئے کاربائڈ گیس کا استعمال ممنوع ہے، لہذا اس کے باقی ماندہ مادے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اور نہ اس

کے برقرار رکھنے کی اجازت ہے۔

۳-پھلوں اور سبزیوں میں رنگ اور معدنی تیل کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔

۴-پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ (ضابطہ ۶۵) کے تحت کیڑے مار دوائوں کے باقی ماندہ مادے کی زیادہ سے زیادہ حد کی تفصیل دی گئی ہے۔

۵-پھلوں اور سبزیوں میں بھاری دھات کے اجزاء کی موجودگی پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ (ضابطہ ۵۷)میں دیئے گئے معیار سے زیادہ نہیں ہوگی۔

۶-سبزیوں اور پھلوں میں فصلوں میں آلودگی اور قدرتی طور پر ظاہر ہونے والے زہریلے مادے کی مقدار پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ ضابطہ ۵۷ اے اور ۵۷ بی کے تحت مقرر کردہ زیادہ سے زیادہ حد سے تجاوز نہیں کرے گی۔

سوال:خوراک سے متعلق قانون کے ضابطے:

پی ایف اے رولز کا نفاذریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے دائرہ کار میں ہیں، ریاستوں اور مرکز کے زیرا نتظام علاقوں کے کمشنر برائے تحفظ غذا(صحت) اتھارٹی کو اختیار دیاگیا ہے کہ وہ پھلوں کو پکانے کے لئے کاربائڈ گیس اور سبزیوں کو رنگنے کے استعمال پر کڑینظر رکھیں اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دیں۔

دودھ کی پیداوار بڑھانے کے لئے انجیکشن کا استعمال:

یو ایس ایف ڈی اے:یو ایس ایف ڈی اے کا اندازہ یہ ہے کہ انجیکشن کے ذریعہ گائے کے دودھ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے، ۲۱دیگر ممالک نے بھی بی ایس ٹی (منظور کردہ ہارمون کا استعمال) کی اجازت دے دی ہے،برازیل ، چلی، کولمبیا،کوسٹاریکا، ایکوئیڈور، گواٹی مالا، ہنڈورس، لبنان، میکسکو، پناما، پاکستان، پیراگوئے، پیرو، سلواڈور، جنوبی افریقہ، جنوبی کوریا،یوراگوے اور وینی زولا، بہر حال کئی ملکوں میں باضابطہ نافذ کرنے والے اداروں مثلاًیوروپیونین، کینڈا، جاپان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور ارجنٹینا نے بی ایس ٹی کی سفارشات کو مسترد کردیا؛ کیونکہ بی ایس ٹی گائے میں صحت سے متعلق مضر اثرات میں اضافہ کرتا ہے اسمیں خسرہ، پیدوار میں کمی اور جسمانی صلاحیت میں کمی بھی شامل ہے۔

یوروپی یونین:۱۹۹۰ء میں یوروپی یونین نے اپنے تمام ممبرممالک میں اس کے فروخت پر روک لگا دی ہے، یکم جون ۲۰۰۰ء سے اس پر مستقل پابندی عائد کردی گئی ہے، یہ پابندی مویشیوں کے مفاد کے قانون اور معاہدوں کے تحت عائد کی گئی ہے۔

کینڈا کے صحت بورڈ نے کینڈا کی ڈیریونمیں بی ایس ٹی کے استعمال کی اجازت دینے سے انکار کردیا ۔

کوڈ کس ایلی منٹریسیس کمیشن نے جو عالمی غذائی معیار سے متعلق اقوام متحدہ کا ایک ادارہ ہے اس نے بھی بی ایس ٹی کے محفوظ ہونے (مضر صحت نہ ہونے) کی بابت منظوری نہیں دی ہے،یہ ہارمون پر پابندی کی منظوری دینے کا اختیار نہیں رکھتا؛ لیکن

اس کے فیصلے کو ڈکس کے منظور کردہ اور معیاری مانے جاتے ہیں، کوڈیکس عالمی تجارتی ادارہ کے روبرو برآمد کنندہ ممالک کی جانب سے بی ایس ٹی پر پابندی عائد کرنے والے ممالک کے خلاف کارروائی کی منظوری دے سکتی تھی۔

گائے کے گوشت میں ہارمون:

صحت عامہ سے متعلق یوروپیینین کے سائنسدانوں کی کمیٹی برائے اقدامات علاج مویشیاں (ایس سی وی پی) کے مطابق گائے کے گوشت کی پیداوار میں کچھ قدرتی اور مصنوعی ہارمون کا استعمال انسانی صحت کے لئے بڑا خطرہ ہے، ان چھ ہارمون میں سے تین فطری طور پر وجود میں آتے ہیں ، ٹیسٹوٹورون اور دیگر تین سینتھٹک زیرانول،ٹرمیولون، اور میلین جیسٹرول ہیں، کمپنی نے پایا کہ ان ہارمون کے استعمال کے بارے میں کوئی قابل قبول اعداد و شمار مرتب نہیں کئے جاسکتے۔

کمیٹی نے یہ بھی سوال کیا کہ آیا جانور کے گوشت میں پائے جانے والے ہارمون کے باقی ماندہ اجزاء انسانی ہارمون کے توازن کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، اس سے فروغ پانے والے اجزاء سے متعلق مسائل پیداہوسکتے ہیں جو تولیدی نظام میں خلل ڈالیں گے اور اس سے چھاتی ، مثانے کا کینسر ہوسکتا ہے۔

اضافی ہارمون کے صحت پر منفی اثرات بچوں، حاملہ عورتوں اور پرورش پانے والے جنین پر بہت زیادہ ہوسکتے ہیں،مثال کے طور پر گائے کے گوشت میں ہارمون کے جو باقی ماندہ اجزاء رہ جاتے ہیں ان کی جانچ سے پتا چلا کہ اس سے لڑکوں میں عمر بڑھنے کے ساتھ مادہ منویہ کی کمی کا باعث بنتے ہیں؛ کیونکہ جو گوشت ہم کھاتے ہیں ان مینیہ ہارمون باقی رہ جاتے ہیں بلکہ جانور کے گوبر سے وہی اجزاء کھاد میں بھی پہنچ جاتے ہیں، ہارمون کے ان ماقی ماندہ اجزاء کے ماحول پر جو اثرات ہوتے ہیں ان کے بارے میں سائنسداں شدید تشویش میں مبتلا ہیں؛ کیونکہیہ کھاد سے گذر کر ماحولیات مینپہنچ جاتے ہیں اور مٹی اور سطح اور زیر زمین پانی کو آلودہ کرتے ہیں، سائنسدانوں کی اس تشویش کے باوجود امریکہ عالمی تجارتی تنظیم کے تعاون سے جانوروں میں ان ہارمون کے فروغ کے لئے کام کر رہا ہے، یوروپیینین نے ان ہارمون کے استعمال کی اجازت نہیں دی ہے، اور ۱۹۸۸ سے ان کے اجزاء رکھنے والے گائے کے گوشت کی درآمد پر پابندی لگادی ہے اور امریکہ سے بھی ہارمون زدہ اشیاء کی درآمد بھی ممنوع کردی ہے، امریکہ نے اس ممانعت کے خلاف عالمی ادارہ تجارت میں استغاثہ کیا ہے اور اس کے درست ہونے کے بارے میں امریکہ اور یوروپیینین کے درمیان سرگرم بحث جاری ہے۔

***

کیڑے مار دواؤں کے اثرات

پروفیسر عارف علی•

سوال نمبر ۱ : ایک کہاوت مشہور ہے کہ ہم وہی بوتے ہیں جو کھاتے ہیں، آج کل سبزی خوری عروج پر ہے، اسی وجہ سے کسانوں پر اس بات کا دبائو ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سبزیاں اور پھل کی پیدوار بڑھائیں، اس بات کا بھی دبائو ہے کہ یہ سبزیاں اور پھل پورے سال مارکیٹ میں موجود ہوں۔

اسی وجہ سے کسان اپنی فصل کی افزائش کے لئے اس بات پر مجبور ہیں کہ وہ تمام قسم کے کیڑے مار دوائیں (Pesticides)، غیر ضروری گھاس کو ختم کرنے والی دوائیں(Herbicides)، کیڑے مار گیس اور پائوڈر اور دیگر دوائیں استعمال کریں تاکہ وہ اپنی فصل کو زیادہ سے زیادہ بڑھاسکیں، کچھ کیمیکل ایسے ہوتے ہیں جو فطری طور پر اپجنے والے ہارمو ن کی کاپی کرتے ہیں اور ایسے کیمیکل پھلو ں کو پکانے، ان کو یکساں سائز دلانے، جاذب نظر بنانے اور مارکیٹ میں ان پھلوں کی کھپت کو بڑھانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

پھل سب سے اہم فطری غذا ہے تمام انسانوں کے لئے، مگر آج کل مختلف قسم کے کیمیکل کی وجہ سے یہ پھل تندرستی کو کافی حد تک نقصان پہنچانے لگے ہیں۔

یہ کیمیکل درج ذیل کام کے لئے استعمال کئے جارہے ہیں:

۱-پھلوں کوبڑا بنانے کے لئے ۔

۲- پھلوں کو ایک سائز مینپکانے کے لئے۔

۳-پھلوں کو تازہ دکھتا ہوا بنانے کے لئے۔

۴-یکساں رنگ دینے کے لئے۔

۵- زیادہ دنوں تک قابل استعمال بنانے کے لئے عام طور سے پھلوں کو پکانے کے لئے جو عمل کیاجاتا ہے وہ مصنوعی ہوتے ہیں اور وہ فیزیولوجیکل عمل ہوتے ہیں جو پھلوں کو:

۱-کھانے کے قابل بناتے ہیں۔

۲-لذیذ اور عمدہ بناتے ہیں۔

۳-غذا بخش بناتے ہیں۔

• پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف بایو سائنس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔

مصنوعی پکانے کا عمل کیا ہے؟

غیر مرکب ہائڈروکاربن، خاص طور سے اسٹیلین گیس پھلوں کو بڑھاتے ہیں اور ان کے رنگ کی تبدیلی میں اثر انداز ہوتے ہیں، ایتھیلینیا اسٹیلین کو اس طرح پیدا کیاجاتا ہے کہ ایتھانول کو کاٹالیسٹ میں گرم کیاجاتا ہے اور اس طرح ایتھیلین تیار ہوتا ہے۔

C2H5OH----C2H4(ethylene)+H2O

کیلشیم کاربائڈ(CaC2):جب اس کو ہائڈرو لائز کیاجاتا ہے تو یہ اسٹیلین تیار کرتا ہے، اس میں اتنی مقدار میں ایتھیلین ہوتی ہے جو پھلوں کو پکانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

ایتھیلین بھی ایسا ہی عمل کرتا ہے جیسا کہ فطری طور پر ایتھیلین سے مرکب شدہ ہارمون کرتا ہے، مگر آخری نتیجہیکساں نہیں ہوتا ہے۔

خطرناک چیزیں:

کیلشیم کاربائڈ(CaC2)انسانی جسم کے لئے بہت ہی خطرناک چیز ہے؛ کیونکہ اس کے اندر زہریلی فاسفورس پائے جاتے ہیں، آرسینک انسانی جسم کے چمڑے کے لئے انتہائی خطرناک چیز ہے، کیلشیم کاربائڈ بہت سارے ممالک میں ممنوع ہے، مگر ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال میناس کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے، کیلشیم کاربائڈ پھل کے ظاہری رنگ کو بدل دیتا ہے مگر اندر یونہی کچا رہتا ہے۔

کیلشیم کا زیادہ استعمال پھل کو بے مزہ بنادیتا ہے، غیر صحت بخش اور تھوڑا نشیلا بنادیتا ہے، کیلشیم کاربائڈ سے وٹامن کے صحت بخش اجزاء بھی زائل ہوجاتے ہیں، اس کے اندر اس بات کی صلاحیت ہوتی ہے کہ یہ جسم کے عظیم اعضاء کو نقصان پہنچادے اور ان کو نیست و نابود کردے۔

اسٹائلن اور ایتھیلن کو جب کیلشیم کاربائڈ سے معرض وجود میں لایاجائے تو اس کے اندر پھوسفائن ہوتا ہے اور ۹۵سے ۳PPMتک پہنچ جاتا ہے بالترتیب۔

کیلشیم کاربائڈ ایک طرح کا رد عمل کرنے والا کمیکل ہے اور اس کے اندر کینسر پیدا کرنے کے اجزاء ہوتے ہیں، اس کو گیس ویلڈنگ میں استعمال کیاجاتا ہے،فاسفورس زہریلی چیز ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے درج ذیل چیزیں ہوسکتی ہیں:

۱-قے،۲-ہیضہ ، خون یا خون کے بغیر،۳-سینے اور معدے میں جلن،۴ -پیاس،۵-کمزوری،۶-کسی چیز کو گھونٹنے اور نگلنے میں تکلیف،۷-آنکھوں، چرم، حلق، منہ، ناک میں خارش،۸-مسلسل نظر کی کمزوری،۹-السر۔

فاسفورس سے زیادہ واسطہ پڑنے کی وجہ سے پھیپھڑوں میں تری اور پانیآسکتا ہے، اسی طرح معدے میں السر کی بیماری ہوجاتی ہے۔

مصنوعی طور سے پکائے ہوئے آم کھانے سے پیٹ میں تکلیف ہوسکتی ہے اور اس کے داخلی نظام کو بشمول رس نلی کے جوہاضمے کے نظام کو سنبھالتا ہے، تہہ وبالا

کرسکتا ہے، اس کی وجہ سے نیورولوجیکل نظام پر اثر پڑسکتا ہے؛ کیونکہ آکسیجن کی کمی ہوجاتی ہے۔

درج ذیل پھل مصنوعی طور پر پکائے جاتے ہیں:

کیلا، آم، ٹماٹر، پپیتہ، کھجور وغیرہ۔

سوال نمبر ۲، ۳ :

Pesticideکیمیکل کا استعمال اس لئے ہوتا ہے کہ سبزیوں، فصلوں، پھلوں وغیرہ میں کوئی آفت نہ داخل ہو، کچھ ہارمون ایسے ہوتے ہیں جن کو سبزیوں میں ڈال دیاجاتا ہے، یا مختلف پھلوں میں ڈالاجاتا ہے جیسے بیگن، کھیرا، لوکی، گھیا، توری اور تربوز وغیرہ ،تاکہ یہ چیزیں فطری میعاد سے پہلے بڑھ جائیں اور بڑے ہوجائیں۔یہ کیڑے مار دوائیاں کیمیکل اور ہارمون ہمارے جسم میں جگہ بنالیتی ہیں اور اپنا اثر چھوڑ جاتی ہیں، ان کیمیکل کے اثرات نتیجے کے طور پر نہایت ہی خطرناک اورمہلک ثابت ہوتی ہیں اور مختلف بیماریاں جنم دیتی ہیں۔

کیڑے مار دوائیاں نتیجے کے حساب سے مختلف قسم کی ہوتی ہیں، چونکہ یہ کیمیکل ہوتی ہیںنوع کے حساب سے، اس لئے ا ن کی مختلف درج ذیل قسمیں ہیں:

۱-آرگن -کلورائنز،۲-آرگن -فاسپھیٹس،۳-کاربامیٹس

آرگن کلورائنز جیسے ڈی ڈی ٹی-یہ اعصابی نظام پر حملہ کرتے ہیں اور سوڈیم،پوٹاشیم کے اعصابی توازن کو تہہ و بالا کردیتے ہیں اور اعصاب کو مسلسل منتقل ہونے پر مجبور کرتے ہیں، چونکہ ان کا یہ کام ہی ہے کہ یہ بڑے اعضاء میں سرایت کرجاتے ہیں اس لئے یہ قابل استعمال نہیں رہ جاتے۔

آرگن-فاسپھیٹس اور کاربونیٹس اینزائم ایسٹل کولینیٹریس میں داخل ہو کر اپنا عمل کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ایسٹیل کولین قوت مدافعت کوٹرانسفر کردیتا ہے مکمل طور پر اور مختلف قسم کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں جیسے کمزوری اور فالج وغیرہ، ایسٹل کولن ایک نیوروٹرانز میٹر ہے جو ایک اہم مرکب ہوتا ہے اور جو اعصابی نظام کے ساتھ ساتھ قوت مدافعت کو زائل کردیتاہے۔

اگر آپ زہر کھالیتے ہیں تو یہ زہر اعصابی نظام سے مل جاتا ہے اور اسپائنل کورڈ اور دماغ تک پہنچ جاتا ہے، کوئی بھی ایسی کوشش جو مرکزی اعصابی نظام(CNS)میں مخل ہو، ہارٹ اٹیکیا فالج کا ذریعہ بنتی ہے۔

یہ آرگن فاسپھیٹس اور کاربونیٹس اگر جانوروں کے اعصابی نظام کو لگ گئے تو ان کو مار دیتے ہیں ، ان زہروں کے اثرات ہمارے مطبخ تک سبزیوں، پھلوں وغیرہ کے ساتھ پہنچتے ہیں، اگر ان کو صحیح ڈھنگ سے نہ دھلا جائے تو یہ ہمارے کھانے کے دسترخوان تک پہنچ جاتے ہیں جو فکرمندی کی بات ہے۔

کیڑے مار دوائیانپودے کے اندر پانی کے ذریعہ داخل ہوتی ہیں اور ان پودوں کی جڑ تک پہنچ جاتی ہیں اور پھر یہ دوائیاں پودے کے پورے جسم میں ایگزیلم کے ذریعہ پہنچ جاتی ہیں اور پھر یہ دوائیاں پھولوں کے ذرات میں پہنچ جاتی ہیں جس کا نتیجہیہ ہوتا ہے کہ جو کیڑے مکوڑے، شہد کی مکھی، تتلیاں اور دیگر جاندار ان پھولوں پر بیٹھتی ہیں ان کو زندہ ماردیتی ہیں۔

صحت پر برے اثرات:

ان کیڑے مار دوائوں کے اثرات ان لوگوں پر جن کو ان کا سامنا ہوتا ہے، بڑے دیرپا ہوتے ہیں،ان کے اثرات بڑے مہلک، خطرناک ہوتے ہیں تندرستی کے لئے، کچھ بیماریوں کے نام ذیل میں دیئے جاتے ہینجو ان کیڑے اور کیمیکل کی وجہ سے ہوتی ہیں:

۱-ان سے چرم میں اور آنکھوں میں خارش ہوتی ہے۔

۲-ان سے اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے۔

۳-یہ ہارمون کی کاپی کرتے ہیں اور جدید تخلیق میں بے ترتیبی کی وجہ بنتے ہیں۔

۴-کینسر کا سبب بنتے ہیں۔

۵-نون، ہاگکن، لمپھوما اور لیوکیمیا پر کئے گئے زیاد ہ ریسرچ اس کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان کا تعلق ایجابی ہے کیڑے مار کیمیکل سے۔

۶-اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ کیڑے مار کیمیکل کا منفی نتیجہ ہوتا ہے، بشمول دماغی امراض، پیدائش میننقص، اچانک موت اور دماغی نشوونما کی بے ترتیبی کے۔

۷-انڈو سلفر اور ڈیکولفل کی وجہ سے ایسے بچوں کی پیدائش ہوتی ہے جو دماغی طور سے بہت زیادہ مریض ہوتے ہیں۔

آج کل امریکہ اور دیگر ممالک میں فارم میں پرورش پانے والے تقریبا تمام جانوروں کو چھ طرح کی وٹامن (Anabolic Steroids)دیئے جاتے ہیں۔

تین وہ جو نیچرل ہیں(Estradiol, testosterone& Progesterone)

تین مصنوعی ہارمون(The estrogen compound zeranol, the androgen (trembolone acetate, and progesterone melengestrol acente

ان (مذکورہ بالا)مصنوعی جنس اور ہارمون کو دودھ دینے والے گائے کو دیاجاتا ہے جو ۱۵ فیصد زیادہ دودھ دینے لگتی ہیں، گوشت کے مقصد سے پالی جانیو الی گائے کو دیاجاتا ہے جس کی وجہ سے ۲۰ فیصد تیزی کے ساتھ ان کے گوشت پوست میں اضافہ ہوتا ہے، بظاہر ان کیمیکل سے نشوونما دیئے گئے گائے کے گوشت اور جسم انسان پر ان کے مضر اثرات کے درمیان کوئی رشتہ واضح نہیں کیاگیا ہے، rBGHایک مصنوعی ہارمون ہے، اس کو اگر گائے کو دیاجائے تو دودھ کی مقدار میں کافی اضافہ ہوجاتا ہے، خدشہ یہ ہے کہ اس طرح کے مصنوعی ہارمون گائے کو دینے سے دوسرے ہارمون بڑھ جاتے ہیں

جیسے انسولین(IGF)جس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

بہت زیادہ درجے کے انسولین جیسے (IGF)لینے سے سینے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں، کمزوری بہت زیادہ ہوجاتی ہے، اور دوسری طرح کے کینسر ہوجاتے ہیں انسانی جسم میں، ایک دوسرا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ اس طرح کے ہارمون اگر جسم میں ایسے گوشت کے ذریعہ داخل ہوجائے جس مینیہ ہارمون ملے ہوئے ہوں تو بچوں میں جنسی اعضاء کی افزائش تیزی سے ہوجاتی ہے، مگر اس مطالعہ پر ابھییقین نہیں کیاجاسکتا، مزید ریسرچ درکار ہے۔

سوال نمبر ۴ (A)کا جواب:

ہاں،نشوونما دینے والے ان ہارمون کو دیاجاسکتا ہے تاآنکہ سائنس مکمل جامعیت کے ساتھ اس کو ثابت نہ کردے۔

(B) کا جواب:

ہاں، کیونکہ جانوروں اور انسانوں کے ہاضمہ نظام ان ڈرگس کو ان کے اجزائے ترکیبی میں توڑدیتے ہیں، بہرحال کچھ ذرے ہاضمہ نظام کو چھوڑ دیتے ہیں، مشمولات کو دھیان میں رکھنا چاہئے۔

امریکہ میں ایک مطالعے مینیہ بات سامنے آئی ہے کہ اگر حاملہ عورت کو گائے کا گوشت (Beef)دیا جائے تومنی میں کیڑونکی تعداد زیادہ پائی جاتی ہے جو نر کی پیدائش کی شرح میں اضافہ کرتے ہیں، مطالعے مینیہ نتیجہ سامنے آیا ہے کہ نشوونما والے ہارمون بیف کے اندر زیادہپائے جاتے ہیں، ان ہارمون کو بیف کو بھی دیاجاتا ہے جس سے ان کے وزن میں بڑھوتری ہوتی ہے۔

***

تیسرا باب

تفصیلی مقالات

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول اور اس پر مبنی چند جدید فقہی مسائل

مولانا محمد مصطفی عبد القدوس ندوی•

غذا انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاں انسان کی صحت کے لئے بعض اشیاء مفید اور صحت بخش ہیں، وہیں پر بعض چیزیں اس کی صحت کے لئے ضرر رساں ہیں، اور انسان کو مضرت سے بچانا شریعت اسلامیہ کا بنیادی مقصد ہے، اس لئے اسلام نے بڑی تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ حلال وحرام کے احکام کی طرف رہنمائی کی ہے۔

موجودہ دور میں نباتی اور حیوانی غذائی اشیاء سے کھانے پینے کے لئے مختلف مصنوعات تیار کی جاتی ہیں، او رجو چیزیں حلال ہیں ان میں بھی تیز رفتار نمو پیدا کرنے، تازگی برقرار رکھنے، دیرپا بنانے، لذت میں اضافہ کرنے، اور خوشنما شکل دینے کے لئے مختلف ایسے اجزاء استعمال کئے جاتے ہیں،جن میں سے بعض صحت کے لئے سخت نقصان کا باعث بنتے ہیں، اس پس منظر میں بہت سے مسائل غور طلب ہیں، جن میں سے چند کا ذکر یہا نکیا جاتا ہے۔

مسائل ذکر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حلال وحرام غذائی اشیاء سے متعلق ضروری اصول ذکر کردیئے جائیں، ا س کے بعد سوالنامہ میں ذکر کردہ مسائل کے شرعی احکام بیان کئے جائیں۔

١-' 'الأصل فی الأشیاء الإباحۃ'' (اشیاء میں اصل اباحت اور جائز ہونا ہے):

یہاں چند باتیں قابل توجہ ہیں، وہ یہ ہیں:

آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل افعال اور اشیاء کا حکم کیا تھا؟ اور بعثت کے بعد اشیاء میں اصل کیا ہے؟ اباحت، توقف یا حرمت؟ اگر اباحت ہے تو سوال یہ ہے کہ آیایہ مطلق ہے یا ا س سے عبادت کا باب مستثنی ہے؟

(١) اشیاء کی حقیقت نزول شرع سے پہلے:

معلوم ہونا چاہئے کہ انسانی افعال دو طرح کے ہوتے ہیں: اضطراری اور اختیاری، پہلی قسم کے بارے میں تمام علماء سلف وخلف کا اتفاق ہے کہ وہ مباح ہے ممنوع

• جامعۃ الصالحات نسواں، کڑپا، آندھرا پردیش۔

نہیں،جیسے ہوا خوری وغیرہ (المحصول ۱،۴۷، کشف الاسرار للبخاری۳،۱۹۳، نہایۃ السول علی ہامش التقریر ۱،۹۶)۔

دوسری قسم ''افعال اختیاری '' ا س کے بارے میں علماء کی تصریحات مختلف ہیں، مجموعی طور پر تین نقاط نظر ہیں: توقف، حرمت اور اباحت۔

۱- شیخ ابو الحسن اشعری، امام ابوبکر صیرفی (الاحکام فی أصول الاحکام ۱،۱۳۱، الابہاج ۱،۱۴۲)، ضرار بن عمرو، بشر المریسی (کشف الاسرار ۳،۹۶)، حجۃ الاسلام امام غزالی (المستصفی۱،۱۵)، امام فخر الدین رازی اور ان حضرات کے متبعین (نہایۃالسول فی شرح منہاج البیضاوی علی ہامش التقریر ۱،۹۷) توقف کے قائل ہیں،یہی رائے بعض احناف اور شوافع کی ہے، اور عام طور پر محدثین کا میلان بھی اسی طرف ہے (تیسیر التحریر ۲،۱۷۲، حاشیۃ المحصول ۱،۱۴۴، کشف الاسرار للبخاری۳،۱۹۳)۔

۲- بغداد کے معتزلہ، بعض امامیہ، شیخ ابوعلی ابن ہریرہ شافعی (الابہاج فی شرح المنہاج ۱،۱۴۳-۱۴۲)، اور بعض علماء احناف جن میں ابومنصور ماتریدی قابل ذکر ہیں، نیز بعض شوافع علماء بھی اس با ت کے قائل ہیں کہ اشیاء میں اصل تحریم ہے (کشف الاسرار ۳،۱۹۳، تیسیر التحریر ۲،۱۶۸)۔ امیر بادشاہ نے عام محدثین سے بھی حرمت کی رائے نقل کی ہے (تیسیر التحریر ۲،۱۶۸، التقریر والتحبیر ۱،۹۹۲)۔

۳-جمہور علماء حنفیہ وشافعیہ (تیسیر التحریر ۲،۱۶۸، فواتح الرحموت علی ہامش المستصفی۱،۴۹)، اصحاب ظواہر اور ابو علی جبائی کی رائے کے مطابق اشیاء میں اصل اباحت ہے، چنانچہ اصول فقہ کی مشہور ومعروف کتاب کشف الاسرار میں لکھا ہے:

''اختلف العلماء فی الأشیاء التی تحتمل أن یرد الشرع بإباحتہا وحظرہا، أنہا قبل ورود الشرع علی الإباحۃ أم علی الحظر، فذہب أکثر أصحابنا خصوصاً العراقیون منہم، وکثیر من أصحاب الشافعی إلی أنہا علی الإباحۃ.... وہو قول أبی علی الجبائی وابنہ، وقال بعض أصحابنا وبعض الشافعی ومعتزلۃ بغداد علی أنہا علی الحظر'' (کشف الاسرار ۳،۹۵)۔

وہ اشیاء جن کے بارے مینیہ احتمال ہے کہ شریعت کے نزول کے بعد مباح وممنوع ہوسکیں، اس طرح کی اشیاء میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا وہ ورود شرع سے قبل مباح تھینیا حرام؟ تو اکثر ہمارے اصحاب حنفیہ خصوصاً عراقی اور بہ کثرت اصحاب شافعی فرماتے ہیں کہ وہ مباح تھیں، اور ان میں اصل یہی ہے، او رہمارے بعض اصحاب حنفیہ اور بعض شوافع اور بغداد کے معتزلہ نے کہا کہ اصل حظر وحرمت ہے۔

کیونکہ فترت کے زمانہ میں وحی کے نزول کا زریں سلسلہ منقطع ہوتا ہے جو کہ حلت وحرمت کی معرفت کا اصل منبع اور اللہ کی منشا جاننے کا واحد سرچشمہ ہے، دوسری طرف کلام الہی کا مجموعہ توریت وانجیل ضرور مدون تھا اور وہ لوگوں کے صداقت کی کرن ہوسکتا تھا؛ لیکن وہ بھی تحریف لفظی ومعنوی دونوں کا مرکب بن چکا

تھا، اور یہصحائف حقیقت مینیہودی ونصرانی عالموں کا کھلونا بن کر رہ گئے تھے، یہاں تک کہ خود یہودی وعیسائی علماء کو بھی اعتراف تھا کہ یہ کتابیں محرف ہوچکی ہیں، ایسی صورت حال میں حلت وحرمت کا صحیح علم جوئے شیر لانے کے مترادف ہوکر رہ گیا تھا، اس لئے دفع حرج کی بنیاد پر اباحت اصل حکم قرار پائی۔

(۲) شریعت کے نزول کے بعد:

اسلام کا بہت بڑا طرہ امتیاز احکام میں سختی وتشدد اور افراط وتفریط سے اجتناب ہے، تخفیف کے پہلو کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے، لیکن تخفیف بھی اس حد تک نہیں کہ احکام کی قدر وقیمت ہی لوگوں کے دلوں سے جاتی رہے، بلکہ اعتدال کی راہ اپنائی گئی ہے؛ چنانچہ سابق شرائع کی بہت سی حرام اشیاء کو امت محمدیہ کے لئے حلال کیا گیا، ایسا بہت کم ہوا کہ گذشتہ شریعتوں کے حلال کو حرام کیا گیا ہو، ہاں گذشتہ قوم نے اگر اپنی بری عادتوں کی وجہ سے کسی چیز کو حلال کرلیا تھا؛ حالانکہ وہ حقیقت میں حرام تھی، تو اسلام نے اس پر سے تحریف کے غبار کو ہٹاکر حقیقت حال واضح کردی، بہت سارے ایسے افعال واشیاء ہیں جن کے بارے میں اسلام نے کوئی حکم نہیں بتلایا ہے، جن کو ''مسکوت عنہ '' کہا جاتا ہے، اس بارے میں بھی علماء کی رائیں اسی طرح مختلف ہیں جس طرح نزول شریعت سے قبل کے بارے میں ہیں،یعنی تینوں اقوال پائے جاتے ہیں: توقف، حرمت اور اباحت (تیسیر التحریر۲،۱۷۲)۔

توقف کے قائلین اور ان کی دلیل:

علماء کی ایک معتد بہ تعداد توقف کی قائل ہے، جن میں برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ، ابو منصور ماتریدی، علاء الدین حصکفی، صاحب حاشیہ طحطاوی اور شارح منار ہیں، جیسا کہ تسہیل الوصول میں لکھا ہے (تسہیل الوصول ،۲۷)، لیکن صاحب ہدایہ اور علاء الدین حصکفی کی طرف توقف کی رائے منسوب کرنا قرین صواب معلوم نہیں ہوتا ہے؛ کیونکہ خود صاحب ہدایہ برہان الدین مرغینانی نے ''فصل فی الحداد '' میں لکھا ہے: ''الإباحۃ أصل'' (ہدایہ، نکاح، فصل فی الحداد ۴۲۸،۲)، اور حصکفی نے درمختار کے باب الربا میں ایک جگہ رقم فرمایا ہے: ''فبقی علیأصل الإباحۃ'' (درمختار علی ہامش الرد ۱۹۹،۴،ط: پاکستان)، گو کہ علامہ ابن نجیم نے اکثر فقہاء احناف سے توقف کا قول نقل کیا ہے، لیکن خود ہی اس پر شبہ ظاہر کیا کہ عملاً مجھے کوئی ایسا مسئلہ نہیں ملا جس میں توقف اختیار کیا گیا ہو ''ولکن لم نقف علیہ بالفعل'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۱،۶۹)۔

بہرحال توقف کے قائلین کا اصل مستدل حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ہے:

''قال رسول اللہﷺ: الأمر ثلاثۃ، أمر بین رشدہ فاتبعہ، وأمر بین غیّہ فاجتنبہ، وأمر اختلف فیہ ، فکلہ إلی اللہ''(رواہ احمد فی مسندہ ،مشکاۃ المصابیح۱،۳۱)۔

(اللہ کے رسولﷺ نے ارشاد فرمایا: حکم تین طرح کے ہیں: اول: جس کا درست ہونا واضح ہو، اس کی اتباع کرو، دوسرا: جس کا غلط ہونا عیاں ہو، اس سے اجتناب کرو، تیسرا: جو دوہرا پہلو رکھتا ہو، اسے اللہ کے سپرد کردو)۔

حرمت کے قائلین اوران کی دلیل:

جو لوگ اشیاء میں اصل حرمت کو مانتے ہیں، ان کی تعداد کم ہے (دیکھئے: فواتح الرحموت علی ہامش المستصفی۱،۴۹)۔ علامہ ابن تیمیہ نے اس کو ظاہریہ کا مذہب قرار دیا ہے (الأصل فی العقود والشروط فیہا ونحو ذلک الحظر،إلا ما ورد الشرع بإجازتہ، فہذا قول أہل الظاہر (القواعد الفقہیہ النورانیہ ،۲۰۶)۔ ان حضرات کی دلیل اللہ تعالی کا پاک ارشاد ہے: ''قل لا أجد فیما أوحی إلیّ محرما علی طاعم یطعمہ إلا أن یکون میتۃ الخ'' (اس آیت کی تفسیر ملاحظہ ہو: تفسیر خازن ۱۹۴،۲، تفسیر ابوالسعود ۱۴۳،۲، تفسیر مظہری۲۳۶،۳)۔

(آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر جو وحی آئی ہے تو میں او رکچھ نہیں حرام پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اسے کھائے سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو)۔

ان کااستدلال یہ ہے کہ حلت وحرمت کا مدار وحی الہی ہے ، جب تک بذریعہ وحی کسی بات کی حلت کا ثبوت نہ مل جائے اس وقت تک وہ ممنوع ہے۔

اباحت کے قائلین اور ان کی دلیلیں:

تیسرا قول یہ ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، یہ جمہور محدثین وفقہاء اور متکلمین کی رائے ہے (الجامع لاحکام القرآن۱۶۶،۷،۴)، شوافع کا مذہب بھییہی ہے (الاشباہ النظائر للسیوطی ،۱۳۳، المجموع شرح المہذب للنووی۲۶-۲۷،۹)، امام احمد اور ابن تیمیہ کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ امام مالک کا رجحان اسی طرف ہے، خود امام ابن تیمیہ بھی اباحت کے قائل ہیں (القواعد الفقہیہ النورانیہ ،۲۱۰)، اور علامہ قرافی کا بھییہی نقطہ نظر ہے (الفروق ۱۴۵،۳)۔

علامہ ابن عابدین نے امام محمدؒ کے فقہی جزئیہ سے استخراج کیا ہے کہ ان کے یہاں اصل اباحت ہے او رحرمت عارض ہے (رد المحتار ۲۲۲،۱)۔ بقول علامہ ابن نجیم: بعض احناف بشمول امام کرخی اسی طرف گئے ہیں (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۶۹،۱)، لیکن تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر علماء احناف اباحت ہی کے قائل ہیں، علامہ ابن عابدین شامی نے بصرہ کے معتزلہ اور بہت سے شوافع اور اکثر احناف کی رائے اصل اباحت کا نقل کیا ہے، ''وہو قول معتزلۃ البصرۃ وکثیر من الشافعیۃ وأکثر الحنفیۃ لا سیما العراقیون'' (رد المحتار ۲۲۱-۲۲۲،۱)، اور علامہ ابن ہمام کی کتاب تحریر میں ہے: ''المختار الإباحۃ عند جمہور الحنفیۃ والشافعیۃ'' (رد المحتار ۲۶۸،۶)۔ جن میں علامہ برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ، علامہ علاء الدین حصکفی صاحب مجمع الانہر، علامہ آلوسی صاحب روح المعانی ، امام ابوبکر جصاص رازی، علامہ ابن نجیم مصری، شاہ ولی اللہ دہلوی اور علامہ قاسم بن

قطلوبغا خصوصیت سے شامل ہیں (ہدایہ۴،۴۲۸، درمختار علی ہامش الرد ۴،۱۹۹، مجمع الانہر، کتاب القاضی، مسائل شتی۲،۱۷۵، روح المعانی۸،۴۳، احکام القرآن ۳،۱۹، الاشباہ والنظائر، القاعدة الثانیة: إذا اجتمع الحلال والحرام، ص: ۱۰۹، حجة الله البالغہ، باب ما کان علیہ أہل الجاہلیة فأصلحہ النبیﷺ، حموی۱،۱۲۳)۔

البتہ علامہ حموی کے حسب بیان فخر الاسلام بزدوی نے اس قول کو زمانہ فترت کے ساتھ خاص کیا ہے، المختار أن الأصل الإباحة عند أصحابنا،و قیدہ فخر الاسلام بز من الفترة (حموی۱،۱۲۳)۔

اباحت کے قائلین جمہور علماء نے متعد د آیات واحادیث سے استدلال کیا ہے، جو حسب ذیل ہیں:

۱- ''ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' (بقرہ: ۲۹) (وہی خدا ہے جس نے جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب تمہارے لئے پیدا کیا)۔

۲- ''وسخر لکم ما فی السموات وما فی الأرض جمیعاً منہ'' (جاثیہ: ۱۳) (اور اس نے تمہارے لئے مسخر بنایا جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے)۔

۳- ''ألم تروا أن الله سخر لکم فی السموات وما فی الأرض، وأسبغ علیکم نعمہ ظاہرة وباطنة'' (لقمان: ۲۰) (کیا تم لوگوں کی اس پر نظر نہیں کہ اللہ نے تمہارے ہی کام میں لگا رکھا ہے ان (سب) کو جو آسمان اور زمین میں ہے اور اس نے تم پر اپنی حسی اور معنوی نعمتیں پوری کررکھی ہیں)۔

۴- ''وقد فصل لکم ما حرم علیکم'' (انعام: ۱۱۹) (جب کہ (اللہ) نے تمہیں تفصیل بتادی ہے ان کی جنہیں اس نے تم پر حرام کیا ہے)، لہذا جن چیزوں کو حرام کی حیثیت سے ذکر نہیں فرمایا گیا، وہ سب مباح ہیں، ''وإذا لم یکن حراماً، لم تکن فاسدة، وکانت صحیحة'' (القواعد الفقہیہ النورانیہ،۴۴۴)۔

۵- ''کلوا مما رزقکم الله ولا تتبعوا خطوات الشیطان'' (انعام: ۱۴۲) (اللہ نے تمہیں جو عطا فرمایا ہے، اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہاراتو کھلا ہوا دشمن ہے)۔

۶- ''قل لا أجد فیما أوحی إلیّ محرماً علی طاعم یطعمہ إلا أن یکون میتة الخ'' (انعام: ۱۴۵) (آپ کہہ دیجئے مجھ پر جو وحی آئی ہے تو میں اور کچھ نہیں حرام پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اسے کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو)۔

۷- ''کلوا واشربوا ولا تسرفوا إنہ لا یحب المسرفین'' (اعراف: ۳۱) (کھاؤ پیو، لیکن اسراف سے کام نہ لو، بے شک وہ (اللہ) مسرفوں کو پسند نہیں کرتا)۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیت پاک میں مطلق خورد ونوش وارد ہونے سے یہ

نکتہ خوب پیدا کیا ہے کہ مطعومات ومشروبات میں اصل حلت ہی ہے، صرف حرمت کے لئے کسی مستقل دلیل کی ضرورت ہے، اور تقاضائے عقل بھیبھی ہے کہ اباحت کے لئے کسی مستقل دلیل کی ضرورت نہ ہو (مفاتیح الغیب)، تفسیر قرطبی (۱۷۵،۷) میں ہے: ''لا تسرفوا فی تحریم ما لم یحرم علیکم''۔

۸- ''قل من حرم زینۃ اللہ التی أخرج لعبادہ والطیبات من الرزق'' (اعراف: ۳۲) (آپ کہئے اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہے کس نے حرام کیا اور کھانے کی پاکیزہ چیزوں کو؟)۔

۹- ''کل الطعام کان حلاً لبنی إسرائیل إلا ما حرم إسرائیل علی نفسہ من قبل أن تنزل التوراۃ'' (آل عمران: ۹۳) (ہر کھانا بنی اسرائیل کے لئے حلال تھا، بجز اس کے جو خود اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا، قبل اس کے کہ توریت اترے)۔ فقہاء مفسرین نے لکھا ہے کہ غذاؤں میں اصل ان کی حلت ہی ہے، حرمت صرف حکم خداوندی سے ہوسکتی ہے، ''والأصل فی الأشیاء الحل حتییرد النص بالتحریم'' (المنار)۔

۱۰- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إن اللہ فرض فرائض، فلا تضیعوہا، وحدّ حدوداً فلا تعتدوہا، وحرّم أشیاء فلا تنتہکوہا، وسکت عن أشیاء غیر نسیان فلا تبحثوا عنہا'' (ترمذی، لباس، باب فی لبس الفراء: ۳۰۳،۱، امام ترمذی کا بیان ہے:ہذا حدیث غریب، لا نعرفہ مرفوعاً إلا من ہذا الوجہ)، مستدرک حاکم (۳۷۵،۲) میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ما سکت اللہ عنہ فہو مما عفا اللہ عنہ'' (حاکم کا بیان ہے: صحیح الاسناد، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، امام ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱۷۱،۱) میں لکھا ہے: رواہ البزار والطبرانی فی الکبیر، وإسنادہ حسن ورجالہ موثوقون)۔

(اللہ تعالی نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں، اسے ضائع مت کرو، کچھ حدود مقرر کئے ہیں ان سے تجاوز مت کرو، کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کی ہتک حرمت مت کرو، اور بعض چیزوں کی بابت عمداً خاموشی اختیار کی ہے، ان کے متعلق کھوج میں نہ پڑو)۔

۱۱- ''عن جابر بن عبد اللہ قال: کنا نعزل والقرآن ینزل، زاد إسحاق قال سفیان: لو کان شئ ینہی عنہ لنہانا عنہ القرآن'' (مسلم، نکاح، باب حکم العزل ۴۶۵،۱) (حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا بیان ہے کہ ہم عزل کا عمل کرتے تھے اور قرآن کا نزول ہورہا تھا، اسحاق راوی نے اضافہ کیا کہ سفیان نے نقل کیا: اگر کسی چیز سے روکا جانا ضروری ہوتا تو اس سے قرآن ضرور منع کرتا)۔

۱۲- ''عن أبی الدرداء مرفوعاً ''الحلال ما أحل اللہ، والحرام ما حرم اللہ، وما سکت عنہ فہو معفو عنہ، فاقبلوا من اللہ، فإن اللہ لم یکن لینسی شیئا''(رواہ البیہقی فی سننہ ۲۳۰،۹، والحاکم فی مستدرکہ عن أبی الدرداء مرفوعاً وأخرجہ ابن المنذر وابن مردویہ (درمنثور

۲۷۹،۴)) (حضرت ابودرداءؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال کیا، اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام کیا، اور جس سے خاموشی اختیار کی تو وہ ان کا فضل ہے، لہذا اسے اللہ کی جانب سے بطیب خاطر قبول کرو، کیونکہ اللہ تعالی قطعاً نہیں بھولتے ہیں)۔

۱۳- صاحب کشف الاسرار اورامام بزدوی نے ''اصل اموال میں اباحت ہے '' پر اجماع نقل کیا ہے:''أما بعد ورود الشرع، فالأموال على الإباحة بالإجماع ما لم يظهر دليل الحرمة'' (کشف الاسرار للبخاری۱۹۵،۳)، علامہ ابن عابدین شامی نے بھی اصول بزدوی کے حوالہ سے اس پر اجماع نقل کیا ہے (رد المحتار، جہاد، باب استیلاء الکفار، مطلب فی أن الأصل فی الاشیاء الاباحۃ،۲۶۸،۶) (جہاں تک نزول شریعت کے بعد کی بات ہے تو اموال میں اصل اباحت ہے، اس پر اجماع ہے، جب تک کہ حرمت کی کوئی دلیل نہ مل جائے)۔

نیز نبی کریمﷺ کی بعثت کی غرض وغایت او راس کی روح ومقصد پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہی ہونی چاہئے، اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اسرار ورموز کی بے نظیر کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ '' میں اشارہ کیا ہے، وہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو ان کی کج روی کی درستی کے لئے او ران کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا، پس آپﷺ نے بنی اسماعیل کی شریعت کا بغور جائزہ لیا، اس میں جو طریقہ حضرت اسماعیلؑ کے مسلک کے موافق یا منجملہ شعائر الہی کے پایا، اس کو باقی رکھا او رجس میں تحریف ہوگئی تھی،یا اس میں بگاڑ آگیا تھا یا اس میں شرک وکفر کی علامت تھی، اس کو مٹا دیا، اور جو امور عادات وغیرہ کے قبیل سے تھے، ان کی خوبیاں اورناپسندیدگیاں اس طرح بیان کردیں کہ گمراہ کن رسموں سے بچا جاسکے، او رآپﷺ نے بدروش طریقوں سے منع فرمادیا ، اور عمدہ طریقوں کا حکم دیا، اور جو مسائل اصلییا عملی زمانہ فترت میں متروک ہوگئے تھے، ان کو شاداب وتروتازہ ویسا ہی کردیا جیسا کہ وہ تھے، اس طرح اللہ تعالی کا انعام مکمل ہوگیا اور اس کا دین مستقیم ہوگیا '' (حجۃ اللہ البالغہ، باب ما کان علیہ أہل الجاہلیۃفأصلحہ النبیﷺ)۔

اس سے مترشح ہوتا ہے کہ زمانہ فترت کی بہت ساری چیزوں کو اسی حال میں باقی رکھا گیا، جہاں قانون فطرت سے کسی طرح کا انحراف نظر آیا اس کی اصلاح کردی گئی، نیز فقہی اصول ''الأصل بقاء ما كان على ما كان'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم، القاعدۃ الثالثۃ، الیقین لا یزول بالشک، ص: ۵۷)، یعنی اشیاء اپنے سابق حکم پر باقی رہتی ہیں، یہانتک کہ اسی درجہ کی کوئی دلیل معارض سامنے آجائے، اس لئے کہ اصل اشیاء میں

بقاء ہے اور معدوم ہونا ایک طاری وعارضی کیفیت ہے، ''الأصل فی الأشیاء البقاء والعدم طارئ'' (الحموی۱،۱۹۸)۔

جب ہم ان احکام پر غور کرتے ہیں جو بتدریج نازل ہوئے ہیں، تو اس سے اباحت کے نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے، مثلاً شراب کا معاملہ ہے، ابتداء میں صرف اس کی شناعت کے بیان پر اکتفا کیا گیا، اس کے نفع ونقصان سے لوگوں کو روشناس کرایا گیا:

''یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما إثم کبیر، ومنافع للناس، وإثمہما أکبر من نفعہما'' (بقرہ: ۲۱۹)۔

(لوگ آپ سے شراب اور قمار کی بابت دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں او ران کا گناہ ان کے فائدوں سے کہیں بڑھا ہوا ہے)۔

دوسرے مرحلہ میں صر ف حالت نماز میں حرام قرا ردی گئی، نشہ میں مست آدمی کو مسجد کے قریب جانے سے روکا گیا:

''یاأیہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلاۃ وأنتم سکاری، حتی تعلموا ما تقولون'' (نساء: ۴۳)

(اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو، یہاں تک کہ جو کچھ (منہ سے) کہتے ہو اسے سمجھنے لگو)۔

تیسرے مرحلہ میں جاکر عمومی تحریم کا اعلان ہوا:

''یا أیہا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون'' (مائدہ: ۹۰)۔

(اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے تو بس نری گندی باتیں ہیں شیطان کے کام، سو ان سے بچے رہو، تاکہ فلاح پاؤ)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں شراب جائز تھی، لیکن بعد میں قرآنی دلیل کے ذریعہ حرام ہوئی، لہذا اسی طرح خورد ونوش، لباس وپوشاک، زیبائش وآرائش اور عقود ومعاملات اصل میں اس وقت تک مباح ہیں، جب تک کوئی دلیل حرمت نہ مل جائے، جیسا کہ فواتح الرحموت میں لکھا ہے:

''ما لم یقم فیہ دلیل التحریم مأذون فیہ'' (فواتح الرحموت علی ہامش المستصفی۱،۴۹)

(جب تک کہ دلیل حرمت قائم نہ ہوجائے، اس وقت تک اس چیز کی اجازت ہے)۔

کشف الاسرار میں ہے:

''لأن الإباحۃ والحرمۃ قد ثبتتا فی الأشیاء بالشرائع الماضیۃ، وبقیتا فیما بین الناس، فتبقی إلی أن یثبت الموجب للحرمۃ فی شریعتنا'' (کشف الاسرار للبخاری۳،۱۹۴، نیز دیکھئے: کشف الاسرار للنسفی۲،۹۹)۔

(کیونکہ گذشتہ شریعتوں میں اشیاء میں اباحت وحرمت دونوں موجود تھیں، اسی

طرح زمانہ فترت تک باقی رہیں،یہاں تک کہ زمانہ فترت میں لوگوں کے درمیان اباحت کو غلبہ حاصل ہوا، یہی اباحت ہماری شریعت میں اس وقت تک قائم رہے گی تا آنکہ حرمت کی کوئی دلیل ثابت ہوجائے)۔

اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ بعثت سے قبل او ربعد دونوں صورتوں میں اصل اشیاء میں اباحت ہے، یہی جمہور علماء کا قول ہے، او راحناف کے یہاں بھی اسی کو ترجیح حاصل ہے، چنانچہ علامہ شامی نے صاحب ہدایہ اور اصول بزدوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بتقاضائے دلیل نزول شریعت کے بعد اصل اباحت ہے، بلکہ اصول بزدوی میں صراحت ہے کہ اموال میں اصل اباحت پر اجماع ہے، تاآنکہ حرمت کی کوئی دلیل نہ مل جائے (رد المحتار ۲۶۸،۶)۔

حرمت کی دلیل پر ایک نظر:

آیت پاک ‘‘قل لا أجد فیما أوحی إلیّ محرما الخ’’ کو تحریم کے قائلین نے مستدل بنایا ہے جیسا کہ اوپر گذرا، لیکن ذرا دقت نظر سے آیت بالا کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اباحت کو بتاتی ہے نہ کہ تحریم کو؛ چنانچہ علامہ آلوسی رقمطراز ہیں:

‘‘وتنبیہ -کماقیل - علی أن الأصل فی الأشیاء الحل’’ (روح المعانی۴۰۳،۸، نیز ملاحظہ ہو: احکام القرآن لابن العربی۷۴۷،۲) (اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اشیاء میں اصل حلت ہے جیسا کہ کہا گیا)۔

بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ اس آیت میں صرف چار اشیاء کی تحریم آئی ہے، حالانکہ شریعت میں او ربھی اشیاء حرام ہیں، لیکن حقیقتیہ ہے کہ ان چاروں کا ذکر صریح الفاظ میں ہے اور بقیہ حرام چیزوں کا تذکرہ اقتضاءً ہے، اس لئے مفسرین لکھتے ہیں کہ بذریعہ وحی جن چیزوں کی حرمت کی تصریح ہے وہ سب اس آیت میں شامل ہیں، خواہ وہ باری تعالی کے الفاظ ومعانی کے پیرہن میں ہو، جسے وحی متلو سے تعبیر کیا جاتا ہے، یا کلام رسولﷺ کے قالب میں ہو جسے وحی غیر متلو بولا جاتا ہے، مفسر کبیر علامہ قرطبی کی چشم کشا عبارت قابل لحاظ ہے:

‘‘اس آیت کے حکم اور تفسیر میں علماء کے اقوال وآراء مختلف ہیں، اس سے پہلے اشارہ کر آیا ہوں کہ یہ آیت مکی ہے، اور ہر وہ حرام شئی جسے اللہ کے رسولﷺ نے حرام کی ہو، یا اس کی حرمت قرآن میں آئی ہو، سب اس آیت میں شامل ہیں،یہ اللہ تعالی کی جانب سے حکم میں اضافہ ہے، جو نبیﷺ کی زبان مبارک پر جاری ہوا، یہ رائے اکثر متکلمین، فقہاء اور محدثین کی ہے، طبری نے کہا کہ امام شافعیؒ نے اسی آیت کو بنیاد بناکر ان اشیاء کو حلال ومباح قرار دیا ہے جن سے قرآن وحدیث خاموش ہے، سوائے اس کے کہ اس کے خلاف کوئی دلیل حرمت ثابت ہوجائے، تو اب وہ حرام ہے ’’ (الجامع لاحکام القرآن

۱۱۶،۷،۴، نیز دیکھئے: احکام القرآن للجصاص ۱۹،۳)۔

''إلا أن یکون میتۃ الخ'' ما قبل کے عام لفظ سے استثناء ہے، یعنی اصل میں تمام چیزیں مباح ہیں مگر ان سے فلاں فلاں چیزیں مستثنی ہیں جو کہ حرام ہیں، چنانچہ علامہ راغب اصفہانی رقمطراز ہیں:

''فالاستثناء إیراد لفظ یقتضی رفع بعض ما یوجبہ عموم لفظ متقدم، أو یقتضی رفع حکم اللفظ، فمما یقتضی رفع بعض ما یوجبہ عموم اللفظ، قولہ تعالی: ''قل لا أجد فیما أوحی إلیّ محرماً علیطاعم یطعمہ إلا أن یکون میتۃ'' (المفردات فی غریب القرآن ، ص: ۸۳) (استثناء ایسے لفظ کو بولتے ہیں جو پہلے کے عام لفظ سے بعض چیزوں کو خاص کرلے، یا ان میں لفظ کے حکم کو غیر موثر بنادے، لہذا وہ استثناء جو پہلے عام لفظ سے بعض کو خاص کرلے، اس کی مثال اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''آپ کہہ دیجئے مجھ پر جو وحی آئی ہے تو میں اور کچھ نہیں حرام پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اسے کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو)۔

توقف کی دلیل پر ایک نظر:

توقف پر جس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے، وہ قرآنی آیات سے متصادم ہے، او رجب دو دلیلوں میں تعارض پیدا ہوتا ہے تو قوی تر دلیل کو ترجیح حاصل ہوتی ہے (مسلم ، مساقات، باب أخذ الحلال وترک الشبہات ۲۸،۲)۔

نیزیہ بھی ممکن ہے کہ یہ حدیث ورع وتقوی پر محمول ہو، نہ کہ حکم لازم پر، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے:

''عن النعمان بن بشیر قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: إن الحلال بین والحرام بین، وبینہما مشتبہات لا یعلمہن کثیر من الناس، فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ وعرضہ'' (مسلم ، مساقات، باب أخذ الحلال وترک الشبہات ۲۸،۲)۔

(حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ انہو ننے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حلال اور حرام واضح ہے، ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، لہذا جو شخص مشتبہ اشیاء سے بچا، اس نے اپنے دین اور عزت وناموس کی حفاظت کی)۔

اس حدیث پاک میں مشتبہ چیز سے بچنے کو تقوی کا عمل قرار دیا گیا ہے، اور مشتبہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کی حلت اور حرمت کی تصریح نہ ہو، علامہ ابن عابدین شامی کا بیان ہے: ''والامتناع عن الحرام واجب، بخلاف الامتناع عن الشبہۃ فإنہ مندوب'' (رد المحتار، باب النفقۃ۵۷۷،۳، ط: پاکستان)۔

اباحت کے قائلین پر ایک نظر اور کچھ وضاحتیں:

اشیاء کا لفظ عام ہے، اس میں افعال، اقوال، ضرر رساں اور نفع آور چیزیں وغیرہ

سب داخل ہیں، سوال یہ ہے کہ جب ''الأصل فی الأشیاء الإباحۃ'' بولا جائے تو کیا مذکورہ بالا تمام امور شامل ہونگے، یا ان میں سے بعض مستثنی ہیں؟

ایک نقطہ نگاہ پر تمام کا اتفاق ہے کہ اس سے عبادت کا باب مستثنی ہے، عبادات میناصل حرمت یا توقف ہے، ورنہ اس کے معنییہ ہونگے کہ ہر شخص کو نئی نئی عبادت کے ایجاد کا حق ہوگا اور وہ ایجاد کردہ عبادتیں اس اصول پر مباح اور درست قرار پائینگی، جس کے نتیجہ میں بدعت کے دروازے وا ہونگے، اسی وجہ سے امام احمدؒ او ردوسرے فقہاء امور تعبدیہ میں توقیف کے قائل ہیں، ''کان أحمد وغیرہ من فقہاء أہل الحدیثیقولون: إن الأصل فی العبادات التوقیف، فلا یشرع منہا إلا ما شرعہ اللہ، وإلا دخلنا فی معنی قولہ تعالی: أم لہم شرکاء شرعوا لہم من الدین ما لم یأذن بہ اللہ'' (شوری: ۲۱)، ونقل عن مالک أنہ قال: من سنّ سنۃیری أنہا حسنۃ کمن زعم أن محمداً خان الرسالۃ'' (عبادۃ الأوثان، ص: ۲۸۶)۔

لہذا عبادات اور تعبدی امو رمیں بذریعہ وحی ہی کمی وبیشی ممکن ہے، ورنہ عبادات کی صحیح شکل وصورت مسخ ہوکر رہ جائے گی، اسی لئے آپﷺ نے سد ذریعہ کے طور پر ارشاد فرمایا:

''من أحدث فی أمرنا ما لیس فیہ فہو رد'' (بخاری، صلح، باب إذا صطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود ۳۷۲،۱) (جو شخص ہمارے طریقے میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کرے، جو فی الواقع ہمارے طریقے میں سے نہیں ہے تو وہ ناقابل قبول ہے)۔

علامہ عبد الرحمن بن احمد بن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

''وإن کان قد زاد فی العمل المشروع ما لیس بمشروع، فزیادتہ مردودۃ'' (جامع العلوم والحکم، ص: ۴۳۲) (اگر کوئی اللہ کے مقرر کردہ عمل میں ایسی چیز کا اضافہ کردے جو مشروع نہیں ہے تو پھر یہ زیادتی مردود ہے)۔

علامہ شاطبی رقم فرما ہیں:

''أن التعبدیات إنما وضعہا الشارع فلا یقال فی صلاۃ سادسۃ مثلاً، أنہا علی الإباحۃ ..... لیتعبد بہا اللہ، لأنہ باطل بإطلاق'' (الاعتصام ۳۰۱،۱)۔

(امور تعبدی اللہ تعالی کی جانب سے وضع کردہ ہیں،یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہے کہ فلاں فرض نماز چھ رکعت ہیں، کیونکہ اصل اباحت ہے، ..... تاکہ بندہ اللہ کی عبادت کرے، اس لئے کہ یہ مطلق باطل ہے)۔

عقود ومعاملات میں اصل اباحت ہے، جب تک کہ ممانعت کی کوئی دلیل نہ مل جائے، امور عادیہ میں اصل عفو یعنی معاف ورخصت ہے، لہذا جس چیز کا حرام ہونا منصوص ہو وہ حرام ہے، ورنہ پھر ہم اللہ تعالی کے اس قول کے مصداق ہوجائینگے: ''آپ کہئے کہ یہ تو بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لئے جو رزق نازل کیا تھاپھر تم نے اس میں سے

(کچھ) حرام اور (کچھ) حلال قرار دے لیا۔ یہ بڑا اہم اور مفید ضابطہ ہے، اور جب یہ حکم ہے تو جس طرح لوگ چاہیں خریدوفروخت کریں اور جیسے چاہیں اجارہ کا معاملہ کریں، ہاں جسے شریعت حرام قرار دیدے وہ حرام ہے، اس سے بچیں، جیسا کہ لوگوں کو حسب منشا کھانے اور پینے کی اس وقت تک اجازت ہے جب تک کہ شریعت اس کی حرمت کی تصریح نہ کردے (عبادۃالاوثان، ص: ۲۵۶)۔

اباحت کے قائلین علماء ''اباحت اصلیہ '' کو منافع اشیاء کے ساتھ خاص کرتے ہیں، چنانچہ تفسیر رازی میں ''خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' (بقرہ: ۲۹) کے تحت لکھا ہے:

''والفقہاء استدلوا علی أن الأصل فی المنافع الإباحۃ'' (تفسیر رازی۲،۱۵۴، نیز دیکھئے: تفسیر بیضاوی۱،۲۸۶)۔

(فقہاء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے)۔

تیسیر التحریر کی عبارت بھی چشم کشا ہے:

''منیقول فی الأشیاء الإباحۃیعنی فی المنافع، وأما فی المضار الأصل فیہا التحریم، وقال الإسنوی: ہذا بعد ورود الشرع بمقتضی أدلتہ'' (تیسیر التحریر۲،۱۷۲، نیز دیکھئے: احکام القرآن للجصاص ۳،۲۹۵)۔

(جو لوگ اشیاء میں اباحت کے قائل ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ منافع میں اصل اباحت ہے، جہاں تک مضرت رساں اشیاء کی بات ہے تو ان میں اصل تحریم ہے، اسنوی کہتے ہیں: یہ حکم شریعت کے نازل ہونے کے بعد کا ہے، کیونکہ دلائل کا تقاضا یہی ہے)۔

پس ہر وہ چیز اس میں شامل ہے جو انسان کے لئے کسی بھی اعتبار سے مفید ہو، بشرطیکہ وہ عقلی، شرعی اور طبی لحاظ سے مضر نہ ہو اور نہ شرعی دلائل کتاب وسنت اور اجماع وقیاس صحیح سے اس کی حرمت وکراہت ثابت ہورہی ہو، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام ابوبکر جصاص رازی نے لکھا ہے: ''وساغ قبول الواحد واستعمال القیاس فیہ '' (احکام القرآن للجصاص ۳،۲۷)۔

خلاصہ بحث:

(۱) اشیاء میں اصل اباحت ہے، یاحرمتیا توقف؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، اور یہ اختلاف زمانہ فترت کی بابت بھی ہے اور شریعت کے نزول کے بعد بھی۔

(۲) جمہور علماء کے نزدیک اشیاء میں اصل اباحت زمانہ فترت میں اور شریعت کے نزول کے بعد بھی ہے۔

(۳) شریعت اسلامی کے نازل ہونے کے بعد قاعدہ ''اشیاء میں اصل اباحت ہے '' سے عبادت کا باب مستثنی ہے۔

(۴) امور تعبدی اور ابضاع کے علاوہ تمام چیزوں میں اصل اباحت ہے، بشرطیکہ شرعی، عقلی اور طبی لحاظ سے ضرررساں نہ ہو اور دلائل اربعہ میں سے کسی کے

ذریعہ اس کی حرمت یا کراہت تحریمی ثابت نہ ہورہی ہو۔ (ابضاع کی بابت فقہاء نے ایک قاعدہ ذکر کیا ہے: ‘‘الأصل فی الأبضاع التحریم ’’ (عصمت انسانی میں اصل حرمت ہے) (الاشباہ ۱۱۰،۱)؛ کیونکہ انسانی عصمت وعفت اور عزت وناموس کا مسئلہ نہایت نازک ہے، اس وجہ سے فقہاء نے ‘‘الأصل فی الأشیاء الإباحۃ ’’ ضابطہ سے اس کو بربناء احتیاط مستثنی قرار دیاہے، اسی بنا پر حضرت عثمان بن عفانؓ نے دوسگی بہن باندیوں کو ایک شخص کی ملکیت میں جمع کرنے کے بارے میں فرمایا: میرے نزدیک جمع کرنا حرام ہے، ‘‘قال عثمان: ‘‘لما سئل عن الجمع بین أختین بملک الیمین’’ (الاشباہ ۱۰۹،۱)، یہ اس وقت ہے جب کہ حرمت ثابت ہو، اس کا ثبوت مشکوک نہ ہو(دیکھئے: حوالہ سابق۶۶،۱)۔

۲- الاستحالہ (حقیقت وماہیت کی تبدیلی):

ماہیت کی تبدیلی کا معیار:

اس سلسلہ میں غور طلب بات یہ ہے کہ کسی بھی شئی کے وہ بنیادی عناصر کیا ہیں، جن کے قائم رہتے ہوئے کہا جائے کہ شئی کی حقیقت نہیں بدلی ہے، گو اس میں مختلف قسم کے تغیرات واقع ہوئے ہوں؟

الف: اس سلسلہ میں عرض ہے کہ خلقی نجس العینیعنی جس کی مکمل ذات پیدائشی طور پر نجس ہو، جیسے: پیشاب،پاخانہ، اور خنزیر وغیرہ،یہ جزوی تبدیلی سے پاک نہیں ہونگے، تاآنکہ پوری ذات بدل نہ جائے، بالفاظ دیگر انقلاب ماہیت سے پاک ہونگے، جیسے: انسانی غلاظت جل کر راکھ ہوجائےیا زمین پر پڑے رہنے سے مٹی ہوجائے تو پاک ہوجائے گی (دیکھئے: خانیہ ہامش الہندیہ۲۲،۱، ط: زکریا دیوبند، حاشیہ طحطاوی ومراقی الفلاح ،ص: ۸۶)، خشک مٹی پیشاب میں گیلی کی گئی اور اس مٹی کے برتن، مشکیزے، مٹکے اور گھڑے وغیرہیا اینٹ بنائی گئی، تو محض دھوپ میں خشک ہونے سے پاک نہیں ہونگے؛ بلکہ آگ میں پکانے کے بعد پاک ہونگے (خانیہ۲۲،۱)، کیونکہ آگ میں جلنے وپکنے سے پاخانہ وپیشاب کی ذات جل کر ختم ہوجاتی ہے، اسی طرح پاخانہ کا مٹی بن جانے کی وجہ سے بھی اس کی ذات گم ہوجاتی ہے؛ اس لئے کہ اب وہ پاخانہ نہیں رہا، بلکہ مٹی ہوگیا،یا راکھ بن گیا، اگر پیشاب کے مضر اثرات بذریعہ فلٹر زائل کردیئے جائیں تو اس سے پیشاب پاک نہیں ہوگا؛ کیونکہ پیشاب کی حقیقت وذات نہیں بدلی بلکہ موجود ہے۔

اسی طرح خنزیر اگر نمک کی کان میں گر کر مرجائے اور کچھ دنوں کے بعد نمک بن جائے تو حکم بدل جائے گا، یعنی اس پر نمک کا اطلاق ہوگا او راس کا استعمال درست ہوگا (رد المحتار ۵۳۴،۱، ط: زکریا دیوبند، نیز دیکھئے: فتح القدیر۱۷۶،۱، المغنی۷۲،۱، حاشیہ دسوقی۵۲،۱)۔ کیونکہ نمک پاک ہے، یہ مثال نجس العین لذاتہ کی ہے، یہی حکم نجس العین لغیرہ کا بھی ہے، مثلاً: فقہاء کرام گدھا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگر گدھا

نمک کی کان میں گر کر مرجائے اور نمک بن جائے تو نمک پاک ہی رہے گا ناپاک نہیں ہوگا (درمختار مع الرد ۵۳۴،۱، نیز دیکھئے: فتح القدیر۵۲،۱، ۵۷، الانصاف ۳۱۸،۱، المغنی۷۲،۱)؛ اس لئے کہ گدھے کی حقیقت وماہیت بدل گئی، اب وہ گدھا نہیں رہا؛ بلکہ نمک ہوگیا، اسی وجہ سے اس پر نمک کا حکم جاری ہوگا، اس کی نظیر اسلامی شریعت میں نطفہ کی ہے، جو کہ ناپاک ہے، یہی علقہ (جما ہوا خون) بنتا ہے جو کہ ناپاک ہے، پھر گوشت کا ٹکڑا بنتا ہے اور وہ پاک ہے (درمختار مع الرد ۵۳۴،۱، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۵۲،۱، ۵۷، الانصاف ۳۱۸،۱، المغنی۷۲،۱)۔

معلوم ہوا کہ جب تک نجس شئی کے اجزاء باقی رہینگے، اس وقت تک اس کی حقیقت وماہیت بدلنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، یہاں تک کہ اس کی پوری ذات بدل جائے؛ لہذا خلقی نجس میں ناپاکی کے بنیادی عناصر خود ان کے اجزاء جسمانی ہیں، جن کے رہتے ہوئے اس کی حقیقت وماہیت بدلنے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے، فقہاء کرام ایک اصول لکھتے ہیں ، اور وہ یہ ہے: ''استحالۃ العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیہا'' (عین کا استحالہ اس وصف کے زوال کو مستلزم ہے جو کہ عین کے بقا پر مرتب ہوتا ہے) (رد المحتار ۵۳۴،۱، مزید ملاحظہ ہو: فتح القدیر۱۳۹،۱، حاشیۃ دسوقی۵۲،۱، ۵۷، الانصاف ۳۱۸،۱، المغنی۷۲،۱)، علامہ طحطاوی کے الفاظ ہیں: ''زوال الحقیقۃیستتبع زوال الوصف'' (حاشیہ طحاوی: ۸۹)۔

ب: اگر کوئی شئی انسانی عمل سے نجس بنی ہے، تو اس کی ناپاکی کے بنیادی عناصر بدلنے سے اس کی حقیقت بدل جائے گی، اور وہ پاک متصور ہوگی گو اس کے جسمانی اجزاء موجود ہوں، جیسے: شراب،اس کے نجس وحرام ہونے کی علت اسکار ہے، اسکار (نشہ) زائل ہونے سے شراب سرکہ بن جاتی ہے، اور سرکہ پاک وحلال ہے (دیکھئے: رد المحتار ۵۲۰،۱، حاشیہ دسوقی۵۲،۱، ۵۳، الانصاف ۳۱۸،۱، المغنی۷۲،۱)۔ لہذا اسکار علت جو کہ نجاست وحرمت کا بنیادی عنصر ہے، کے باقی رہتے ہوئے شراب کی حقیقت او رماہیت بدلنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

شوافع کہتے ہیں کہ شراب کے علاوہ کوئی بھی نجس العین کی حقیقت بدلنے سے حکم نہیں بدلے گا؛ بلکہ وہ ناپاک ہی باقی رہے گا ''ولا یطہر نجس العین إلا خمر تخللت'' (مغنی المحتار ۲۳۶،۱، نیز دیکھئے: روضۃ الطالبین۱۳۷،۱)۔

ج: متنجس شئی سے نجاست کے بنیادی عناصر زائل کردیئے جائیں تو وہ شئی پاک ہوجائے گی، اس لئے کہ اس میں بنیادی عنصر عین نجاست کا پایا جانا ہے، جب وہ زائل ہوگئی تو وہ شئی پاک ہوگئی؛ چنانچہ تمام فقہاء احناف، مالکیہ، صحیح قول پر جمہور شوافع او رحنابلہ سب کا اتفاق ہے کہ عین نجاست کے ازالہ سے مثلاً ناپاک کپڑا پاک ہوجائے گا (الشرح الکبیر ۶۰،۱، الاقناع للشربینی الخطیب۳۳،۱، قلیوبی علی شرح المنہاج ۷۵،۱، المغنی

مع روضۃ الطالبین۱؍۱۳۷)۔

البتہ فقہاء احناف اور مالکیہ کے نزدیک طعم (مزہ) کا ازالہ بھی ضروری ہے، کیونکہ طعم (مزہ) کا باقی رہنا عین نجاست کے باقی رہنے پر دلالت کرتا ہے، جہاں تک رنگ وبو کی بات ہے تو مالکیہ ، شوافع اور حنابلہ کے یہاں ان دونوں کا ازالہ لازم نہیں ہے ، احناف کے نزدیک مختلف اقوال ہیں، تاہم عین نجاست کے ازالہ کے ساتھ رنگ وبو کا ازالہ ممکن ہوتو زائل کیا جائے گا، جیسا کہ علامہ حصکفی، علامہ ابن نجیم مصری اور صاحب کفایہ نے تصریح کی ہے (البحر الرائق ۱؍۴۱۰، الکفایۃ مع فتح القدیر۱؍۱۸۴، درمختار مع الرد ۱؍۵۳۷، الشرح الکبیر۱؍۶۰، الاقناع۱؍۳۳، قلیوبی۱؍۷۵، المغنی مع الشرح الکبیر۱؍۷۰)۔

معلوم ہوا کہ متنجس اشیاء کے پاک ہونے کے لئے بنیادی عنصر عین نجاست کا ازالہ ہے، مالکیہ اور احناف کے یہاں طعم بھی شامل ہے اور احناف کے یہاں بشرط سہولت رنگ وبو کا ازالہ بھی ضروری ہے، یہ بھی واضح رہے کہ مزہ کے ساتھ عین نجاست کے ازالہ کی بابت دھونے کی تعداد لازم ہے بلکہ ایک بار میں بھی زائل ہوجائے تو کافی ہے، یہی ظاہر روایت ہے اور صحیح قول ہے، او راگر تین بار سے زائد دھونا پڑے تو دھونا لازم ہوگا، یہاں تک کہ عین نجاست اور طعم زائل ہوجائے (دیکھئے: ہندیہ۱؍۴۱، جامع الرموز ۱؍۴۳، مراقی الفلاح ، ص: ۸۶)، اسی لئے احناف کہتے ہیں کہ اتنی بار کپڑا دھویا جائے کہ پانی صاف آنے لگے (مراقی الفلاح ، ص: ۸۶، فتح القدیر۱؍۱۴۵)۔

د: مردار چمڑے کی ناپاکی کے بنیادی عناصر رطوبت اور دم سائل ہیں، دباغت کے ذریعہ رطوبت اور دم سائل کو زائل کیا جاتا ہے (دیکھئے کبیری، ص: ۱۵۳،ط: رحیمیہ دیوبند)، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ‘‘إن دباغہ قد أذہب نجسہ’’ (یعنی دباغت اس کی ناپاکی (اور دم سائل) کو دور کردیتی ہے) (الفتح الربانی۱؍۲۳۲، ط:دار احیاء التراث العربی، بیروت، حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے (حوالہ سابق))۔ مزید اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ‘‘دباغہا طہورہا’’ (مسند احمد ۳؍۴۷۶، ابوداؤد، نسائی، ترمذی (نصب الرایہ۱؍۱۱۸))۔

اسی وجہ سے فقہاء لکھتے ہیں کہ ایک بار دباغت دینے کے بعد چمڑا پاک ہوجاتا ہے، اگر دوبارہ پانی میں ڈالا گیا اور اس میں رطوبت عود کرآئی، تو نہ پانی ناپاک ہوگا اور نہ ہی چمڑا؛ کیونکہ ناپاک رطوبت پہلی ہی بار دباغت سے زائل ہوگئی تھی، دوبارہ جو رطوبت عود کی ہے، یہ سابق ناپاک رطوبت نہیں ہے؛ بلکہ پاک رطوبت ہے جو کہ پاک پانی سے پیدا ہوئی ہے؛ اس لئے کہ دباغت کے بعد چمڑا پاک ہوگیا تھا، اور پاک چیز پاک پانی میں ملنے سے ناپاک نہیں ہوتی اور نہ پانی ناپاک ہوتا ہے (بدائع ۱؍۲۴۴)۔

اصل شئی کے بدل جانے سے مراد:

انقلاب ماہیت وحقیقت، استحالہ عین اور تحول عین سب باہم قریب المعنی الفاظ ہیں،

لغوی اعتبار سے تحول مصدر ہے، یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، استحالہ: ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلنا ہے (مختار الصحاح، الصحاح فی اللغۃ والعلوم، لسان العرب: مادہ: حول)۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو فقہاء جس اصطلاحی معنی میں استحالہ، تحول اور انقلاب کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، وہ لغوی معنی سے مختلف نہیں ہیں،یعنی شئی کا اپنی حقیقت، کیفیت، ہیئت اور وصف سے دوسری حقیقت، کیفیت، ہیئت اور وصف کی طرف منتقل ہونا، جب شئی کی حقیقت وماہیت بدلتی ہے تو اس کے ساتھ اس کے اوصاف اور کیفیات بھی بدل جاتی ہیں، چنانچہ علامہ شامیؒ کا بیان ہے:

''الشرع رتب وصف النجاسۃ علی تلک الحقیقۃ وتنتفی الحقیقۃ بانتفاء بعض أجزاء مفہومہا فکیف بالکل؟ فإن الملح غیر العظم واللحم، فإذا صار ملحاً ترتب حکم الملح، ونظیرہ فی الشرع النطفۃ نجسۃ وتصیر علقۃ وہی نجسۃ وتصیر مضغۃ فتطہر، والعصیر طاہر فیصیر خمراً فیتنجس ویصیر خلا، فیطہر، فعرفنا أن استحالۃ العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیہا'' (رد المحتار ۱،۵۳۴)۔

(شریعت نے نجاست کی صفت کو اسی حقیقت کے ساتھ مربوط کیا ہے اور یہ حقیقت نجاست کے بعض بنیادی اجزاء فوت ہونے سے فوت ہوجاتی ہے، تو کل اجزاء کے فوت ہونے سے حقیقت کیسے فوت نہیں ہوگی؟ اس لئے کہ نمک ہڈی اور گوشت کا غیر ہے، جب یہ نمک ہوگئے، تو نمک کا حکم مرتب ہوگا، اس کی نظیر شریعت میں نطفہ کی ہے کہ وہ ناپاک ہے، یہی جما ہوا خون بن جاتا ہے اور وہ بھی ناپاک ہے اور یہ خون گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے (اس طرح وہ نطفہ اس مرحلہ میں آکر) پاک ہوجاتا ہے، (انگور) کا شیرہ پاک ہے ، شراب بننے کے بعد ناپاک ہوجاتا ہے اور جب سرکہ بنتا ہے تو پاک ہوجاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عین نجاست کا استحالہ اس وصف کے زوال کو مستلزم ہے جو کہ اس عین پر مرتب ہوتا ہے)۔

شئی میں تبدیلی کا اطلاق:

گذشتہ مباحث سے واضح ہے کہ عین نجاست خواہ وہ لذاتہ ہو یا لغیرہ ہو، اس کے پاک ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی پوری ذات تبدیل ہوجائے، یعنی رنگ، صورت اور کیفیت (مزہ، بو اور خاصیت) میں سے ہر ایک کا بدل جانا ضروری ہے، یہی قول احناف، مالکیہ کا ہے اور ایک قول امام احمد کا بھی ہے (دسوقی۱،۵۲، ۵۳، الانصاف ۱،۳۱۸، المغنی۱،۷۲، رد المحتار ۱،۵۳۴)۔ حنابلہ کا ظاہر مذہب اور شوافع کا قول یہ ہے کہ شراب کے علاوہ کوئی بھی عین نجاست استحالہ سے پاک نہیں ہوگی (المغنی۱،۵۶، ط: دار الفکر، مغنی المحتاج ۱،۲۳۷-۲۳۶، روضۃ الطالبین۱،۱۳۷)؛ چنانچہ اگر کتا نمک کی کان میں گر کرمرجائے اور نمک بن جائے تو احناف اور مالکیہ کے نزدیک نمک پاک رہے گا، اور حنابلہ اور شوافع کے نزدیک نمک ناپاک ہوجائے گا، کیونکہ کتا کے نمک بن جانے سے

حکم نہیں بدلا، بلکہ کتا کا حکم جو ناپاکی کا تھا وہ باقی ہے؛ اس لئے کہ کتا استحالہ سے پاک نہیں ہوتا ہے (دیکھئے: المغنی۱،۵۶، مغنی المحتاج ۱،۲۳۷-۲۳۶، روضۃ الطالبین۱،۱۳۷)۔

شوافع اور حنابلہ کا استدلال یہ ہے کہ نبی کریمﷺ نے جلالہ کے گوشت خوری اور دودھ نوشی سے منع فرمایا (ترمذی عن ابن عمر ۴،۲۷۰، امام ترمذی کا بیان ہے: یہحدیث حسن غریب ہے)۔ ممانعت کی علت جانور کی نجاست خوری ہے، اگر استحالہ سے پاک ہوجاتا تو آپﷺ منع نہیں فرماتے (نہایۃ المحتاج ۱،۲۳۰، کشاف القناع ۱،۱۸۷-۱۸۶)۔

احناف اور مالکیہ کا استدلال یہ ہے کہ شریعت نے انقلاب ماہیت پر حکم کو دائر کیا ہے، لہذا حقیقت بدلنے سے حکم بدل جائے گا، جیسا کہ علامہ شامی کی عبارت واستدلال اوپر گذر چکا ہے، جہاں تک جلالہ والی حدیث کی بات ہے تو اس سلسلہ میں صحابہ کے آثار موجود ہیں کہ جانور ومرغی جب جلالہ ہوجائیں تو ایک متعین مدت تک محبوس رکھنے سے پاک ہوجاتے ہیں۔

اگر نجاست پاک شئی میں لگ جائے تو اس صورت میں اگر نجاست مرئی ہو (نظر آتی ہو) تو عین نجاست کا ازالہ ضروری ہے، اس میں دھونے کی تعداد کی کوئی تحدید نہیں ہے، عین نجاست زائل ہوگئی تو مثلاً کپڑا پاک ہوجائے گا اور اگر زائل نہیں ہوئی تو کپڑا ناپاک رہے گا (بدائع الصنائع۱،۲۴۹)۔ اگر عین نجاست کے ازالہ کے بعد طعم (مزہ) باقی ہے تو کپڑا پاک نہیں ہوگا، بلکہ طعم (مزہ) کا ازالہ بھی ضروری ہے، یہی مالکیہ اور احناف کا قول ہے، اور جہاں تک رنگ وبو کی بات ہے تو اگر بہ سہولت زائل ہوجائیں تو زائل کئے جائینگے، ورنہ چھوڑ دیئے جائینگے، جیسا کہ گذر چکا ہے، شوافع کے نزدیک نجاست کا اثر (رنگ وبو) زائل کرنا ضروری ہے، بغیر زائل کئے کپڑا پاک نہیں ہوگا، بلکہ اگر زائل نہ ہورہا ہو تو قینچی سے اس حصہ کو کاٹ دیا جائے گا، اس لئے کہ اثر کا باقی رہنا عین نجاست کے باقی رہنے پر دال ہے (المجموع شرح المہذب۲،۵۹۳-۵۹۲)۔ احناف کی دلیل آپﷺ کا ارشاد ہے: ''لا یضرک بقاء أثرہ'' (مسند احمد ۲،۳۶۴)۔ خون کے اثر کا باقی رہنا تمہائے لئے مضر نہیں ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ''لا یضرک أثرہ'' (بخاری باب دم الحیض، باب نجاسۃ الدم وکیفیۃ غسلہ، ترمذی، باب ما جاء فی غسل دم الحیض من الثوب)۔

شافعی المسلک کی کتاب ''روضۃ الطالبین '' میں احناف کے مذہب کے مطابق شافعی کا مذہب نقل کیا گیا ہے:

''وإن بقی اللون والرائحۃ معاً لم یطہر علی الصحیح، ثم الصحیح الذی قالہ الجمہور إن ما حکمنا بطہارتہ مع بقاء لون أو رائحۃ فہو طاہر حقیقۃ، ویحتمل أنہ نجس معفو عنہ'' (روضۃ الطالبین۱،۱۳۸)۔

(اگر رنگ اور بو دونوں ایک ساتھ باقی رہ جائیں تو صحیح قول پر پاک نہیں ہوگا، پھر صحیح قول یہ ہے کہ رنگ یا بو کی بقا کے ساتھ طہارت کا جو فیصلہ کیا ہے، درحقیقت وہ طاہر ہے اور نجاست کا احتمال ہے جو کہ معفو عنہ ہے، یہی جمہور فقہاء شوافع کا قول ہے)۔

نیز اسی کتاب میں لکھا ہے: ''فإن فعل ذلک وبقی طعم لم یطہر'' (روضۃ الطالبین ۱۳۸،۱) (یعنی اگر طعم (مزہ)، رنگ او ربو کو زائل کرنے کی کوشش کی، لیکن طعم زائل نہیں ہوا تو پاک نہیں ہوگا)۔

جوہری عناصر کی تبدیلی کے بعد کی دوصورتیں:

اگر شئی میں ایسی تبدیلی ہو جس کی وجہ سے اس کے جوہری عناصر ختم ہوجائیں، نام بدل جائے اور مجموعی مزاج میں بھی تبدیلی آجائے، تو اس تبدیلی کے بعد بھی دوصورتیں بن سکتی ہیں:پہلی صورت یہ ہے کہ جن اشیاء سے مل کر یہ شئی بنی ہے ان کا کوئی بھی اثر وخاصیت اس شئی مینباقی نہ رہے، دوسری صورت یہ ہے کہ یہ نئی پیدا ہونے والی شئی اپنی اصل سے موروثی طو رپر کچھ خصوصیات اور کیفیات کو برقرار رکھتی ہے۔

سوالیہ ہے کہ کیا ہر دوصورتوں کا ایک ہی حکم ہوگا یا کچھ سابق خصوصیات وکیفیات کے برقرار رہنے کی وجہ سے بنیادی عناصر میں تغیر کے باوجود ہم اسے تبدیلی ماہیت نہیں قرار دے سکتے؟ جہاں تک پہلی صورت کی بات ہے تو واضح ہے کہ مخلوط اشیاء پاک ہیں؛ کیونکہ نجس شئی کا ان میں کوئی اثر اور نہ کوئی خاصیت برقرار ہے، دوسری صورت جبکہ نئی پیدا ہونے والی شئی اپنی اصل سے موروثی طور پر کچھ خصوصیات اور کیفیات برقرار رکھتی ہے، اگر نجاست کے بنیادی عناصر ناپید ہوجائینگے تو پہلی صورت کے حکم کی طرح نئی پیدا ہونے والی شئی پاک ہوگی اور اگر بنیادی عناصر میں سے ایک بھی عنصر باقی رہے گا تو نئی پیدا ہونے والی شئی پاک نہیں ہوگی۔

کیا انقلاب ماہیت کے تحت مختلف نجس اشیاء کے درمیان فرق ہوگا؟

انقلاب ماہیت کے مسئلہ میں مختلف نجس اشیاء خواہ ان میں نجس العین ہوں یا غیر نجس العین، کے درمیان احناف اور مالکیہ کے مذہب پر کوئی فرق نہیں ہوگا؛ کیونکہ گزرچکا ہے کہ انقلاب ماہیت سے حکم بدل جاتا ہے، خواہ انقلاب ماہیت خنزیر (نجس العین) یا گدھا (غیر نجس العین) یا شراب میں پیش آئے، تمام کا حکم یکساں ہے، البتہ شوافع اور حنابلہ نے فرق کیا ہے کہ صرف شراب میں انقلاب ماہیت کا اثر پڑتا ہے کہ شراب سے اسکارزائل ہوجائے تو سرکہ بن جائے گی اور حکم کے اعتبار سے سرکہ پاک وحلال ہوگا، اس میں بھی شوافع اور حنابلہ نے ایک شرط کا اضافہ کیا کہ شراب ازخود سرکہ بنی ہو، اس کے سرکہ بننے میں کسی انسانی عمل کا دخل نہ ہو، یعنی شراب میں پیاز،یا نمک یا

کوئی اور شئی ڈال کر سرکہ بنایا گیا ہو (مغنی المحتاج ۲۳۷،۱، روضۃ الطالبین۱۳۷،۱، نہایۃ المحتاج ۲۳۰،۱، المغنی۵۶،۱)۔

معلوم ہوا کہ شراب خود سے سرکہ بن جائے تو پاک وحلال ہے، اس پر سب کا اتفاق ہے، اور خارج سے کوئی چیز ڈالنے سے سرکہ بن جائے تو اس میں اختلاف ہے، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک سرکہ پاک وحلال نہیں ہوگا، دلیل حضرت ابوطلحہؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یتیم جو وراثت میں شراب پائے (تو اس کا حکم کیا ہوگا؟) آپﷺ نے فرمایا: شراب کو بہادو، حضرت ابوطلحہؓ نے کہا:کیا ہم اس کو سرکہ نہ بنالیں، آپﷺ نے فرمایا: نہیں (ابوداؤد ۸۳،۴-۸۲، تحقیق عبید دعاس، سند صحیح ہے)۔

نیز ہمیں شراب سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے او رسرکہ بنانے میں اس سے قربت لازم آتی ہے (بدایۃ المجتہد ۴۶۱،۱، جواہر الاکلیل۹،۱، المجموع ۲۲۵،۱، المغنی۳۱۹،۸، کشاف القناع ۱۸۷،۱)، اور چونکہ حرام شئی کو حلال بنانے میں عجلت کی، اس لئے اس کے قصد کی ضد سے سزاد ی گئی (مغنی المحتاج ۲۳۷،۱)، یعنی اس کو محروم کردیا گیا۔

احناف اور مالکیہ کا راجح مذہب یہ ہے کہ جس طرح سے بھی سرکہ بن جائے حلال وپاک ہے، خواہ از خود بن جائے یا انسانی عمل کے ذریعہ بنے، دلیل رسول اللہﷺ کا ارشاد ہے: ''نعم الأدُمُ الخلّ'' (مسلم ۶۲۳،۳، ط: حلبی از جابر بن عبد اللہ)۔

حدیث بلا تفریق تخلیل (سرکہ بنانا) اور تخلل (ازخود سرکہ بن جانا) کے مطلق ہے اور چونکہ تخلیل شراب سے مفسد وصف (اسکار) کو دور کردیتا ہے اور اسے مفید بخش بنادیتا ہے، کیونکہ اس میں غذائیت اور دوا اور دیگر انسانی فائدے ہیں، جب مفسد وصف جس کی وجہ سے شراب حرام ہے دور ہوجائے گا تو حلال ہوجائے گا، جیساکہ ازخود سرکہ بننے میں حلت کی علت یہی ہے، اور چونکہ تخلیل ایک اصطلاح ہے، یعنی حرام شئی کو قابل استعمال بنانا ہے، جس طرح مردار کے چمڑے کو دباغت کے ذریعہ قابل استعمال بنایا جاتا ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے تخلیل کا عمل درست ہوگا، او رجب نجاست وحرمت کی علت اسکار ٹھہری تو اسی علت کے ساتھ حکم دائر ہوگا، ، اگر یہ علت موجود ہے تو ناپاک اور اگر موجود نہیں تو پاک ہے (تبیین الحقائق للزیلعی۴۸،۱، الاختیار۱۰۲،۴-۱۰۱، فتح القدیر۱۶۷،۸-۱۶۶، رد المحتار ۵۴۵،۱، ۲۹۰،۵، کتاب الاشربہ دسوقی۵۲،۱، الحطاب ۹۷،۱، ۹۸، نہایۃ المحتاج ۲۳۰،۱، ۲۳۱ کشاف القناع ۱۸۷،۱، المغنی۷۲،۱، جواہر الاکلیل۹،۱)۔

ملک العلماء علامہ کاسانی نے امام محمدؒ کے مفتی بہ قول کی توجیہ ان الفاظ میں کی ہے:

''إن النجاسۃ لما استحالت وتبدلت أوصافہا ومعانیہا خرجت عن کونہا نجاسۃ؛ لأنہا اسم

لذاتہ موصوفۃ، فتنعدم بانعدام الوصف، وصارت کالخمر إذا تخللت" (بدائع الصنائع ۲۴۳٫۱، ط: نعیمیہ دیوبند)۔

(نجاست جب بدل جائے، اس کے اوصاف او ربنیادی عناصر بدل جائیں تو ناپاک ہونے سے خارج ہوجائے گی؛ کیونکہ نجاست بااوصاف ذات کا نام ہے؛ لہذا ان بنیادی عناصر واوصاف کے معدوم ہونے سے نجاست بھی معدوم ہوجائے گی اور یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ شراب از خود سرکہ بن جائے)۔

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک شراب کو چھوڑ کر کوئی بھی نجس العینیا غیر نجس العین ماہیت وحقیقت بدلنے کے باوجود پاک نہیں ہونگے، جبکہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک مطلق انقلاب ماہیت سے پاک ہوجائینگے، جیسا کہ دونوں فریق کے دلائل کے ساتھ اوپر بحث گذر چکی ہے، اسی طرح اگر غیر نجس العین کی نجاست وحرمت کے بنیادی عناصر دور ہوجائیں تو پاک ہوجائے گا، مثلاً مردار کا چمڑا، اس سے رطوبت اور دم سائل دور کردینے سے پاک ہوجاتا ہے، حالانکہ انقلاب ماہیت نہیں ہوا۔ ''ولأن نجاسۃ المیتات لما فیہا من الرطوبات والدماء السائلۃ، وإنہا تزول بالدباغ، فتطہر کالثوب النجس إذا عمل" (بدائع الصنائع ۲۴۴٫۱)۔

قلب ماہیت کے اسباب:

قلب ماہیت کے اسباب یہ ہیں:

۱- مرور زمانہ: اس کی وجہ سے شئی کی حقیقت وماہیت بدل جائے، جیسے: خنزیر، کتا اور گدھا وغیرہ، خواہ نجس العین ہو یا غیر نجس العین، نمک کی کان مینیا برف کے حوض میں گر کر مرجائیں اور مرور زمانہ سے نمک یا برف بن جائیں۔ ملک العلماء علامہ کاسانیؒ نے اس سلسلہ میں ایک اصول ذکر کیا ہے، او روہ یہ ہے:

''النجاسۃ إذا تغیرت بمضی الزمان وتبدلت أوصافہا تصیر شیئاً آخر عند محمد فیکون طاہراً" (بدائع الصنائع ۲۴۳٫۱، نیز دیکھئے: حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۸۷، خانیہ۲۲٫۱)۔

مرور زمانہ سے نجاست او راس کے اوصاف بدل جائیں اور وہ نجاست دوسری شئی بن جائے تو امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہوجائے گی ۔

۲- مٹی: اس میں تبدیل کرنے کی صلاحیت ہے، اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ زمین اپنے بطن میں نہ جانے کتنی چیزوں کو اور کس کس طرح کے اشیاء کو ہضم کرجاتی ہے، علامہ کاسانی نے لکھا ہے:

''لأن من طبع الأرض أنہا تحیل الأشیاء وتغیرہا إلی طبعہا فصارت تراباً بمرور الزمان ولم یبق نجس أصلاً" (بدائع الصنائع ۲۴۳٫۱، نیز دیکھئے: حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۸۷، خانیہ۲۲٫۱)۔

(کیونکہ زمین کی فطرت ہے کہ وہ اشیاء کو بدل دیتی ہے او راپنی طبیعت کی طرف منتقل کردیتی ہے، اس طرح وہ مرور زمانہ کی وجہ سے مٹی ہوجاتی ہیں او رنجس باقی نہیں رہتیں)۔

اسی وجہ سے انسانی غلاظت اور مردار اندرون زمین دفنانے کے کچھ عرصہ کے بعد مٹی بن جاتے ہیں اور جب مٹی بن گئے تو پاک ہوگئے، اسی طرح اگر کنواں میں کوئی جانور گرا اور نیچے کیچڑ میں چلاگیا اور کیچڑ بن گیا تو وہ پاک ہوگیا، اسی طرح مٹی (سابق حوالہ جات، نیز دیکھئے: درمختار ورد المحتار ۵۳۴،۱)۔

۳- دھوپ اور ہوا: زمین ناپاک ہوجائے تو خشک ہونے کے بعد پاک ہوجاتی ہے، ''زکاۃ الأرض یبسہا''یہ حدیث مرفوعاً غریب ہے، البتہ موقوفاً ثابت ہے (نصب الرایہ، باب الأنجاس)، البتہ اس مسئلہ کی تائید حضرت ابوہریرہؓ سے مروی مرفوعاً حدیث: ''کانت الکلاب تبول وتقبل وتدبر فی المسجد، فلم یکونوایرشون شیئاً من ذلک'' سے ہوتی ہے (رواہ ابوداؤد، باب طہور الأرض إذا یبست)، خواہ زمین دھوپ کی وجہ سے خشک ہوئی ہو یا ہوا سے، اسی طرح مردار کے چمڑے سے اس کی رطوبت دھوپ یا ہوا سے زائل ہوگئی ہو تو چمڑا پاک ہوجائے گا؛ کیونکہ دھوپ اور ہوا سے بھی دباغت ہوجاتی ہے (دیکھئے: خانیہ۲۲،۱، او راس کے بعد کے صفحات، حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۸۷، اور اسکے بعد کے صفحات، بدائع ۲۴۵،۱)۔

۴- دباغت: تمام ناپاک چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہیں، '' عن ابن عباس قال:قال رسول اللہ ﷺ: ''أیما إہاب دبغ فقد طہر'' (رواہ الترمذی فی الطہارۃ، باب فی جلود المیتۃ إذا دبغت، رقم: ۱۷۲۸، وقال: ہذا حدیث حسن صحیح)۔ اس سے خنزیر او رانسان کے چمڑے مستثنی ہیں، چونکہ خنزیر کے چمڑے کی ناپاکی کی علت خون اور رطوبت نہیں ہیں، بلکہ اس کی پوری ذات نجس العین ہوتی ہے، اور دباغت سے صرف خون اور رطوبت کا ازالہ ہوتا ہے، نہ کہ انقلاب ماہیت، جہاں تک انسان کے چمڑے کی بات ہے تو قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ پاک ہوجائے؛ لیکن چونکہ اس سے انتفاع بوجہ احترام واکرام درست نہیں ہے؛ اس لئے دباغت سے کچھ حاصل نہیں،شوافع نے کتے کو بھی مستثنی کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک کتا بھی نجس العین ہے (دیکھئے: بدائع الصنائع ۲۴۴،۱-۲۴۳، المہذب ۷۱،۱، الوجیز ۱۷،۱)۔

دباغت نام ہے اس شئی کا جو چمڑے کی رطوبت کو دور کردے، او رمستقبل میں خراب اور بدبودار ہونے سے روک دے (بدائع الصنائع ۲۴۵،۱، کبیری ، ص: ۱۵۳، رد المحتار ۱۳۶،۱، دسوقی۵۵،۱، مغنی المحتاج ۲۳۸،۱)۔

دباغت کی دوقسمیں ہیں: اول حقیقی اور وہ پاک شئی سے دباغت دینا ہے، جیسے: نمک، بیڑی کے پتے، مازو اور انار کے پتے وغیرہ۔ دوسری قسم دباغت حکمی اور وہ دھوپ، ہوا اور مٹی سے دباغت دینا ہے، اسی کے حکم میں مشین سے رطوبت کھینچنے

کے ذریعہ دباغت دینا بھی شامل ہوگا، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ دباغت حکمی کے قائل نہیں ہیں، شوافع کہتے ہیں: ترش روشنی سے دباغت ہوتی ہے، احناف کہتے ہیں: دباغت کا مقصد رطوبت کا ازالہ اور خراب ہونے سے روکنا ہے، اور یہ مقصد دھوپ اور مٹی سے حاصل ہوجاتا ہے (دیکھئے: کبیری، ص: ۱۵۳، بدائع ۲۴۵،۱، رد المحتار ۱۳۶،۱، دسوقی ۵۵،۱، مغنی المحتاج : ۲۳۸، کشاف القناع ۵۶،۱، المغنی ۷۰،۱)۔

۵- ذبح: بالاتفاق ماکول اللحم جانو رکو شرعی طریقہ پر ذبح کرنے سے اس کے سارے اعضاء پاک ہوجاتے ہیں، سوائے خون مسفوح کے، غیر ماکول اللحم جانور کو شرعی طریقہپر ذبح کرنے سے اس کے چمڑے اور وہ اعضاء جن میں خون نہیں ہوتا ہے، جیسے: بال وغیرہ پاک ہوجاتے ہیں، جہاں تک اس کے گوشت اور چربی کی بات ہے تو صحیح قول پر پاک ہوجائینگے، اسی طرف صاحب بدائع کا رجحان معلوم ہوتا ہے (بدائع ۲۴۵،۱، درمختار ورد المحتار ۵۱۸،۱، حاشیہ طحطاوی ومراقی الفلاح ، ص: ۸۹، کبیری: ۱۴۵)۔جبکہ شوافع کے نزدیک غیر ماکول اللحم کا چمڑا پاک نہیں ہوگا (دیکھئے: المہذب ۱۷،۱، الوجیز ۱۷،۱)۔

۶- آگ: انقلاب ماہیت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب آگ ہے، جانور اور انسان کی غلاظت جلنے کے بعد راکھ ہوجائے تو پاک ہوجاتی ہے، ناپاک مٹی سے مشک، مٹکے اور گھڑے بنائے گئے اور آگ میں پکادیئے گئے تو پاک ہوجائینگے (ہندیہ ۴۴،۱، بزاریہ بہامش الہندیہ ۳۰،۴، حاشیہ طحطاوی ومراقی الفلاح ، ص: ۸۹، درمختار ورد المحتار ۵۱۸،۱-۵۱۹)۔

شوافع کے قدیم قول کے مطابق آگ مطہر ہے (روضۃ الطالبین ۱۳۹،۱)۔

مالکیہ نے تصریح کی ہے کہ نجس کا راکھ طاہر ہے (حاشیہ دسوقی ۵۷،۱-۵۲)۔

حنابلہ میں سے بہوتی کا بیان ہے کہ آگ کی وجہ سے نجاست پاک نہیں ہوگی، کشاف القناع (۱۸۷،۱-۱۸۶)میں ہے: ''ولا تطہر نجاسۃ بنار، فالرماد من الروث النجس نجس''۔

آگ مطہر اس وقت ہے جب کہ نجاست جل کر اس کی ماہیت وحقیقت بدل جائے، یا اس کا اثر زائل ہوجائے ''المراد ما استحالت بہ النجاسۃ بالنار أو زال أثر بہا یطہر'' (رد المحتار ۵۱۹،۱)۔ چنانچہ راکھ بننے کی صورت میں مکمل انقلاب ماہیت ہوجاتا ہے۔ناپاک مٹی سے بنے ہوئے برتن پاک ہوجاتے ہیں، اس میں نجاست کے اثر کا ازالہ ہوتا ہے، اسی طرح اگر شراب میں گیہوں کے دانے پھو ل گئے تو تین بار آگ پر پانی میں جوش دے کر ٹھنڈا کرنے سے پاک ہوجاتے ہیں، اسی طرح گوشت شراب میں پکایا گیا ، تو تین بار آگ پر پانی جوش دے کر ٹھنڈا کرنے سے پاک ہوجائے گا (ہندیہ ۴۴،۱، درمختار ورد المحتار ۵۴۴،۱)، وجہ نجاست کے اثر کا ازالہ ہے۔

۷- تخلیل: شراب کو سرکہ بنانے اور بننے کی بابت فقہاء کا اختلاف گذرچکا ہے،

یہاں صرف اتنا بیان کرنا ہے کہ شراب سے نجاست وحرمت کی بنیادی علت اسکار زائل ہوجائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے، خواہ از خود زائل ہوجائے، جیسا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے، یا دوسری اشیاء ملانے کی وجہ سے زائل ہوجائے، جیسا کہ گذر چکا ہے۔ علامہ شامی کا بیان ہے:

''تخلیل الخمر بإلقاء شئ فیہا وہو کالتخلل بنفسہا، وہما داخلان فی انقلاب العین .... وإذا ألقی فی الخمر رغیف أو بصل ثم صار الخمر خلا، فالصحیح أنہ طاہر'' (رد المحتار ۵۱۸،۱) (شراب میں کوئی چیز ڈال کر سرکہ بنانا ایسا ہی ہے جیسا کہ شراب ازخود سرکہ بن جائے، دونوں ہی صورتیں تحول عین میں داخل ہیں .... جب شراب میں روٹیا پیاز ڈالی جائے اور شراب سرکہ بن جائے، تو صحیح قول پر سرکہ طاہر ہے)۔

۳- مہلک جان ومضر صحت اشیاء:

غذائی اشیاء میں حرمت وممانعت کی بابت ایک اصول یہ ہے کہ جو شئی مہلک جان ہو جیسے زہر، یا انسانی صحت وجسم کے لئے ضرر رساں وباعث مرض ہو جیسے سگریٹ نوشی وغیرہ، تو اس کا استعمال شرعاً ناجائز وممنوع ہے، اس پر درج ذیل دلائل دلالت کرتی ہیں:

(۱) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر'' (بقرہ: ۱۸۵) (اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے نہ کہ دشواری)۔ مذکورہ بالا صفت کی حامل شئی کے استعمال کا مکلف بنانا اور اس کے استعمال کو جائز قرار دینا خلاف یسر (آسانی) ہوگا، جبکہ قرآن نے دین پر عمل کی دشواری کو دفع کیا ہے: ''وما جعل علیکم فی الدین من حرج'' (حج: ۷۸) (اور دین میں تم پر کچھ مشکل نہیں رکھی)۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''الدین یسر'' (بخاری عن ابی ہریرہ، ایمان، باب الدینیسر: ۳۹)، یعنی عمل کے اعتبار سے ہر نوع انسان کے لئے آسان ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء نے یہ اور اس کے علاوہ نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل قواعد فقہیہ ذکر کئے ہیں: ''الحرج مدفوع شرعاً، المشقۃ تجلب التیسیر، الضرر یزال'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۷۷،۱، ۸۶، غیاثیہ، ص: ۵۳، عینی۱۴۰۵،۲،۱، رد المحتار ۳۴۵،۳)۔ ظاہر ہے کہ مضر صحت اشیاء کا استعمال انجام کے اعتبار سے باعث مشقت وحرج اور ضرر رساں ہے۔

(۲) اللہ تعالی نے مردار، خنزیر وغیرہ جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، اس کی بنیادی وجہ صحت کے لئے ضرر رساں ہونا ہے (ملاحظہ ہو: راقم الحروف کی کتاب: الاعجاز التشریعی للقرآن الکریم ، ص: ۱۳۹-۱۳۶)۔ علامہ شامی نے کفایہ کے حوالہ سے لکھا ہے: ''المؤثر فی الحرمۃ الإیذاء'' (رد المحتار ۳۶۸،۹)، وحرم ایضا الدم المسفوح ولحم الخنزیر لما فیہما من سمیات أو دیدان أو أضرار صحیۃ أو معنویۃ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳۸۹،۹)۔

(۳) اللہ کے رسول ﷺ نے جلالہ (نجاست خور جانور جس کے جسم سے نجاست کی بدبوآتی ہو) کے گوشت خوری اور دودھ نوشی سے منع فرمایا (السنن الکبری للبیہقی۳۲۵،۱۴، رقم: ۲۰۰۳۴، معرفۃ السنن والآثار ۲۷۱،۷، رقم: ۵۷۴۰)، حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے (فتح الباری۶۶۰،۱۰)، وجہ اس کے گوشت کھانے سے بیماری پیدا ہونے اور صحت بگڑنے کا اندیشہ ہے (دیکھئے: رد المحتار ۳۶۸،۹)گویا جلالہ کی ممانعت کا سبب دراصل انسان کو مضر اثرات سے بچانا ہے۔

(۴) جان لیواشیاء کے استعمال کی حرمت کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تقتلوا أنفسکم إن اللہ کان بکم رحیماً'' (نساء: ۲۹) (اور اپنا خون نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے ساتھ بڑے مہربان ہیں)، ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (بقرہ: ۱۹۵) (اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)، لہذا زہر آلود اشیاء کا استعمال حرام ہوگا، پس بچھو اور زہریلے سانپ کا کھانا حرام ہوگا، او رنباتات سے مسموم جیسے زر نیخ کا کھانا حرام ہوگا؛ کیونکہیہ خود کشی میں شمار ہوگا، اور مذکورہ بالا آیات کی بنا پر خود کشی حرام ہے۔

(۵) سد ذرائع، یعنی صحت کے لئے مضر اشیاء کا استعمال سد ذرائع کے طور پر بھی ممنوع ہوگا، مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزوں کا کھانا پینا جو یقینی طور پر صحت انسانی کے لئے ضرر رساں ہوں، یا غالب گمان ہو کہ وہ صحت کو نقصان پہنچائینگے،یہ دونوں ذرائع بالاتفاق ممنوع ہیں (دیکھئے: الموافقات للشاطبی۲۵۳،۲)۔

اسی بنا پر سگریٹ نوشی، گٹکا، سیکھر، بیڑی اور دیگر چیزیں جو آج کل نوجوانوں کے درمیان متداول ہیں او راپنی صحت سے بے پرواہ ہو کر استعمال کرتے ہیں، حالانکہ وہ صحت کے لئے مضر ہیں، لہذا یہ سب شرعاً ممنوع ہونگے۔

شمس الائمہ حلوانی نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے بارے میں خوف ہو کہ اگر وہ مٹی کھائے گا تو وہ بیمار پڑ جائے گا، یا فلاں آفت ومرض میں مبتلا ہوجائے گا، تو اس کے لئے مٹی کھانا جائز نہیں ہوگا (فتاوی تاتارخانیہ۱۴۳-۱۴۴،۱۸، رد المحتار ۳۷۱،۹، مجموعۃ الفتاوی الشرعیہ۲۳۷،۲، ط: وزارت اوقاف کویت)۔

۴-غذائی مصنوعات پاک ہوں او ران کے حصول کا ذریعہ جائز ہو:

غذائی مصنوعات کے استعمال وانتفاع درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاک اشیاء سے تیار کی گئی ہوں، اور اگر اس میں ناپاک شئی کی آمیزش ہو تو اس کا استحالہ ہوچکا ہو اور تیار ہونے کے بعد اس کی پاکی متحقق ہو، کیونکہ ناپاک چیز کا کھانا حرام ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے خنزیر کی حرمت کے ذکر کے بعد فرمایا: کیونکہ وہ ناپاک ہے، ''فإنہ رجس'' (انعام: ۱۴۵)۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول تم لوگوں کو پالتو گدھے کے گوشت کھانے سے روکتے ہیں، اس لئے کہ وہ ناپاک ہے (بخاری، ذبائح (۵۵۲۸)۔

قرآنی آیت اور حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو شئی ناپاک ہو اس کا کھانا ناجائز وحرام ہوتا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے دوسرے مقام پر کھانے کے لئے پاک اور نفیس شئی کے حلال کرنے کا ذکر فرمایا: ''یحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث'' (اعراف: ۱۵۷)۔ نیز فرمایا: ''یا أیہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا للہ إن کنتم إیاہ تعبدون'' (بقرہ: ۱۷۲) (اے ایمان والو! اگر (واقعی) تم اللہ ہی کی بندگی کرتے ہوتو جو کچھ ہم نے تم کو عطا کیا ہے، اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو)۔

اللہ تعالی نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ''یا أیہا الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً'' (بقرہ: ۱۶۸) (اے لوگو! زمین میں جو کچھ ہے، اس میں سے کھاؤ بشرطیکہ حلال وپاک ہو)۔

''وأحل لہم الطیبات'' (مائدہ: ۴) (تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں)۔

طیبات ایسے پاکیزہ کھانے کو کہتے ہیں جو لذیذ ہونے کے ساتھ انسان کے لئے مضر اور باعث اذیت نہ ہوں (''الطیبات ہی تطلق علی المستلذ مما لا ضرر فیہ وعلی ما لا أذی فیہ'' (فتح الباری۹؍۵۰۰)۔

نیز اس میں ایک اور شرط کا اضافہ ہے، اور وہ یہ کہ وہ پاک چیز شرعاً جائز ذریعہ سے حاصل ہوئی ہو، جیسے صحیح بیوع اور جائز معاملات کے طریقے پر ملکیت میں آئی ہو، اگر ناجائز طریقے پر ملکیت میں آئی ہو جیسے ادھار کئی بیوع کے بعد ملکیت میں آئی ہو، یا بیع قبل القبض کی صورت سے گذر کر آئی ہو، تو اس غذائی مصنوع شئی کا کھانا درست نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ اللہ تعالی نے ناجائز طریقے پر مال کھانے سے منع فرمایا، او رناجائز طریقے پر کھانے کو شیطان کی پیروی قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے: ''ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل'' (بقرہ: ۱۸۸) (اور ناحق طریقہ پر ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ)۔ ''یاأیہا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم'' (نساء: ۲۹) (اے ایمان والو! آپس میں ناحق طریقہ پر ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ آپسی رضامندی سے تجارت ہو)، ''ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین'' (بقرہ: ۱۶۸) (اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے)۔

۵- حلت وحرمت میں احتیاط:

حلال وحرام کے بارے میں شریعت اسلامیہ نے احتیاط پر عمل کرنے کو پسند فرمایا اور اس کی ترغیب فرمائی، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: حلال واضح ہے، حرام واضح ہے، ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں (یعنی جن کی حلت وحرمت مشکوک ہے) پس جو ان مشتبہات سے بچا اس نے اپنی آبرو اور دین کو محفوظ کیا، جو مشتبہ چیز میں پڑا وہ حرام میں پڑا (مسلم ، بیوع، باب أخذ الحلال وترک الشبہات ، رقم:

۱۵۹۹)۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص کھیت کی مینڈھ پر جانور کو چرائے تو اس کا جانور کھیت میں اتر سکتا ہے (حوالہ سابق)، پس جو مشکوک اور مشتبہ چیزوں سے نہ بچے وہ حرام کا مرتکب ہوسکتا ہے، اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مشکوک چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک شئی کو اختیا ر کرو (ترمذی: ۲۵۱۸، امام ترمذی کا بیان ہے: یہ حدیث صحیح ہے)۔ اسی بنا پر فقہاء نے ایک قاعدہ ذکر کیا ہے: ''إذا اجتمع الحلال والحرام غلّب الحرام'' (الاشباہ والنظائر ۱۰۹،۱)، یعنی جہاں حلال اور حرام دونوں پہلو جمع ہوجائیں، قوت کے اعتبار سے دونوں کی دلیلیں برابر ہوں یا حرام کی دلیل زیادہ قوی ہو تو حرام ہونے کو ترجیح ہوگی۔

۶- تیسیر (دینی امور میں آسانی پیدا کرنا):

دین پر عمل کرنا آسان ہے (بخاری عن ابی ہریرۃ فی الایمان، باب الدینیسر ، رقم: ۳۹)۔ اور عمل کرنے کو آسان بنانا شریعت کا مطلوب ومحبوب عمل ہے، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: ''(لوگوں کے لئے)آسانی پیدا کرو، دشواریوں میں نہ ڈالو، خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ '' (بخاری ، جہاد، باب ما یکرہ من التنازع الخ، رقم: ۳۰۳۸، مسلم، جہاد، باب فی الأمر بالتیسیر وترک التنفیر ، رقم: ۴۵۲۶)۔

اسی وجہ سے فقہاء یُسر پر دلالت کرنے والے نصوص (بقرہ: ۱۸۵، حج: ۷۸، بخاری، ایمان، باب الدینیسر، رقم: ۳۹) کے پیش نظر کئی قواعد ذکر کئے ہیں: ''الحرج مدفوع شرعاً'' (غیاثیہ، ص: ۵۳، عینی۱۴۰۵،۲،۱، رد المحتار ۳۴۵،۳)، ''المشقۃ تجلب التیسیر''، پھر اس قاعدہ کے تحت اسباب تخفیف بیان کئے: سفر، اکراہ، نسیان، جہالت، عموم بلوی اور نقص (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۸۳،۱-۷۷)۔

۷- مصالح مرسلہ:

لغوی اعتبار سے مصلحت ''نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے ''کو کہتے ہیں،یہ مصلحتیں تین قسم کی ہیں:

اول: مصالح معتبرہ: یعنی وہ مصلحتیں جنہیں شریعت نے معتبر سمجھا ہے، مثلاً جان، دین، عقل، نسل اور مال کی حفاظت سے متعلق سارے احکام، جیسے دین کی حفاظت کے لئے جہاد، جان کی حفاظت کے لئے قصاص، عقل کی حفاظت کے لئے شراب نوشی کی حد، نسل کی حفاظت کے لئے حد زنا وقذف اور مال کی حفاظت کے لئے چوری کی حد۔

دوسری قسم: مصالح ملغاۃ: یعنی وہ مصلحتیں جنہیں شریعت نے لغو قرار دیا ہے، جیسے: حق وراثت میں مردوعورت کے درمیان مساوات۔

تیسری قسم: مصالح مرسلہ: یعنی ایسی مصلحتیں جن کے متعلق شریعت نے معتبر ہونے کی وضاحت کی ہو اور نہ ہی انہیں لغو کہا ہو، اس میں وہ تمام مصلحتیں آئینگی جن

کی شریعت نے نہ ترغیب دی ہو اور نہ ہی انہیں برا سمجھا ہو، اور یہ کسی بھی زمانہ میں پیش آسکتی ہیں، جیسے: جمع تدوین قرآن کی مصلحت، جمعہ کے دن مزید ایک اذان کا اضافہ، جیلوں کی تعمیر اور خلافت فاروقی میں تقسیم وظائف وغیرہ کی مصلحت ۔

عبادت میں مصالح مرسلہ کا اعتبار نہیں ہے، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے؛ کیونکہ عبادت امور تعبدی وتوقیفی میں سے ہے، جس میں رائے واجتہاد کی قطعا گنجائش نہیں ہوتی ہے، البتہ معاملات کے باب میں مصالح مرسلہ کی حجیت کے بارے میں اختلاف ہے، تاہم جمہور مالکیہ اور حنابلہ اسے حجیت تسلیم کرتے ہیں، حنفیہ مصالح مرسلہ کو استحسان کے راستہ سے قبول کرتے ہیں،یہی جمہور فقہاء کا مذہب ہے۔

۸- حلت وحرمت کی بابت ایک اصل:

اللہ تعالی نے جن چیزوں کو پیدا کیا ہے ان میں سے جن کو راست قرآن مجید مینیابزبان رسول ﷺ حدیث شریف میں حلال قرار دیا ہے، وہ حلال ہیں، او رجن کو حرام قرار دیا ہے وہ حرام ہیں، او رجن کے بارے میں کچھ صراحت نہیں ہے تو وہ اپنے اصل کے اعتبار سے مباح ہیں، جیساکہ تفصیل سے بات ''الأصل فی الأشیاء الإباحۃ'' کے تحت گذ ر چکی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''الحلال ما أحل اللہ، والحرام ما حرم اللہ وما سکت عنہ فہو معفو عنہ'' (رواہ البیہقی فی سننہ ۹،۲۳۰، والحاکم فی مستدرکہ عن ابی الدرداء مرفوعاً، وأخرجہ ابن المنذر وابن مردویہ، درمنثور ۴،۲۷۹) (حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال کیا، اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام کیا، اور جس سے خاموشی اختیار کی تو وہ ان کا فضل ہے)۔

چنانچہ حدیث وقرآن اور اجماع سے ثابت حلال جانور یہ ہیں: گائے، بیل، بھینس، بھینسا، بکری، بکرا، اسی طرح اونٹ اور ہرن نر وماده وغیرہ، اور حرام اشیاء: خون، مردار، خنزیر، بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور اور غیر اللہ کے نامزد جانور وغیرہ ہیں۔

۹- تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اللہ کو ہے:

کسی بھی شئی کو حلال یا حرام کرنے کا کلی اختیار صرف اللہ رب العزت کو ہے، کسی انسان کو نہیں، گو وہ اللہ کا ولییا نبی کیوں نہ ہو، جہاں تک حدیث پاک میں بہت ساری چیزوں کی حلت وحرمت کے ذکر کی بات ہے تو یہ بھی اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے، اور یہ بات ہے کہ یہ وحیغیر متلو ہے؛ کیونکہ اللہ نے آپ ﷺ کے متعلق واضح لفظوں میں فرمایا: ''وما ینطق عن الہوی إن ہو إلا وحییوحی'' (نجم: ۴-۳)۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''قل أرأیتم ما أنزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراماً وحلالا قل آللہ أذن لکم أم علی اللہ تفترون'' (یونس: ۵۹) (آپ فرمادیجئے: بتلاؤ تو سہی، تمہارے لئے رزق تو اللہ نے اتارا ہے، پھر تم نے اس میں اپنے طور پر کچھ کو حرام اور کچھ کو حلال

ٹھہرا لیا ہے، آپ دریافت فرمائیے کہ کیا اللہ نے تمھیں اس کی اجازت دی تھییا تم اللہ پر جھوٹ گھڑ رہے ہو؟)۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ بعض جانوروں کو حلال اور بعض جانوروں کو حرام کرلیا کرتے تھے، اسی طرح اللہ تعالی نے اس آیت میں اور سورہ انعام (آیت نمبر: ۱۳۸ تا ۱۴۳) میں بھی اشارہ کیا ہے، اللہ تعالی کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ تحلیل وتحریم کا حق اللہ ہی کا ہے؛ کیونکہ اسی نے انسان کو پیدا کیا ہے، او رخالق ہی کا حق ہے کہ مخلوق کے لئے اس کی صلاحیت اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے اسی اعتبار سے قانون بنائے۔

اللہ تعالی نے سورہ یونس میں ہی آنحضرت ﷺ کی زبانی فرمایا:

''یاأیہا الناس إن کنتم فی شک من دینی فلا أعبد الذی تعبدون من دون اللہ ولکن أعبد اللہ الذییتوفاکم وأمرت أن أکون من المؤمنین'' (یونس: ۱۰۵)۔

(آپ کہہ دیجئے: اے لوگو! اگر تمھیں میرے (لائے ہوئے) دین کے بارے میں شک وشبہ ہے تو اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو، میں تو ان کی عبادت نہیں کرسکتا، بلکہ میں تو اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جو تمھیں موت دیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے رہوں)۔

یعنی میرا کام قانون سازی نہیں، بالفاظ دیگر میرا کام احکام شریعت کو وضع کرنا نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالی کا حق ہے، میری ذمہ داری احکام شریعت کو ماننا، اس پر عمل پیرا ہونا اور لوگوں تک اس کو پہنچادینا ہے۔

۱۰- حلال وحرام قرار دینا شرک ہے:

یعنی کسی شئی کو اپنے طور پر حلال یا حرام قرار دینا،یا کسی غیر اللہ کے بارے مینیہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو تحلیل وتحریم کا اختیار حاصل ہے، اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنے کے مترادف ہے، جیساکہ اوپر ذکر کردہ سورہ یونس کی آیات (نمبر: ۵۹، ۱۰۵) اس پر دلالت کررہی ہیں۔

۱۱- شدید ضرورت ومجبوری ناجائز کو جائز کردیتی ہے:

جو مجبوریاں اور شدید ضرورتیں وقتی طور پر ناجائز کو جائز کردیتی ہیں، وہ ایسی ہو ں کہ ان سے راہ فرار کی کوئی سبیل نہ ہو، جیسے شدید بھوک وپیاس لگی ہو، یہاں تک کہ جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو، جان بچانے کے لئے شراب یا مردار جو کہ حرام ہیں، کے علاوہ حلال چیز میسرنہ ہو، تو شراب یا مردار اتنا کھا اور پی سکتا ہے جتنے سے اس کی جان بچ سکتی ہو، ایسی حالت مجبوری کو فقہ کی اصطلاح میں ضرورت کہا جاتاہے جو شرعا ناجائز وممنوع چیز کو جائز کردیتی ہے، ''الضرورات تبیح المحظورات''، ''ما أبیح للضرورۃیقدر بقدرہا'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۱؍۸۷)۔ اگر مجبوریاں ایسی ہوں کہ ان کی رعایت نہ کی جائے تو شدید مشقت اور دشواری پیدا ہوجائے، اس کو فقہ کی

اصطلاح میں ‘‘حاجت ’’ کہتے ہیں، او رحاجت کا حکم وہی ہوتا ہے جو ضرورت کا حکم ہوتا ہے، ‘‘الحاجۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ عامۃ کانت أو خاصۃ’’ (سابق حوالہ۱؍۹۳)۔ اسی بنا پر محتاج کے لئے سودی قرض لینے کو جائز قرار دیا گیا، ‘‘وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم’’ (جو اہل کتاب ہیں ان کا کھانا (ذبیحہ) تمہارے لئے حلال ہے)، یہاں طعام (کھانا) سے مراد ذبیحہ ہے (تفسیر بغوی۱؍۶۴۱)۔

قرآن مجید نے شرعاً حرام وناجائز چیزوں کے ذکر کے بعد فرمایا: ‘‘فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا إثم علیہ’’ (بقرہ: ۱۷۳) (ہاں، جو شخص مجبور ہوجائے (اور ان میں سے کچھ کھالے) نہ نافرمانی مقصود ہو اور نہ حد سے تجاوز کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں)۔

۱۲- لحمیات کے بارے میں ایک اصول:

غذائی مصنوعات میں سے اگر اس کا تعلق لحمیات سے ہو تو ضروری ہے کہ وہ حلال جانور کے ہوں، نیز جس جانور یا چکن کے لحمیات ہوں اس کو ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کم ازکم اہل کتاب (یعنییہود ونصار) ‘‘وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم’’ (جو اہل کتاب ہیں ان کا کھانا (ذبیحہ) تمہارے لئے حلال ہے)، یہاں طعام (کھانا) سے مراد ذبیحہ ہے (تفسیر بغوی۱؍۶۴۱) جو واقعی خدا پر، رسالت پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں، گو پیغمبر اسلام حضرت محمدﷺ پر ان کا ایمان نہ ہو (آسان تفسیر قرآن مجید۱؍۳۶۲)۔

اسی طرح ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو نہ کہ غیر اللہ کا، ‘‘فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ’’ (انعام: ۱۱۸) (جس ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسی میں سے کھاؤ)، ‘‘ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وإنہ لفسق’’ (انعام: ۱۲۱) (اور ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یہیقینا گناہ ہے)۔

اگر بند ڈبہ یا پیکٹ میں مارکٹوں میں فروخت ہوتے ہوں تو ضروری ہے کہ اس پر کسی معتبر حلال شرعیہ بورڈ کی تصدیق ثبت ہو، ویسے دور حاضر جو تلبیس کا زمانہ ہے، مال ودولت کی ہوس پرستی کا دور دورہ ہے اور مفاد ومطلب پرستی کا غلبہ ہے، ایسی صورت میں احتیاط کا تقاضا یہیہے کہ لحمیات اور لحمیات سے بنی ہوئی مصنوعات کے استعمال سے مسلمان پرہیز کریں، ہاں اگر اس کے پاکیزہ وحلال ہونے کا یقینیا کم سے کم غالب گمان ضرور ہو تو اس کے استعمال کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، حلال جانور کو اگر شرعی طریقہ پر ذبح نہیں کیا گیا ہو تو اس کا گوشت مردار کے حکم میں ہوگا،نہ ہی اس گوشت کا کھانا حلال ہوگا او رنہ ہی اس سے تیار کردہ کسی شئی کا کھانا جائز ہوگا۔

۱۳-ناجائز غذائی اشیاء کے بارے میں ایک اصول:

جن چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے تو ان کی خریدوفروخت اور ان سے کسی طرح کا انتفاع بھی حرام ہے، اس کی تائید اللہ تعالی کے ارشاد سے ہوتی ہے: ‘‘ولا تعاونوا علی الإثم

والعدوان" (مائدہ: ۲) (گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرو)، اسی بنا پر فقہاء نے یہ قواعد وضع کئے ہیں: "ما حرم أخذہ حرم إعطاؤہ"، "ما حرم فعلہ حرم طلبہ" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۱۵۵،۱)۔

معلوم ہوا جس عمل کا کرنا حرام ہو تو اس پر دوسرے کی مدد کرنا اور دوسرے سے مدد طلب کرنا، دوسرے کو اس کے کرنے کی ترغیب دینا سب ناجائز وحرام ہونگے۔ شریعت میں اس کی ایک نظیر سود کی ہے کہ صرف سود کا کھانا ہی ممنوع نہیں ہے بلکہ اس سلسلہ میں ہر طرح کا تعاون بھی ممنوع ہے، چنانچہ رسول اللہﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، گواہ بننے والے اور سودی کاروبار لکھنے والے سبھوں پر لعنت فرمائی (ابوداؤد، باب فی آکل الربا وموکلہ ۴۷۳،۲)۔

اسی اساس پر جب خنزیر کا گوشت، چربی اور اس سے تیار کی جانے والی غذائیاشیاءیا جن اشیاء کے ترکیبی عناصرمینیہ شامل ہو نتو وہ سب مسلمانوں کے اوپر حرام ہیں، لہذا اس کی خریدوفروخت، اس کی کمپنی میں مزدوری کرنا، اور ایسی چیز کی تیاری میں کسی طرح کا تعاون کرنا حرام وناجائز ہونگے، جس میں خنزیر کا گوشت یا اس کی چربییا کوئی بھی اس کا جز اس میں شامل کیا جائے۔

سیال خون حرام ہے (انعام: ۱۴۵)، لہذا اسے خشک کرنا، پیسنا، پھر اسے فروخت کرنا او راس سے پیسے کمانا سب ناجائز وحرام ہونگے، اس میں کام کرنے والے کی مزدوری بھی صحیح نہیں ہوگی۔ خون یا اس کے اجزاء سے تیار کی جانے والی اشیاء بازار میں ملتی ہوں، درآنحالیکہ خون اور اس کے اجزاء کا استحالہ نہ ہوا ہو، تو ان اشیاء کا استعمال اور خریدوفروخت سب حرام ہونگے۔

خمریعنی شراب، نشہ آور دوسری اشیاء، الکحل پر مشتمل مشروبات جیسے شراب، بیئر اور بغیر ملاوٹ کی شراب سب مسلمانوں کے لئے حرام ہیں۔ شراب آمیز غذائی خوردنی اشیاء اور مشروبات کا تناول کرنا اور اس کی خرید وفروخت سب ناجائز وحرام ہونگے جبکہ شراب کی حقیقت وماہیت نہ بدلی ہو۔

۱۴- غذا نشہ آور نہ ہو:

غذا کی حلت کے لئے جہاں ضروری ہے کہ وہ ناپاک نہ ہو وہینیہ بھی ضروری ہے کہ وہ نشہ آور نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: "یا أیہا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون" (مائدہ: ۹۰) (اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، مورتیاں او رفال نکالنے کے تیر گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں، ان سے بچو، تاکہ تمہارا بھلا ہو)۔ او رنبی کریمﷺ نے فرمایا: "ہر نشہ آور شراب ہے اور نشہ آور حرام ہے" (مسلم ، حدیث نمبر: ۳۰۰۳)، یہی حکم دوسری نشہ آور اشیاء

کا ہے، جیسے اس قسم کے بعض حشیش، افیون، اور بھانگ وغیرہ جو بتدریج انسانی عقل کو ناکارہ کرنے والے ہیں، اور حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے: ''نہی رسول اللہﷺ عن کل مسکر ومفتر'' (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۳۶۸۶)۔

نیز نشہ آور اشیاء صحت کے لئے ضرر رساں ہوتی ہیں، چنانچہ ماہرین کا بیان ہے کہ نشہ لانے والی اشیاء اعصابی نظام کے لئے مضرت رساں سمجھی جاتی ہیں،یہ انسانی حواس اور قوت فیصلہ کو متاثر کرتی ہیں، بہت سے کیسوں میں ان سے سماجی اور خاندانی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں اور بعض اوقات موت بھی واقع ہوجاتی ہے۔

۱۵- دودھ او رانڈے کی بابت ایک اصول:

حلال جاندار کے دودھ اور انڈے حلال ہونگے، پس گائے، بھینس، اونٹنی او ربکری کے دودھ حلال ہونگے، اسی طرح مرغی، بطخ، کبوتر اور ہنس کے انڈے حلال ہونگے، ان چیزوں کی آمیزش سے تیار کردہ خوردنی اشیاء بھی حلال ہونگی جبکہ دوسری چیزیں بھی پاک ہی ہوں، ان جانوروں کے دودھ سے جو پنیر، مکھن، کریم، کھویا اور گھی تیار کئے جاتے ہیں، سب حلال ہونگے، اسی طرح مٹھائی او ربعض آئسکریم میں بھی دودھ ڈالا جاتا ہے، او ربعض حلویات اور مغزیات میں دودھ سے تیار کیا ہوا کھویا ڈالا جاتا ہے، بہرحال سب کا کھانا حلال وجائز ہوگا۔

(۱) پھلوں اور پیداوار کے لئے زہر آلود مادوں کا استعمال:

ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ سکرین نامی کیمیکل پھلوں کو ذائقہ دار بنانے او راس کی مٹھاس میں اضافہ کے لئے استعمال کیا جاتاہے ، جس کی وجہ سے سکرین زدہ پھل صحت کے لئے نقصان دہ بن جاتے ہیں ، اسی طرح سبزیوں کو ہرا اور تازہ دکھانے کے لئے سنتھیٹک رنگ استعمال کیا جاتا ہے، اور ان کو بڑا کرنے اور جلد تیار کرنے کے لئے ۵۰؍پیسے والے آکسی ٹوسن (Oxytocin) نامی انجکشن دیئے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے کھیرے اور ککڑی وغیرہ صرف ایک رات میں۱۰؍ سے ۱۲؍گھنٹے میں پوری طرح تیار ہوجاتے ہیں، اس سے تیار کی جانے والی سبزیوں سے لوگ پیٹ کی بیماریاور دیگر خطرناک بیماریوں کی زد میںآسکتے ہیں، بلکہ کینسر تک کی بیماری بھی ہوسکتی ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بڑھانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال درست نہیں ہوگا؛ کیونکہیہ انسانی صحت کے لئے مضر ہیں، پیچھے بڑی تفصیل سے بات آچکی ہے کہ شریعت اسلامیہ کا اصول یہ ہے کہ جو شئی مہلک جان یا مضر صحت کا سبب وذریعہ بنے تو اس کا استعمال سداً للذریعہ ممنوع ہے۔

نیز اس میں شخصی فائدہ کسانوں کا ہوتا ہے اور کھانے والے عام لوگوں کا نقصان ہوتا ہے، او رفقہی قاعدہ ہے: ''یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام'' (الاشباہ لابن نجیم۱؍۸۸)، نیز اگر کسان کا ضرر ہوتا ہے کہ پیداوار کم ہوگی اگر وہ کیمیکل کا چھڑکاؤ

نہیں کرے گا، یقینایہ ضرر قابل ازالہ ہے، لیکن شریعت اسلامیہ کا اصول یہ ہے کہ کسی کا ضرر دوسرے کونقصان پہنچا کر دور نہیں کیا جائے گا، ''الضرر لا یزال بالضرر'' ، ''الضرر لا یزال بمثلہ' ' (الاشباہ لابن نجیم۱،۸۸)۔

اوریہاں عامۃ الناس کو ضرر پہنچ رہا ہے، ہاں البتہ ایسی کھاد، کیمیکلیا کوئی دوسری چیزیں جو زمین کی روئیدگی اور قوت پیداوار میں باعث تقویت ہوں، اور انسانی صحت کے لئے مضر نہ ہوں، تو ایسی چیزوں کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۲) پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے کے لئے کیمیکل او رانجکشن کے استعمال کا حکم:

جب ماہرین میڈیکل کا خیال ہے کہ قبل ازوقت پھل پکانے کے لئے استعمال کئے جانے والے کیمیکل اور انجکشن انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہیں تو ایسے زہریلی مادوں پر مشتمل کیمیکل، انجکشن اور دواؤں کا استعمال شرعاً درست نہیں ہے، اسی طرح ایسے کیڑے مار دواؤں کا چھڑکاؤ پھلوں، سبزیوں اور دیگر اناج کے درختوں پر کرنا صحیحنہیں جو کہ چھڑکنے والو ناور کھیتوں میں کام کرنے والوں پر شدید اور تاخیر سے اثر انداز ہوتے ہیں، ان میں جلد میں جلن، آنکھوں میں سوزش سے لے کر او ربھی سنگین بیماریاں مثلاً نظام اعصاب پر منفی اثرات، ہارمون میں عدم اعتدال، رجولیت سے متعلق مسائل کے علاوہ کینسر ہوجانے کا خدشہ بھی رہتا ہے۔ ممانعت کی وجہ وہی ہے جس کا ذکر پیچھے تفصیل سے مضر صحت اشیاء کی ممانعت کی بابت آچکا ہے، اور فقہی قواعد بھی گذر چکے ہیں۔

نیز معلوم ہونا چاہئے کہ پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ھ کے ضابطہ (اول) ۴۴،اے اے کے تحت پھلوں کو پکانے کے لئے کاربائڈ گیس کا استعمال ممنوع ہے، کوئی شخص اس گیس سے پکائے ہوئے پھلوں کو نہ بیچے گا، نہ انہیں بیچنے کے لئے پیش کرے گا، یا اپنی دکان وغیرہ پر کسی بھی طریقہ سے انہیں فروخت کرنے کے لئے رکھے گا، ایسے تمام پھل جو کار بائڈگیس سے پکائے گئے ہیں ان کی فروخت پر پابندی ہے۔ پی ایف اے ایکٹ کے تحت پھلوں اور سبزیوں کو رنگنا بھی ممنوع ہے۔

ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے زہریلی کیمیکل کے استعمال کا حکم:

مہلک جان اور مضر صحت اشیاء کی بابت اصول مع دلائل کا بیان اوپر آچکا ہے، ظاہر ہے کہ اس کی روشنی میں ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد ازجلد تیار کرنے کے لئے زہریلی کیمیکل اور دواؤں کا استعمال درست نہیں ہوگا؛ پس زہریلی دواؤں اور کیمیکل کے استعمال کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو بڑھانا ناجائز ہوگا۔

ہاں اگر ایسی دواؤں اور انجکشن کا استعمال عمل میں آئے جو مضر صحت نہ ہوں تو ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہوگا؛ کیونکہ فی نفسہ ترکاری کے حجم کو بڑھانا اور جلد تیار کرنا ممنوع اسباب میں سے نہیں ہیں، اسی طرح کیڑے مار دواؤں کا چھڑکاؤ

اتنی محدود مقدار مینکیا جائے کہ انسانی صحت کے لئے مضر ثابت نہ ہو، تو اس محدود مقدار کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۳) جانوروں کے دودھ کو بڑھانے کے لئے خصوصی انجکشن کے استعمال کا حکم:

اگر طبی نقطہ نظر سے قطعی طور پر یا تجربہ سے اکثر وبیشتر مضر صحت ہونا ثابت ہو تو محض دودھ بڑھانے کے لئے اس طرح کی تدبیر اختیار کرنا درست نہیں ہوگا، اور اگر تجربہ سے یا طبی نقطہ سے حد درجہ مضر صحت ہونا ثابت نہ ہو، جیسے کینسر کا سبب نہ بنے، اسی طرح کسی بڑے مرض کا سبب نہ بنے، بلکہ معمولی نقصان کا باعث بنے تو اس طرح کی تدبیروں کا استعمال کرنا کراہت تنزیہی کے ساتھ درست ہوگا، اور اگر معمولی ضرر بھی نہ پہنچے تو بلاکراہت تنزیہی ان تدبیروں کا اختیار کرنا صحیح ہوگا۔

اگر مصنوعی طور پر دودھ بڑھانے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگانے سے غیر معمولی تکلیف جانور کو پہنچتی ہو تو ایسا کرنا درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا (شرح السنہ ۸۷۶،۱)، اور تکلیف رسانی سے منع فرمایا (ابوداؤد (۴۴۹۳)۔ اگر معمولی تکلیف پہنچتی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے جانوروں کو انسان کی خدمت اور انتفاع کے لئے پیدا فرمایا: ''ہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' (بقرہ: ۲۹) (وہی ہے جس نے تمہارے واسطے زمین کی تمام چیزیں پیدا کیں)۔

نیز اللہ تعالی نے دودھ ایک بیش بہا نعمت ہے، کی حیثیت سے ذکر فرمایا: ''وإن لکم فی الأنعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصاً سائغاً للشاربین'' (نحل: ۶۶) (اور تمہارے لئے چوپایوں میں بھی عبرت کا سامان ہے، ان کے پیٹ میں جو گوبر او رخون ہے، ہم ان ہی کے درمیان میں سے خالص اور پینے والوں کے لئے خوشگوار دودھ مہیا کرتے ہیں)۔

جہاں تک دودھ کا انسانی صحت کے لئے غیر معمولی درجہ مضرثابت ہونے کی صورت میں ممانعت کی دلیل کی بات ہے، تو پیچھے مضر صحت اشیاء کے بارے میں تفصیلی گفتگو قرآن وحدیث اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں آچکی ہے۔

نیز گراہک کو مضر صحت دودھ دینا مبیع میں موجود عیب کو چھپا کر خریدار کو دودھ فراہم کرنا جہاں خریدار کے ساتھ عہد شکنی ہورہی ہے (اس لئے کہ بائع نے دلالۃً خریدار سے عہدکیا ہے کہ وہ اسے صحت بخش دودھ فراہم کرے گا)، وہیں خریدار کو دھوکا دینا بھی ہے؛ کیونکہ بائع نے خریدار کو مفید صحت دودھ دینے کے بجائے مضر صحت دیا ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ نے دھوکہ دینے والے کے بارے میں فرمایا: ''من غشنا فلیس منا'' (مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۲۸۸۳) (جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں

ہے)۔

نیز سماج کے ایک طبقہ کو مضر صحت دودھ مہیا کرکے اسے حرج وضیق میں مبتلا کرنا اور نقصان پہنچانا ہے، حالانکہ شریعت کا اصول یہ ہے کہ حتی الوسع ضرر کو دور کیا جائے، ''الضرر یزال'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۱/۸۶)، اور حدیث رسول اللہ ﷺ ہے: ''لا ضرر ولا ضرار'' (موطا الامام مالک، باب الاقضیۃ فی المرافق، رقم: ۲۲۶، ابن ماجہ، احکام، باب من بنی فی حقہ ما یضربجارہ، مستدرک حاکم، بیوع۲/۵۷، بیہقی، صلح، باب لا ضرر ولا ضرار ۶/۶۹)۔

(۴) الف: نجس وحرام شئی سے حلال جانور کی غذا کی تیاری:

اسلامی نقطہ نظر سے حرام اشیاء سے انتفاع عام حالات میں حلال وجائز نہیں ہے، مجبوری واضطرار کی حالت میں جائز ہے، مجبوری کا حکم استثنائی ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں خود اس کی وضاحت موجود ہے (بقرہ: ۱۷۳، مائدہ)، اور ناپاک شئی سے بھی انتفاع بجز حالت مجبوری کے نادرست وحرام ہے (موسوعہ فقہیہ کویت۱۰/۱۰۸، رد المحتار ۱۰/۲۸)، اور خنزیر تو نجس العین ہے اس سے انتفاع بدرجہ اولی حرام ہوگا، ''قال الطحاوی: لا ینتفع من الخنزیر بشئ ولا یجوز بیع شئ منہ'' (عمدۃ القاری۸/۵۴۲)، کیونکہ قرآن نے خود اس سے انتفاع کو حرام قرار دیاہے (بقرہ: ۱۷۳)، پس مرغی، مچھلی اور دوسرے حلال جانوروں کی غذاؤں میں خنزیر کی چربی ملانا درست نہیں ہوگا، بلکہ اس طرح کی غذاؤں کا تیار کرنا شرعاً ممنوع وحرام ہوگا، مجموعۃ فتاوی شرعیہ کویت (۲/۲۱۵) میں لکھا ہے کہ استعمال وانتفاع کی غرض سے خنزیر کے اجزاء میں سے کسی جزء کی تحویل وقلب ماہیت کا کام مسلمان کے لئے کرنا جائز نہیں ہے۔

جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے نجس وحرام غذائیں کھلانا:

مچھلی، مرغییا دیگر حلال جانوروں کو خنزیر کی چربییا اس کے دوسرے اجزاء یا کوئی دوسری حرام وناپاک چیز کی آمیزش سے تیار کردہ غذادینے کے بارے میں تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ خنزیر کی چربییا جو بھی حرام چیز ملائی گئی ہے، آیا اس کی حقیقت وماہیت باقی ہے یا فوت ہوگئی اس طور پر کہ اس کا مادہ باقی نہ رہا ہوبلکہ استحالہ ہوگیا تو ایسی غذا مرغی ومچھلی اور دوسرے حلال جانور کو دی جاسکتی ہے، بلکہ اگر انسانی غذا میں خنزیر کی چربی،یا اس کی ہڈی،یا اس کا گوشت اس طور پر ملایا گیا کہ اس کی حقیقت باقی نہیں رہی، بالکلیہ استحالہ ہوگیا تو اس کا انسان کے لئے بھی کھانا حلال ہوگا؛ اس لئے کہ قلب ماہیت سے حکم بدل جاتاہے جیسا کہ پچھلے اصولی بحث ''استحالہ '' کے تحت تفصیل سے بات آچکی ہے، بدائع میں لکھا ہے: ''إن النجاسۃ لما استحالت وتبدلت أوصافہا ومعانیہا، خرجت عن کونہا نجاسۃ؛ لأنہا اسم لذات موصوفۃ، فتنعدم بانعدام الوصف، وصارت کالخمر إذا تخللت (۱/۸۵)، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بیان ہے: ''إن

اللہ حرم الخبائث التی ہی الدم والمیتۃ ولحم الخنزیر ونحو ذلک، فإذا وقعت ہذہ فی الماء أو غیرہ واستہلکت لم یبق ہناک دم ولا میتۃ ولا لحم خنزیر أصلاً" (الفتاوی الکبری۱؍۲۵۲، نیز دیکھئے: مجموع الفتاوی لابن تیمیہ۱؍۲۵۲، اعلام الموقعین۱؍۲۹۸-۲۹۷)۔

اگر اس کی حقیقت نہیں بدل سکی،یعنی اس کا استحالہ نہیں ہوا، تو ایسی غذا حلال جانور مرغی اور مچھلی وغیرہ کو دینا جائز نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس کا سابق حکم حرمت ونجاست کا باقی ہے (سابق حوالہ جات)۔

نیز فقہی قواعد ہیں: ''ما حرم أخذہ حرم إعطاؤہ''، '' ماحرم فعلہ حرم طلبہ" (الاشباہ لا بن نجیم۱؍۱۸۵)۔

قواعد کا حاصل یہ ہے کہ جس شئی کا استعمال اور کسی عمل کا کرنا حرام ہو تو نہ خود کرسکتے ہیں او رنہ ہی دوسروں کو کرنے کے لئے کہنا اور ان کو وہ شئی دینا سب ناجائز وحرام ہیں، پس یہاں پر حرام غذا کا استعمال خود انسان کے لئے حرام ہے تو دوسروں کو استعمال کے لئے دینا،یا دوسروں کو کھلانا یا کھانے کے لئے کہنا کہ یہ لو کھاؤ، خواہ وہ انسان ہوں یا حلال جانور، حرام ہوگا۔ فقہاء نے بھی تصریح کی ہے کہ ناپا ک آٹا گائے، بکریا کسی حلال جانور کو دینے کے بجائے غیر ماکول اللحم جانور جیسے کتا کو کھلا دینا ہے ''یطعم للکلاب" (البحر الرائق ۱؍۱۳۲)۔

شاید ممانعت کی وجہ یہ ہوکہ انسان چونکہ حلال جانور کا گوشت کھاتا ہے، تو حرام وناپاک چارہ کھانے والے جانور کے گوشت کھانے میں کراہیت محسوس کرے گا، اور ہوسکتا ہے کہ انجام کے اعتبار سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

ب: حرام وناپاک غذا کھانے والے جانوروں کے گوشت کا حکم:

اولاً اس طرح کی غذا حلال جانور کو کھلانا درست نہیں ہے، کھلانے والا گنہگار ہوگا، تاہم اگر کھلایا گیایا جانور نے ازخود کھالیا تو اس کے گوشت کا حکم کیا ہوگا؟

دیکھا جائے گا اگر حرام وناپاک غذا ہضم ہوکر بالکل اس کی ماہیت وحقیقت بدل جائے جس کو فقہ کی اصطلاح میں استحالہ کہا جاتا ہے تو گوشت پاک وطیب ہوگا اوراس کا کھانا بلا کراہت حلال ہوگا، اور اگر وہ عین غذا اپنی اصلی حالت میں باقی ہے، یا خنزیر کی چربی کی حقیقت وماہیت نہیں بدل سکی، وہ گوشت میں مل کر اپنی اصلی ماہیت کو نہیں کھو سکی، تو گوشت کا کھانا مکروہ تحریمی ہوگا۔ اس مسئلہ کی نظیر حلال جلالہ جانور کی ہے، جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جلالہ کے گوشت خوریاور دودھ نوشی سے منع فرمایا ہے (عن ابن عمر قال: ''نہی رسول اللہ ﷺ عن أکل الجلالۃ وألبانہا ''، امام ترمذی کے بیان کے مطابق یہ حسن غریب ہے (ترمذی، رقم: ۱۸۲۳، ابوداؤد، رقم: ۳۷۸۹،دوسری حدیث میں

بوجھ برداری اور سواری کی ممانعت آئی ہے (بیہقی۱۴،۳۲۵، ابوداؤد ، رقم: ۳۸۱۱)۔

جلالہ اس جانور کو کہتے ہیں جو نجاست کھائے یہاں تک کہ اس کے قریب جانے کے بعد اس کے جسم سے بدبوآئے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کا نہ گوشت کھایا جائے گا، نہ ہی اس کا دودھ پیا جائے گا، نہ ہی اس پر سواری کی جائے گی او رنہ ہی اس پر باربرداری کا عمل ہوگا، اس کا اس حالت میں بیچنا اور ہبہ کرنا مکروہ تحریمی ہوگا، جلالہ ہر وہ حلال جانور ہوسکتا ہے جو نجاست کھائے، یہاں تک کہ اس کے جسم سے بدبوآنے لگے خواہ وہ گائے، بھینس، اونٹ، بکری ہوں، یا مرغ، مرغی، بطخ اور ہنس وغیرہ ہوں (نیل الاوطار ۱۲۸،۸، فتح الباری۱۰،۶۶۰، رد المحتار ۳۷۱،۹، ۴۱۴، فقہ السنہ ۱۵،۲)۔

حدیث اور فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نجاست خوری کی وجہ سے گوشت کی کیفیت بدل جاتی ہے کہ بدبوآنے لگتی ہے تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے، یعنی اس سے ہر طرح کا انتفاع ممنوع ہوجاتا ہے، اگر گوشت کی کیفیت دوبارہ بدل جائے اس طو رپر کہ اس کی بدبوزائل ہوجائے تو اس کا گوشت پاک اور حلال ہوجاتا ہے (''لو حبست حتییزولالنتن حلت'' (تبیین الحقائق ۱۰،۶)، علامہ شامی نے امام سرخسی سے نقل کیا ہے:''الأصح عدم التقدیر وتحبس حتی تزول الرائحۃ المنتنۃ'' (رد المحتار ۳۷۱،۹)؛ کیونکہ حلت وحرمت کے حکم کا مدار نجاست خوری نہیں ہے، بلکہ تغییر لحم ہے، اور وہ ہے گوشت کا بدبودار ہوجانا، اسی وجہ سے جب بدبوختم ہوگئی تو علت نہی جو گوشت کا متغیر ہونا یعنی اس کا بدبودار ہونا ہے، باقی نہیں رہی، اس لئے حرمت وناجائز کا حکم بھی باقی نہیں رہے گا، ''العبرۃ للنتن لا لتناول النجاسۃ'' (بدائع ۱۵۴،۴)، ''وإنما الاعتبار بالرائحۃ والنتن'' (اعلاء السنن ۲۱۶،۱۷)، ''والمعتبر فی جواز أکل الجلالۃ زوال رائحۃ النجاسۃ بعد أن تعلف بالشئ الطاہر علی الصحیح'' (فتح الباری۱۰،۶۶۱، نیز دیکھئے: المجموع ۲۹،۹)۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر جانور حرام غذا کھائے تو اس کا گوشت اور دودھ حرام نہیں ہوتے ہیں، گو تقوی کی رو سے اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے، ''ولو أکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر؛ لأن لحمہ لا یتغیر، وما غذیبہیصیر مستہلکا لا یبقی لہ أثر'' (درمختار مع الرد ۴۱۴،۹)؛ کیونکہ اس نے جو حرام غذا کھایا ہے وہ ہضم ہوکر ہلاک وفنا ہوگئی، جیسا کہ فقہاء نے اس بکری کے بچہ کے بارے میں لکھا ہے جس نے خنزیر کا دودھ پی کر پرورش پایا، اس کا گوشت کھانا حلال ہے؛ اس لئے کہ خنزیر کا دودھ اس کے پیٹ میں جاکر اپنی ماہیت پر باقی نہیں رہا، بلکہ وہ فنا ہوگیا ۔

لہذا زیر بحث مسئلہ میں خنزیر کی چربیا اس کے کسی او رجزء کی آمیزش سے تیار کردہ غذا حلال جانور کے پیٹ میں جانے کے بعد وہ اپنی اصل حقیقت وماہیت پر باقی نہیں رہتی ہے، جیسا کہ میرا خیال ہے؛ کیونکہ پیٹ کا نظام کچھ ایسا ہے کہ پیٹ میں جانے

کے بعد کوئی بھی شئی ہضم ہوکر اپنی حقیقت کو کھودیتی ہے، یا وہ بدہضمی ہوکر باہر آجاتی ہے یا انفیکشن ہوکر نقصان پہنچاتی ہے، یہاں زیر بحث مسئلہ میں مرغی اور مچھلیاں ایسی خوراکوں کو آسانی سے ہضم کر جاتی ہیں، اگر ہضم نہیں کرپاتیں تو لوگ یہ خوراک انہیں دیتے ہی نہیں، ‘‘ولا یحل حیوان مائی إلا السمک الذی مات بآفۃ ولو متولداً فی ما ء نجس، فلا بأس بأکلہا لحلہ بالنص وکونہ یتغذی بالنجاسۃ لایمنع حلہ’’ (رد المحتار ۲۱۵،۵، ذبائح)، ‘‘وأما الدجاجۃ فلا تکون جلالۃ؛ لأنہا لا تتغیر ولا تنتن، وفی التہذیب:وأما الدجاجۃ لا یکرہ وإن تناول نجاسۃ؛ لأنہا لا تنتن’’ (فتاوی تاتارخانیہ)۔

(۵) مضر صحت غذائی مصنوعات بنانے، کھانے اور کھلانے کا حکم:

ایسی انسانی غذائیں تیار کرنا جو انسانی صحت کے لئے مضر ہوں، شرعاً درست نہیں ہے، اگر اس کا ضرر انسان کی ہلاکت کا باعث بنے تو اس کی ممانعت کا درجہ حرمت کا ہوگا، اگر انسان کی ہلاکت کا سبب تو نہ بنے، لیکن مشقت ومرض کا ذریعہ بنے تو یہ عمل مکروہ ہوگا، اسی اعتبار سے کھانا اور کھلانا دونو ناجائز وحرام اور مکروہ ہونگے، دلائل حسب ذیل ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

‘‘ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ إلا بالحق’’ (انعام: ۱۵۱) (کسی جان کو -جس کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے-قتل نہ کرو، سوائے اس کے کہ (شریعت کے حکم کے مطابق) حق کی بنیاد اس کا قتل ہو)۔

‘‘ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ وأحسنوا’’ (بقرہ: ۱۹۵) (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور اچھے کام کرتے رہو)۔

‘‘ولا تقتلوا أنفسکم إن اللہ کان بکم رحیماً’’ (نساء: ۲۹) (اپنا خون نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے ساتھ بڑا مہربان ہے)، نیز اللہ تعالی نے نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ‘‘ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ إلا بالحق’’ (فرقان: ۶۸)، اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ نے حرام فرمایا ہے، اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر)۔

اور فقہی قواعد ہیں:

‘‘ما حرم أخذہ حرم إعطاؤہ’’، ما حرم فعلہ حرم إعطاؤہ’’ (الاشباہ والنظائر لابن نجیم۱۵۵،۱)۔

اور فقہاء نے لکھا ہے کہ پانچ اسباب میں سے کسی ایک کے پائے جانے کے وقت کسی بھی شئی کاکھانا حرام ہے، پہلا سبب: بدن یا عقل کو پہنچنے والا ضرر ہو، ‘‘یحرم أکل الشئ مہما کان نوعہ لأحد أسباب خمسۃ: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل’’ (موسوعہ فقہیہ کویت ۱۲۵،۲۵)۔

مضر صحت غذائی مصنوعات کی خریدوفروخت:

مضر صحت غذائی مصنوعات کا استعمال کرنا، کھانا اور دوسروں کو کھلانا جن

دلائل ووجوہ کی بنا پر ناجائز وحرام اور مکروہ قرار پائے ہیں، ان ہی دلائل ووجوہ کی بنا پر ان کی خریدوفروخت بھی مذکورہ بالا تفصیلات کے مطابق یعنی اگر ضرر جان لیوا ہو تو ناجائز وحرام ہوگی، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہو یا ماہر ڈاکٹر کے بیان کے مطابق مشقت ومرض کا سبب بنے تو مکروہ ہوگی۔ مزید مضر صحت غذائی مصنوعات کی خریدوفروخت کی ممانعت پر قول رسول اللہ ﷺ بھی دلالت کررہا ہے: ''من غشنا فلیس منا'' (مسلم ۱،۷۱، کتاب الایمان (۲۸۳) (جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے)۔

***

غذائی مصنوعات میں حلت وحرمت کے اصول

مولانا اختر امام عادل قاسمی•

نئے غذائی نظام سے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے کے لئے چند اصولی مباحث کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے :

انسانی زندگی میں غذا کی اہمیت:

*انسان کی زندگی میں غذا کی سب سے زیادہ اہمیت ہے کہ اسی پر اس کے جسمانی تحفظ کا بھی مدار ہے اور ذہنی وروحانی صحت کا بھی ،انسان کی نجی زندگی پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کی اجتماعی زندگی پر بھی، عبادات میں بھی اس کا دخل ہے اور اخلاقیات میں بھی،آدمی کا عمل بھی اس سے متأثر ہوتا ہے اور اس کا زاویۂ فکر ونظر بھی، اچھی غذا سے اچھا خون اور گوشت تیار ہوتا ہے ،اور اچھے خون اور گوشت سے اچھا انسان تعمیر ہوتا ہے ،پاک غذا سے انسان کا باطن پاک ہوتا ہے ،فرد اور ملت کی سب سے بڑی کامیابیبھی ہے ،اسی لئے اسلام نے غذائی حلت وطہارت پر بہت زور دیا ہے،اسلام صرف پاک چیزوں کو انسانوں کے لئے درست قرار دیتا ہے اور گندی اور ناپاک چیزوں کے استعمال سے روکتا ہے :

''یسئلونک ماذا أحل لہم قل أحل لکم الطیبات'' (المائدہ : ۴)۔

(لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا چیزیں حلال ہیں ؟ آپ فرمادیں کہ تمام پاک چیزیں ان کے لئے حلال ہیں)۔

'' ویحل لھم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث'' (الاعراف : ۱۵۷)۔

(تمام پاک چیزیں ان کے لئے حلال ہیں اور تمام گندی چیزیں حرام ہیں)۔

اسلام نے کافی وضاحت کے ساتھ اس کی تفصیلات بیان کردی ہیں :

''قد فصل لکم ماحرم علیکم'' (الانعام : ۱۱۹) (جو چیزیں حرام کی گئی ہیں اللہ پاک نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے)۔

اسلام نے انسانی معاشرہ کی جو بنیادیں مقرر کی ہیں ان میں اکل حلال کو اولین اہمیت حاصل ہے ،بلکہ عمل صالح کا مدار اس پر رکھا گیا ہے، قرآن میں ایک جگہ پیغمبروں کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا گیا:

''یأیہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً (المؤمنون : ۵۱) (اے پیغمبرو! پاک

• جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پوربہار۔

چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو)۔

اوریہ حکم صرف پیغمبروں کے لئے نہیں بلکہ ایمان رکھنے والی تمام امتوں کے لئے بھی ہے :

''یأیہا الذین آمنوا کلوا من طیبات مارزقناکم''(بقرۃ : ۱۷۲) (اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی پاک چیزوں کو کھاؤ)۔

رزق حرام کے اثرات:

حرام رزق ایک بد ترین زہر ہے جو انسانی زندگی کے سارے نظام کو معطل کردیتا ہے ،انسان کا پورا اخلاقی سسٹم بگڑجاتا ہے ،اس حالت میں نیکی اور خدا کی بندگی بھی بندگی نہیں رہ جاتی ،قرآن کریم میں مال حرام کو بے محابا استعمال کرنے والوں کی مذمت اس طرح کی گئی ہے :

''أولٰئک الذین لم یرد اللہ أن یطہر قلوبہم لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم، سمّاعون للکذب أکّالون للسحت'' (المائدۃ : ۴۱، ۴۲)۔

(یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا ،ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بدترین عذاب ہے ،یہ جھوٹ سننے والے اور حرام کھانے والے لوگ ہیں)۔

ایک موقعہ پر نبی کریم ﷺنے بڑی وضاحت کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی اورتمثیلی طور پر ایک دور دراز سفر کرنے والے شخص کا قصہ بیان فرمایا ،جو پریشان حال اور غبار آلود ہو اور رب العالمین کورو رو کراورہاتھ پھیلا کر پکاررہاہو، حالانکہ نہ اس کا کھانا ،پینا حلال ہو اورنہ پہننا اوڑھنا ،بھلاپروردۂ حرام جسم وجان سے نکلی ہوئی دعا بارگاہ الٰہی میں کیسے باریاب ہوسکتی ہے ؟

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم-:''أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لاَ يَقْبَلُ إِلاَّ طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ (يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّى بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ) وَقَالَ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) ''ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِىَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ'' (صحيح مسلم: أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري ۳ ،۸۵، حديث نمبر : ۲۳۹۳، الناشر : دار الجيل بيروت، مسند الامام أحمد بن حنبل، الناشر: مؤسسة قرطبہ، القاہرہ)۔

(حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کی ذات پاک ہے اور پاک کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا ،اللہ پاک نے مسلمانوں کو انہی چیزوں کا حکم فرمایا جو اس نے اپنے رسولوں کو حکم فرمایا کہ اے رسولو ! پاک

چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، مجھے تمہارے اعمال کا علم ہے ،پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک درازمنزل ،خاک آلود ،پریشان حال مسافر کا ذکر فرمایا جو ہاتھ اٹھا کر رب العالمین کے حضور فریا دکناں ہے،لیکن نہ اس کا کھانا پاک ،نہ پینا پاک ،لباس اور غذا سب حرام، بھلا ایسے شخص کی دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے ؟)۔

*ایک دوسری روایت میں ہے ،حضرت کعب بن عجرۃؓ سے روایت ہے :

''إِنَّهُ لاَ يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ إِلاَّ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ'' قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ لاَ نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى. وَأَيُّوبُ بْنُ عَائِذٍ الطَّائِيُّ يُضَعَّفُ وَيُقَالُ كَانَ يَرَى رَأْىَ الإِرْجَاءِ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى وَاسْتَغْرَبَهُ جِدًّا'' (سنن الترمذی: محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي۲،۵۱۲، حدیث نمبر: ۶۱۴، الناشر : دار إحياء التراث العربي – بيروت، تحقيق : أحمد محمد شاكر وآخرون) (حرام غذا سے پیدا ہونے والا گوشت جہنم کا زیادہ مستحق ہے)۔

اسی لئے شریعت مطہرہ میں جس طرح کسی حرام غذا کا استعمال جائز نہیں اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ کسی حلال چیز کو اپنی طرف سے حرام کیا جائے ،ارشاد باری تعالیٰ ہے :

''قل من حرم زينة الله التى أخرج لعباده والطيبات من الرزق'' (بقرة : ۳۰)۔

(آپ فرمادیں ،کس نے اللہ پاک کی اس زینت کواور پاک رزق کو حرام کیا جو اللہ پاک نے اپنے بندوں کے لئے نکالی تھی) ۔

خلق خدا کوغلط غذا فراہم کرنا جرم ہے:

* اس طرح کے بے شمار نصوص ہیں جن سے انسانی غذا کے بارے میں اسلامی تصور پر روشنی پڑتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ اس سلسلے میں کتنی حساس ہے ،نہ صرف یہ کہ شریعت خود غلط غذاؤں کے استعمال سے روکتی ہے بلکہ دوسروں کے لئے اس کی فراہمی پر بھی پابندی عائد کرتی ہے ،اسلام کی نظر میں سچا مؤمن وہ ہے جو دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اسے اپنی ذات کے لئے پسند ہو،جو لوگ دوسروں کے لئے نقصان کا سامان فراہم کرتے ہیں وہ دراصل ان کے ایمان کا نقص ہے ،بہت سے نصوص مینیہ مضمون آیا ہے ،مثلاً قرآن کریم میں ہے :

*''ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما'' (النساء : ۲۹)۔

(اپنے آپ کو قتل نہ کرو ،بے شک اللہ پاک تم پر رحم کرنے والے ہیں)۔

*حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ زہر کھا کر خود کشی کرنے والے شخص کی موت حرام موت ہے اور ایسا شخص جہنمی ہے۔

''قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا

فِيهَا أَبَدًا" (مسند الامام أحمد بن حنبل۴۷۸٫۲، حدیث نمبر: ۱۰۱۹۸، الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها)(جو شخص زہر کھا کر جان دے گا وہ جہنم میں مسلسل اسی تکلیف میں مبتلا رکھا جائے گا)۔

* عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ - ﷺ - قَالَ : '' لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ" (صحيح البخاري: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي۱۴٫۱، حدیث نمبر : ۱۳، الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت، الطبعة الثالثة ، ۱۴۰۷ھ۱۹۸۷، تحقيق: ڈاکٹر مصطفى ديب البغا، سنن الترمذي۴ ٫۶۶۷، حدیث نمبر: ۲۵۱۵)۔

(تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو خود کے لئے پسند کرتا ہے ، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچے)۔

'' عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما عن النبي ﷺ قال : المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده''(صحیح بخاری۱٫ ۱۳، حدیث نمبر : ۱۰)۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ میں مسلمان کی قید نہیں ہے بلکہ عمومیت کے ساتھ کسی بھی انسان کو بلاوجہ تکلیف پہونچانے کو تقاضائے اسلام کے خلاف قرار دیا گیا ہے :

''المؤمن من أمنه الناس والمسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر السوء والذي نفسي بيده لا يدخل الجنة عبد لا يأمن جاره بوائقه، إسناده صحيح على شرط مسلم" (مسند الامام أحمد بن حنبل ۱۵۴٫۳، حدیث نمبر: ۱۲۵۸۳، المستدرك على الصحيحين :محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري ۵۵٫۱، حدیث نمبر: ۲۵، الناشر : دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى ،۱۴۱۱٫۱۹۹۰، تحقيق : مصطفى عبد القادر عطا)۔

حرام وحلال کا اختیار صرف رب العالمین کو ہے:

*ان نصوص سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہےکہ اسلام میں تحریم وتحلیل کا اختیار کسی انسان کو نہیں ہے ،یہ سب کچھ رب العالمین کی طرف سے طے شدہ نظام ہے جس کی بنیادی تفصیلات اور مرکزی اصول خود اللہ پاک نےمقررفرمادئیے ہیں ،اس لئے اب انسانوں کے لئے اس باب میں سوائے تطبیقات کے دوسرا کوئی کام باقی نہیں بچتا ،یہی بات اسلام کے غذائی نظام کو دوسرے تمام نظاموں سے ممتاز کرتی ہے ،اسلام سے قبل کا جاہلی نظام (جس کا تسلسل آج بھی جاری ہے)زمانی اور مکانی حالات اور مختلف انسانی دماغوں کے افکار وخیالات پر مبنی تھا ،جس میں نہ معقولیت تھی اور نہ استحکام،قرآن کریم میں جابجا اس کی طرف اشارات کئے گئے ہیں ،مثلاً :

''قل أرأيتم ما أنزل الله لكم من رزق فجعلتم منه حراماً وحلالاً''(یونس : ۵۹)۔

(آپ کہدیجئے کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ اللہ پاک نے تمہارے لئےرزق نازل

فرمائیےپھر تم نے اپنی مرضی سے کچھ چیزوں کو حرام کردیا اور کچھ کو حلال)۔

''وَلا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لا يُفْلِحُونَ* مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ'' (النحل ۱۱۶-۱۱۷)۔

(اور جو تمہاری زبان جھوٹ بولتی ہے اس کو نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے ،کہ اللہ پر جھوٹ افترا کرو، بےشک جو لوگ اللہ کی طرف جھوٹ بات کی نسبت کرتے ہیں،وہ کامیاب نہیں ہوسکتے ،دنیاکا تھوڑا سا نفع ہے اور اس کے بدلے میں ایک دردناک عذاب تیار ہے)۔

''وجعلوا للّٰہ مما ذرأ من الحرث والأنعام نصیباً فقالواھذا للہ بزعمہم وھذا لشرکائنا فماکان لشرکائہم فلا یصل إلی اللہ وماکان للّٰہ فھو یصل إلی شرکائھم ساء مایحکمون۔ قالوا ھذہ أنعام وحرث حجر لایطعمہا إلا من نشاء بزعمہم وأنعام حرمت ظہورھا وأنعام لایذکروناسم اللہ علیہا افتراء علیہ سیجزیہم بما کانوا یفترون۔ قد خسر الذین قتلوا أولادھم سفہاً بغیر علم وحرموا مارزقھم اللہ افتراءً علی اللہ قد ضلوا وما کانوا مھتدین ''۔

(ان لوگوں نے زمینی پیداوار اور جانوروں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کیا اور کہا کہ یہ ان کے گمان میں اللہ کے لئے ہے اور یہ ان کے شرکاء کے لئے ہے ،تو جو ان کے شرکاء کے لئے ہے وہ اللہ تک نہیں پہونچتا ،اور جو اللہ کے لئے ہے وہ ان کے شرکاء تک پہونچتا ہے ،وہ برا فیصلہ کرتے ہیں ۔وہ کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی منع ہیں ان کو وہی کھا سکتا ہے جس کو ہم چاہیں، اور کچھ جانور وہ ہیں جن پر سواری اور بار برداری حرام کردی گئی ہے ،اور کچھ جانور وہ ہیں جن پر یہ اللہ کا نام نہیں لیتے ،یہ اللہ پاک پر افتراء کرتے ہیں ،عنقریب ان کو ان کے افتراء کا بدلہ ملے گا۔ یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت سے لاعلمی میں قتل کیا ،اور اللہ کی دی ہوئی رزق کو اللہ پر افتراء کرتے ہوئے حرام کیا ،وہ ہدایت پر نہیں ہیں)۔

''قل ھلم شھداءکم الذینیشہدون أن اللہ حرم ھذا'' (الأنعام: ۱۵۰)۔

(آپ ان سے کہدیجئے کہ اپنے گواہ لے آئیں جو گواہی دیں کہ اللہ پاک نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے)۔

پوری سورۂ انعام حلال وحرام جانوروں کی تفصیلات سے بھری ہوئی ہے ،اور اسی میں عہد جاہلیت کے افکار وتصورات پر بھی کاری ضرب لگائی گئی ہے ،قرآن کریم اور نبی کریمﷺ کی تعلیمات نے اس حقیقت کو پوری طرح واضح کردیا ہے کہ حلال وحرام کا معیار انسانی تخیلات نہیں بلکہ ربانی تعلیمات ہیں ،ہمیں کسی چیز کی حلت وحرمت کا فیصلہ اسی معیار کا پابند ہو کر کرنا ہوگا، جو اللہ پاک اور رسول اللہ ﷺنے مقرر فرمادیا ہے ،قرآن کریم نے اس صداقت پر اپنی زبان حقیقت بیان سے یہ کہکر مہر لگادی

ہے کہ :

''قد فصل لکم ماحرم علیکم'' (الانعام : ۱۱۹)۔

(جو چیزیں حرام کی گئی ہیں اللہ پاک نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے)۔

''قل تعالوا أتل ماحرم ربکم علیکم'' (الانعام : ۱۵۱)۔

(آپ ان سے کہیں کہ آؤمیں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں)۔

قرآن کے نزدیک کسی کو حلال وحرام کا اختیار دینے کا معنٰیہ ہے کہ ہم نے اس کے لئے دین بنانے کا اختیار تسلیم کرلیا ،جو معبود کی شان ہے اور معبود اللہ کی ذات پاک کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے:

''أم لہم شرکاء شرعوا لہم من الدین مالم یأذن بہ اللہ''(الشوریٰ : ۲۱)۔

(کیا ان کے پاس شرکاء ہیں جو ان کے لئے دین بناتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی)۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے :

''اتخذوا أحبارہم ورہبانہم أرباباً من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما أمروا إلا لیعبدوا إلہاًواحداً لاإلٰہ إلا ھو سبحانہ عما یشرکون'' (التوبۃ : ۲۱)۔

(ان لوگوں نے اپنے احبار ورہبان کو اللہ کے علاوہ اپنا معبود بنا لیا ،جبکہ انہیں صرف ایک معبود کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا ،اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ،وہ ان شرکیات سے بالاترہے)۔

حالانکہ وہ حضرات حضرت مسیحیا ان کے احبار ورہبان کے بارے میں براہ راست معبودیت کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے ،یہی سوال حضرت عدی بن حاتمؓ نے (جواسلام سے قبل عیسائیت کے پیروکار تھے) خود نبی کریمﷺ سے کیا تھا، اس کی توجیہ حضور ﷺ نے یہ فرمائی :

''قال: أجل، ولکن یحلون لھم ما حرم اللہ فیستحلونہ ویحرمون علیھم ما أحل اللہ فیحرمونہ فتلك عبادتھم لھم'' (سنن البیھقي الکبری : أحمد بن الحسین بن علي بن موسی أبو بکر البیھقي۱۰، ۱۱۶، حدیث نمبر: ۲۰۱۳۷ ، الناشر : مکتبۃ دار الباز - مکۃ المکرمۃ ۱۹۹۴،۱۴۱۴ ،تحقیق: محمد عبد القادر عطا، المعجم الکبیر : سلیمان بن أحمد بن أیوب أبو القاسم الطبراني۱۷، ۱۹۲، حدیث نمبر: ۲۱۸ ، الناشر : مکتبۃ العلوم والحکم – الموصل، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۴-۱۹۸۳)۔

(بجا ہے ،لیکن احبار ورہبان ان کے لئے حرام کو حلال کرتے تھے تو وہ اس کو حلال سمجھتے تھے اور جب حلال کو حرام کرتے تھے تو وہ حرام سمجھتے تھے ،یہی تو

ان کی عبادت ہے)۔

کسی چیز کو حرام وحلال کہنے میں احتیاط:

* یہی وجہ ہے کہ متقدمین اسلاف کسی مسئلے میں سیدھے حرام وحلال کا فتویٰدینے سے احتیاط کرتے تھے،وہ فوراً کسی چیز کو حرام یا حلال نہیں کہتے تھے ،جبتک کہ دلیل قطعی سے اس کا علم نہ ہو جاتا ۔

حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام ابویوسفؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ :

''أدرکت مشائخنا من أهل العلم یکرهون الفتیا ،أن یقولوا :هذا حلال وهٰذا حرام إلا ما کان فی کتاب الله عزوجل بیناً بلا تفسیر'' (الأم ۷ ، ۳۱۷)۔

(میں نے اپنے مشائخ اہل علم کو دیکھا کہ وہ فتویٰ دینے میں ان الفا ظ کو پسند نہیں کرتے تھے،یہ حلال ہے ،یہ حرام ہے ،جب تک کہ اللہ کی کتاب میں واضح طور پر وہ بات نہ ہوتی)۔

حضرت ابن السائبؒ نے حضرت ربیع بن خیثمؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے جو بڑے تابعین میں سے تھے، وہ اپنے لوگوں کو اکثر نصیحت فرماتے تھے کہ اس طرح کہنے سے بچو کہ اللہ پاک نے اس چیز کو حلال کیا ہے، یا اللہ کی مرضییہ ہےکہ اللہ پاک اس کے جواب مینیوں کہدے کہ میں نے تو اسے حلال نہیں کیا اور میں اس سے راضی نہیں ہوں، یا کوئی کہے کہ اللہ پاک نے اس کو حرام کیا ہے اور اللہ پاک اس کے جواب میں کہدے کہ تو جھوٹا ہے ،میں نے تو اسے حرام نہیں کیا اور نہ میں نے اس سے روکا ہے ۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ اپنے مشائخ کا معمول نقل فرماتے تھے کہ وہ فتویٰ میں حرام وحلال کے الفاظ استعمال کرنے سے گریز کرتے تھے ،بلکہ کہتے: یہ مکروہ ہے ،یا اس میں مضائقہ نہیں ہے،وغیرہ۔

ابن مفلحؒ نے علامہ ابن تیمیہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ سلف کسی چیز پر حرام کا اطلاق اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک اس کی حرمت کا یقینی علم نہ ہو جاتا (حوالۂ بالا)۔

خودقرآن کریم نے اس سلسلے میں رہنما اصول کے طور پر اشارہ کیا ہے ،جس پر سلف سختی کے ساتھ کاربند تھے ۔

اشیاء میں اصل اباحت ہے یا حرمت ؟

*غذائی مسائل اور جزئیات میں حکم شرعی کی تنقیح کے لئے اکثر ایک اصولی قاعدہ سے مدد لی جاتی ہے کہ ''اشیاء میں اصل اباحت ہے ''، اس کا ذکر ہماری کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے ....دراصل جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم شرعی مصرح نہیں ہے ،وہ قابل عمل ہینیا قابل ترک ؟ اس ضمن میں فقہاء نے یہ اصولی بحث کی ہے کہ اشیاء میں اصل حکم کیا ہے اباحت یا ممانعت ؟ ....مگرمشکل یہ ہے کہ اس باب میں علماء کے یہاں سخت اضطراب پایا جاتا ہے اورمختلف فقہاء کی طرف جو آراء

منسوب ہیں،ان میں بھی شدید اختلاف ہے ،مثلاً :

*بعض لوگوں نے اباحت کا قول شافعیہ کی طرف اور حرمت کا قول حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے ، (الأشباه و النظائر في قواعد و فروع فقه الشافعية: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي ۱، ۶۰،الناشر : دار الكتب العلمية بيروت – لبنان)۔

*جبکہ کچھ دوسرے حضرات نے شافعیہ کے ساتھ اکثر حنفیہ کی طرف بھی اباحت کی نسبت کی ہے (تیسیر التحریر ۲،۱۶۸)۔

*بعض حنابلہ کی بھیبھی رائے بتائی جاتی ہے (التمہید۴،۲۷۱، شرح الکوکب المنیر ۱،۳۲۵-۳۲۶)۔

*بلکہ بعض متاخرین نے تو اسے جمہور علماء کا موقف قرار دے دیا ہے (إرشاد الفحول ، ص: ۲۸۴، الوجيز في إيضاح قواعد الفقه الكلية ، ص: ۱۲۹)۔

*دوسری جانب اشیاء میں اصل ممانعت ہے، اس قول کو بعض علماء نے حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کی طرف منسوب کیا ہے (دیکھئے : المنثور ۲،۷۰، الأشباه والنظائر للسيوطي، ص۶۰)۔

*بعض شوافع کی بھیبھی رائے بتائی جاتی ہے (التبصرة في أصول الفقه، ص: ۵۳۲، وإرشاد الفحول، ص: ۲۸۴)۔

*بعض حنابلہ کی بھیبھی رائے ہے (دیکھئے : التمهيد ۴،۲۷۱، شرح الكوكب المنير ۱،۳۲۵-۳۲۶)۔

*وہیں پر کئی علماء نے اکثر فقہاء کا موقف توقف نقل کیا ہے ،یعنی حکم شرعی کی صراحت کے بغیر اس امرمیں کوئی رائے ظاہر نہیں کی جاسکتی، نہ جواز کی اورنہ عدم جواز کی (إحكام الفصول، ص: ۶۸۱، الأشباه والنظائر لابن نجيم، ص: ۶۶)۔

*امام رازیؒ کی تحقیقیہ ہے کہ نفع بخش چیزوں میں اصل اباحت ہے اور نقصان دہ چیزوں میں اصل ممانعت ہے (المحصول۲،۱۳۱)۔

علائیؒ بھی اسی کے قائل ہیں، کچھ معاصر علماء نے یہی قول شافعیہ بلکہ جمہور علماء کی طرف منسوب کردیا ہے (المجموع شرح المهذ ب في قواعد المذهب ۲،۵۱۵، بحوالہ القواعد والضوابط الفقهية المتضمنة للتيسير: عبد الرحمن بن صالح العبد اللطيف ۱،۱۵۴، الناشر: عمادة البحث العلمي بالجامعة الاسلامية، المدينة المنورة، الطبعة الأولى، ۱۴۲۳ھ۲۰۰۳ء)۔

*علامہ ابن نجیم الحنفی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر علماء حنفیہ بھی توقف ہی کے قائل ہیں ،شافعیہ نے حضرت الامام ؒ کی طرف حرمت کا قول منسوب کیا ہے ،ابن نجیمؒ نے اس کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے اور انہوں نے مسلک مختار توقف کو قرار دیا ہے،ابن نجیم ؒ نے بھی اس سلسلے میں علماء کے اختلاف آراء کا ذکر کیا ہے،اور اس

سے پیدا ہونے والی مشکلات کی طرف اشارہ کیا ہے (الاشباہ والنظائر علی مذہب أبی حنیفۃ النعمان: الشیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم۱؍ ۶۶،الناشر : دار الکتب العلمیۃ،بیروت،لبنان، الطبعہ ۱۴۰۰؍۱۹۸۰ء)۔

ہر موقف کے لئے دلائل (قرآن وحدیث کے نصوص)بھی موجود ہیں ،اس طرح آراء کے ساتھ دلائل میں بھی سخت انتشار ہے .... بہر حال یہ اضطراب کیوں پیدا ہوا ؟دوالگ الگ قاعدوں کو خلط کرنے اور ایک پس منظر میں دیکھنے کی بناپر، یا اباحت ،حرمت اور توقف کے اصطلاحی مفاہیم کے فرق کی بناپر ،(جیسا کہ بعض علما ء نے یہ بحث اٹھائی ہے)، یہ ایک الگ مسئلہ ہے، اس کا ابھی موقعہ نہیں ہے ،لیکن اس بحث سے کم از کم اتنی بات صاف ہو جاتی ہے کہ اس باب میں اس اصولی بحث سے کوئی بہت زیادہ استفادہ نہیں کیا جا سکتا،یہ ایک کمزور اور مختلف فیہ بنیاد ہےجس سے کسی فیصلہ کن نتیجہ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

البتہ جن مخصوص ابواب میں اس تعلق سے اتفاق آراء پایا جاتاہے زیادہ سے زیادہ ان میں اس قاعدہ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، مثلاً :

چند ابواب میں اصل حرمت ہے-جمہور کی رائے

* عبادات اور ابضاع (خواتین)کے بارے میں تقریباً اکثر فقہاء احناف اور شوافع کی رائے یہ ہے کہ ان میں اصل حرمت ہے ،یعنی صریح حکم شرعی موجود نہ ہوتو ان کونا جائز قرار دیا جائے گا (الاشباہ والنظائر علی مذہب أبی حنیفۃ النعمان ۱؍ ۶۶، الأشباہ والنظائرفي قواعد و فروع فقه الشافعية ۱؍ ۶۱)۔

*عبادات اور دینی امور کے تعلق سے اس تصور کا ماخذ یہ حدیث پاک ہے،جو اکثر کتب حدیث میں آئی ہے :

‘‘عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد’’ (صحيح البخاري ۲ ؍ ۹۵۹، حدیث نمبر: ۲۵۵۰)۔

(حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو امور دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے وہ قابل رد ہے) ۔

* ابضاع کے تعلق سے ان آیات کریمہ کو ماخذ بنایا جاسکتا ہے ،جن میں حرام وحلال عورتوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور اس ضمن میں ایک ایک جزئیہ سے پردہ اٹھایا گیا ہے ۔

حیوانات میں اصل حرمت ہے:

*اسی طرح کے مسائل میں ایک مسئلہ (لحوم) حیوانی غذاؤں کا ہے ،یعنی جن حیوانات کے تعلق سے شریعت کا کوئی حکم صریح منقول نہ ہو ،یا کسی حیوانی غذا کی

حلت وحرمت پر کوئی دلیلیاقرینہ موجود نہ ہو ان میں اباحت اصل ہوگییا حرمت ؟یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے، بعض علماء اس باب میں بھی اباحت اصلیہ کے قائل ہیں (الاشباہ والنظائر لابن الوکیل۱؍۲۹۷، المنثور ۲ ؍ ۱۱۲)۔

مجوزین اس کو عام اشیاء (جن میں وہ نظریۂ اباحت کے قائل ہیں)پر قیاس کرتے ہیناور وہی دلائل عامہ پیش کرتے ہیں جو اکثر اشیاء میں اباحت اصلیہ کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہیں مثلاً :

* قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً (سورۃ الأنعام: ۱۴۵)۔

*وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ (سورۃ الأنعام : ۱۱۹)وغیرہ۔

لیکن حنفیہ،بعض شافعیہ اور اکثر محققین علماء کا نظریہ اس معاملہ میں اصلاً ممانعت کا ہے،یعنی حرمت وحلت کی دلیل موجود نہ ہو تو جانور حرام ہوگا (اعلام الموقعین۱؍ ۲۹۵، بدائع الفوائد ۳ ؍ ۱۲۹، المغنی۱ ؍۴۴، قواعد ابن رجب، ق ۱۵،قواعد ابن سعدی، ص ۲۳)۔

ابن سعدیؒ کایہ منظوم اس سلسلے میں کافی مشہور ہے،جس میں بڑے اعتدال کے ساتھ چند مخصوص چیزوں میں حرمت کو اصل بتایا گیا ہے :

والأصل في الأبضاع واللحوم والنفس والأموال للمعصوم

تحريمها حتى يجيء الحل فافهم هداك الله ما يحل (قواعد ابن سعدی ، ص۲۳)۔

ان حضرات نے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے :

*حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت ہے :

عن عدي بن حاتم قال : سألت النبي ﷺ فقال: إذا أرسلت كلبك المعلم فقتل فكل وإذا أكل فلا تأكل فإنما أمسكه على نفسه، قلت: أرسل كلبي فأجد معه كلبا آخر ؟ قال :فلا تأكل فإنما سميت على كلبك ولم تسم على كلب آخر (صحيح البخاري ۱؍ ۷۶)۔

(رسول اللہ ﷺ نے میرے سوال کرنے پر ارشاد فرمایا کہ جب تم نے اپنے تربیتیافتہ کتے کو بھیجا اور اس نے قتل کردیا تو اس شکار کو کھاؤ ،اور وہ خود کھانے لگے تو نہ کھاؤ، اس لئے کہ اس نے تمہارے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے شکار کیا، میں نے دریافت کیا کہ میں اپنے کتے کو بھیجتاہوں ،اور شکار کے پاس ایک دوسرا کتا بھی موجود ہو، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مت کھاؤ؛ اس لئے کہ تم نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھا ہے دوسرے کتے پر نہیں)۔

*اسی روایت میں آگے شکار کا ایک اور مسئلہ ارشاد فرمایا گیا ہے :

وَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيقًا فِي الْمَاءِ فَلاَ تَأْكُلْ (الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم ۶؍ ۵۸

حدیث نمبر : ۵۰۹۰)۔

(اگر تمہارا شکار پانی میں ڈوبا ہوا ملے تو نہ کھاؤ)۔

بعض روایات میں اس حکم کی وضاحت بھی موجود ہے کہ :

فإنك لا تدري الماء قتله أو سهمك (الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم : محمد بن فتوح الحميدي ، عدد الأجزاء /۴ ، الناشر: دار ابن حزم، لبنان، ۱۴۲۳-۲۰۰۲ء، الطبعة الثانية، جامع الأحاديث: جلال الدين السيوطى۲،۲۹۰ ، جامع الأصول في أحاديث الرسول: مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري ابن الأثير ۷، ۲۴،تحقيق : عبد القادر الأرنؤوط، الناشر : مكتبة الحلواني - مطبعة الملاح - مكتبة دار البيان، الطبعة الأولى)۔

(اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ اس کی موت پانی میں ڈوبنے سے ہوئییا تمہارے تیر سے ہوئی ؟)۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جانور کے گوشت میں اگر وجوہ اباحت اور وجوہ حرمت دونوں موجود ہوں تو وجوہ حرمت کا اعتبار ہوگا ،وجوہ اباحت کا نہیں ،اسی سے ان فقہاء نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ جانوروں کے گوشت میں اصل حرمت ہے، جب تک دلیل اباحت موجود نہ ہوگی اس کو ناجائز تصور کیا جائے گا۔

* آخرالذکر نقطۂ نظر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عام فقہی ضابطہ یہ ہے کہ مبیح اور محرم میں اختلاف ہو جائے تو محرم کو ترجیح حاصل ہوتی ہے ،اس لحاظ سے لحوم کے بارے میں حرمت اصلیہ والا نقطۂ نظر زیادہ لائق ترجیح ہے ،چند حوالے درج ذیل ہیں :

* والمحرم فغلب لأنه اجتمع المبيح المحرم (الأشباه و النظائر في قواعد و فروع فقه الشافعية ۱،۱۱۳)۔

*ولأنه (أي تقديم المحرم على المبيح) الاحتياط؛ لأن فيه زيادة حكم وهو نيل الثواب بالانتهاء عنه واستحقاق العقاب بالإقدام عليه، وهو ينعدم في المبيح، والأخذ بالاحتياط أصل في الشرع ذكره شمس الأئمة السرخسي (التقرير والتحبير: محمد بن محمد ابن أمير الحاج الحنبلي۵،۲۵ ، دراسة وتحقيق :عبد الله محمود محمد عمر، الناشر:دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الاولى، ۱۴۱۹ھ۱۹۹۹ء)۔

* أن المحرم راجح على المبيح (شرح التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه: عبيد الله بن مسعود المحبوبي البخاري الحنفي ۱، ۶۷ ، تحقيق: زكريا عميرات، الناشر: دار الكتب العلمية ، بيروت،۱۴۱۶ھ۱۹۹۶ء)۔

* وَمِنْهَا : إذَا تَعَارَضَ الْمُحَرِّمُ وَالْمُبِيحُ ، رَجَحَ الْمُحَرِّمُ ، كَمَا سَبَقَ حُكْمُهُ (شرح مختصر الروضة : سليمان بن عبد القوي بن الكريم الطوفي الصرصري، أبو الربيع، نجم الدين ۳،۷۳۷، المحقق: عبد الله بن عبد المحسن التركي، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، ۱۴۰۷ھ۱۹۸۷ء)۔

مذکورہ بالا تمام عربی اقتباسات کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ مبیح ومحرم میں تعارض کے وقت محرم کو ترجیح حاصل ہوگی۔

اسی لئے شریعت اسلامیہ نے حیوانات کی اقسام اور ان کے طریقۂ استعمال پربڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اور جواز اسی دائرہ میں منحصر ہے جس کی شریعت اسلامیہنے تحدیدکردی ہے ،جن صورتوں میں شریعت کا جواز مصرح نہیں ہے وہ ناجائز رہیں گی جب تک ان کے جواز پر کوئی واقعی دلیل میسرنہ ہو جائے۔

اس اصولی بحث کے بعد ہم براہ راست انسانی غذاؤں کے مسئلے پر آتے ہیں،انسانی غذائیں دو قسم کی اشیا ء پر مشتمل ہیں : *حیوانی غذائیں *اورغیر حیوانی غذائیں۔

حیوانی غذاؤں میں حلت وحرمت کا معیار :

حیوانات کے تعلق سے جو تفصیلات ہمیں شریعت سے حاصل ہوئی ہیں ان کی روشنی میں حیوانات کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں :

(١)وہ جانور جن میں ذبح شرعی کی حاجت نہیں ہے ،مثلاً مچھلی اور ٹڈی،ارشاد نبوی ہے :

''أحلت لنا میتتان السمک والجراد (ابن ماجہ ٢، ١٠٧٣)۔

(ہمارے لئے دو مردار حلال کئے گئے ہیں : مچھلی اور ٹڈی)۔

(٢)وہ جانور جو ذبح شرعی کے بغیر حلال نہیں ہوتے ،مثلاً مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ تمام حلال جانور ،ایسے تمام جانوروں میں ذبح شرعی کے جو معروف اصول وقواعد ہیں،نیز ذابح کے لئے جو معیار مقررکیا گیا ہے ،اور اس ضمن کی جو شرائط وتفصیلات ہیں ان کی رعایت ضروری ہے ،اس کے بغیر جانور حلال نہیں ہوگا ،اس کی تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں۔

یہ تو خالص حیوانی غذاؤں کا معاملہ ہے ،لیکن غیرحیوانی غذائیں جن میں کوئی حیوانی جزوشامل کیا جاتا ہو ان میں بھی حیوانی غذا کے شرعی معیار اور تمام بنیادی شرائط واصول کی رعایت لازمی ہے،بصورت دیگر جب تک کہ استحالہ اور قلب ماہیت کی بالکلیہ صورت نہ پیدا ہوجائے اس کے جواز کا کوئی امکان نہیں ہے۔

غیر حیوانی غذاؤں میں حلت وحرمت کا معیار:

البتہ خالص غیرحیوانی غذاؤں میں جن میں کوئی حیوانی جزو شامل نہ ہو ،اسلام کے غذائی نظام کے مطالعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ ان میں حلت وحرمت کے لئے درج ذیل چیزوں کو بنیاد بنایا گیاہے :

نفع وضرر:

(١)شریعت نے عام طور پر انسان کے لئے نفع بخش چیزوں کو حلال اور نقصان دہ چیزوں کو ناجائزقرار دیا ہے، اس لئے ہر ایسی چیز جو عام انسانوں کے لئےضرر رساں

ہو ناجائز ہوگی،نہ اس کا خود استعمال جائز ہوگا اور نہ دوسرے کوفراہم کرنا ،ایک حدیث میں اس اصول کی نشاندہیکی گئی ہے۔

*حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبادۃ بن الصامتؓ دونوں حضرات نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا :

قَضَى أَنْ لاَ ضَرَرَ وَلاَ ضِرَارَ (سنن ابن ماجه: أبوعبد الله محمد بن يزيد القزويني ۷، ۲۴۱، حدیث نمبر: ۲۴۳۱ ، مسند الامام أحمد بن حنبل ۳۱۳،۱، حدیث نمبر : ۲۸۶۷، الموطأ:مالک بن انس ۴ ، ۱۰۷۸، حدیث نمبر: ۲۷۵۸،المحقق : محمد مصطفى الأعظمي، الناشر: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان، الطبعة الاولى، ۱۴۲۵ھ،۲۰۰۴ء)۔

(نہ نقصان اٹھانا درست ہے اور نہ نقصان پہونچانا درست ہے)۔

غذائی اشیاء میں ضرر کی کئی صورتیں ممکن ہیں ،مثلاً :

* طاقت سےزیادہ کھانا پینا، اسراف ، فضول خرچی باعث مضرت ہےجس کی قرآن نے ممانعت کی ہے :

''کلوا واشربوا ولاتسرفوا إنہ لایحب المسرفین'' (الاعراف : ۳۱) ۔

(کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو، اللہ پاک بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے)۔

* کسی زہریلی چیز کا استعمال درست نہیں جو انسانی جان ، عضو یا عقل وفکر کو نقصان پہنچائے،خواہ وہ زہریلا جانور ہو، سانپ، بچھو وغیرہیا منجملہ جمادات کے ہو مثلاً زہر وغیرہ ، قرآن کریم میں ہے :

''ولاتقتلوا أنفسکم إن اللہ کان بکم رحیماً'' (النساء : ۲۹)۔

(اپنے آپ کو قتل نہ کرو ،اللہ پاک تم پر بہت مہربان ہیں)۔

''ولاتلقوا بأیدیکم إلی التھلکۃ'' (بقرۃ : ۱۹۵)۔

(اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

حضرت ابوہریرۃؓسے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

''قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا'' (أخرجه البخاري (الفتح۱۰،۲۴۷، ط السلفية)، مسند الامام أحمد بن حنبل ۴۷۸،۲، حدیث نمبر: ۱۰۱۹۸)۔

(جو شخص زہر کھا کر جان دے تو جہنم میں مسلسل اسی تکلیف میں مبتلا رکھا جائے گا)۔

البتہ مالکیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہ چیزیں صرف ان اشخاص کے لئے ممنوع ہیں جن کے لئے یہ مضر ہوں ،اگر کسی کے لئے بطور علاج تجویز کیا جائے اور

اس کے لئے مفید ہو تو بقدر ضرورت ان کے استعمال میں مضائقہ نہیں ، (الشرح الصغیر ١٨٣،٢، طبعة دار المعارف ، مطالب أولي النهى ٣٠٩،٦)۔

*ایسی چیز کا استعمال جو گو زہریلی نہ ہو لیکن انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہو،مثلاً کیچڑ ،مٹی اور کوئلہ وغیرہ پاک ہونے کے باوجود انسان کے لئے ان کا کھانا سخت نقصان دہ اور حرام ہے ،شافعیہ مٹی کی حرمت کے قائل ہیں ،مالکیہ کے یہاں حرمت وکراہت دونوں طرح کے قول ہینلیکن فتویٰ حرمت پر ہے ،حنابلہ کے یہاں کراہت کی تعبیر آئی ہے لیکن صاحب مطالب اولی النہیٰ نے کراہت کی علت ضرر تحریر کی ہے اور ضرر کو سبب حرمت قرار دیا ہے (مطالب أولي النهى٣٠٩،٦)۔

* اس ضمن میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن کا نقصان دہ ہونا تجربہ اور معتبر ماہرین کے ذریعہ ثابت ہوجائے، اور اکثر حالات میں وہ نقصان دہ ہو ،اگر کسی کو اتفاقی طور پر کسی شے سے نقصان پہنچ جائے،لیکن عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ ہوتا ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا،کیونکہ حکم شرعی کا مدار نادر پرنہیں ہے۔

اسباب مضرت .—مفہوم اور معیار :

*یہاں ایک اہم بحث یہ ہے کہ بعض چیزیں براہ راست ضرر رساں نہیں ہوتیں لیکن مضرت کا سبب بنتی ہیں، ایسی چیزوں کے بارے میں شریعت کاحکم کیا ہے ؟ اس میں بہت سے مدارج ومراتب ہیں اور اسی بنیاد پر فقہی جزئیات میں بظاہر کافی اضطراب پایا جاتا ہے ،اللہ پاک درجات بلند فرمائیں حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ عثمانی کے ،آپ نے اس ذیل میں فقہی جزئیات کو سامنے رکھ کر مسئلہ کی ایسی اصولی تنقیح فرمائی کہ اس سے مسئلہ بالکل واضح ہوجاتا ہے اور تمام فقہی جزئیات بھی اپنی اپنی جگہ منطبق ہو جاتی ہیں، مفتی صاحبؒ نے اس پوری بحث کو کتابی صورت میں چھاپ دیا تھا،جو بعد میں جواہر الفقہ کا حصہ بن کر شائع ہوئی ،رسالہ کا نام ہے ‘‘تفصیل الکلام فی مسئلۃ الاعانۃ علی الحرام’’ عربی میں مفصل اور اردو میں مختصر ہے ،ہم اس رسالہ کی بنیادی فکر پیش کرتے ہیں:

دراصل اسلام میں جس طرح مجرم گناہ گار ہو تا ہے ،اسی طرح مجرم کی مدد کرنے والا بھی گناہ گار ہے ،یہ مسئلہ خودقرآن میں مصرح ہے :

* فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ(القصص : ١٧)۔

(میں ہرگز مجرموں کی مدد کرنے والا نہیں بنوں گا)۔

اس آیت کی تشریح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب تفسیر میں اس طرح ہے :

‘‘فلا تجعلني عوناً للمشركين لفرعون وقومه’’ (تنوير المقباس من تفسير ابن عباس ٤٠٤،١)۔

(مجھے مشرکین فرعون وغیرہ کا مدد گار نہ بنائیے)۔

ثعالبیؒ نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے :

'' فأنا مُلْتَزِمٌ أَلاَّ أكون مُعِيناً للمجرمين؛ هذا أحسن ما تأول'' (الجواهر الحسان في تفسير القرآن : أبوزيد عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبي ۳ ،۱۴۹)۔

(مجھ پر لازم ہے کہ میں مجرموں کا مددگار نہ بنوں ،یہ اس آیت کا سب سے بہترین مفہوم ہے)۔

*قرآن میں ایک جگہ صریح حکم ہے :

''وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ'' (المائدۃ : ۲)۔

(نیکی اور تقویٰ کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم کی مدد نہ کرو ،اور اللہ سے ڈرو اللہ پاک سخت عذاب دینے والے ہیں)۔

مگر جرم وعصیان کی مدد فی الواقع کس صورت میں متحقق ہوگی ؟یا سببیت کا وہ کون سادرجہ ہے جس کی وجہ سے انسان حقیقتاً مجرم کی صف میں کھڑا مانا جاتا ہے ؟ حضرت مفتی شفیع صاحب نے فقہی جزئیات ونظائر کو سامنے رکھ کر ایک اصولی ضابطہ تحریر فرمایا ہے :

یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں: * تعاون گناہ *اور سبب گناہ ۔

قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ تعاون علی الاثم کی ممانعت آئی ہے ،لیکن کبھی انسان گناہ کا اس طرح سبب بنتا ہے کہ وہ بھی تعاون کے درجے میں آجاتا ہے ،اور قرآنی ممانعت کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے ،اس لئے ضروری ہے کہ ممنوعہ تعاون اور ممنوعہ سببیت کا مصداق متعین ہو :

قرآن کریم میں جس تعاون سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ تعاون ہے جس میں معصیت خود اس شخص کے عمل سے متعلق ہو ،اور اس کا تعین تین شکلوں میں سے کسی ایک شکل میں ہوگا :

(۱) اس نے تعاون کی نیت کی ہو (۲) یا بوقت عمل اس کی صراحت کی ہو ، (۳) یایہ کہ اس عمل کی جہت عرف میں معصیت ہی کے لئے متعین ہو۔

ان میں سے ہر صورت کے لئے فقہی جزئیات موجود ہیں ،تفصیل کی حاجت نہیں ہے،یہی تین صورتیں ہیں جن کو حقیقی طور پر تعاون علی الاثم کہا جا سکتا ہے ، تعاون کی مذکورہ تمام صورتیں حرام ہیں ،ان کے علاوہ اگر کسی صورت سے معصیت متعلق ہوتی ہے تو اس کوتعاون نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ سبب قرار دیا جائے گا ،پھر سبب کا بھی ایک فقہی معیار ہے جس کی بنیاد پر حکم شرعی کی تطبیق کی جائے گی۔

سبب کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ایسا سبب قریب جوخود معصیت کی داعی و محرک ہو ،یہ صورت حقیقی تعاون کی طرح حرام ہے مثلاً غیرمسلم قوموں کے خداؤں اور مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنا حرام ہے، اس لئے کہ یہ خود اپنے خدا اور اپنی مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنے کی دعوت دینا ہے ،اسی لئے قرآن کریم میں اس کی ممانعت آئی ہے :

''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ''(الانعام : ۱۰۸)۔

(تم ان معبودوں کو گالیاں نہ دو جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں کہ یہ بھی جہالت میں آگے بڑھ کر اللہ کو گالیاں دینے لگیں)۔

*یا عورتوں کا بے پردہ باہر نکلنا اور جاہلانہ طورپر اپنے زیب وزینت کا بے جا مظاہرہ کرنا حرام ہے؛ اس لئے کہ یہ بہت سے گناہوں کو دعوت دیتا ہے،قرآن کریم میں ہے:

'' وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى''(الاحزاب : ۳۳)۔

(اور پہلی جاہلیت کی طرح زیب وزینت کا مظاہرہ مت کرو)۔

*عورتوں کو مردوں کے ساتھ نرم گفتاری سے روکا گیا کہ یہ مریضان قلب کے لئے حرص و ہوس کا دروازہ کھولتا ہے ،اس لئے قرآن نے اس سے منع کیا :

''فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا'' (الاحزاب ۲ ۳)۔

(نرم لب ولہجہ میں بات مت کرو کہ دل کا بیمار شخص لالچ کرے اور معروف باتیں کرو)۔

*اس کی ایک بہترین مثال حدیث پاک میں آئی ہے ،حضر ت عبداللہ بن عمر وبن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ -ﷺ- قَالَ: مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ، قَالُوا: يَارَسُولَ اللَّهِ! هَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ ؟ قَالَ: نَعَمْ، يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ (صحیح مسلم ۱،۶۴ حدیث نمبر: ۲۷۳)۔

(کسی آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے ،لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! کیا کوئی آدمی اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا: ہاں !آدمی کسی دوسرے کے باپ یا ماں کو گالی دے گا تو جواب میں وہ اس کے باپ یا ماں کو گالی دے گا)۔

(۲)سبب کی دوسری قسم ہے ایساسبب قریب جو معصیت کی داعی تو نہ ہو لیکن معصیت تک پہنچنے کابراہ راست ذریعہ ہو ،اس صورت میں اگر ممانعت منصوص نہ ہو تو کم ازکم حکم مکروہ تحریمی ہوگا ،اس لئے کہ ذریعۂ معصیت ہونے کی بناپرعلت میں اشتراک موجود ہے،کتب فقہ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں ،ایک مثال پیش ہے :

ومنها:بيع السلاح من أهل الفتنة وفي عساكرهم ؛ لأن بيعه منهم من باب الإعانة على الإثم والعدوان وأنه منهي" (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع : علاء الدين أبو بكر بن مسعود الكاساني

الحنفي ۱۲ ،۱۸۹ ، ـ دار الكتب العلمية، بيروت ،– لبنان، الطبعة الثانية، ۱۴۰۶ھ۱۹۸۶)۔

(اہل فتنہ اور ان کی فوج کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے؛ اس لئے کہ یہ نتیجہ کے اعتبار سے ظلم وگناہ کا تعاون ہے ،جو ممنوع ہے)۔

(۳) تیسری قسم ہے سبب بعیدیعنی جو معصیت کے لئے نہ داعی ومحرک ہو اور نہ معصیت تک پہونچنے کا براہ راست ذریعہ ہو،البتہ کسی عمل جدیدیا درمیانی واسطہ سے گذر کر اس معصیت تک پہنچاجاسکتا ہو ،لیکن ضروری نہیں کہ ہر شخص اسی معصیت کے لئے اس سبب کو اختیار کرے ،مثلاً جنگ کے زمانے میں دشمن کے ہاتھ لوہا کی فروخت ، کہ دشمن اس سے ہتھیار بناسکتا ہے ،یا باجا بنانے والے کے ہاتھ ایسی لکڑی کی فروخت جس سے مزمار بن سکتا ہو؛ جبکہ مزامیر کی بیع مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ لوہا سے ہتھیار ہی اور لکڑی سے مزامیر ہی بنایا جانا ضروری نہیں ہے ،کسی دوسرے مصرف میں بھی ان کا استعمال ہوسکتا ہے ،اس لئے ان کو سبب بعید قرار دیا جائے گا اور ان کو زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہییا خلاف اولیٰ کہا جائے گا۔

‘‘ولا يكره بيع ما يتخذ منه السلاح منهم كالحديد وغيره ؛ لأنه ليس معدا للقتال فلا يتحقق معنى الإعانة، ونظيره بيع الخشب الذي يصلح لاتخاذ المزمار فإنه لا يكره وإن كره بيع المزامير(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۱۲ ،۱۸۹)۔

طہارت ونجاست:

(۲) دوسری اہم وجہ جس کی بنیاد پر کسی شے کا استعمال انسان کے لئے ناجائز ہوجاتا ہے وہ نجاست و گندگی ہے، اسلام ایک پاک مذہب ہے ،یہ انسانوں کے لئے کسی ناپاک چیز کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا ،غذا کی نجاست وخباثت سے انسان کے باطنی اور اخلاقی حالات متاثر ہوتے ہیں ،پھرنجاست کی دوصورتیں ہیں:

(۱)نجس لعینہ : یعنی جو چیزیں بذات خود ناپاک ہیں ،ان کو کسی صورت میں پاک کرنا ممکن نہیں مثلاً خون، قے، مردار اور ناجائز جانوروں کی غلاظتیں وغیرہ۔

(۲)نجس لغیرہ ،یعنی ایسی چیز جوبذات خود تو ناپاک نہ ہو،لیکن کسی ناپاک چیز سے مل جانے کی بناپر ناپاک ہوگئی ہو ،مثلاً پانییا کسی پاک مشروب میں خون مل جائے ،سیال گھی میں چوہا مرجائے ،یا کھانے پینے کی غیر سیال چیزوں میں کوئی نجس چیز سرایت کرجائے ،مثلاً گوشت کو خنزیر کے تیل میں پکا دیا جائے ،وغیرہ (حاشیۃ ابن عابدین۱،۲۲۳، حاشیۃ الدسوقی۱،۵۹ ،روضۃ الطالبین۱، ۳۰ ،کشاف القناع ۱، ۱۸۸)۔

حنابلہ کے نزدیک پھل دار باغات کی سینچائی اگرمسلسل ناپاک پانی سے کی جائے توان کے پھلوں کا استعمال ناجائز ہوجاتا ہےاور ان میں نجاست کے اثرات سرایت کرجاتے ہیں ،یہاں تک کہ ان کو دوبارہ پاک پانی سے اس وقت تک سیراب کیا جائے کہ اس کی نجاست کا اثر ختم ہوجائے ،حالانکہ الانصاف میں ابن عقیلؒ کے حوالہ سے اس کے بالمقابل

اس قول پر جزم واعتماد کا اظہار کیا گیا ہے کہ پھل کا استعمال درست ہے؛ اس لئے کہ استحالہ کی بناپر نجاست کے اثرات معدوم ہوجاتے ہیں(الانصاف ۳۶۸،۱۰، المغني مع الشرح الكبير ۸۲،۱۱)۔

حنفیہ،مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں پھل ناپاک نہیں ہوتے اور ان کا استعمال درست ہے (ابن عابدين۲۱۷،۵، الخرشي۸۸،۱، تحفة المحتاج۱۴۹،۸)۔

مسئلۂ جلالۃ:

نجاست کی بنیاد پر ہی ''جلالۃ '' کا مسئلہ فقہاء کے یہاں زیر بحث آیا ہے ،احادیث میں بھی اس کی ممانعت اسی بنیاد پر آئی ہے،جلالہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو گندگی کھاتا ہو مثلاً مرغی اور بطخ وغیرہ،کبھی اونٹ وغیرہ بھی اس لت میں مبتلا ہوجاتے ہیں،سب کا حکم ایک ہی ہے (نیل الاوطار ۸، ۱۲۸)۔

متعدد روایات میں جلالہ جانور کا گوشت یا دودھ کھانے یا اس پر سواری کرنے سے منع کیا گیا ہے،جو بہت سے طرق سے منقول ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں،مثلاً :

عن ابن عمر قال :نهى رسول الله ﷺ عن أكل الجلالة وألبانها قال وفي الباب عن عبد الله بن عباس قال أبو عيسى هذا حديث حسن غريب وروى الثوري عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن النبي ﷺ مرسلاوعن ابن عباس: أن النبي ﷺ نهى عن المجثمة ولبن الجلالة وعن الشرب من في السقاء قال محمد بن بشار وحدثنا ابن أبي عدي عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن عكرمة عن ابن عباس عن النبي ﷺ نحوه قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح (سنن الترمذي ، ۴ ،۲۶۹، حديث نمبر : ۱۸۲۳، سنن أبي داؤد: أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني ۳ ، ۴۱۳،حديث نمبر : ۳۷۸۹ ، الناشر : دار الكتاب العربي - بيروت)۔

(رسول اللہ ﷺ نے جلالہ کا گوشت اور دودھ کھانے سے منع فرمایا ہے)۔

یہ روایات اس پایہ کی نہیں ہیں کہ ان سے حرمت قطعیہ ثابت ہوسکے ،چنانچہ فقہاء کے درمیان جلالہ کے حکم میں اختلاف ہے، جمہور فقہاء (حنفیہ،شافعیہ اور ایک قول کےمطابق امام احمد ابن حنبل) کی رائے یہ ہے کہ اگر جلالہ کے گوشت اور پسینہ میں گندگی کے آثار ظاہر ہو چکے ہوں تو اس کا گوشت اور دودھ استعمال کرنا اور اس پر سواری کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر بدبو نہ آتی ہو تو کوئی کراہت نہیں ہے ،اس لئے کہ کراہت کی بنیاد گندگی کے کھانے پر نہیں بلکہ گوشت اور دودھ میں تغیر پر ہے (المغني۵۹۳،۸، قليوبي ۲۶۱،۴، روض الطالب ۵۶۸،۱، ابن عابدين ۱۴۹،۱، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۱۱۱،۱۱)۔

شافعیہ کا ایک قول اور حضرت امام احمد بن حنبل ؒ سے ایک روایتیہ ہے کہ جلالہ

کا گوشت اور دودھ حرام ہے (۱الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الامام أحمد بن حنبل : علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان المرداوي الدمشقي الصالحي ۱۰ ،۲۷۵ ،الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت ـ لبنان، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ، الشرح الكبير: ابن قدامة المقدسي ، عبد الرحمن بن محمد ۱۱ ،۹۰).

البتہ اگر گوشت میں بدبو نہ ہوتو حنابلہ اور شافعیہ دونوں کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں،گو کہ اس کی اکثر خوراک گندگی پر مشتمل ہو (أسنى المطالب۱،۵۶۸، المغنی۸،۵۹۳).

مالکیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جلالہ میں کوئی کراہت نہیں ہے گو کہ اس میں بدبو پیدا ہوچکی ہو (شرح الزرقاني ۳،۲۶، التاج والاكليل لمختصر خليل : محمد بن يوسف بن أبي القاسم العبدري أبو عبد الله۳ ، ۲۹۹ ،الناشر: دار الفكر ،بيروت).

بعض حضرات نے جلالہ کا مصداق اس جانور کو قرار دیا ہے جس کی اکثر خوراک نجاست ہو ،لیکن فقہاء کی آراء کے مطالعہ سے صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اعتبار مدت کا نہیں گندگی کے آثار کا ہے ،جب تک گندگی کے آثارظاہر نہ ہوں حکم شرعی عائد نہ ہوگا (المجموع ۹ ،۲۸ وغیرہ) .

طریقۂ تطہیر :

پھر قدرتی طور پر یہ بحث پیداہوئی کہ جلالہ جانور کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جائز خوراک چارہ وغیرہیا کسی اور طریقہ سے بدبو ختم ہوجائے تو کراہت باقی نہ رہے گی،البتہ یہ مدت حبس کتنے دن ہوگی اس میں فقہا ء میں تھوڑا سااختلاف ہے :

حنفیہ کےیہاں اس کی تفصیلیہ ہے: مرغ کے لئے مدت حبس تین دن ،بکری کے لئے چار دن اور اونٹ اور گائے کے لئے دس دن ہے (ابن عابدين۱،۱۴۹).

شافعیہ کے یہاں اس کی تفصیلیوں ہے: مرغ کو تینیوم ،بکری کو سات یوم،گائے کو تیسیوم،اور اونٹ کو چالیسیوم حبس کیا جائے گا (قليوبي۴،۲۶۱).

امام احمد بن حنبل سے دوروایات ہیں: ایک روایتیہ ہےکہ کسی بھی جلالہ کے لئے مدت حبس تین دن کافی ہے،دوسری روایتیہ ہے کہ اونٹ اور گائے کے لئے مدت حبس چالیسیوم ہے (المغني۸،۵۹۴).

جلالہ کا جوٹھا بھی مکروہ ہے،یہ تصریح حنفیہ کے یہاں ملتی ہے (ابن عابدين ۱،۱۴۹).

اسی طرح جلالہ اگرنجاست کے علاوہ کچھ نہ کھاتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے،یہ صراحت بھی حنفیہ کے یہاں ملتی ہے (ابن عابدين۵،۲۰۷).

جلالہ کے ضمن میں فقہاء نے جو بحثیں کی ہیں ان سے نجاست کے استعمال کے

نتائج اور طریقۂ تطہیر پر کافی روشنی پڑتی ہے اور دیگر مواقع پر ان سے بآسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے ۔

سکر ونشہ :

(۳) تیسرا اہم عنصر جو کسی چیز کی حرمت پر اثر انداز ہوتا ہے وہ ہے سکر ونشہ،نشہ کسی چیز کے استعمال سے پیدا ہونے والی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس سے انسان کی عقل وقتی طورپر متأثر ہوجائےاور معمول کی کیفیت سے نکل جائے، اسلام میں نشہ کیسخت ممانعت ہے ،قرآن کریم نے اس کو گندگی اور شیطانی عمل قرار دیا ہے :

*إنماالخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون (المائدة : ۹۰)۔

(کوئی شک نہیں کہ شراب ،جوا ،بت اور پانسےشیطان کے گندے کام ہیں ، ان سے بچو اسی میں تمہاری کامیابی ہے)۔

خمر اصطلاح میں انگوری شراب کو کہتے ہیں ،لیکن اس کے حکم میں وہ تمام شرابیں داخل ہیں،جونشہ پیداکرے، شراب میں جمہور علماء کی رائے میں نشہ اور گندگی دونوں چیزیں ہوتی ہیں،اس لئے کہ قرآن نے اس کو ‘‘رجس ’’ سے تعبیر کیا ہے (حاشیۃ ابن عابدین۵ ،۲۸۹، المجموع ۲ ،۵۴۶ ،المغنی۸، ۳۱۸)۔

احادیث میں بھی بکثرت اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے ،حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے :

* عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -ﷺ- قَالَ :كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ’’ (صحیح مسلم ۶ ،۱۰۰، حدیث نمبر : ۵۳۳۷)۔

(ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے)۔

* حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

‘‘كل شراب أسكر فهو حرام’’ (صحيح البخاري ۱ ،۹۵، حدیث نمبر : ۲۳۹)۔

(جو شراب نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے)۔

* حضرت عمرابن الخطابؓ ارشاد فرماتے ہیں :

‘‘والخمر ما خامر العقل’’ (صحیح بخاری۴،۱۶۸۸)۔

(شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے)۔

ان نصوص سے نشہ کے تعلق سے اسلام کا تصور واشگاف ہوتا ہےکہ ہرنشہ آورچیز ناجائز اور حرام ہے ،البتہ نشہ کے تفاوت سے حکم کی شدت میں فرق آئے گا جو کتب فقہ کی معروف بحث ہے ۔

نشہ آور اشیاء کا نہ خود استعمال کرنادرست ہے اور نہ اس کی خریدوفروخت اور

اس کے فروغ میں کسی قسم کی مدد دینا جائز ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -ﷺ- : ''لَعَنَ اللَّهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ '' (سنن أبي داود ۳ ،۳۶۶ ، حدیث نمبر : ۳۶۷۶)۔

(رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک کی لعنت ہو شراب کے پینے والے پر،پلانے والے پر ،بیچنے والے پر ،خریدنے والے پر ،نچوڑنے والے پر، نچوڑنے کا کام کرانے والے پر،اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے پاس اٹھا کر لیجایا جائے اس پر)۔

البتہ شراب اگر سرکہ بن جائے تو اس کا استعمال درست ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے؛ البتہ بالارادہ شراب کو سرکہ بنانے کا عمل گناہ ہے ،لیکن اس عمل سے جو شراب سرکہ بن گئی وہ تبدل ماہیت کی بناپر حلال ہے ،شافعیہ کے یہاں بالارادہ شراب سے تیار شدہ سرکہ جائز نہیں ہے۔

هذا إِذَا تَخَلَّلَتْ بِنَفْسِهَا فأماإذا خَلَّلَهَاصَاحِبُهَا بِعِلَاجٍ من خَلٍّ أو مِلْحٍ أو غَيْرِهِمَا فَالتَّخْلِيلُ جَائِزٌ وَالْخَلُّ حَلَالٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لَا يَجُوزُ التَّخْلِيلُ وَلَا يَحِلُّ الْخَلُّ'' (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۵ ،۱۱۴)۔

(یہ حکم اس وقت ہے جب کہ شراب خود بخود سرکہ بن جائے ،لیکن اگر کوئی شراب والا کسی تدبیر سے مثلاً سرکہ یا نمک وغیرہ ملاکر اس کو سرکہ بنائے تو حنفیہ کے نزدیک سرکہ بنا نا جائز ہے اور اس سے حاصل شدہ سرکہ بھی حلال ہے، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک سرکہ بنانا جائز نہیں اور وہ سرکہ بھی حلال نہیں ہے)۔

قابل نفرت چیزیں:

(۴) کسی چیز کی حرمت میں قابل نفرت ہونا بھی کبھی مؤثر بنتا ہے ،یعنی ایسی چیز جس سے طبع سلیم گھن محسوس کرے،کھانے پینے میں اس کا استعمال درست نہیں؛ اگرچیکہ وہ فی الواقع پاک ہوں ،حنفیہ کے نقطۂ نظر سے اس کی مثال بدبودار گوشت ہے ،بدبودار گوشت کی حرمت ان کے نزدیک نجاست کی بناپر نہیں بلکہ امکان ضرر کی بناپر ہے ،اسی طرح بدبو دار کھانا بھی حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے ،حنفیہ نے قا بل نفرت کی اصطلاح تو استعمال نہیں کی ہے ، بلکہ ضرر کی اصطلاح استعمال کی ہے ،لیکن بدبو دار ہونے کے ضمن میں قابل نفرت کا مفہوم بھی نکلتا ہے ۔

* (يحرم أكل لحم أنتن) عزاه في التاترخانية إلى مشكل الآثار للطحاوي قال ح أي لأنه يضر لا لأنه نجس وأما نحو اللبن المنتن فلا يضر ذكره الشرنبلالي في شرح الوهبانية ا هـ .... لكن في الحموي عن النهاية أن الاستحالة إلى فساد لا توجب النجاسة لا محالة ۔ (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار: ابن عابدين ۱،۳۴۹، الناشر: دار الفكر للطباعة

والنشر، بیروت،۱۴۲۱ھ۲۰۰۰ء)۔

(بدبودار گوشت کھانا حرام ہے،فتاویٰ تاتارخانیہ میں اس قول کی نسبت امام طحاوی کی مشکل الآثار کی طرف کی گئی ہے،اور یہ حرمت ضرر کی بناپر ہے نہ کہ نجاست کی بناپر،اس کے برخلاف بدبو دار دودھ نقصان دہ نہیں ہے .... حموی میں النہایۃ کے حوالہ سے یہ بات کہی گئیہے کہ کسی چیز کا خراب ہوجانا اس کی نجاست ہی کو ہرحال میں ثابت نہیں کرتا)۔

* يتغير لحمها وينتن فيكره أكله كالطعام المنتن (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۱۱۲،۱۱)۔

(جلالہ کے گوشت میں تغیر اور بدبو پیدا ہو جائے تو اس کا کھا نا مکروہ ہے جیسے کہ بدبو دار کھا نا کھا نا مکروہ ہے)۔

* ولا يلزم من حرمته نجاسته كالسم القاتل فإنه حرام مع أنه طاهر (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار: ابن عابدين ۶، ۴۵۵ ،الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر ۱۴۲۱ھ۲۰۰۰ء)۔

(کسی چیز کی حرمت سے اس کی نجاست لازم نہیں آتی جیسے کہ زہر قاتل پاک ہے پھر بھی حرام ہے)۔

*البتہ شافعیہ کے یہاں باقاعدہ قابل نفرت کی اصطلاح ملتی ہے،اس کی مثال ہے انسان کا لعاب دہن،ناک کا پانی،اور پسینہ وغیرہ کہ فی الواقع پاک ہونے کے باوجودان چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے، ان کی بہت سی کتابوں مینیہ مضمون آیا ہے:

وقوله ولا لاستقذارها خرج به نحو المخاط فإنه طاهر أيضا وحرمة تناوله لا لنجاسته بل لاستقذاره (حاشية إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين لشرح قرة العين بمهمات الدين: أبو بكر ابن السيد محمد شطا الدمياطي ۸۲،۱،الناشر: دارالفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت،أسنى المطالب في شرح روض الطالب: شيخ الاسلام / زكريا الأنصاري ۹،۱ ، دار النشر : دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۲۲ھ۲۰۰۰ء، الطبعة الأولى ،تحقيق : ڈاکٹر محمد محمد تامر،نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج : شمس الدين محمد بن أبي العباس أحمد بن حمزة شهاب الدين الرملي۲۶۱،۲)۔

(''استقذارها'' کی قید سے ناک کا پانی وغیرہ نکل گیا، اس لئے کہ یہ پاک ہیں اور ان کے استعمال کی حرمت نجاست کی بناپر نہیں بلکہ تنفر طبع کی بناپر ہے)۔

*حنابلہ کے یہاں بھییہ تصور موجود ہے، انہوں نے اس کی مثال میں جوں،پسو اور جانوروں کی لید وغیرہ کو پیش کیا ہے (مطالب اولی النہیٰ۶، ۳۰۹)۔

ملکیت غیر:

(۵) حرمت کے اسباب میں پانچواں اہم سبب یہ ہے کہ جس چیز سے کسی دوسرے

شخص کی ملک متعلق ہو جائے اس کا استعمال متعلقہ شخص کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے،قرآن کریم میں ہے :

یٰایہا الذین آمنوا لاتأکلوا أمولکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم (النساء: ۲۹)۔

(اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال باطل طریق پر نہ کھاؤ ،مگر باہم رضامندی سے تجارت کے طریق پر ہو)۔

اس طرح مال مسروق ،مال مغصوب ،اور قمار ،ربا یا کسی ناجائز طریق سے حاصل شدہ مال کا استعمال کرنا یا دوسرے کے ہاتھ اس کی خرید وفروخت وغیرہ بالکل حرام ہے ،قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ ان کی ممانعت وارد ہوئی ہے ،البتہ جن شکلوں میں خود شارع نے اجازت دی ہو تو حسب اجازت دوسرے کا مال استعمال کرنےکی اجازت ہوگی، مثلاً نگران وقف کو مال وقف سے بقدر ضرورت اپنے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے، اسی طرح ولی اپنے زیر ولایت شخص کے مال سے یا مضطر مال غیر سے بقدر ضرورت استفادہ کرسکتا ہے، اس کی شریعت نے اجازت دی ہے ،لیکن مالک یاشارع کی اجازت کے بغیر کسی کے مال کا استعمال درست نہیں ہے ،جیساکہ شریعت میں معروف ہے ۔

نئی غذائی شکلیں اصول بالا کے تنا ظر میں :

یہ وہ اصولی اقدار اور بنیادی کلیات ہیں جن کی بنیاد پر کسی بھی دور کی نئی غذائی شکلوں کا حکم دریافت کیا جاسکتا ہے، مثلاً سوالنامہ میں جو صورتیں دی گئی ہیں ،مذکورہ بالا اصولوں سے ان کا حکم بھی بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے ،سوالنامہ میں غذائی پیداوار میں اضافہ ،دودھ دینے والے جانوروں کے دودھ میں اضافہ ،قبل ازوقت پھلوں کو پکانے یا غذائی تحفظ وغیرہ کے تعلق سے پانچ سوالات اٹھائے گئے ہیں جو موجودہ غذائی نظام میں بکثرت رائج ہیں ،ان میں سے کوئی صورت راست ضرر کی نہیں ہیں اور نہ ان کو حقیقی طور پر تعاون علی العدوان کہا جاسکتا ہے ،اس لئے کہ سوال میں مذکور تمام تدابیر بظاہر نیک اغراض کے تحت انجام دی جاتی ہیں اور طریقۂ کار میں بھی بظاہر کسی کا ضرر پیش نظر نہیں ہوتا ،جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں وہ عمل سے نہیں رد عمل سے تعلق رکھتے ہیں ،جیساکہ علاج کے باب میں بہت سی انگریزی دواؤں کا سائڈ ایفیکٹ ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ سائڈ ایفیکٹ اختیار اور عمل سے نہیں بلکہ رد عمل سے بے اختیار طورپر ظہور پذیر ہوتا ہے ،اور حکم شرعی کوکسی غیراختیاری رد عمل سے متعلق تو نہیں کیا جاسکتا،لایکلف اللہ نفساً إلا وسعہا، یہ تمام صورتیں زیادہ سے زیادہ اسباب مضرت کی ہیں اوراسباب قریبہ نہیں بلکہ اسباب بعیدہ ہیں، اس لئے کہ انسانی عمل کے فوری بعدنقصانات کا ظہور نہیں ہوتا بلکہ درمیان میں کئی واسطوں کے بعد ان کا ظہور

ہوتا ہے ،اس لئے اگر ان اعمال سے واقعی نقصانات ظاہر ہوتے ہیں جیساکہ سوالنامہ میں پیش کیا گیا ہے اور معتبراور ماہر اطباء کی ایک جماعت نے ان کی توثیق کی ہو (محض بعض اطبا ء کاکسی بات کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہے جب تک کہ دیگر معتبر طبی ذرائع سے اس کی توثیق نہیں ہوجاتی)تو ان کو زیادہ سے زیادہ اسباب بعیدہ کے زمرہ میں داخل کیا جائے گااورکراہت تنزیہی کا حکم ان پر عائد ہوگا۔

*علاوہ ازیں جس طرح انسان کے جسمانی تحفظ اور بقائے صحت کے لئے غذا کے ساتھ دواؤں کی ضرورت پڑتی ہے ،اور اسی ضرورت کی بناپر بعض حرام یازہریلے مادوں سے بھی علاج کی فقہاء نے اجازت دی ہے ،جو کتب فقہ میں معروف ہے (دیکھئے : حاشية ابن عابدين۴،۱۱۳، ۱۱۵، حاشية الدسوقي۴،۳۵۳، ۳۵۴، الفواكه الدواني۲،۴۴۱، حواشي الشرواني وابن القاسم على التحفة۹،۱۷۰، قليوبي وعميرة۳،۲۰۳، كشاف القناع ۲،۷۶، ۶،۱۱۶، ۲۰۰، الانصاف۲،۴۶۴،۴۶۳، الفروع۲،۱۶۵ وما بعدها)۔

اسی طرح انسانی غذاؤں کے تحفظ واستحکام کے لئے تدبیر اور طریقۂ علاج کی ضرورت ہوتی ہے ،غذاؤں کے پیداواری نظام میں جو تدابیر بھی کی جارہی ہیں وہ اس کے تحفظ ،ترقی اور بقا کے نام پر ،کہ ایسا نہ کیا جائے گا تو پیداواری نظام حد سے زیادہ کمزور ہوجائے گا ،اشیاءکا تحفظ نہ ہوپائے گا ،دور دراز لوگوں تک غذائی چیزیں نہ پہنچ پائینگی وغیرہ، تو جس طرح انسانی علاج سے ہونے والے ضمنی نقصانات قابل تحمل ہیں، اسی طرح غذائی نظام کے تحفظ سے ہونے والے ضمنی نقصانات گوارا کئے جائیں گے۔

البتہ اس سے ان صورتوں کا استثنا ہوگا جن میں واقعی کسی تحفظ وعلاج کی ضرورت سے نہیں بلکہ محض پیداواری بھوک اور تجارتی ہوس کے تحت غذائی اشیاء کے ساتھ تکنیکی عمل کیا جائے، تو اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی ،مگر چونکہ ان کا تعلق براہ راست عمل سے نہیں ہے اس لئے ان کو ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا،بلکہ مکروہ کہا جائے گا، اور اگر مضرت اجتماعی ہو تو مکروہ تحریمی ورنہ مکروہ تنزیہی قراردیا جائے گا ، ذیل میں ان صورتوں کا ہم الگ الگ ذکر کرتے ہیں، جن سے سوالنامہ میں تعرض کیا گیا ہے۔

سوالنامہ کے مختصر جوابات

۱۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک طریقۂ علاج ہے جس کی بضرورت اجازت دی جائے گی ، نقصانات کے لئے ان کی حیثیت زیادہ سے زیادہ سبب بعید کی ہے ،اس لئے اس پر مکروہ تنزیہی کا حکم عائد کیا جائے گا، اور اگر واقعی ضرورت کے لئے نہ ہو تو اخلاقی طور پر اس کی حوصلہ شکنی کی جائے گی، البتہ اجتماعی نقصانات کی صورت میں حکومت اس پر پابندی عائد کرسکتی ہے، جو طبی مفادات کے تحت اس کا حق ہے ۔

۲۔ یہ بھی ایک طریقۂ علاج ہی ہےاور سبب بعید ہی کی صورت ہے ،البتہ انجکشن

اگر سیدھے پھل میں دیا جائے تو اس کے اثرات نسبتاً زیادہ قریبی طور پر کھانے والے تک پہونچیں گے ،اس لئے اس کو سداً للباب سبب بعید سے اوپر سبب قریب موصل الی الشر کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا اور مکروہ تحریمی قرار دیا جائےگا ۔

۳۔ اگر یہ صرف چند اطباء کا خیال نہ ہو بلکہ دیگر معتبر اور ماہر اطباء بھی اس کی تائید کرتے ہوں ،نیزیہ محض قیاس سے نہیں بلکہ عملی تجربوں سے ثابت ہو ،تو نقصان کی شدت کے لحاظ سے ان پر حکم لگایا جائے گا ،اگر دودھ میں سمیت کے اثرات پیدا ہوچکے ہوں اور میڈیکل جانچ سے اس کی تصدیق ہوتی ہو تو اس کو ناجائز قرار دیا جائے گا ،لیکن اگر دودھ میں سمیت پیدا نہ ہوئی ہو بلکہ اس سے بتدریج نقصانات رونماہوتے ہوں تو یہ مکروہ تنزیہی قرار پائے گا۔

۴۔الف: اگر یہ خیال درست ہو کہ جانوروں کی خوراک میں خنزیر کی چربی شامل کی جاتی ہے ،معتبر اور محقق ذرائع سے ثابت ہو ،محض افواہ نہ ہو (جیساکہ سوال کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے)نیز کیمیکل تحلیل کے بعدبھی اس ناپاک جز کا وجود فنا نہ ہوا ہو تو وہ خوراک ناجائز ہے، اور محض گوشت کے اضافہ کے لئے کسی حلال جانور کو وہ خوراک دینا درست نہیں ہے، البتہ اگر کسی حیوانی ناجائز عنصر کا شامل کیا جانا معتبر ذرائع سے ثابت نہ ہو ،یا کیمیکل تجزیہ کے بعد اس کا اپناوجود فنا ہوچکا ہو تو قلب ماہیت کی بناپر اس خوراک کو ناجائز نہیں کہا جائے گا ،اور حلال جانوروں کو وہ خوراک دینا درست ہوگا، علاج کے نقطۂ نظر سے حلال جانور کو ناجائز خوراک دینا بھی درست ہے۔

ب: کسی حلال جانور کو ناجائز غذا کھلانے سےگوشت میں کوئی حرمت یا کراہت پیدا نہیں ہوتی ،جب تک کہ گوشت میں اس کے اثرات نمایاں نہ ہوں، اگر جانور کے گوشت، پسینہ یا دودھ میں ناجائز غذا کے اثرات واقعتاًپیدا ہوجائیناور محسوس ہوں تو جمہور فقہاء (حنفیہ، شافعیہ اور ایک قول کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک ایسے جانور کا گوشت یا دودھ استعمال کرنا مکروہ تنزیہی ہے ، مالکیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے ،تفصیل پیچھے مقالہ میں گذر چکی ہے ۔

۵۔ یہ کوئی نیا سوال نہیں ہے ،اس کا جواب پچھلے جوابات میں گذرچکا ہے ،جس کا حاصل یہ ہے کہ :

* غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال اگر ان کے تحفظ وبقا کی ضرورت سے کیا جائےاور یہ استعمال براہ راست انسانی صحت کو نقصان نہ پہنچائے بلکہ نقصان بالواسطہ طور پر پہنچے ،تو اس استعمال میں مضائقہ نہیں ،اس کا خود خریدنا اور کھانا بھی جائزاور دوسروں کو کھلانا بھی جائز ہے ۔

*البتہ محض تجارتی فوائد اور مادی مقاصد کے تحت مضر صحت اشیاء کا استعمال مکروہ ہے ،بشرطیکہ انسانی صحت کو اس کا نقصان براہ راست نہ پہنچے ، اس صورت

میں ایسی چیزوں کا خودبھی استعمال کرنا درست ہے اور دوسروں کو کرانا بھی، البتہ بچنا بہتر ہے۔

*براہ راست نقصان پہنچنے کی صورت میں اس عمل کو ناجائز قرار دیا جائے گا ،نہ اس کو خود استعمال کرنا درست ہوگا اور نہ دوسروں کو دینا درست ہوگا۔ ھذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مولانا محمد عثمان بستوی•

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إليوم الدين،أما بعد!

مرسلہ سوالات میں سے ایک سوال مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول سے متعلق ہے، یہ سوال پانچ اجزاء پر مشتمل ہے، او ران میں سے چار اجزاء کا تعلق ضرر سے ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضر اشیاء کے بارے میں شریعت مقدسہ کا جو اصول ہے وہ تحریر کردیا جائے۔

دوسرے کی طرف سے پہنچنے والے ضرر محض کی قسمیں:

اس موضوع پر علامہ شاطبیؒ نے اپنی کتاب موافقات فی اصول الشریعہ میں بہت ہی عمدہ بحث کی ہے، ہم اس بحث کی تلخیص نقل کرکے سوالات کے اجزاء کو اس پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ علامہ شاطبی فرماتے ہیں کہ جب نفع حاصل کرنے یا نقصان سے بچنے کے لئے انسان کوئی کام کرے گا تو اس کی کل نفع نقصان کے اعتبار سے آٹھ قسمیں ہوتی ہیں، اس لئے کہ جلب منفعت یا دفع مضرت کے لئے جو کام کیا جائے گا وہ دوحال سے خالی نہیں، نفع حاصل کرنے والا دوسرے کے نقصان کا قصد کرے گا یا نہیں، اگر دوسرے کے نقصان کا قصد نہ کرے تو وہ بھی دوحال سے خالی نہیں، دوسرے کو جو نقصان پہنچے گا، وہ نقصان عام ہوگا یا خاص، اگر بلا قصد کے دوسرے کو نقصان خاص پہنچے تو اس کی بھی دوقسمیں ہیں، اگر نفع حاصل کرنے والا اپنے کام کو ترک کردے تو اس کو نقصان ہوگا یا نہیں ، اگر اس کو نقصان نہ ہوتو اس کی تین قسمیں ہیں، اس لئے کہ دوسرے کو نقصان پہنچانا یا تو قطعی ہوگا یا نادر ہوگا یا اکثری ہوگا، اگر دوسرے کو نقصان پہنچنا اکثر ی ہو تو اس کی دوقسمیں ہیں ، دوسرے کے نقصان پہنچنے کا ظن غالب ہوگا یا ظن غالب نہیں بلکہ محتمل ہوگا، ان آٹھ قسموں کو نقشے کی مدد سے بھی سمجھنا آسان ہے (الموافقات للشاطبی ۳۴۸/۲)۔

دوسرے کی طرف سے پہنچنے والے نقصان کی اقسام مع احکام:

(۱) پہلی قسم کا حکم: جب کسی نفع حاصل کرنے والے یا نقصان سے بچنے والے کے عمل سے دوسرے کا کوئی نقصان نہ ہوتو شرعاً اس کا جائز ومباح ہونا ظاہر ہے۔

• مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی، جونپور۔

حاصل یہ کہ پہلی قسم جائز ہے۔

‘‘فباق على أصله من الإذن ولا إشكال فيه ولا حاجة إلى الاستدلال عليه لثبوت الدليل على الإذن ابتداء’’ (الموافقات للشاطبی۲،۳۴۹)۔

(۲) دوسری قسم کا حکم: دوسرے کا نقصان ہو اور نقصان کا قصد بھی ہو، تو اگر اس کا متبادل موجود ہو تو اس کا کرنا حرام اور اگر متبادل موجود نہ ہوتو قصد اضرار کی وجہ سے گناہ ہوگا، لیکن وہ کام شرعاً جائز ودرست ہوگا۔

‘‘أما نوع الثانی فلا إشكال فی منع القصد إلى الإضرار من حيث هو إضرار لثبوت الدليل على أن لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام۔۔۔ وہو إما أن يكون إذا رفع ذلک العمل وانتقل إلى وجه آخر فی استجلاب تلک المصلحة أو درء تلک المفسدة حصل له ما أراد أولا، فإن كان كذلک فلا إشكال فی منعه منه لأنه لم يقصد ذلک الوجه إلا لأجل الإضرار ، وإن لم يكن محيص عن تلک الجهة التیيستضر منها الغير فحق الجالب أو الدافع مقدم وہو ممنوع من قصد الإضرار ولا يقال إن ہذا تكليف بما لا يطاق فإنه إنما كلف بنفی قصد الإضرار’’ (الموافقات للشاطبی ،۳۴۹)۔

(۳) تیسری قسم کا حکم: یعنی دوسرے کو ضرر عام ہو، اگر نفع حاصل کرنے والے کا تر ک کرنے کی صورت میں ایسا ضرر ہو کہ جس کی تلافی ناممکن ہو تو پھر ایسی صورت میں وہ مجبور ہے اور اس کے لئے وہ کام کرنا جائز ہے، لیکن اگر اس کو پہنچنے والے ضرر کی تلافی ممکن ہو تو ایسا فعل جس سے دوسرے کا ضرر عام ہو جائز نہیں۔

‘‘وأما الثالث فلا يخلو أن يلزمه من منعه الإضرار به بحيث لا ينجبر أولاً فإن لزم قدم حقه على الإطلاق كمسألة الترس التی فرضها الأصوليون فيما إذا تترس الكفار بمسلم، فاعتبار الضرر العام أولى فيمنع الجالب أو الدافع مما ہم به لأن المصالح العامة مقدم على المصالح الخاصة بدليل النہی عن بيع الحاضر للبادی وعن تلقی السلع’’ (الموافقات للشاطبی ،۳۴۹۔۳۵۰)۔

(۴) چوتھی صورت کا حکم:یعنی دوسرے کا ضرر خاص ہو اور کام کرنے والے کا بھی ترک کی صورت میں نقصان ہو، تو اس صورت کا حکم تر ک کرنے والے کے نقصان کے اعتبار سے مختلف ہے:(۱) اگر ایسا نقصان ہو جس میں اس کو خود ہلاکت کا خطرہ ہو تو ترک کرنا شرعاً جائز نہیں، (۲) اور اگر ترک کرنے والے کی ہلاکت کا خطرہ نہیں ہے تو اس کے لئے وہ کام کرنا جائز ہے، کیونکہ شریعت نے انسان کودوسرے کے نفع ونقصان سے قطع نظر اپنے حصول نفع اور دفع ضرر کا اختیار دیا ہے، اب اگر اس کے ذریعہ دوسرے کے ضرر کا قصد نہ ہو تو اپنے نفع اور دفع نقصان کے لئے ہر کام کرنا جائز ہے دوسرے کے نقصان کا اس کو مکلف نہیں بنایا گیا ہے، (۳) البتہ اگر کوئی دوسرے کے لئے خود اپنا نفع ترک کردے یا نقصان کو برداشت کرلے تو یہ ایثار میں داخل ہوکر شرعاً محمود وپسندیدہ عمل ہوگا۔

‘‘لأن جلب المنفعة أو دفع المضرة مقصود للشارع مطلوب، (۱) قد يتعين عليه حق نفسه

فی الضروریات فلا یکون لہ الخیرۃ فی إسقاط حقہ لأنہ من حقہ علی بینۃ ومن حق غیرہ علی ظن أو شک، (۲) لا بأس أن یطرحہ عن نفسہ مع العلم بأن یطرحہ علی غیرہ إذا کان المطروح جوراً بیناً، فقال الحماد لأبی سلیمان إنما علیک أن تکلم فی نفسک فإذا رفعت عنک فلا تبالی علی من وضعت ہنالک إضراران إضرار صاحب الید والملک وإضرار من لا ید لہ ولا ملک والمعلوم من الشریعۃ تقدیم صاحب الید والملک فعلی الإمام أن یدفع إضرارہ بالناس علی وجہ لا یستضر ہو بہ، (۳) الإیثار علی النفس ہو من محامد الأخلاق وزکیات الأعمال ہو ثابت من فعل رسول اللہ ﷺ، فقال لہ عمر ما کلف اللہ ما لا تقدر علیہ فکرہ فقال رجل من الأنصار: أنفق ولا تخف من ذی العرش إقلالاً فتبسم''(کلہا مختصرۃ من الموافقات للشاطبی ۲، ۳۵۰ تا ۳۵۵)۔

(۵) پانچویں قسم کا حکم: اپنے نفع ونقصان کے لئے کام کرنے کی صورت میں دوسرے کا نقصان یقینی ہو اور اس کا علم بھی ہو، اور اس کامتبادل موجود ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کرنے کی صورت میں کوئی نقصان نہ ہو تو یہ قسم بھی شرعاً جائز نہیں اگرچہ اپنی اصل کے اعتبا رسے جائز ہے لیکن دوسرے کے نقصان کے قطعی ہونے اور اس کا متبادل موجو دہونے کی وجہ سے اس کے اوپر لازم ہوگا کہ دوسرے کو نقصان سے بچائے۔

''أما القسم الخامس وہو أن لا یلحق الجالب أو الدافع ضرر ولکن أداؤہ إلی المفسدۃ قطعی عادۃ فلہ نظران، نظر من حیث کونہ قاصداً لما یجوز أن یقصد شرعاً من غیر قصد إضرار بأحد فہذا من ہذہ الجہۃ جائز، ونظر من حیث کونہ عالماً بلزوم مضرۃ الغیر لہذا العمل المقصود مع عدم استضرارہ بترکہ فإنہ من ہذا الوجہ مظنۃ لقصد الإضرار، فلا قصد للشارع فی إیقاعہ من حیثیوقع، وعلی کلا التقدیرین فتوخیہ لذلک الفعل علی ذلک الوجہ مع العلم بالمضرۃ لا بد فیہ من أحد أمرین إما تقصیر فی النظر المأمور بہ وذلک ممنوع وإما قصد إلی نفس الإضرار وہو ممنوع أیضاً'' (الموافقات للشاطبی۲، ۳۵۷۔۳۵۸)۔

(۶) چھٹی قسم کا حکم: جس میں دوسرے کا نقصان نادر ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اپنے نفع ونقصان کے لئے عمل کرنا جائز ہے، کبھی کبھار دوسرے کو پہنچنے والے نقصان کی وجہ سے اس پر حرمت کا حکم عائد نہیں ہوگا، ا س لئے کہ نادر کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے۔

''وأما السادس وہو ما یکون أداؤہ إلی المفسدۃ نادراً فہو علی أصلہ من الإذن لأن المصلحۃ إذا کانت غالبۃ فلا اعتبار بالندور فی انخرامہا، إذ لا توجد فی العادۃ المصلحۃ عریۃ عن المفسدۃ جملۃ، تقصیراً فی النظر، ولا قصد إلی وقوع ضرر، فالعمل إذاً باق علی أصل المشروعیۃ'' (الموافقات للشاطبی ۲، ۳۵۸۔۳۵۹)۔

(۷) ساتویں قسم کا حکم: دوسرے کو نقصان پہنچنا اکثری ہو اور ظن غالب بھی ہو تو ایسا فعل بھی شرعاً جائز نہیں ۔

''وأما السابع وہو ما یکون أداؤہ إلی المفسدۃ ظنیاً فیحتمل الخلاف إما أن الأصل

الإباحۃوالإذن فظاہر وأما أن الضرر والمفسدۃ تلحق ظناً فہل یجری الظن مجری العلم فیمنع من الوجہین المذکورین؟ أم لا لجواز تخلفہما وإن کان التخلف نادراً ولکن اعتبار الظن ہو الأرجح لأمور أن الظن فی أبواب العملیات جار مجری العلم فالظاہر جریانہ ہنا" (الموافقات ۲،۳۶۰-۳۵۹)۔

(۸) آٹھویں قسم کا حکم: دوسرے کے نقصان کا ظن غالب نہ ہوتو ایسی صورت میں تو اگر اس کا متبادل موجود ہو تو احتیاط لازم ہے اور ایسے کام سے پرہیز بھی لازم ہے جو کسی مفسدہ کا سبب بنے، البتہ اگر متبادل موجود نہ ہو تو اپنے مقصد کا حصول جائز ہوگا۔

''وأما الثامن وہو ما یکون أداؤہ إلی المفسدۃ کثیراً لا غالباً ولا نادراً فہو موضع نظر والتباس .... فاعتبرنا الکثرۃ فی الحکم بما ہو علی خلاف الأصل فالأصل عصمۃ الإنسان عن الإضرار بہ وإیلامہ، کما أن الأصل فی مسألتنا الإذن فخرج عن الأصل ہنالک لحکمۃ الزجر وخرج عن الأصل ہنا من الإباحۃ لحکمۃ سد الذریعۃ إلی الممنوع، وأیضاً فإن ہذا القسم مشارک لما قبلہ فی وقوع المفسدۃ بکثرۃ فکما اعتبرت فی المنع ہناک فلتعتبر ہنا کذلک'' (الموافقات للشاطبی۲،۳۶۲-۳۶۱)۔

حاصل:

مذکورہ بالا اقسام واحکام کی علل اور وجوہات میں غور کرنے پر مندرجہ ذیل تین اصولی باتیں نکلتی ہیں:

(۱) مصالح اور مفاسد اسی طرح منافع اورمضار، دونوں عموماً ایک ساتھ پائے جاتے ہیں، مصلحت مفسدہ سے اور نفع ضرر سے خالی کم ہی ہوتا ہے، اس لئے شریعت مطہرہ نے دوسرے کے نفع وضرر سے قطع نظر ہر ایک کو حصول نفع اور دفع مضرت کا حق واختیار دیا ہے، اسی لئے اگر کسی کے فعل سے دوسرے کا ضرر ہو اور فاعل کے لئے کوئی متبادل موجود نہ ہو تو شریعت نے ایسی صورت میں اپنے نفع اور دفع ضرر کی اجازت دی ہے اگرچہ اس کے ضمن میں دوسرے کا ضرر ہو جیسا کہ نمبر دو، نمبر تین، نمبر چار، نمبر پانچ، نمبر چھ کے تحت علامہ شاطبی نے اس کی وضاحت کردی ہے، او راس کے نظائر کتب فقہیہ میں بھی موجود ہیں، ''لا یلزم أحداً أن یولج نفسہ فی ظلم مخافۃ أن یوضع الظلم علی غیرہ'' (الموافقات ۲،۳۵۱)۔

(۲) دوسرے کو بالقصد نقصان پہنچانا شرعا حرام ہے، نقصان پہنچانے کا قصد خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً، حقیقتاً نقصان پہنچانے کی صورت یہ ہے کہ اپنا نفع ونقصان پیش نظر نہ ہو بلکہ صرف دوسرے کا اضرار مقصود ہو یہی اس کا ارادہ اور نیت ہو تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور حکماً نقصان پہنچانے کی صورت یہ ہے کہ اپنے فعل سے دوسرے کو ضرر اور نقصان پہنچنے کا یقین اور ظن غالب ہو اور فاعل کے پاس اس کا مناسب بدل موجود بھی ہو لیکن وہ متبادل کو اختیار نہ کرے بلکہ اپنے نفع یا دفع ضرر کے لئے ایسی صورت اختیار کرے جس میں دوسرے کا بھی ضرر ہو، اسی طرح اپنے فعل

سے دوسرے کا ضرر تو متیقن ہو اور ترک کی صورت میں اپنا کوئی ضررو نقصان نہ ہو تو یہ بھی حکماً اضرار میں داخل ہوگا، لہذا اضرار کی تمام صورتیں خواہ حقیقتاً ہوں یا حکماً سب ناجائز وحرام ہیں، جیسا کہ نمبر دو، نمبر تین کی شق ثانی، اور نمبر پانچ اور نمبر سات وآٹھ کے تحت مذکور علامہ شاطبی کے کلام سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، ''وعلی کلا التقدیرین فتوخیہ لذلک الفعل علی ذلک الوجہ مع العلم بالمضرۃ لابد فیہ من أحد أمرین، إما تقصیر فی النظر المأمور بہ وذلک ممنوع واما قصد الی نفس الاضرار وہو ممنوع أیضاً'' (الموافقات ۲،۳۵۸-۳۵۷)۔

(۳) اگر کسی کے فعل سے ضرر ہو اور فاعل کے سامنے اس کا کوئی متبادل بھی موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں ارباب حکومت وانتظام کی ذمہ داری ہے کہ ہر ایک کو ضرر سے محفوظ رہنے کا راستہ نکالے، فاعل کو متبادل فراہم کرکے دوسرے لوگوں کو ضرر سے محفوظ رکھے تاکہ کسی کا ضرر نہ ہو، جیسا کہ نمبر تین وچار کے تحت علامہ شاطبی کے تفصیلی کلام سے معلوم ہوتا ہے، اگر دفع مضرت کا کوئی متبادل موجود نہ ہو تو فاعل کو بغیر متبادل فراہم کئے روکنے کا حق نہیں ہوگا، البتہ اگر دوسرے کا ضرر بین ہو تو نفع حاصل کرنے والے کو دوسرے کے ضرر بین کی وجہ سے روک دیا جائے گا۔

''إن حق الجالب أو الدافع مقدم وإن استضرہ غیرہ بذلک لأن جلب المنفعۃ أو دفع المضرۃ مطلوب للشارع مقصود'' (الموافقات ۲،۳۵۰)۔

ایسا فعل جس سے دوسرے کا ضرر ہو اس کی ممانعت کی وجہ:

ایسا فعل جس میں دوسرے کا ضرر ونقصان ہو اس کے ممنوع ہونے کی علت ظلم وتعدی اور دھوکہ ہے اور یہ دونوں شرعاً حرام ہیں۔

''لأن الضرر ہو ظلم وغدر والواجب عدم إیقاعہ وإقرار الظالم علی ظلمہ حرام وممنوع أیضاً فیجب إزالتہ'' (شرح المجلہ مادہ نمبر: ۱۹-۱-۲۰،۳۳)۔

اشیاء ماکولہ میں مضر صحت چیزوں کی آمیزش:

اگر مضر صحت چیز اشیاء ماکولہ میں اتنی مقدار میں ملائی جائے جو مہلک نہ ہو تو اگر استعمال کرنے والوں کو اس کی آمیزش کا علم نہ ہو تو ظلم وخداع ہونے کی وجہ سے شرعاً حرام وناجائز ہے، لیکن اگر مضر صحت اشیاء کی آمیزش کا اس قدر عرف ورواج ہو کہ سب کو معلوم ہو تو اتنی مقدار میں آمیزش کرنا جو موجب ہلاکت ونقصان بین نہ ہو تو شرعاً جائز ہے (شامی۷،۴۹۴)۔

مضر صحت اشیاء کے استعمال کے سلسلہ میں تصریحات فقہاء:

(۱) ''أکل الطین مکروہ ہکذا ذکر فی فتاوی أبی اللیث رحمہ اللہ تعالی، وذکر شمس الأئمۃ الحلوانی فی شرح صومہ إذا کان یخاف علی نفسہ أنہ لو أکلہ أورثہ ذلک علۃ أو آفۃ لا یباح لہ التناول وکذلک ہذا فی کل شئ سوی الطین وإن کان یتناول منہ قلیلاً أو کان یفعل ذلک

أحیاناً لا بأس بہ، کذا فی المحیط، وسئل بعض الفقہاء عن أکل الطین البخاری ونحوہ قال لا بأس بذلک ما لم یضر وکراہیۃ أکلہ لاللحرمۃ بل لتہییج الداء وعن ابن المبارک کان ابن أبی لیلییرد الجاریۃ من أکل الطین وسئل أبو القاسم عمن أکل الطین قال لیس ذلک من عمل العقلاء کذا فی الحاوی للفتاوی، والمرأۃ إذا اعتادت أکل الطین تمنع من ذلک إذا کان یوجب نقصانا فی حالہا کذا فی المحیط'' (فتاوی ہندیہ۵،۳۴۱)۔

ہندیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جو چیزیں انسان کے لئے مہلک ہوں یا موجب امراض ہوں ان کو اتنی مقدار میں استعمال کرنا جس سے مرض یا ہلاکت کا ظن غالب ہو جائے تو شرعاً ناجائز وحرام ہے، لیکن کبھی کبھار تھوڑی مقدار استعمال کرنا جس سے مرض وہلاکت کا ظن غالب نہ ہو تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے، لہذا بلا کسی غرض مفید کے مضر چیزوں کے استعمال کی ممانعت ہوگی، خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

(۲) ''قال الماوردی وغیرہ السموم علی أربعۃ أضرب منہا ما یقتل کثیرہ وقلیلہ فأکلہ حرام للتداوی ولغیرہ لقولہ تعالی: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' ومنہا ما یقتل کثیرہ دون قلیلہ فأکل کثیرہ الذییقتل حرام للتداوی وغیرہ والقلیل منہ إن کان مما ینفع فی التداوی جاز أکلہ تداویاً منہا ما یقتل فی الأغلب وقد یجوز أن لا یقتل فحکمہ کما قبلہ ومنہا ما لا یقتل فی الأغلب وقد یجوز أن یقتل فذکرہ الشامی فی مواضع إباحۃ أکلہ وفی مواضع تحریم أکلہ فجعلہ بعض أصحابہ علی حالین فحیث أباح أکلہ فہو إذا کان للتداوی وحیث حرام أکلہ فہو إذا کان غیر منتفع بہ فی التداوی'' (نیل الاوطار ۸،۲۰۴)۔

قاضی شوکانی نے ماوردی کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ زہر کی کل چار قسمیں ہوتی ہیں، (۱) قلیل وکثیر سب مہلک وقاتل ہو، اس کا استعمال کسی حال میں بھی جائز نہیں، (۲) دوسری قسم وہ ہے جس کی کثیر مقدار مہلک ہے اور قلیل مقدار مہلک نہیں، تو اس کی کثیر مقدار حرام اور قلیل مقدار دوا وغیرہ کیلئے جائز ومباح ہے، (۳) تیسری قسم وہ ہے جو اکثر حالتوں میں مہلک ہوتا ہے لیکن کبھی کبھار مہلک نہیں بھی ہوتا ہے تو اس کا بھی حکم وہی ہے جو پہلی قسموں کا ہے یعنی قدر مہلک حرام ہے، (۴) چوتھی قسم وہ ہے جو اکثر اوقات وحالات میں مہلک نہیں ہوتا ہے البتہ بعض حالات اور اوقات میں مہلک ہوجاتا ہے تو علاجاً ودواءً اس کا استعمال جائز ہے اور بغیر دوا اور علاج کے حرام ہے۔

(۳) ''أکل قلیل السقمونیا والبنج مباح للتداوی وما زاد علی ذلک إذا کان یقتل أو یذہب العقل حرام .... وہکذا یقول فی غیرہ من الأشباہ الجامدۃ المضرۃفی العقل أو غیرہ،یحرم تناول القدر المضر منہا دون القلیل النافع، لأن حرمتہا لیست لعینہا بل لضررہا'' (شامی۱۰،۴۰)۔

شامی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں ساتر عقل یا موجب مرض ہوں وہ شرعاً ممنوع ہیں، او رجن چیزوں سے ضرر ومرض نہ ہو وہ شرعاً جائز اور مباح ہے، اس لئے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، حرمت وغیرہ دیگر عوارض کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

(۴) ‘‘وأما المجوزون فحملۃ ما استندوا بہ أمروا ثلاثۃ، الأول: أن شرب الدخان لم یدل دلیل من الأدلۃ الأربعۃ علی حرمتہ وما کان کذلک فہو فی حیز الإباحۃ، الثانی: أن الأصل فی الأشیاء الإباحۃ فیندرج فیہ شرب الدخان ویبقی علیہ أصل الإباحۃ، الثالث: أن الأصل فی المنافع إباحۃ الاستعمال وفی المضار التحریم وشرب الدخان نافع ولو فی الجملۃ فلا یدخل فی الأصل التحریم، والحق فی الاختلاف الأول وہو الإباحۃ ولا سبیل إلی إثبات الحرمۃ بدلیل من الأدلۃ الشرعیۃ’’ (مجموعہ رسائل اللکنوی۲، ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان ،۵۸-۵۷)۔

مولانا عبد الحی صاحب نے اپنے رسالہ ‘‘شرب الدخان ’’ میں اشیاء کی اباحت اور حرمت پر گفتگو کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اشیاء میں بعثت اور شریعت سے پہلے توقف کا حکم تھا اور شریعت کے بعد علماء کے تین اقوال ہیں:

۱- اصل حرمت ہے حلت کے لئے دلیل شریعت کی ضرورت ہے۔

۲- اصل اباحت ہے حرمت کے لئے دلیل شریعت کی ضرورت ہے۔

۳- جو چیزیں مضر ہیں وہ اصلاً حرام ہیں او رجو چیزیں مفید ہیں وہ اصلاً مباح ہیں، اسی تیسری رائے کو مولانا نے راجح اور صحیح قرا ردیا ہے۔

(۵) ‘‘وأما المسکر فحرام تناولہ لقولہ تعالی فیہ:‘‘رجس من عمل الشیطان الخ’’ وأما الضار فلا یحل أکلہ کالسم والمخاط والمنی والتراب والحجر لقولہ تعالی:‘‘ولا تقتلوا أنفسکم’’ ولقولہ تعالی: ‘‘ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ’’ وأکل ہذ ہ الأشیاء تہلکۃ، فوجب ألا تحل، لکن قال المالکیۃ قیل الطین مکروہ، وقیل: حرام ہو الأرجح، ویحل أکل مالا یضرہ کالفواکہ والحبوب لقولہ تعالی: ‘‘قل من حرم زینۃ اللہ التی أخرج لعبادہ والطیبات من الرزق’’ (الفقہ الاسلامی وادلتہ۳، ۵۰۷-۵۰۶)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے فرمایا کہ جتنی بھی مضر چیزیں ہیں وہ شرعاً حرام ہیں، البتہ حضرت امام مالکؒ سے مٹی کھانے کی کراہت کا حکم نقل کیا ہے، اور دوسرا قول حرام ہونے کا بھی ذکر کیا ہے او راسی کو ترجیح دی ہے۔

حلت وحرمت کا ایک ضابطہ:

اصولی اعتبار سے شریعت مقدسہ نے ہر اس چیز کو اپنی اصل کے اعتبارسے مباح اور حلال کیا ہے جس میں انسانی نفع مضمر ہے اور اسی طرح سے ہر اس چیز کو اپنی اصل کے اعتبار سے حرام قرار دیا ہے جس میں ضرر اور نقصان ہو۔

‘‘ثم إن لنا فی أن معرفۃ حرمۃ الأشیاء بإباحتہا وجہا حسناً یرجع إلی الأصول .... والثالث وہو الصحیح أن یکون فیہ تفصیل وہو أن المضار متصفۃ بالحرمۃ بمعنی أن الأصل فیہا حرمۃ وإن المنافع متصفۃ بالإباحۃ لقولہ تعالی: ‘‘وہو الذی خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً’’ فإنہ ذکرہ فی معرض الامتنان ولا یکون الامتنان بالنافع المباح فکأنہ قال ہو الذی خلق لأجل نفعکم جمیع ما فی الأرض من المنافع لتنتفعوا بہا’’ (مجموعہ رسائل لکنوی رسالہ ترویح

الجنان بتشریح حکم شرب الدخان ۲،۱۸-۱۷)۔

خلاصہ بحث:

جن چیزوں میں ضرر محض ہو نفع کا کوئی پہلو نہ ہو تو اتنی مقدار میں کھانا پینا جس سے ضرر ونقصان کا ظن غالب ہو شرعاً حرام و ناجائز ہے، البتہ اتنی مقدار میں کھانا جس سے نقصان نہ ہو جائز تو ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں، لہذا غیر مفید اور اندیشہ ضرر کی وجہ سے ممنوع ہوگا، اور جن چیزوں میں نفع وضرر دونوں کا پہلو ہوتو اس کو نفع کے لئے بقدر ضرورت کھانے کی بلاکراہت اجازت ہے، اور ضرورت سے زائد کراہت سے خالی نہیں ہے، اسی وجہ سے علماء ہند میں سے اکثر حضرات تمباکو وغیرہ کے کثرت استعمال کو صرف مکروہ کہتے ہیں حرام وناجائز نہیں، کیونکہ اس میں دونوں پہلو مانتے ہیں، اور علماء عرب میں سے اکثر تمباکو وغیرہ کے مضر صحت ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام کہتے ہیں۔

مضر صحت کھاد، دوا، انجکشن وغیرہ سے متعلق چند اصولی باتیں:

(۱) دفع مضرت اور جلب منفعت کی صورت میں دوسرے کو پہنچنے والے ضرر ونقصان کے متعلق علامہ شاطبیؒ کی جو تفصیلی بحث ذکر کی گئی اس کا تعلق دوسرے کے ضرر محض سے ہے، جب کسی کے ذریعہ دوسرے کو ضرر محض پہنچے تو اس کی وہی آٹھ قسمیں ہونگی جو مع احکام تفصیل سے ذکر کی گئیں، لیکن اگر دوسرے کو پہنچنے والا صرف ضرر محض نہ ہو، بلک ضرر کے ساتھ نفع بھی پہنچے تو اس کا حکم سابقہ احکام سے الگ ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ جب کسی کو نفع کے ساتھ ضرر بھی پہنچے تو ایسے شخص کو اختیار ہے کہ وہ نفع کے ساتھ ضرر کو بھی برداشت کرے یا وہ نفع وضرر دونوں کو ترک کردے، مثلاً مبیع میں عیب ہو تو بیع کو فسخ کرکے ضرر سے بچنے کا اختیار ہے، اور اگر چاہے تو ضرر پر راضی ہو کر نفع کو حاصل کرے، حاصل یہ کہ جب نفع وضرر دونوں ہوں تو ضرر پہنچانے والا گنہگار اسی صورت میں ہوگا جب دھوکہ دے کر ضرر پہنچائے، کیونکہ دھوکہ دینے کی صورت میں جو ضرر پہنچے گا اس پر وہ راضی نہیں ہے لیکن اگر بغیر دھوکہ کے کوئی ازخود ضرر برداشت کرے تو اس میں دوسرے پر کوئی گناہ نہیں، اس ضابطے کی مثال خیار رؤیت، خیار عیب، حق شفعہ وغیرہ ہیں۔

‘‘لأن الضرر ہو ظلم وغدر والواجب عدم إیقاعہ، وإقرار الظالم علی ظلمہ حرام وممنوع أیضاً فیجب إزالتہ فتجویز خیار التعیین، وخیار الرؤیۃ، وخیار النقد، وخیار الغبن، والتغریر، ورد المبیع بخیار الشرط، والحجر، والشفعۃ وتضمین المال المتلف للمتلف والإجبار علی قسمۃالأموال المشترکۃ إنما ہو بقصد إزالۃ الضرر .... کذا لو وجد فی دار شخص شجرۃ کانت سبباً لأن یستفید منہا الجار کالاستظلال بہا فقطعہا موجب لضرر الجار أیضاً .... (لأن) لا

یجوز للإنسان أن یضر شخصاً آخر فی نفسہ ومالہ لأن الضرر ہو ظلم والظلم ممنوع فی کل دین وجمیع الکتب السماویۃقد منعت الظلم" (شرح المجلہ ۱،۳۳-۳۲)۔

(۲) اگر کسی کے ذریعہ دوسرے کو نفع اور ضرر دونوں ساتھ پہنچے او راس ضرر کو بیان کردیا جائے یا وہ ضرر ایسا ہو کہ دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہو یا اس ضرر پر دلالۃ رضا ہو تو اس صورت میں اس شخص پر جس کی جانب سے نفع کے ساتھ ضرر بھی پہنچا ہے کوئی گناہ نہیں؛ کیونکہ اس نے دھوکہ دے کر کوئی ضرر نہیں پہنچایا ہے بلکہ اس نے از خود ضرر کو اپنی رضا سے برداشت کیا ہے، لہذا دوسرے پر کوئی گناہ نہیں،یعنی اضرار نہیں بلکہ تحمل ضرر ہے۔

''لایحل کتمان العیب فی مبیع أو ثمن لأن الغش حرام إلا فی مسألتین .... وفی البزازیۃ إذا باع سلعۃ مبیعۃ علیہ البیان وإن لم یبین، قال بعض مشائخنا، یفسق وترد شہادتہ، قال الصدر: لا نأخذ بہ وقال فی النہر أی لا نأخذ بکونہ یفسق بمجرد ہذا الخ" (شامی۷،۲۳۰)، ''لا بأس بیع المغشوش إذا بین غشہ أو کان ظاہراً یری، لا بأس بیعہ وإن طحنہ لا یبیع، وقال الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس: لا یبیعہا حتییبین، وکل شئ لا یجوز فإنہ ینبغی أن یقطع ویعاقب صاحبہ إذا أنفقہ وہو یعرفہ، أکرہ للرجل أن یعطی الزیوف والنبہرجۃ والستوقۃ وإن بین ذلک وتجوز بہا عند الأخذ قبل إنفاقہا ضرر علی العوام وما کان ضررا عاماً فہو مکروہ خوفاً من الوقوع فی أیدی المدلسۃ من الجاہل بہ ومن التاجر الذی لا یتحرج'' (شامی۷،۴۹۵-۴۹۴، طحطاوی علی الدرر ۳،۱۳۹)۔

مذکورہ بالا ضابطے کی بنیاد پر بقدر معروف ملاوٹ کو جائز کہا گیا ہے (احسن الفتاوی۸،۹۹)۔

(۳) جس چیز میں نفع اور ضرر دونوں پہلو ہو تو وہ چیز فی نفسہ شرعاً حرام وناجائز نہیں ہوا کرتی ہے، اسی وجہ سے جس چیز کے جائز استعمال کی کوئی صورت ہو اس کی خریدوفروخت اور کاشت وغیرہ سب جائز ہے (انعام الباری۶،۲۰۹، ۶،۲۷۰)۔

(۴) جس چیز میں ضرر عام ہو تو اس کو بند اور ختم کرنے کی کوشش سلطان کی ذمہ داری ہے، اور ضرر عام والی صورت اختیار کرنا کراہت سے خالی نہیں، اگرچہ ضرر کی نوعیت واضح ہو۔

''وقال الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس لا یبیعہا حتییبین وکل شئ لا یجوز فإنہ ینبغی أن یقطع ویعاقب صاحبہ إذا أنفقہ وہو یعرفہ''۔

(قولہ وقال الثانی فی رجل الخ) قال لا بأس أن یشتری بستوقۃ إذا بین وأری للسلطان أن یکسرہا لعلہا تقع فی أیدی من لا یبین وروی بشر فی الإملاء عنہ أکرہ للرجل أن یعطی الزیوف والنبہرجۃ والستوقۃ وإن بین ذلک وتجوز عند الأخذ من قبل أن إنفاقہا ضرر علی العوام، وما کان ضرراً عاماً فہو مکروہ ولیس بمصلحۃ خوفاً من الوقوع فی أیدی المدلسۃ علی الجاہل بہ"

(طحطاوی علی الدر ۱۳۹٫۳، شامی۴۹۵٫۷-۴۹۴)۔

(۵) جس وقت دو محظور ودو ضرر سے کسی ایک میں ابتلاء ناگزیر ولابدی ہوجائے تو ضرر اخف کے ذریعہ اشد کو دفع کیا جائے گا، ''إذا ابتلی ببلیتین فاختر أہونہما، الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف'' (شرح المجلہ المادہ: ۲۹-۲۷، ۱٫۳۷-۳۶)۔

زہریلی کھاد دوا وغیرہ کے استعمال کا حکم:

جن مقامات میں زہریلی کھاد ودوا وغیرہ کا غیر مضر مناسب متبادل موجود نہیں ہے ان مقامات میں اس کا استعمال بلاکراہت جائز ہے؛ البتہ اگر اس کا مناسب متبادل موجود ہو تو اس کا استعمال کراہت سے خالی نہیں، چونکہ زہریلی کھاد ودوا کے استعمال کی صورت میں دوسرے کو ضرر ہوتا ہے اور استعمال نہ کرنے کی صورت میں کسانوں کو ضرر ہوگا؛ اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اس کا غیر مضر متبادل فراہم کرکے ہر ایک کو ضرر سے بچانے کی سنجیدہ کوشش کرے، لیکن جب تک متبادل موجود نہیں اس کا استعمال جائز ہے، جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

دلائل:

(۱) زہریلی ادویہ اور کھاد وغیرہ کی وجہ سے غلہ جات اور پھلوں میں جو زہریلا اثر پیدا ہوتا ہے وہ مہلک اور قاتل نہیں اور جو زہر مہلک نہ ہو ان کو دفع مضرت کے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

''السموم علی أربعۃ أضرب ---- منہا: ما یقتل کثیرہ دون قلیلہ فأکل کثیرہ الذییقتل حرام والقلیل منہ إن کان مما ینفع فی التداوی جاز أکلہ تداویا منہا'' (نیل الاوطار ۲۰۴٫۸)۔

(۲) غلہ جات اور پھل کو استعمال کرنے والوں کو جو ضرر لاحق ہوتا ہے وہ ضرر محض نہیں ہے بلکہ اس میں ضرر کے ساتھ نفع بھی شامل ہے، او رجب نفع اور ضرر دونو نملے ہوئے ہوں تو وہ ضرر اس وقت موجب حرمت ہوگا جب ضرر پہنچنے والے کو بغیر اس کی رضا اور علم کے ضرر پہنچایا جائے؛ کیونکہ اس مینظلم اور خداع دونوں پایا جائے گا، لیکن جب ضرر پہنچنے والے کو نفع کے ساتھ ضرر کا بھی علم ہو اور اس پر راضی ہو تو ایسی صورت مینیہ ضرر موجب حرمت نہیں ہوگا؛ کیونکہ وہ تحمل ضرر پر راضی ہے اور دوسرے کی طرف سے اس کو کوئی دھوکہ نہیں دیا گیا ہے، اور غلہ جات اور پھلوں کے لئے زہریلی دوا اور کھاد کا استعمال اس قدر عام ہے جو کسی سے مخفی نہیں، لہذا ان کو استعمال کرنے والا اس کے ضر رسے واقف ہوتا ہے جس کی وجہ سے وجہ حرمت کا تحقق نہیں ہوتا ہے۔

''لا بأس بیع المغشوش إذا بین غشہ أو کان ظاہرا یری، وکذا قال أبوحنیفۃ فی حنطۃ خلط فیہا الشعیر والشعیریری'' (شامی۴۹۴٫۷ مطبوعہ زکریا)۔

(۳) زہریلی کھادودوا کا مناسب متبادل موجود نہ ہونے کے وقت اس کے استعمال

کرنے اور نہ کرنے دونوں میں ضرر ونقصان ہے، استعمال کرنے میں دوسرے لوگوں کا نقصان اور استعمال نہ کرنے میں کسانوں کے ساتھ ساتھ عامۃ الناس کا بھی نقصان ہے، کیونکہ بغیر کھاد ودوا کے پیداوارکا ہونا اور محفوظ رہنا دشوار ہے؛ لہذا اس کے ترک کی صورت میں پھل وغلہ جات کی انتہائی قلت ہوجائے گی، جس کی بنا پر قیمت کا زیادہ ہونا، عام لوگوں تک نہ پہنچنا، غرباء ومساکین کا اس سے محروم رہنا ایک واضح بات ہے، لہذا جب دونوں میں ضرر ہے تو بڑے ضرر کو دفع کیا جائے گا اور چھوٹے ضرر کو برداشت کیا جائے گا، اور کھاد ودوا کے استعمال سے پہنچنے والا ضرر اس کے ترک کے ضرر سے بدرجہا کم ہے؛ لہذا استعمال والے ضرر کو برداشت کرکے ترک والے ضرر کو دور کیا جائے گا۔

(۴) جب ان زہریلی دوا وکھاد کا مناسب متبادل موجود نہ ہو تو اس کے ترک کا ضرر متیقن ہے اور استعمال کا ضرر محتمل ہے؛ لہذا ضرر محتمل کی وجہ سے کسی کو ضرر متیقن برداشت کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(۵) البتہ اگر اس کا مناسب متبادل موجود ہو تو اس کا استعمال کراہت سے خالی نہیں گرچہ ضرر پہنچنے والے کو اس کا علم ہو۔

حاصلیہ کہ سمیت آمیز دوا وکھاد وغیرہ کا ہندوستان جیسے ممالک میں مناسب متبادل موجودنہیں لہذا اس کا استعمال جائز ہے لیکن حکومت کے فرائض منصبی میں سے ہے کہ اس کا مناسب متبادل فراہم کرے اور ہر ایک کو ضرر سے محفوظ رکھنے کی سنجیدہ کوشش کرے۔

پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے والے کیمیکل وغیرہ کا استعمال:

پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے والے کیمیکل کا استعمال مکروہ ہے لیکن حرام وناجائز نہیں؛ کیونکہ ان کے استعمال کے شیوع اور عموم کی وجہ سے ہر ایک کو اس کے استعمال کا علم ہوتا ہے جس کی وجہ سے خداع اور اضرار کا تحقق نہیں ہوتا ہے، بلکہ تحمل ضرر برضاورغبت پایا جاتا ہے اس لئے حرام نہیں اور اس سے پہنچنے والا زہریلا اثر موجب ہلاکت نہیں اس لئے جلب مصلحت کے لئے اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، لیکن موجب مضرت ہونے کی وجہ سے کراہت ہوگی، او راس مضرت کے یقینی نہ ہونے کی وجہ سے حرمت کا حکم عائد نہ ہوگا، دلیل کے لئے زہریلی کھاد ودوا کے استعمال کا جو حکم تحریر کیا گیا ہے اس کی وجوہات میں غور کیا جائے۔

پھلوں وغیرہ کا سائز بڑا کرنے کے لئے انجکشن کا استعمال:

ہماری معلومات میں ایسے انجکشن کا عرف ورواج نہیں ہے جس کی وجہ سے استعمال کرنے والوں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا ہے، لہذا اس میں ضرر، ظلم اور خداع وغیرہ پایاجاتا ہے اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں، لیکن اگر ایسے انجکشن شدہ سبزیاں، پھل وغیرہ ایسے لوگوں کو فراہم کی جائیں جو اس کے استعمال کئے جانے سے واقف ہوں

تو ایسی صورت میں کراہت ہوگی حرمت نہیں۔

جانور کو انجکشن لگا کر دودھ کی مقدار بڑھانا:

جانور کو انجکشن لگا کر دودھ کی مقدار بڑھانا فی نفسہ جائز ومباح ہے، اگرچہ اس سے جانور کی صحت متاثر ہو؛ لیکن اگراس دودھ کا مضر صحت ہونا محقق ومتعین ہو تو جن لوگوں کو دودھ فراہم کیا جائے اگر ان کو اس انجکشن کے استعمال کا علم ہو تو جائز ہے کراہت کے ساتھ، اور اگر ان کو علم نہ ہوتو ظلم اور خداع وغیرہ پرمبنی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

نجس اشیاء سے انتفاع:

نجس اشیاء سے انتفاع پر تفصیلی بحث تکملۃ فتح الملہم ، اعلاء السنن وغیرہ میں موجود ہے، صاحب تکملۃ فتح الملہم فرماتے ہیں:

''قال أثر الشافعیۃ إن ہذا الضمیر المرفوع (لا ہو حرام) راجع إلی بیع الشحم دون الانتفاع بہ فیجوز عندہم الانتفاع بشحم المیتۃ ..... وذکر الحافظ فی الفتح أن الخطابیؒ استدل علی جواز الانتفاع بشحم المیتۃ بإجماعہم علی أن من ماتت لہ دابۃ ساغ لہ إطعامہا لکلاب الصید الخ، أما الزیت والسمن التی أصابتہا نجاسۃ قال الجمہور یجوز الانتفاع بہا فی غیر الأکل وہو قول أبی حنیفۃ وأصحابہ ومالک والشافعی والثوری واللیث بن سعد'' (تکملۃ فتح الملہم۱؍۵۲۴)۔

حرام ونجس اشیاء جانور کو کھلانے کا حکم اور مذاہب فقہاء:

چونکہ نجاست آمیز ادویہ وچارہ وغیرہ جانوروں کو کھلانے پلانے میں عام ابتلاء ہے اور جب کسی چیز میں ابتلاء عام ہو تو وہ یسر وسہولت کا متقاضی ہوتا ہے اور یسر وسہولت کے لئے ائمہ اربعہ میں سے جس کے قول میں بھی آسانی ہو اختیار کرنے کی گنجائش ہوتی ہے؛ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اولاً اس سلسلہ میں مذاہب ائمہ کو نقل کیا جائے۔

مذہب احناف:

نجس اشیاء سے انتفاع کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات متفرق مقامات میں درج ہیں جن میں بظاہر تعارض بھی معلوم ہوتا ہے، ان عبارات میں تطبیق ودفع تعارض او رحکم کی تنقیح کے لئے حضرت اقدس تھانویؒ سے سوال کیا گیا تو حضرت کا جواب بہت ہی جامع اور منقح ہے جس سے تعارض بھی رفع ہوجاتا ہے، جس کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں، اس لئے ذیل میں سوال وجواب دونوں کو نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: (۱) ''إذا تنجس الخبز والطعام لا یجوز أن یطعم الصغیر أو المعتوہ أو الحیوان المأکول اللحم'' (عالمگیری کتاب الکراہیہ)، (۲) ''لا یجوز لأحد أن یؤکل المجنون المیتۃ بخلاف الہرۃ وقال أصحابنا لایجوز الانتفاع بالمیتۃ علی وجہ ولا یطعم الکلاب والجوارح ''(عالمگیری)، (۳) ''لأن ما تنجس باختلاط النجاسۃ بہ والنجاسۃ مغلوبۃ لا یباح أکلہ ویباح الانتفاع بہ فیما وراء الأکل '' (شامی ، فصل البیر تحت قول صاحب الدر المختار) ''فیطعم الکلاب''۔

پہلی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوان ماکول اللحم کو نہ کھلائے، تیسری عبارت عام معلوم ہوتی ہے، نجاست کے مغلوبہ ہونے کی قید لگائی اور جگہ یہ قید نہیں لگائی، دوسری عبارت کے شروع سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرۃ کو میتہ کھلانا درست ہے، اور آخر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نادرست ہے، شامی کی عبارت جو ماء مستعمل میں ہے اس میں برخلاف اور مقامات کے ایک نئی تفصیل ہے، جو ذیل میں درج ہے:

''الماء إذا وقعت فیہ نجاسۃ فإن تغیر وصفہ لم یجز الانتفاع بہ بحال وإلا جاز کبل الطین وسقی الدواب'' (شامی، ماء مستعمل)۔

الجواب: پانی اور طعام مینیہ فرق ہے کہ پانی میں دوسرے ائمہ کے قول پر گنجائش ہے، پس وہ نجس متفق علیہ نہیں ہے، اسی وجہ سے تصریح کی ہے ''فإن تغیر وصفہ لم یجز'' اس لئے کہ اس صورت میں سب کے نزدیک وہ نجس ہوگیا، پھر مطعوم کے باب مینیہ تفصیل ہے کہ یا تو وہ عین نجاست ہے جیسا کہ میتہیا متنجس ہے، اگر خود نجاست ہے تو حسب عبارت دوم اس سے کسی طرح کاا نتفاع درست نہیں، ''حتی لا یطعم الکلاب والجوارح'' اور بعض نے جو ''ہرۃ '' کو کھلانے کو جائز کہا ہے یا تو اس کا مبنیٰ اختلاف ہے، تو تطبیق کی حاجت نہیں،یایہ قول مؤل کیا جائے کہ کسی ایسی جگہ ڈالدے کہ خود ہرہ اسی طرح کلب وغیرہ آکر کھا جائے، خود اپنے اہتمام سے اس کے سامنے نہ رکھے، اور اگر وہ متنجس ہے پھر یا تو وہ غالب النجاسۃ ہے، یا مغلوب النجاسۃ ہے، اگر غالب النجاسۃ ہے تو بقاعدہ ''للأکثر حکم الکل'' اس کا حکم بھی شامل عین نجاست کے ہے جیسا کہ عبارت سوم سے معلوم ہوتا ہے، اور بعض کا قید نہ لگانا یا بربناء اختلا ف قولین ہوگا، .... اور اگر مغلوب النجاسۃ ہے تو خود اپنا اکل تو جائز نہیں، رہا اطعام تو کلاب وغیرہا کو جائز ہے جیسا عبارت سوم سے معلوم ہوتا ہے اور حیوان ماکول حکم میں آدمی کے ہے اس لئے اس کے لئے جائز نہیں، جیسا عبارت اول سے معلوم ہوتا ہے، پس ماوراء اکل سے مراد بعض ماوراء اکل لیا جائے یعنی اطعام غیر آدمی وغیرہ حیوان ماکول، اور اکل کو مختص کیا جائے گا اکل انسان کے ساتھ، اب امید ہے کہ سب عبارات اور ان کا تدافع حل ہوگیا ہوگا، فقط واللہ تعالی وعلمہ أتم وأحکم (امدا د الفتاوی۹۰،۴)۔

''ویقول الحنفیۃ بحرمۃ الانتفاع بالخمر فی التداوی بالاحتقان وسقی الدواب والإقطار فی الإحلیل ذلک لأن الانتفاع بالنجس حرام فإذا حرم سقی الدواب بالنجس حرم إطعامہا بہ'' (موسوعہ فقہیہ۱۰۸،۴۰، شامی۲۸،۱۰)۔

مالکیہ وشوافع کا مذہب:

مالکیہ اور شوافع نے نجس چارہ جانوروں کو کھلانے کی اجازت دی ہے، ''أجاز الشافعیۃ والمالکیۃ إطعام العلف النجس أو المتنجس للدواب کما أجاز واسقی الماء المتغیر من نجس للبہائم والزرع'' (الموسوعۃ الفقہیہ۱۰۸،۴۰)۔

‘‘وینتفع جوازا بمتنجس من الطعام والشراب واللباس کزیت ولبن وخل ونبیذ لا نجس فلا ینتفع بہ إلا جلد المیتۃ المدبوغ علی ما مر أو میتۃ تطرح لکلاب أو شحم میتۃ لدہن عجلۃ نحوہا وفی غیر آدمی فلا یأکلہ ولا یشربہ ولا یدہن بہ إلا أن الإدہان بہ مکروہ علی الراجح’’ (شرح کبیر ۱،۶۱-۶۰)۔

‘‘(قولہ وفی غیر آدمی) أی وفی غیر أکل آدمی فلا یجوز للآدمی أکلہ ولو غیر مکلف والخطاب لولیہ ومثل الأکل الشرب، وإنما قدرنا ذلک، لأنہ لا یصح نفی کل منافع الآدمی لجواز استصباحہ بالزیت المتنجس وعملہ صابوناً وعلفہ الطعام المتنجس للدواب وإطعامہ العسل للنحل ولبسہ الثوب المتنجس فی غیر المسجد وغیر الصلاۃ وہو من منافعہ’’ (دسوقی۱،۶۱)۔

‘‘فی روضۃ الطالبین: وإذا عجن دقیقاً بماء نجس وخبزہ فہو نجس یحرم أکلہ ویجوز أن یطعمہ لشاۃ وبعیر ونحوہما ونص علیہ الشافعی ونقلہ البیہقی فی السنن الکبری فی باب نجاسۃ الماء الدائم عن نصہ واستدل لہ بحدیث صحیح فی فتاوی صاحب الشامل أنہ یکرہ إطعام الحیوان الماکول نجاسۃ وہذا لا یخالف ما نص علیہ الشافعی فی الطعام لأنہ لیس بنجس العین، قال ابن الصباغ ولا یکرہ أکل البیض المسلوق بماء نجس کما لا یکرہ الوضوء بماء سخن بالنجاسۃ’’ (روضۃ الطالبین۳،۲۷۹)۔

حنابلہ کا مذہب:

حضرات حنابلہ غیر ماکول اللحم جانور کو نجس چارہ کھلانے کی اجازت دیتے ہیں لیکن ماکول اللحم جانور کو نجس چیز کھلانے کی اجازت نہیں دیتے، البتہ اگر ماکول اللحم جانور کو نجس چیز کھلانے کے بعد فی الفور ذبح نہ کرنا ہو بلکہ اس کو تین دن تک پاکیزہ حلال چارہ کھلانے کے بعد ذبح کرنا ہو تو اس کی بھی اجازت ہے۔

‘‘أجاز الحنابلۃ إطعام ذلک لما لا یؤکل لحمہ من الدواب، ولم یجیزوا إطعامہ لما یؤکل منہا إلا أن یکون إذا أطعمہ لم یذبح حتییکون لہ ثلاثۃ أیام علی معنی الجلالۃ’’ (الموسوعۃ الفقہیہ۴۰،۱۰۹)۔

‘‘فقد سئل أحمد عن خباز خبر خبزا فباع منہ، ثم نظر فی الماء الذی عجن منہ فإذا فیہ فارۃ .... ویطعمہ من الدواب ما لا یؤکل لحمہ، ولا یطعم لما یؤکل إلا أن یکون إذا أطعمہ لم یذبح حتییکون لہ ثلاثۃ أیام علی معنی الجلالۃ، قال: لیس ہذا بمنزلۃ المیتۃ إنما اشتبہ علیہ، قیل لہ فہوبمنزلۃ کسب الحجام یطعم النواضح، قال ہذا أشد عندی لا یطعم الرقیق لکن یعلفہ البہائم، قیل لہ أین الحجۃ؟ قال: حدثنا عبد الصمد عن صخر عن نافع عن ابن عمرؓ أن قوماً اختبزوا من آبار الذین مسخوا، فأمرہم رسول اللہ ﷺ أن یہریقوا ما استقوا من بئارہا، وأن یعلفوا الإبل العجین، وأمرہم أن یستقوا من البئر التی کان تردہا الناقۃ’’ (الموسوعۃ الفقہیہ۴۰،۱۰۹)۔

حاصل: یہ کہ حضرات احناف کے نزدیک نجس وناپاک غذا اور چارہ ماکول اللحم جانور کو کھلانا جائز نہیں، البتہ مالکیہ اور شوافع کے مذہب کے مطابق نجس چارہ کھلانے

کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اسی طرح سے حضرات حنابلہ کے مذہب کے مطابق بھی اجازت معلوم ہوتی ہے بشرطیکہ ذبح سے پہلے تین دن تک نجس غذا وچارہ کو روک کر پاکیزہ غذا دی جائے، لہذا اگر مناسب متبادل موجود ہو تو جان بوجھ کر ماکول اللحم جانوروں کو نجاست آمیز چارہ کھلانے کی ہرگز اجازت نہیں، لیکن اگر کسی چارے کے بارے میں نجس ہونے کا یقینی علم نہیں تو جب تک یقینی علم نہ ہو اس کو پاک ہی مانا جائے گا، او راس کی تفتیش وتحقیق کی فکر میں پڑنے سے حرج وتنگی ہے اور شریعت کے مقصد کے بھی خلاف ہے، جیسا کہ حضرت عمرؓ کے ارشاد ''لا تخبرنا یا صاحب الحوض '' سے معلوم ہوتا ہے، اس لئے تحقیق وتفتیش کی بالکل فکر نہ کرے۔

ماکول اللحم جانور کو حرام ونجس غذا کھلانے کے بعد اس کے گوشت کا حکم اور مذاہب فقہاء:

مذہب احناف:

ایسے ماکول اللحم جانور جن کو نجاست آمیز غذا کھلائی جائے تو اس کے حکم مینیہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے گوشت وغیرہ میں نجاست کی بو وغیرہ نہیں محسوس ہوتی ہے تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے، کیونکہ نجاست آمیز غذا کھانے کے بعد جب اس کا اثر باقی نہیں رہا تو اس سے پیدا ہونے والے گوشت وغیرہ انقلاب ماہیت کی وجہ سے جائز اور حلال ہیں، البتہ جو جانور اکثر نجاست کھاتے ہوں اور ان کے گوشت وغیرہ میں نجاست کی بدبو پیدا ہوجائے تو ایسی صورت میں فی الفور اس کا گوشت کھانا جائز نہیں، البتہ اگر اس کی نجاست والی غذا کو بند کرکے صرف پاک وحلال غذا اتنے دنوں تک دی جائے کہ اس کے گوشت وغیرہ سے نجاست کی بدبو ختم ہوجائے اس کے بعد اس کو کھانا جائز ہے۔

''عبارة الحنفية: يكره لحم الجلالة ولبنها، كما يكره لحم الأتان ولبنها ولبن الخيل، وبول الإبل، وأجازه (أى بول الإبل ولحم الفرس) أبويوسف للتداوى به، وتحبس الجلالة حتييذهب نتن لحمها، وقدر بثلاثة أيام لدجاجة، وأربعة لشاة، وعشرة لإبل وبقر على الأظهر، ولو أكلت الجلالة النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها، حلت كما حل أكل جدى غذّى بلبن خنزير؛ لأن لحمه لايتغير، وما غذّى به يصير مستهلكاً لا يبقى له أثر وعليه: لا بأس بأكل الدجاج لأنه يخلط أكل النجس مع غيره، ولا يتغير لحمه '' (الفقہ الاسلامی ۵۱۲،)۔

ائمہ ثلاثہ کا مذہب:

حضرات شوافع ومالکیہ کے یہاں جانور کو نجاست آمیز دوا کھلانے کی اجازت ہے، اس کا گوشت بھی ان کے یہاں حلا ل ہے، البتہ جس جانور کی اکثر غذا نجاست ہو تو ائمہ ثلاثہ کے یہاں اس پر جلالہ کا حکم عائد ہوگا، یعنی اس کا گوشت کھانا شوافع ومالکیہ کے یہاں مکروہ ہے اور حنابلہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں، لیکن اگر ایسے جانور کو نجس غذا روک کرکے حلال چارہ کھلایا جائے تو اس کی کراہت اور حرمت باقی نہیں رہے گی، البتہ

حلال چارہ کھلانے کی مدت میں شافعیہ وحنابلہ کا اختلاف ہے۔ شافعیہ کے یہاں اونٹ جیسے جانور کو چالیس دن اور بکری جیسے جانور کو سات دن اور مرغی جیسے جانور کو تین دن حلال چارہ کھلانے کے بعد شوافع کے یہاں اس کے گوشت میں کوئی کراہت باقی نہیں رہے گی، او رحنابلہ کی ایک روایت اسی کے مطابق ہے، اور ایک دوسری روایت میں امام احمد سے تین دن تک صرف حلال چارہ کھلانے کے بعد اس کو کھانے کی اجازت منقول ہے، خواہ جانور چھوٹا ہو یا بڑا۔

''فأباح المالکیۃ کما بینا أکل لحم الجلالۃ وکرہہا مالک وأحمد فی روایۃ عنہ والحنفیۃ والشافعیۃ وحرمہا الحنابلۃ'' (الفقہ الاسلامی ،٥١١)۔

''وعبارۃ الشافعیۃ: یکرہ أکل الجلالۃ وہی التی أکثر أکلہا العذرۃ (الغائط) من ناقۃ أو شاۃ أو بقرۃ أو دیک أو دجاجۃ، لحدیث ابن عمرالمتقدم، ولا یحرم أکلہا لأنہ لیس فیہا أکثر من تغییر لحمہا، وہذا لا یوجب التحریم، فإن أطعم الجلالۃ طعاماً طاہرا لم یکرہ،لقول ابن عمر: ''تعلف الجلالۃ علفاً طاہرا: إن کانت ناقۃ أربعینیوماً، وإن کانت شاۃ سبعۃ أیام وإن کانت دجاجۃ ثلاثۃ أیام'' (الفقہ الاسلامی ،٥١٣)۔

خلاصہ بحث:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ فارم کی مرغیوں وغیرہ کو گرچہ نجاست آمیز غذا وغیرہ کھلائی جاتی ہو تو بھی اس کا گوشت شرعاً حلال ہے، کیونکہ جلالہ کے گوشت میں کراہت تحریمی کی علت صرف نجاست کھانا نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ سے اتنا تغیر پیدا ہوجانا ہے کہ گوشت میں بدبوآنے لگے، اس لئے جو جانور نجاست کے ساتھ دوسری غذا بھی کھاتا ہے اس میں چونکہ یہ بدبو پیدا نہیں ہوتی اس لئے اس کا کھانا بلاکراہت جائز ہے۔

''أن الکراہۃ فی الجلالۃ لمکان التغیر والنتن لالتناول النجاسۃ ولہذا إذا خلطت لا یکرہ وإن وجد تناول النجاسۃ لأنہا لا تنتن فدل أن العبرۃ للنتن لا لتناول النجاسۃ'' (بدائع الصنائع٥،٤٠)۔

فتوی بمذہب الغیر کی ضرورت:

جب ائمہ مجتہدین کے درمیان کسی حکم میں اختلاف ہو اور کسی مجتہد کے مقلد پر تقلید کی صورت میں حرج ومشقت ہو تو اس وقت دوسرے مذہب پر سہولت وآسانی کے لئے عمل کرنے کی اجازت حضرات اکابر حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ وغیرہم نے دی ہے خصوصاً باب معاملات میں، اور مرغی فارم وغیرہ مینیہ معاملات سے جڑا ہوا ہے، اگر اس کے لئے دستیاب چارے وغیرہ پر پابندی لگائی جائے اور دوسرے کسی خاص قسم کے چارے پر مجبور کیا جائے جب کہ دوسرے قسم کے چارے اس طرح کے موجود نہ ہوں جن سے ضرورت پوری ہوسکے تو ایسی صورت میں دستیاب چارہ ضرورت ومجبوری کی وجہ سے استعمال کرنا جائز ہوگا، ورنہ یہ کاروبار

بالکل ختم ہوجائے گا اور مسلمان مزید تنگی کے شکارہونگے؛ لہذا اگر کسی مذہب کے مطابق اس کو کھلانے کی گنجائش نکلتی ہے تو تیسیراً للناس اس پر عمل کی اجازت ہوگی، ''لأن المشقۃ تجلب التیسیروالحرج مدفوع، الأمر إذا ضاق اتسع''۔

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال:

غذائی اشیاء میں مضر صحت چیزوں کے استعمال کا اگر صارفین کو علم ہو تو مکروہ ہے، اور اگر صارفین کو علم نہ ہوتو حرام وناجائز ہے، ''لعلۃ الظلم والخداع''، کما مر تفصیلہ۔

مضر صحت ملی ہوئی اشیاء کا خود استعمال کرنا اور دوسرے کو استعمال کرانا:

اگر اس کا ضر ر کھلا ہوا نہ ہو اور ضرر کے ساتھ نفع بھی ملا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے لیکن مکروہ ہے، اور جو حکم کھانے کا ہے وہی حکم کھلانے کا ہے بشرطیکہ دوسرا بھی اس کے ضرر کے پہلو سے واقف ہو، کیونکہ حضرات فقہاء نے کھانے کھلانے کا حکم یکساں مانا ہے یعنی جس کا کھانا جائز اس کا کھلانا جائز ہے، او رجس کا کھانا ناجائز اس کا کھلانا بھی ناجائز، ''فإنما حرم لبسہ وشربہ حرم إلباسہ وإشرابہ'' (شامی۹٫۵۲۲)۔

مضر صحت چیزوں کی خریدوفروخت:

جس چیز کے استعمال کی جائز صورت موجود ہو اس کی خریدوفروخت بھی جائز ہے، او رجس چیز کے استعمال کی جائز صورت نہ ہو اس کی خریدوفروخت بھی جائز نہیں (انعام الباری۶٫۲۰۹)۔

خلاصہ جواب:

۱- پیداوار بڑھانے کے لئے یا پھلوں کی حفاظت کے لئے جن دواؤں اور کھادوں کا استعمال عام ہے ان کے استعمال کی شرعاً اجازت ہے؛ کیونکہ ان کا مناسب غیر مضر متبادل دستیاب نہیں، اور صارفین کو عموماً اس کے استعمال کا علم ہوتا ہے اس لئے دھوکہ نہیں اور پہنچنے والے نقصان کا اخفاء نہیں، او راس کا زہر موجب ہلاکت نہیں، مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر سمیت آمیز دوا وکھاد کے استعمال کی اجازت ہے ممانعت نہیں۔

۲- پھلوں کو پکائے جانے والے جن کیمیکل کا استعمال عام ہے کراہت کے ساتھ ان کی بھی اجازت ہے، البتہ ترکاری کے حجم کو بڑھانے والے زہریلے انجکشن کی ممانعت ظلم وخداع پر مبنی ہونے کی وجہ سے ہوگی، لیکن اگر ایسے انجکشن کا استعمال پکانے والے کیمیکل کی طرح سے عام ہوجائے تو پھر اس کا استعمال مکروہ ہوگا ناجائز نہیں۔

۳- دودھ کی تکثیر کے لئے لگائے جانے والے انجکشن سے اگر واقعۃً ضرر ہوتا ہو تو صارفین کے علم میں لاکر کراہت کے ساتھ اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، اور بغیر علم میں لائے ناجائز وحرام۔

۴- (الف) مغربی ممالک سے سپلائی کئے جانے والے مرغی ومچھلی کے چارے کی نجاست اگر صرف شک اور گمان کے درجہ میں ہے ،اس کے نجاست کا کوئی علم نہیں بلکہ صرف شبہ ہے تو اس چارے کے کھلانے میں کوئی کراہت نہیں، ایسے چارے پاک مانے جائینگے، البتہ اگر ان چاروں میں نجس اشیاء کے شامل ہونے کا یقین اور ظن غالب ہو تو حنفی حضرات کے نزدیک ایسا چارہ کھلانا جائز نہیں، البتہ مالکیہ وشوافع کے نزدیک جائز ہے، لہذا اگر ان کی نجاست کا شامل ہونا متحقق ہوجائے اور کوئی پاک مناسب چارہ دستیاب نہ ہوتو مالکیہ وشوافع کے مذہب کے مطابق عمل کی گنجائش ہے۔

(ب) نجاست ملی ہوئی غذا جن جانوروں وغیرہ کو کھلائی گئی ہو اس کا گوشت حلال ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں بشرطیکہ اس کے گوشت میں نجاست کی بدبوپیدا نہ ہوئی ہو۔

۵- غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال یہ عیب کے درجہ میں ہوگا، لہذا اگر صارفین کو علم ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے، اور اگر صارفین کو علم نہ ہوتو کتمان عیب میں داخل ہوکر ناجائز وحرام ہے۔

اورجو حکم شریعت میں کسی چیز کے کھانے کا ہوتا ہے وہی حکم دوسرے کو کھلانے کا بھی ہوتا ہے، اور چونکہ غذائی مصنوعات گرچہ مضر صحت اجزاء پر مشتمل ہوں، تو بھی نفع وضرر دونوں کے مشترک ہونے کی وجہ سے نفع کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا کھانا جائز ہے اور ضرر کے پہلو سے مکروہ، پس ایسی چیزوں کا کھانا کھلانا بہتر نہیں، او ریہی حکم اس کی خریدوفروخت کا ہے بشرطیکہ کسی کو دھوکہ وغیرہ نہ دیا جائے، ''مفہوم الآیۃ: إن ما کانت منافعہ ومصالحہ أکثر من مفاسدہ فإن اللہ لا یحرم ولا یمنعہ'' (بحوث ہیئۃ کبار العلماء ۱،۵۸)۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی اررياوی•

انسان کی منجملہ بڑی ضروریات میں سےغذابھی ہے بلکہ انسان کی زندگی اسی پر موقوف ہے،اسی لئے اللہ نے ماکولات ومشروبات کی حلت وحرمت کے سلسلہ میں ایک اصول اور ضابطہ بیان کردیا ہے کہ طیبات حلال ہیں اور خبائث حرام۔ ‘‘وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ’’ (الأعراف: ۱۵۷)،نیز شر یعت میں جہاں اور چیزوں کی ایک حدبیان کی گئی ہے وہیں کھانے ،پینے کے آداب اور حلال وحرام کے اصول بھی موجود ہیں،چنانچہ ارشاد باری ہے: ‘‘كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ’’ (الأعراف: ۳۱)۔

البتہ بعض چیزیں اخلاقی اعتبار سے یاصحت کے لحاظ سے انسان کے لئے نقصان دہ ہیں اور انسان کو مضرت سے بچانا شریعت کا بنیادی مقصد ہے؛کیونکہ شریعت کے احکام کی بنیاد مصالحِ عباد پر ہے، چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فإن الشريعة مبناها وأساسها على الحكم ومصالح العباد في المعاش والمعاد وهي عدل كلها ورحمة كلها ومصالح كلها وحكمة كلها (إعلام الموقعين ۳،۳)۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں : ‘‘أن التكاليف -كما تقدم- مشروعة لمصالح العباد، ومصالح العباد إما دنيوية وإما أخروية’’ (الموافقات ۱۷۸،۵)۔

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں: ‘‘وهي أن وضع الشرائع إنما هو لمصالح العباد في العاجل والآجل معا’’ (الموافقات ۹،۲)۔

اور ایک جگہ فرماتے ہیں: ‘‘أن الأحكام شرعت لمصالح العباد’’ (الموافقات ۱۲۰،۳)۔

لیکنیہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان جن غذاؤں کا استعمال کرتا ہے یاجن مشروبات سے لطف اندوز ہوتاہے،ان میں اکثرپاک ہیں ،اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ بنیادی طور پرانسانی غذامیں کام آنے والی چیزیں دوطرح کی ہیں:ایک نباتات، جیساکہ اللہ کا ارشادہے: فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ [عبس: ۲۴-۳۲]۔

دوسرے حیوانات،ارشاد باری ہے: ‘‘وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ [المؤمنون: ۲۱]۔

انہیں دونوں چیزوں کاذکر سورہ انعام میں اس طرح آیا ہے: ‘‘وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ

• دارالعلوم الٰہیہ، سرینگر،کشمیر۔

مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ " [الأنعام: ۱٤۱-۱٤۲]۔

البتہ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نباتات میں سے اکثر چیزیں حلال ہیں ،صرف وہ جو نشہ آور ہوں یا صحت کے لئے مضرہوں ان سے اجتناب کا حکم دیاگیاہے،جبکہ حیوانات میں بیشتر چیزوں کو منع کیاگیاہے،اسی اصول کے پیش نظر ان دونوں قولوں کے درمیان تطبیق دینا آسان ہوجاتاہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے یا حرمت؟جن فقہاء نے اباحت کا قول اختیار کیا ہے اس کو ہم نباتات پر محمول کریں گے اور جنہوں نے حرمت کو ترجیح دی ہے اس کو ہم حیوانات پر منطبق کر سکتے ہیں:

''وَفِي شَرْحِ الْمَنَارِ لِلْمُصَنِّفِ : الْأَشْيَاءُ فِي الْأَصْلِ عَلَى الْإِبَاحَةِ عِنْدَ بَعْضِ الْحَنَفِيَّةِ ، وَمِنْهُمْ الْكَرْخِيُّ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ : الْأَصْلُ فِيهَا الْحَظْرُ، وَقَالَ أَصْحَابُنَا : الْأَصْلُ فِيهَا التَّوَقُّفُ بِمَعْنَى أَنَّهُ لَا بُدَّ لَهَا مِنْ حُكْمٍ لَكِنَّا لَمْ نَقِفْ عَلَيْهِ بِالْعَقْلِ ''(انْتَهَى) ۔

''وَفِي الْهِدَايَةِ مِنْ فَصْلِ الْحِدَادِ : إنَّ الْإِبَاحَةَ أَصْلٌ (انْتَهَى) (الأشباہ والنظائر لابن نجیم۱،۶۶)۔

جیسا کہ اصحابِ ظواہر نے ممانعت کے قول کومعاملات وشروط کے ساتھ خاص کیا ہے، علامہ ابن تیمیہ رقمطراز ہیں:

''الأصل في العقود والشروط فيها ونحو ذلك الحظر إلا ماورد الشرع بإجازته فهذا قول أهل الظاهر (القواعد النورانية الفقهية ۱،۱۸۴)۔

اورفخر الاسلام علامہ بزدوی نے اباحت کے قول کو زمانۂ فترت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس کے ناقل علامہ حموی ہیں۔

یا مثلاً مولاناخالدسیف اللہ رحمانی نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد تطبیق دی ہے،وہ لکھتے ہیں:

پس حاصل یہ کہ عبادات میں اصل حرمت وممانعت ہے جب تک کہ شارع کی طرف سے اس کے ثبوت پر کوئی دلیل موجود نہ ہو،اور معاملات اور اشیاء میں اصل اباحت ہے،اگر اس کی حرمت پر کوئی نص صراحتاً یااشارۃً وارد نہ ہو (قامو س الفقہ ۱،۴۶۶)۔

بہرحال موجودہ دور میں اس مسئلہ نے اس لئے زیادہ اہمیت اختیارکرلی ہے کہ نباتی اور حیوانی غذائی اشیاء سے کھانے پینے کے لئے مختلف مصنوعات تیار کی جاتی ہیں،اورجوچیزیں حلال ہیں ان میں بھی تیز رفتار نموپیدا کرنے،تازگی برقرار رکھنے،دیر پابنانے،لذت میں اضافہ کرنےاور خوشنما شکل دینے کے لئے مختلف ایسے اجزاء استعمال

کئے جاتے ہیں جوانسانی صحت کے لئے سخت نقصان کا باعث بنتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد سمینار کے سوالوں کے جوابات بالترتیب دیئے جارہے ہیں:

جواب۱- اس سوال کے دوپہلو ہیں: ایک پیداوار میں اضافہ کے لئے کھاد وغیرہ کا استعمال کرنا،دوسرا پہلوہے پھلوں پر دواؤں کا چھڑکاؤ کرنا۔

سمادیعنی زمین میں کھاد ڈالنا۔اس کی تعریف ہے:

''وَالسَّمَادُ مَا يُطْرَحُ فِي أُصُولِ الزَّرْعِ وَالْخُضَرِ مِنْ تُرَابٍ وَسِرْجِينٍ ، وَنَحْوِ ذَلِكَ لِيَجُودَ نَبَاتُهُ'' (الموسوعة الفقهية الكويتيہ ۲۳۶،۲۵)۔

الفاظ کی عمومیت اس بات کی دلیل ہے کہ کھاد ڈالنے کا مقصد ،زیادتئ فصل ہے۔

جہاں تک پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں سمیت والی کھاد کے استعمال کی بات ہے تواس کے جواز میں کوئی دورائے نہیں،کیونکہ ہرزمانہ میں پیداوار بڑھانے کے لئے مختلف شکلیں اختیار کی گئی ہیں؛ چنانچہ خود رسول اللہﷺ کے زمانہ میں بھی کاشت کار صحابہ کرام تابیر نخلہ کیا کرتے تھے، ایک دفعہ آپﷺ کے منع کرنے کی بنا پر پیداوار میں کمی ہوگئی تو سبب دریافت کرنے پر آپ کو بتایاگیا کہ ہم تابیر نخلہ کیا کرتے تھے لیکن آپ کی ممانعت کی بنا پر ہم نے ترک کردیا جس کی بنا پر کاشت میں کمی ہوئی ہے ،یہ سن کر آپ نے ان سے فرمایا: ''أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ''۔

''عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَوْمٍ يُلَقِّحُونَ فَقَالَ:لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا لَصَلُحَ، قَالَ:فَخَرَجَ شِيصًا فَمَرَّ بِهِمْ فَقَالَ:مَا لِنَخْلِكُمْ؟ قَالُوا:قُلْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ:أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ'' (صحيح مسلم ۵۴،۱۲، حديث نمبر: ۴۳۵۸)۔

حدیث بالا سے معلوم ہواکہ پیداوار میں اضافہ کرنے کی شکل اختیار کرنا ممنوع نہیں،البتہ اس کی مختلف شکلیں ہوسکتی ہیں ،چنانچہ آج بھی بہت سارے علاقوں میں گوبر اور راکھ وغیرہ ڈالاجاتا ہے،لیکن دورِجدید میں اس کی جگہ کھاد کا استعمال عام ہوگیا ہے،کیونکہ اس کی وجہ سے پیداوار میں زیادہ اضافہ ہوتا ہے اورنکلنے والی چیز جلدی حاصل ہوجاتی ہے۔

دوسری حدیث میں آیاہے:''عَنْ سِمَاكٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَرَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَخْلٍ فَرَأَى قَوْمًا يُلَقِّحُونَ النَّخْلَ فَقَالَ: مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءِ؟ قَالُوا: يَأْخُذُونَ مِنْ الذَّكَرِ فَيَجْعَلُونَهُ فِي الْأُنْثَى قَالَ: مَا أَظُنُّ ذَلِكَ يُغْنِي شَيْئًا فَبَلَغَهُمْ فَتَرَكُوهُ فَنَزَلُوا عَنْهَا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ الظَّنُّ إِنْ كَانَ يُغْنِي شَيْئًا فَاصْنَعُوهُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَإِنَّ الظَّنَّ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ وَلَكِنْ مَا قُلْتُ لَكُمْ قَالَ اللَّهُ فَلَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللهِ'' (سنن ابن ماجه۳۳۲،۷، حديث نمبر: ۲۴۶۱)۔

آج کے سائنسی دور میں جن چیزوں کولوگ بطور کھاد استعمال کرتے ہیں ،اور ان

کو سب سے زیادہ پیداوار میں مفید مانتے ہیں اگر غور کیا جائے تو دورِ صحابہ میں بھی لوگ ان کو استعمال کرتے تھے، چنانچہ روایت میں آیاہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَابَىْ هَكَذَا قَالَ يَزِيدُ قَالَ : كَانَ سَعْدٌ يَعْنِى ابْنَ أَبِى وَقَّاصٍ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ يَحْمِلُ مِكْتَلَ عُرَّةٍ إِلَى أَرْضٍ لَه" (السنن الكبرى للبيهقي وفي ذيله الجوهر النقي۶،۱۳۸، حدیث نمبر: ۱۲۰۹۴)۔

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہواکہ پائخانہ یعنی انسانی غلاظت کو بطورِ کھاد استعمال کرنے کا رواج عہد صحابہ میں بھی تھا؛ لیکن اس کے برخلاف دوسری روایتیں بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی غلاظتوں کو بطور کھاد استعمال کرنا درست نہیں ،اسی بنا پر فقہاء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ کن ناپاک چیزوں کو بطور کھاد استعمال کرنا درست ہے اور کن کو ناجائز ،چنانچہ الموسوعة الفقیہ الکویتیہ میں ہے:

"ذَهَبَ الْمَالِكِيَّةُ وَالشَّافِعِيَّةُ إِلَى أَنَّ مِنَ الطَّاهِرِ الزَّرْعَ الَّذِي سُقِيَ بِنَجَسٍ أَوْ نَبَتَ مِنْ بَذْرٍ نَجِسٍ وَظَاهِرُهُ نَجَسٌ فَيُغْسَل قَبْل أَكْلِهِ وَإِذَا سَنْبَل فَحَبَّاتُهُ الْخَارِجَةُ طَاهِرَةٌ قَطْعًا وَلاَ حَاجَةَ إِلَى غَسْلِهَا ، وَهَكَذَا الْقِثَّاءُ وَالْخِيَارُ وَشَبِيهُهُمَا يَكُونُ طَاهِرًا وَلاَ حَاجَةَ إِلَى غَسْلِهِ . وَاسْتَثْنَى الشَّافِعِيَّةُ رَوْثَ الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيرِ فَلَمْ يُجِيزُوا التَّسْمِيدَ بِأَيٍّ مِنْهُمَا .وَذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ إِلَى أَنَّهُ يَجُوزُ التَّسْمِيدُ بِالنَّجَاسَاتِ ، وَالزُّرُوعُ الْمَسْقِيَّةُ بِالنَّجَاسَاتِ لاَ تَحْرُمُ وَلاَ تُكْرَهُ .وَظَاهِرُ مَذْهَبِ الْحَنَابِلَةِ تَحْرُمُ الزُّرُوعُ وَالثِّمَارُ الَّتِي سُقِيَتْ بِالنَّجَاسَاتِ أَوْ سُمِّدَتْ بِهَا" (الموسوعة الفقهية الكويتيہ ۲۵،۲۳۷)۔

گویا مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ناپاک کھاد سے تیار شدہ فصل کاکھانا جائز ہے جبکہ اس کے ظاہر پر کوئی ناپاکی نہ ہو،البتہ شوافع نے کتے اور خنزیر کے پائخانہ کا استثناء کیا ہے کہ ان سے کسی بھی صورت میں کھاد بناناجائز نہیں۔

حنفیہ نے نجاستوں سے کھاد بنانے کی اجازت دی ہے لہذاان فصلوں کا کھانا اور استعمال کرناحناف کے نزدیک نہ تو حرام ہوگااور نہ ہی مکروہ۔ اور حنابلہ نے ان فصلوں کا کھانا حرام قراردیا ہے جن کو ناپا کی سے سیراب کیا گیا ہویا ان پر ناپاک کھاد ڈالا گیا ہو۔

حنابلہ کے دلائل:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : كُنَّا نُكْرِى أَرْضَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- وَنَشْتَرِطُ عَلَيْهِمْ أَنْ لاَ يَدْمُلُوهَا بِعَذِرَةِ النَّاس" (السنن الكبرى للبيهقي وفي ذيله الجوهر النقي ۶،۱۳۹، حدیث نمبر: ۱۲۰۹۷)۔

(۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ يَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِى يُكْرِيهِ أَرْضَهُ أَنْ لاَ يَعُرَّهَا وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَدَعَ عَبْدُ اللَّهِ الْكِرَاءَ (السنن الكبرى للبيهقي وفي ذيله الجوهر النقي۶،۱۳۹، حدیث نمبر: ۱۲۰۹۶)۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ : أَنَّ رَجُلاً كَانَ يَزْرَعُ أَرْضَهُ بِالْعَذِرَةِ ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَنْتَ الَّذِي تُطْعِمُ النَّاسَ مَا يَخْرُجُ مِنْهُم" (مصنف ابن أبي شيبہ۷،۶۹، حدیث نمبر: ۲۲۸۰۶)۔

(۴) عقلی دلیلیہ ہے کہ نجاست کے اثرات نباتات میں باقی رہتے ہیں،اور استحالہ کی وجہ سے ناپاک چیز پاک نہیں ہوتی ہے۔

دلائل کا جائزہ:

حنابلہ کی پہلی دلیل کے بارے میں امام بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسری اور تیسری دلیل سے معلوم ہورہا ہے کہ انسانی غلاظتوں سے کھاد بنانے کا رواج عہدِ صحابہ میں بھی تھا،تب ہی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایسے کھا د نہ ڈالنے کی شرط لگاتے تھے،اور تب توحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا تھا۔ ''أَنْتَ الَّذِي تُطْعِمُ النَّاسَ مَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ''؟۔

اور جہاں تک چوتھی دلیل کا تعلق ہے وہ استحالہ پر مبنی ہے اور استحالہ کے بارے میں گوامام احمد کے قول مشہور کے مطابق تحویل حقیقت کی وجہ سے تحویل حکم نہیں ہوتا ،لیکن سرخیل فقہاء حنابلہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ بھی استحالہ کے قائل ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:''لِأَنَّ اللَّهَ أَبَاحَ الطَّيِّبَاتِ وَحَرَّمَ الْخَبَائِثَ وَذَلِكَ يَتْبَعُ صِفَاتِ الْأَعْيَانِ وَحَقَائِقَهَافَإِذَا كَانَتْ الْعَيْنُ مِلْحًا أَوْ خَلًّا دَخَلَتْ فِي الطَّيِّبَاتِ الَّتِي أَبَاحَهَا اللَّهُ وَلَمْ تَدْخُلْ فِي الْخَبَائِثِ الَّتِي حَرَّمَهَا اللَّهُ وَكَذَلِكَ التُّرَابُ وَالرَّمَادُ وَغَيْرُ ذَلِكَ لَا يَدْخُلُ فِي نُصُوصِ التَّحْرِيمِ'' (مجموع الفتاوی ۴۸۱،۲۱ ومابعدہا)۔

اورابن عقیل فرماتے ہیں کہ جن حدیثوں میں منع کیا گیا ہے ان میں زیادہ سے زیادہ کراہت مراد لی جاسکتی ہے حرمت نہیں،اور وہ ناپاک اس لئے نہیں ہوں گے کہ ان میں استحالہ پایاجاتاہے،اوراستحالہ کی وجہ سے شئی میں تبدیلی آجاتی ہے جیسا کہ خون اگر وہ دودھ بن جائے توپاک ہوجاتاہے (الموسوعة الفقهية الكويتيہ ۲۳۷،۲۵)۔

احناف اور دیگر ائمہ کے دلائل:

(۱)عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَابَىْ هَكَذَا قَالَ يَزِيدُ قَالَ : كَانَ سَعْدٌ يَعْنِى ابْنَ أَبِى وَقَّاصٍ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ يَحْمِلُ مِكْتَلَ عُرَّةٍ إِلَى أَرْضٍ لَه'' (السنن الكبرى للبيهقي وفي ذيله الجوهر النقي ۱۳۸،۶،حدیث نمبر: ۱۲۰۹۴)۔

(۲) عَنْ محمد بْنِ عبد الرحمن ، عن بابي مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ ، أَوْ عَائِشَةَ ، قَالَ : رَأَيْتُ سَعْدًا يَحْمِلُ مِكْتَلاً مِنْ عَذِرَةِ النَّاسِ إِلَى أَرْضٍ لَهُ ، يُقَالَ لَهَا : زَغَابَةُ ، فَقُلْتُ لَهُ ، يَا أَبَا إِسْحَاقَ ، أَتَحْمِلُ هَذَا ؟ قَالَ : إِنَّ مِكْتَلَ عُرَّةٍ مِكْتَلُ حَبٍّ'' (مصنف ابن أبي شيبہ ۷۰،۷، حدیث نمبر: ۲۲۸۰۹)۔

(۳)عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَابَا عَنْ سَعْدٍ مِثْلَ ذَلِكَ إِلاَّ أَنَّهُ قَالَ: وَقَالَ سَعْدٌ : مِكْتَلُ عُرَّةٍ مِكْتَلُ بُرٍّ. قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: قَالَ الأَصْمَعِىُّ : الْعُرَّةُ هِىَ عَذِرَةُ النَّاسِ'' (السنن الكبرى للبيهقي وفي ذيله الجوهر النقي۱۳۹،۶، حدیث نمبر: ۱۲۰۹۵)۔

(۴) اجماع

بلکہ ادرعی نجس کھاد والی فصلوں کی بیع کی صحت پر اجماع فعلی کے قائل

ہیں،کیونکہ اسی میں لوگوں کی مصلحتیں ہیں اور اس سے لوگوں کی ضروریات وابستہ ہیں (أسنى المطالب شرح روض الطالب ۴۰۷،۷)۔

صاحب المجموع شارح المہذب علامہ نووی رحمہ اللہ نے نجس چیز کی وصیت پر تفصیل سے گفتگوکرنے کے بعد لکھاہے کہ عہدِ حاضر میں کھاد کی سب سے عمدہ قسم حیوانی فضلات اور انسانی غلاظت ہے اور اس پر متخصصین کا اجماع ہے۔ لہذاان کی وصیت جائز ہوگی،کیونکہ ا نہیں انسان بطور کھاد استعمال کرکے نفع اٹھاتاہے۔

''فإن الإجماع بين المتخصصين منعقد على أن أعلى أنواع السماد وأسلمها للأرض وأعظمها إخصابا للتربة هو الأسمدة العضوية كالروث والبراز الحيوانى والآدمي لهذا أجاز الوصية بكل نافع ولو كان نجسا'' (المجموع شرح المهذب ۴۲۹،۱۵)۔

شرح ممتع علی زاد المستقنع میں آیاہے کہ نجس چیزوں کوبطور کھاد استعمال کرنا حرام ہے،لیکن اکثر اہل علم نےجائز قرار دیا ہے، ''لو أن الإنسان سمد بنجس كان حراماً، لكن أكثر أهل العلم يجيزون السماد بالنجس وأن تسمد الأشجار والزروع بروث الحمير وعذرات الإنسان'' (الشرح الممتع على زاد المستقنع ۱۲۲،۸)۔

حنابلہ ہمارے اجماع کا جواب دیتے ہیں کہ امام ماوردی نے اپنی کتاب حاوی میں نقل کیا ہے کہ:

''إن هذا الإجماع إجماع العوام، إنما وقع بفعل الناس وليس بإجماع من يُعتدُّ بقوله ويُعتدُّ بإجماعه؛ لأن الإجماع إنما يكون من المجتهدين وليس من العوام، فالذي يبيعه ويأخذه هم العوام وليس العلماء الذين يُحكم بإجماعهم واجتهادهم''۔

اور احناف کی مشقت والی بات کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں کوئی مشقت نہیں؛ کیونکہ مشقت کا تحقق وہاں ہوتاہے جہاں بدل نہ ہو، یہاں تو سماد طاہر بدل موجود ہے لہذا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

نیز جب اللہ کے رسول ﷺ نے انسانی صحت کا خیال کرتے ہوئے جلالہ کے کھانے سے منع کیا ہے تو کیانباتات کے ضرر کو برداشت نہ کرلیا جائے گاجبکہ اس میں دوسرا بھی پہلو موجود تھا کہ جلالہ کے گوشت میں انسانی صحت کو جتنا نقصان ہوسکتاتھا وہ نباتات کے نقصانات سے کم ہے؛ کیونکہ انسانی بدن میں اللہ نےقوت مدافعت رکھی ہے لہذا جلالہ کے گوشت میں کم نقصان کے باوجود آپ نے منع کردیا تو کیا خیال ہے نباتات کے نقصانات کے بارے میں جس میں اثر قبول کرنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے؟ نباتات غذائی اثر کو قبول کرتی ہیں،اس بناء پر ناپاک کھاد والی غذاکا استعمال کرنا مباح نہ ہوگا (شرح زاد المستقنع للشنقيطي۲۰۸،۲)۔

ان سب کاجواب استحالہ ہے۔اورعلامہ نووی کی مذکورہ بالاوضاحت ہے۔

سنن ابی داؤد کی شرح میں عبد المحسن العباد نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ ان نباتات کو

جن پر ناپاک کھاد ڈالاجاتاہے یانالیوں کے پانی سے سیراب کیاجاتاہے،کیاجلالہ پر قیاس کرنا صحیح ہے؟

اس کے جواب میں انہوں نے لکھاہے کہ گندی نالیوں کے پانییقیناً ناپاک ہیں؛ لیکن اگر فصل میں ناپاک کھاد کا استعمال کیا گیا اس کے بعد دوسرا پاک پانی ڈالا گیا جس کی وجہ سے کھاد میں تبدیلی آگئی اور اس کا اثر ختم ہوگیاتو اس کا حکم اس فصل کی طرح نہ ہوگا جس کو ہمیشہ ناپاکی سے ہی سیراب کیا جاتا ہے (شرح سنن أبي داود۔ عبد المحسن العباد۲۰؍۶۴)۔

اس سے معلوم ہواکہ جس کھاد میں سمیت ہواگر اس کوستعمال کیاگیا پھر استحالہ ہوگیاتواس کا سابق حکم باقی نہیں رہے گا،بلکہ ان فصلوں اور پھلوں کااستعمال بالکل جائز ہوگا۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے کہ جانوروں کے فضلات کی بیع اصلاً مکروہ ہے، کیونکہ وہ نجس ہیں، اس کے باوجود اگر ان کو کھاد اور فصل میں زیادتی کی غرض سے زمین میں ڈالاجائے اور ا ن سے فائدہ اٹھایاجائےتوکوئی حرج نہیں ،اسی طرح انسانی فضلات کی بیع مکروہ ہے ،لیکن صاحب کتاب نے لکھاہے کہ حنفیہ کے یہاں صحیحیہ ہے کہ ناپاک چیز کی بیع جائز ہے (الفقه الاسلامي وأدلته۴؍۲۳۳)۔

علامہ ابن عابدین شامی نے {لأن لحمہ لایتغیر} کے ذیل میں لکھا ہےکہ ابوسعود میں ایک جزئیہ ہے کہ نجس پانی سے کھیتیوں کی سینچائی کرنا اکثر فقہاء کے نزدیک نہ حرام ہے اور نہ مکروہ [فَرْعٌ] فِي أَبِي السُّعُودِ : الزُّرُوعُ الْمَسْقِيَّةُ بِالنَّجَاسَاتِ لَا تَحْرُمُ وَلَا تُكْرَهُ عِنْدَ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ" (رد المحتار ۲۶؍۳۰۵)۔

(۵)عقل

اگر اس کی ممانعت ہوگی تو لوگ مشقت میں پڑجائیں گے؛ کیونکہ غلے کم ہوجائیں گے جس کی وجہ سے بازار میں مہنگائی بڑھ جائے گی اور شریعت میں حرج مدفوع ہے۔ قولہ تعالی: { وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ } [الحج: ۷۸]، قَوْله تَعَالَى . يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرة: ۱۸۵)،وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَةُ" (صحيح البخاري۱؍۶۸)۔

‘‘المشقة تجلب التيسير لأن الحرج مدفوع بالنص" (شرح القواعد الفقهيہ ــ للزرقا۱؍۸۸)۔

(۶) قواعد فقہیہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ اصول الاشباہ والنظائر سے ذکر کردیا جائے تاکہ مسئلہ کی نزاکت بھی اجاگر ہوجائے ۔

{۱} الْقَاعِدَةُ الثَّانِيَةُ: الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا

كَمَا عَلِمْت فِي التُّرُوكِ وَذَكَرَ قَاضِي خَانَ فِي فَتَاوَاهُ إنَّ بَيْعَ الْعَصِيرِ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا إنْ قَصَدَ بِهِ التِّجَارَةَ فَلَا يَحْرُمُ وَإِنْ قَصَدَ بِهِ لِأَجْلِ التَّخْمِيرِ حَرُمَ وَكَذَا غَرْسُ الْكَرْمِ عَلَى هَذَا (انْتَهَى)

(الأشباہ والنظائر لابن نجیم ۱،۲۷)۔

کھاد ڈالنے کا مقصد پیداوار میں اضافہ ہے نہ کہ انسانی بدن کو نقصان پہونچانا۔جیسا کہ مذکورہ بالاعبارت دلالت کررہی ہے کہ اگر عصیر عنب{انگور کا رس} شراب بیچنے والے کے ہاتھوں فروخت کیا جائے توحرام ہے اور اگر تجارت کی غرض سے فروخت کیاجائے توحرام نہیں ہے۔

(۲) الْقَاعِدَةُ الثَّالِثَةُ: الْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ۔ان غذاؤ ں کا مباح ہونا یقینی ہے ،اور کینسر کا خطرہ محض ظن ہے ،اس لئے ناجائز نہیں ہوسکتاہے۔

(۳) الْأَصْلُ بَقَاءُ مَا كَانَ عَلَى مَا كَانَ۔ ان اشیاء کا اصل حلال ہونا ہے لہذا شک کی بنیاد پر ان پر حرمت نہیں آسکتی ہے۔

ان اسباب میں سے جن کی وجہ سے شریعت کے احکام میں تخفیف ہوجاتی ہے ایک سبب عسر اور عموم بلویٰ بھی ہے، اگر ان چیزوں کوحرام اور ممنوع قرار دیا جائے تو لوگ حر ج اور تنگی میں مبتلا ہوجائینگے؛ کیونکہ ان چیزوں کا استعمال بکثرت ہوتاہے۔

(۴) السَّادِسُ : الْعُسْرُ وَعُمُومُ الْبَلْوَى۔

(۵) أَنَّ الْأَمْرَ إذَا ضَاقَ اتَّسَعَ ، وَإِذَا اتَّسَعَ ضَاقَ۔

(۶) الْأُولَى : الضَّرُورَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ۔

سوال مینیہ شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ انسان اگر اس کو اصلی حالت میں کھالے تو موت واقع ہوسکتی ہے،اس شبہ کی وجہ سے حکم نہیں بدلے گا؛ کیونکہ جب اس کھا د کو زمین میں ڈالدیا جاتا ہے یا اس کو کھیت میں استعمال کردیا جاتا ہے تو وہ اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں رہتی ہے،بلکہ زمین میں مل جانے کی وجہ سے اس کی حقیقت بدل جاتی ہے اور حقیقت وماہیت کے بدل جانے سے حکم کا بدل جانا معلوم ہے۔

اورقلب ماہیت کے سلسلہ میں گرچہ فقہائے امت کےدرمیان کچھ تفصیل ہے لیکن جزوی طور پر شوا فع ،مالکیہ اور حنابلہ بھی شراب کے خود بخود سرکہ بن جانے پر پاکی کاحکم لگاتے ہیں۔

فَتَخَلَّلَتْ يَحِلِ الْخَل الْحَاصِل عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ .وَقَال الْحَنَابِلَةُ : إِنْ نُقِلَتِ الْخَمْرُ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى آخَرَ، فَتَخَلَّلَتْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُلْقَى فِيهَا شَيْءٌ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ قَصَدَ تَخْلِيلَهَا حَلَّتْ بِذَلِكَ ، لأِنَّهَا تَخَلَّلَتْ بِفِعْل اللَّهِ تَعَالَى (الموسوعة الفقهية الكويتيہ ۵،۲۹، ومابعدہا)۔

ذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ وَالْمَالِكِيَّةُ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَحْمَدَ إِلَىأَنَّ نَجِسَ الْعَيْنِ يَطْهُرُ بِالاِسْتِحَالَةِ (الموسوعة الفقهية الكويتيہ ۱۰،۲۷۸)۔

اور احناف تو اس کو ہر چیز میں مؤثر مانتے ہیں: لِأَنَّهُ تَغَيَّرَ وَالتَّغْيِيرُ يُطَهِّرُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَيُفْتَى بِهِ لِلْبَلْوَى (البحر الرائق ۲،۳۸۹)۔

ان کے علاوہ امام غزالی، علامہ قرافی مالکی ،ابن تیمیہ، ابن حزم ظاہری اور ابن

القیم بھی قلب ماہیت کو تسلیم کرتے ہیں (إحیاء علوم الدین ۱۳۰،۱، الذخیرہ۱۸۸،۱، المحلی ۱۳۸،۱)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی فرماتے ہیں کہ عملی صورت حال،لوگوں کی ضرورت اور ان کا دستور یہ سب حنفیہ کے مسلک پر عمل کی تائید کرتے ہیں (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱ ،۱۱۳)۔

حاصل جواب یہ ہےکہ اگر ان کھادوں کی سمیت زمین میں مل جانے کی وجہ سے بدل جائے اور ان کی وہ تاثیر باقی نہ رہے توایسے پھلوں کو استعمال کرنا مباح ہوگا۔

ملک العلماء علامہ کاسانی نے لکھاہے کہ زمین کی فطرت ہے کہ وہ اشیاء کو بدل دیتی ہے، اور ان کو اپنی طبیعت کی طرف منتقل کردیتی ہے،لہذاوہ مرور زمانہ کی وجہ سے مٹی ہوجاتی ہیں،اور نجس باقی نہیں رہتیں۔ لِأَنَّ مِنْ طَبْعِ الْأَرْضِ أَنَّهَا تُحِيلُ الْأَشْيَاءَ ،وَتُغَيِّرُهَا إلَى طَبْعِهَا ، فَصَارَتْ تُرَابًا بِمُرُورِ الزَّمَانِ ، وَلَمْ يَبْقَ نَجِسٌ أَصْلًا (بدائع الصنائع ۳۶۶،۱)۔

دوسرا شبہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سمیت زمین کے واسطہ سے پودوں میں شامل ہوجاتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سمیت کااتنااثر پودوں میں شامل نہیں ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کی جان جاسکتی ہے،اس لئے حرام کہنا تو مشکل ہے؛البتہ اس کے مضر صحت ہونے میں کوئی دورائے نہیں ہے،لیکن اس کی مقدار کافی کم ہوتی ہے، اب یہاں دوپہلو سامنے آگئے ،اگر اس اعتبار سے غور کیا جائے کہ وہ صحت کے لئے مضر ہے اس لئے اس کا استعمال کرنا جائز نہ ہوگا،لیکن دوسرے پہلو پر غور کرنےسے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس میں ابتلاء عام ہے ،کن کن چیزوں سے انسان پرہیز کرےگا ،آج ہر چیز میں کھاد استعمال کیا جاتاہے،اس کے بغیر کوئی خالص چیز تیار ہوتی بھی نہیں اور دستیاب بھی نہیں اور دریافت کرنا بھی ابتلاء فی الحرج ہےاور حرج شریعت میں مرفوع ہے، اس لئے ابتلاء عام اور یسر کے پیشِ نظر استعمال کرنا جائز ہوگا۔

کیونکہ عموم بلویٰ کے زیادہ تر مسائل کی اسا س تساہل اور چشم پوشی پر ہوتی ہے، ان میں عام لوگوں کو دقتوں سے بچانے کے لئے کئی طرح کے منفی امکانات واحتمالات کو نظر انداز کردیا جاتاہے،علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے الخزائن کے حوالہ سے تیس سے زیادہ ان مطہرات کا حوالہ دیا ہے جو بعض یقینی شبہات کے باوجود تطہیر کا فائدہ دیتے ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: جدید فقہی تحقیقات، ص۱۴۵)۔

لیکن اگر ان کھادوں کا اثر اس حد تک ہوجائے کہ ان کا استعمال یقینی طور پر بیماری کا سبب بنتا ہوتوجائز نہ ہوگا؛کیونکہ انسانی زندگی کی حفاظت پھلوں کی حفاظت سے مقدم ہے۔

اس سوال کا دوسرا پہلو ہے دواؤ ں کا پھلوں میں چھڑکاؤ کرنا۔

اس کاجواب یہ ہے کہ آج اس کے لئے بہت ساری لیبارٹریز قائم کی جاچکی ہیں اور

یہ لیبارٹریاں انٹر نیشنل لیول پر بھی ہیں اور نیشنل لیول پر بھی ،ان کا ماننا ہے کہ زہر آلودہ دواؤں کا چھڑکاؤ پھلوں کی حفاظت کے لئے کیا جاتا ہے، ماہرین اور اس شعبہ میں کام کرنے والوں سے پوچھے جانے پر انہوں نے بتایا کہ ان پھلوں کو ایسے ہی عام مارکیٹ میں نہیں لایا جاتا بلکہ بہت ساری لیبارٹریاں ٹیسٹ کرتی ہیں کہ پھلوں کے پکنے یا قابل استعمال ہونے سے کتنے دن قبل ان دواؤ ں کا استعمال صحت کے لئے مضر ہوسکتا ہے اور کتنے دن قبل چھڑکاؤ کرنے سے صحت کے لئے مضر نہیں ہوسکتا ہے، اس کی تائید کے لئے ڈاکٹر اشرف وانی کییہ تحریر کافی چشم کشا ہے، وہ لکھتے ہیں:

سائنسدانوں کے سامنے ایک چیلنج ہے، وہ دیکھ رہے ہیں کہ ایک طرف رو زبروز آبادی بڑھتی ہی جارہی ہے جبکہ زمین جتنی پہلے تھی آج بھی اتنی ہی ہے بلکہ آبادی بڑھنے کی وجہ سے لوگ ان زمینوں کو بھی مکانوں میں تبدیل کرتے جارہے ہیں جن میں کل تک لوگ فصل اگارہے تھے، آبادی کے اضافے اور پیداوار کے درمیان بیلنس کس طرح قائم رہ سکتا ہے؟ اور لوگوں کی غذائی ضروریات کی تکمیل کس طرح ہوسکتی ہے؟

چنانچہیہی وہ نقطہ ہے جس کی وجہ سے پیداوار کی بیج میں صلاحیت بڑھانے اور فصل کو بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں سے بچاؤ میں سائنسدان محوہیں،یہ بات اس مثال سے صاف ظاہر ہوجاتی ہے کہ دیسی گائے ،جرسی گائے کے مقابلہ میں بہت کم کھاسکتی ہے لہذا اسی تناسب سے دونوں کے دودھ کی مقدارکے درمیان واضح اور بین فرق ہے،بعینہیہی مثال ہے پودوں کی کہ جب تک ان پودوں میں کھانے کی صلاحیت میں اضافہ نہیں ہوسکتا ہے اس وقت تک پیداوار میں اضافہ کی بھی کوئی امید نہیں رکھی جاسکتی ہے،اب یہ صلاحیت اگر قدرتی نظام کو بگاڑے بغیر بلکہ اس نظام کو بہت مستحکم اور مزید سائنسی ٹیکنالوجی کی مدد سے بروئےکار لائی جائے تو کوئی بھی چیز ناممکن نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے یہ نظام موجود رکھا ہے،اسی میں غور وفکر،تدبر وتفکر سے بہت سارے نظام کووجودملتاہے،یہی وجہ ہے کہ بہت سارے سائنسدان مختلف شعبوں کو جنم دیتے ہیں،اور ان کییہ کوشش نہ صرف عام آدمی کو فائدہ پہنچاتی ہے بلکہ بسااوقات ان کے اہل وعیال بھی روٹی کھانے کے مستحق اور قابل بنتے ہیں،لیکن جوبھی کوشش قدرتی نظا م سے ہٹ کر کی جاتی ہے وہی سوالیہ نشان بن جاتی ہے، جیسے پیداوار بڑھانے کے لئے جراثیم کااستعمال مثلاBT,Cotton.BT,Brinjalآج کل سوالیہ نشان بن گئے ہیں؛ کیونکہ ان میں ایک جراثیم کو فصل میں پیداوار بڑھانے کی غرض سے ڈال کر پیداوار کی صلاحیت کو بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے،لیکن اس کے مضر اثرات کا کوئی بھی اندازہ لگانا قبل از وقت ہوگا۔

البتہ پیداوار کو بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں سے بچانے کے لئے دوائیوں کا استعمال اس لئے ضروری ہے کہ پیداوار کا مقرر کردہTarget اس کے بیج کی صلاحیت

کومدنظر رکھ کر دوائیوں کااستعمال ضروری ہے،البتہ ان کا صحیح استعمال یعنی مقدار اور استعمال کا وقت، اور طریقۂاستعمال کا خاص خیال رکھا جائے ،سائنسدانوں نے جو بات اس سلسلہ میں کہی ہے اس کی رعایت کی جائے تو نقصان کا اندیشہ کم رہ جاتاہے،نیز فصل کی کٹائی کے وقت یہ دوائی فصل میںMRL(Maximum Residue Level)سے کم ہوتاکہ یہ کھانے والوں کے لئے برے اثرات کا باعث نہ بن سکے؛ کیونکہ سائنسدان یہ ہدایت فراہم کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں کہ کس قسم کی دوائی استعمال کر نے کی وجہ سے کتنی دیراور کتنے وقت کے بعد فصل کاٹ سکتے ہیں،یا فصل پرچھڑکنے کے بعدکتنے دنوں تک انتظار کیا جائے،اس کے بعد استعمال کرسکتے ہیں،اس کو وہ waiting periodکہتے ہیں۔ان میں سے کچھ دوائیوں کے نام یہاں درج کئے جاتے ہیں:

دوائیوں کے نام	تعیین مدت	اشیاء	مقدار{ppm}
۱-Dimethoate	۸	پھل	۲
		مرچی	۰.۵
۲-Chlorpyrifos	۹	چاول/گیہوں	۰.۰۵
		پھل	۰.۵
		تیارشدہدال وغیرہ	۰.۰۱
۳-Malathion	۵	چاول/گیہوں	۳
		تیار چاول	۱
		پھل	۳
		ترکاری	۳
		ڈرائی فروٹ	۸
۴-Hexaconazole	۳	سیب	۰.۱
		آم	۰.۰۲
		چاول	۰.۰۲
		مونگ پھلی	۰.۰۲
		چائے	۰.۰۲
		انگور	۰.۱
		مرچی	۰.۵
		آلو	۰.۰۲
		سویابین	۰.۰۲
۵-Difenoconazole	۵	مرچی	۰.۰۰۲

		چاول	۰.۰۰۲
Endosulfan-۶	۱۲	پھل	۲
		کاٹن	۰.۵
		بنگالی دال	۰.۲
		کبوترکادانہ	۰.۱
		مچھلی	۰.۲
		مرچی	۱
		الھیل	۱
Cypermethrin-۷	۱۱	گیہوں	۰.۰۵
		بیگن	۰.۲
		بند گوبھی	۲
		اوکرا	۰.۲
		پولٹری	۰.۲
		چاول	۰.۰۱
Fenazaquin-۸	٦	چائے	۳
Fenproproximate-۹	٦	مرچی	۱
		چائے	۰.۰۲
Dichlorvos-۱۰	۷	چاول،گیہوں	۱
		ترکاری	۰.۱۵
		پھل	۰.۱

مذکورہ بالاتحریر اور اوپر کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے پیداوار میں ان دوائیوں کا چھڑکاؤ کیا گیا جو سائنسدانوں نے فراہم کیا ہے تو نقصان کا اندیشہ بہت ہی کم رہ جاتاہے؛لہذا ایسی چیزوں کا کھانا اور استعمال کرنا حلا ل ہوگا، نیز اس قسم کی دوائیوں کا چھڑکاؤ پھلوں میں بھی درست ہوگا،لیکن اگر ان حدود کو پار کرتے ہوئے جن کو سائنسدانوں نے متعین کیا ہے اگر ان کا استعمال کیا گیا اور ان کو پھلوں پر ڈالا گیا تو یہی چیزیں انسانی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث بن جائیں گی، اور ان کا استعمال کرنا حلال نہ ہوگا،جیسا کہ ڈاکٹر اشرف وانی صاحب نے BT,Cotton. BT,Brinjalکے بارے میں لکھا ہے کہ:

آج کل BT,Cotton. BT,Brinjal سوالیہ نشان بن گئے ہیں، کیونکہ ان میں ایک جراثیم فصل میں پیداوار بڑھانے کی غرض سے ڈال کر پیداوار کی صلاحیت کو بڑھانے

کی کوشش کی گئی ہے،لیکن اس کے مضر اثرات کا کوئی بھی اندازہ لگانا قبل از وقت ہوگا۔

لہذا اگر ایسی ہی صورتحال دیگر چیزوں میں متحقق ہوجائے تو پھر ان کا استعمال کرنا ممنوع ہوگا۔

اس جزء میں سعودی لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد ہندوستان کی ہری مرچیوں اوریورپینیونین کا ہندوستانی آموں پر پابندی عائد کر نے کاشبہ ظاہر کیا گیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً کسی لیبارٹری ٹیسٹ کو ہم یقین کا درجہ نہیں دے سکتے ہیں۔ العبرة للغالب الشائع لا للنادر (شرح القواعد الفقهیہ ـ للزرقا۱،۱۳۳)۔

ثانیاً :ممکن ہے کہ ان ملکوں نے اپنے باشندگان کواحتیاطاًاس کاحکم دیا ہو۔

ثالثاً: یہ بھی عین ممکن ہے کہ کچھ مرچیانیا کچھ آم ایسے وقت میں توڑ کر سپلائی کردئے گئےہوں جبکہ ابھی ان دواؤں کا اثران میں باقی ہوں۔اور انہیں آموں یا مرچیوں کا ٹیسٹ ہوگیا ہو،جس کی بنا پر انہوں نے پابندی عائد کی ہوں۔

رابعاً: ہندوستان کے مقابلہ میں دوسرے ممالک اس سلسلہ میں بہت زیادہ حساس ہیں، وہ معمولی سائڈ ایفیکٹ والی چیزوں کے استعمال سے اپنے ملک کے لوگوں کو روکتے ہیں،تاکہ انسانی صحت متاثر نہ ہو، حتیٰ کہ پیراسیتامول کی گولیاں جن کو برصغیر کے لوگ ٹافی سمجھ کر کھاجاتے ہیں ،امریکہ میں ممنوع ہیں،یہی وجہ ہے کہ وہاں تلاش بسیار کے باوجود کہیں کسی دوکان میں نہیں مل سکتیں۔

ان کے برعکس نہ صرف ہندوستان بلکہ پاکستان،بنگلہ دیش اور نیپال وغیرہ کے کاشتکار جب اپنے کھیتونیا باغوں میں دوائیوں کاچھڑکاؤ کرتے ہیں تووہ ماسک یا کوئی کپڑا اپنی ناک میں لگانے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کرتے،اورستم ظریفی تو یہ ہے کہ اگر اسی حالت میں اس کی اہلیہ کھانا لے کر پہونچ جائے تووہ خود بھی کھاتے ہیں اور بسااوقات اپنے معصوم اور چھوٹے بچوں کو بھی اسی زہرآلود اور مسموم فضا میں لقمہ ڈالتے رہتے ہیں،بلکہ مشاہدہ تو یہ ہے کہ اپنی شریکِ حیات کو بھی شریکِ موت بنا نےسے باز نہیں رہتے ہیں۔

خامساً: ممکن ہے کہ جن آموں یا مرچیوں کا ٹیسٹ کیا گیا تھا ان پر Fungusیعنی لاوا آگیا ہو جو Aflotixinیعنی ایک قسم کا زہریلی مادہ بن جاتا ہےجس کا مضر صحت ہونا متحقق ہوچکاہے، اس لئے انہوں نے ان پر پابندی عائد کی ہو۔

سادساً: عالمی تجارتی منڈیوں کی کبھی اس طرح کی سازش اور پالیسی بھی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کوتوغیر معیاری سامان بھیجتے ہیں اور ان کے بدلے میں وہ ان سے معیاری سامان لیتے ہیں۔ممکن ہے کہ جانچ کے بعد اس کا نکشاف ہوگیا ہو،جس کی وجہ سے انہوں نے پابندی لگادی ہو۔

اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ ایسی کھادوں یاایسی دوائیوں سے اجتناب کیا جائے جن سے انسانی صحت متاثر ہوتی ہو اور ان کا متبادل تلاش کیا جائے؛ تاہم اگر ان کااستعمال معیار کے مطابق ہوتو پھل پاک وحلال ہوگا ،معیار سے ہٹ کر ہوگا تو وہ نقصان کا باعث ہونے کی وجہ سے ممنو ع ہوگا۔

جواب:۲- اس میں بھی دوپہلو ہیں: ایک ان زہریلی دواؤ ں کا خارجی استعمال ،دوسرا داخلی استعمال؛ کیونکہ ایسی زہریلی دواؤں کااستعمال عام طورپر دوطرح سے کیا جاتاہے: ایک خارجی دوسرا داخلی۔

خارجی کا مطلب یہ ہے کہ پھلوں کو ان کی شاخوں پر پکنے کا موقعہ دیئے جانے سے قبل ہی درخت سے اتار لیا جاتاہے پھر ان کو کسی بند کمرہ میں جمع کرکے رکھ دیا جاتا ہے، ان کے اطراف و اکناف مینیا کبھی ان پھلوں میں ایسی دوائیاں اور زہریلی گیس رکھ دیئے جاتے ہیں کہ ان دواؤں کی گرمی کی وجہ سے وہ چیزیں پک جاتی ہیں، آج کل عموماً آم اور کیلوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔

تو کیا ان زہریلی دواؤ ں اور کیمیکل کا ایسا خارجی استعمال درست ہے جن کا اثر ان پھلوں پر پڑتاہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پھلوں کو پکانے کے لئے ایسی تدبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ اس سے کاشت کاروں کا دو مقصد ہوتا ہے،ایک مال کی حفاظت،کیونکہ فی زمانہ اگر پھلوں کو درخت پر پکے جانے تک چھوڑدیا جائے تو چوری ہوجانے کا ظن غالب ہے،نیزاس میں ایسا بھی ہوتاہے کہ سارے پھل ایک ساتھ نہیں پکتے ہیں جس کی وجہ سے روزانہ تھوڑا تھوڑا پکے ہوئے پھلوں کو اتارنا باعث تکلیف بھی ہے۔

اور دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک ساتھ ان کو اتار کر بیچ لیا جائے اورحفاظت کے بار سے سبکدوش ہوجانے کے ساتھ ساتھ یکمشت رقم بھی حاصل ہوجائے۔

اور جب ایسے کیمیکل سے پکے ہوئے پھل بازار میں آتے ہیں تو احتیاطاً ان پھلوں کو دھوکر استعمال کرنے کی میڈیکل ماہرین صلا ح دیتے ہیں،تاکہ نقصان کا باعث نہ ہو۔

ڈاکٹروں کاکہنا ہے کہ بطور خاص اس طرح کا خارجی استعمالEthylene oxide نامی دوائی کا ہوتاہے،اور اس کا طریقہیہ ہے کہ پھلوں کو بند کمرہ میں رکھ دینے کے بعد اس دوائی کا ان پر چھڑکا ؤ کردیا جاتاہے جس کی وجہ سے پھل جلدی پک جاتے ہیں۔لیکن اس کا کوئی سائڈ ایفیکٹ نہیں ہے،یایہ ایسی کوئی زہریلی دوائی نہیں جس کی وجہ سے صحت حد درجہ متاثر ہوتی ہو،جیسا کہ سوالنامہ میں اس شق پر زور دیا گیا ہے۔ لہذا خارجی استعمال درست ہوگا۔

اور داخلی استعمال کا مطلب یہ ہے کہ پھلوں کے حجم کو بڑھانے کے لئے یا جلد تیار کرنے کی غرض سے یاکبھی پھلوں کی حفاظت کے لئے ان کے درختوں یا درختوں

کی شاخوں پر انجکشن لگایا جاتا ہے۔

گرچہ ان انجکشنوں کا براہِ راست پھلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا؛ بلکہ ان کے درختوں مینیہ دوائیاں ڈالی جاتی ہیں،درختوں کے واسطے سے پھل اثر قبول کرتے ہیں، اور اس کی نظیر شریعت میں موجود ہے کہ مثلاً اگر کوئی روزہ دار ہے اسے سخت پیا س لگ گئی چنانچہ اس نے پیاس بجھانے کی غرض سے غسل کرلیا جس کی وجہ سے پیاس ختم ہوگئی ،تو اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ کیونکہ براہ راست اس کےمعدہ یا دماغ میں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی،بلکہ مسامات کے واسطہ سے اسے ٹھنڈک حاصل ہوئی ہے۔

یا اس نے پیٹ اور دماغ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں انجکشن لگوایا اور دوائی اس کے بدن میں پہنچی ،لیکن اس کے باوجود اس کا روزہ نہیں ٹوٹتاہے۔

یا گلوکوزلگوایا،جس کی وجہ سے اس کی بھوک کم ہوگئییا اس کے جسم کو ایک قسم کی تقویت ملی تب بھی اس کا روزہ نہیں ٹوٹتاہے۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ : لَا يُكْرَهُ ، وَهُوَ الْأَظْهَرُ لِمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ مَاءً مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ ، وَهُوَ صَائِمٌ (البحر الرائق ۲۲۴،۶) والاغتسال والتلفف بثوب مبتل للتبرد على المفتى به (نور الايضاح ۱۱۰،۱)۔

لیکن ان دونوں میں بنیادی فرق ہے کہ روزہ دار یہ سب تدبیریں آسانیٔ تن اور صلاح بدن کے لئے کرتا ہے جبکہ یہاں انجکشنوں کی وجہ سے فسادِ بدن لازم آرہاہے؛ اس لئے اس طرح کا زہر آلود مادوں کا استعمال ممنو ع ہوگا۔

البتہ ماہرین اطباء کا کہنا ہے کہ اس کےلئے عموماًAuxin نامی انجکشن لگوایا جاتا ہے،لیکن اس کا بھی کوئی سائڈ ایفیکٹ نہیں ہے،یایہ ایسی زہریلی دوائی نہیں جس کی وجہ سے انسانی صحت کو حد درجہ نقصان پہنچ سکتاہو، خصوصاً یہ انجکشن آڑو وغیرہ کے درخت میں لگایاجاتا ہے؛ البتہ اس دوائی کا بھی ایک معیار ہے، اگر اس معیار کا خیال نہ رکھا گیا تو اس کے برے نتائج سامنے آتے ہیں، مثلاً نرپھولوں کو مادہ اور مادہ پھولوں کو نر بنادیتی ہے۔

جبکہ بعض دوسرے اطباء کا کہنا ہے کہ اس کے لئےSteroidsلگاتے ہیں جس کی وجہ سے ترکاریوں کے حجم میں اچانک غیر معمولی فرق آجاتا ہے اوروہ بہت جلد بڑے ہوجاتے ہیں،نیز غیر موسمی پھل کبھی کبھار بازار میں جو نظر آجاتے ہیں وہ اسی دوائی کا کرشمہ ہے۔

ان اطباء کا یہ بھی ماننا ہے کہ یہ وہ دوائی ہے جس کی وجہ سے انسانی صحت بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے، اور اس کا استعمال نہایت شدیدمجبوری ہی کے وقت ہوتا ہے،مثلاً ایک آدمی درد سے پریشان ہے،کسی دوائی سے اس کو آرام نہیں مل رہا ہے تو اس وقت یہ دوائی دی جاتی ہے،لیکن اس سے وقتی طور پر اسے آرام تو مل جاتاہے مگر ہمیشہ کے

لئے وہ پریشان ہوجاتا ہے؛ کیونکہیہ قلب وجگر پر اٹیک کرتی ہے۔

اوپر کی تحریر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس کے لئے دوائیوں کی مختلف قسمیں ہیں ،اور ان کا معیار بھی ہے،اب ان دوائیوں کا داخلی استعمال کا حکم اس طرح ہوگاکہ اگر ان میںAuxin نامی دوائییا اس طرح کی دوائی کا استعمال ہواتو فی نفسہ کوئی حرج نہیں ہے، لیکنیہ امر مخفی ہے کہ کس پر کونسی دوائی ڈالی جارہی ہے؛ اس لئے حکم اس کی بنیاد پر نہیں لگے گا اور یہ بھی ممنوع ہوگا،اور اگر ان میںSteroids نامییا اس طرح کی دوسری دوائیوں کا استعمال کیا جائے تو ممنوع ہو نے میں کوئی دو رائے نہیں؛ کیونکہ اس کا مضر صحت ہونا متحقق ہوچکا ہے۔

وہ دوائیاں جن کواشیاء میں ڈالنے کی وجہ سے چیزیں دیر پاہو جاتی ہیں اور دیکھنے میں بھی خوشنما نظر آتی ہیں،نیزان کے رنگ ،بو ،مزہ اوران کی تازگی بر قرار رہتی ہے۔

Food Additives

۱- Sunset yellow
۲- Sulfates
۳- Carmine
۴- Benzoic acid
۵- Polysorbate
٦- Nitrite
۷- Galates
۸- Sucrose esters

ان دوائیوں میں سے صرف {۶}کے بارے میں ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ دوائی جس میں ملی ہوئی ہو وہ چیز مضر صحت ہوگی، کیونکہ اس سے معدہ کا کینسر ہوتاہے،لہذا اس کا استعمال درست نہ ہوگا، اور ان کے علاوہ مضر صحت نہیں ہے اس لئے ان کا استعمال درست ہوگا۔

جواب:۳- دیکھاگیا ہے اور اس کا تجربہ بھی ہے کہ بعض اوقات جب گائیں دودھ دینا کم کردیتی ہینیا اس کا دودھ بند ہوجاتاہے اور ایسا عموماً سردی کے موسم میں سردی کی کثرت کی وجہ سے ہوتاہے تو اسے کھری{یعنی سرسوں وغیرہ سے تیل نکالنے کےبعد مابقیہ اشیاء} دیا جاتا ہے، اس کے کھانے کی وجہ سے جانور میں گرمی پیدا ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے دودھ کی مقدار میں اضافہ ہوجاتاہے۔

یا کبھی جانوروں کو گُڑ کھلایاجاتاہے تاکہ اس کی وجہ سے گرمی حاصل ہو،چنانچہ

اس کے کھانے کے بعد دودھ کی مقدار میں نمایاں فرق آجاتاہے۔

لیکن ان تجربات کی وجہ سے جانوروں کونقصان نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کے جسم کو تقویت ملتی ہے،جبکہ انجکشن کے بارے میں بعض اطباء سے پوچھے جانے پر انہوں نے کہا کہ جس جانور میں جتنی دودھ دینے کی فطری صلاحیت ہوتی ہے وہ اتنا ہی دودھ دیتا ہے،فرق صرف اتنا ہے کہ انجکشن لگانے کی وجہ سے وہ مقدار جو وہ بعد میں دیتا فی الحال پوری کردیتاہے، لیکن اس کی وجہ سے اس کے طبعی اور فطری دودھ میں اضافہ نہیں ہوتا،بلکہ جو چیز تھوڑی تھوڑی بعد میں ملنی تھی وہ جلدی حاصل ہوجاتی ہے،یہی وجہ ہے کہ اس جانور کی صحت پر اس کا کافی براثر پڑتا ہے؛کیونکہ دودھ کی زیادہ مقدار کم مدت میں حاصل کرنے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں کمزور پڑجاتی ہیں،اور اس کی صحت متاثر ہوجاتی ہے۔

اگرچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ [المؤمنون: ۲۱]۔

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ [النحل: ۶۶]۔

جس کی بنیاد پر جانوروں سے فائدہ اٹھانا ممنو ع نہیں ،لیکن اگر ایسا فائدہ حاصل کیا جائے جس کی وجہ سے انکی صحت متاثر ہوتی ہو درست نہ ہوگا۔

دلیل :

(۱) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَاءَمَكُمْ مِنْ مَمْلُوكِيكُمْ فَأَطْعِمُوهُ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَاكْسُوهُ مِمَّا تَلْبَسُونَ وَمَنْ لَمْ يُلَائِمْكُمْ مِنْهُمْ فَبِيعُوهُ وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللَّهِ (سنن أبی داود ۳۷۴،۱۳، حدیث نمبر: ۴۴۹۳)۔

(۲) اور وہ حدیث بھی جویعلیٰ بن مرہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اونٹ نے آپ ﷺسے کثرت عمل اور قلت علف کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: فَأَحْسِنُوا إِلَيْهِ (شرح السنة ۸۷۶،۱)۔

(۳) اور دوسری روایت میں آیاہے:عن أبي كبشة السلولي ثنا سهل بن حنظلة : أن رسول الله صلى الله عليه و سلم مر ببعير قد لحق ظهره ببطنه فقال : اتقوا الله في هذه البهائم المعجمة اركبوها صالحة و كلوها صالحة (صحيح ابن خزيمة۱۴۳،۴، حدیث نمبر: ۲۵۴۵)۔

(۴) وصرح الرازي في "المحصول": أن الأصل في المنافع الإذن، وفي المضار المنع (إرشاد الفحول إلي تحقيق الحق من علم الأصول ۲۸۴،۲)۔

لہذا تعذیب ِحیوان کے تحت آنے کی وجہ سے یہ عمل ممنوع ہوگا۔

اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان دیہاتی تجربات کو ہی بروئے کار لایا جائے جن میں جانوروں کی صحت متاثر نہیں ہوتی ہے؛ تاہم اگر موجودہ دور کے اعتبار سے انجکشنوں

کا استعمال کیا گیا تو کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ وہ مضر صحت نہ ہوں جیسا کہ کچھ دوائیاں ایسی ہیں جن کا کوئی سائڈ ایفیکٹ نہیں اور وہ دودھ بڑھانے میں معاون بھی ہوتی ہیں، جیسے: Oxytocin، اس دوائی کے بارے میں ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ اس میں کینسر نہیں ہوتاہے، اور یہ مضر صحت نہیں ہے۔

لیکن اگر ایسی دوائیاں استعمال کی گئیں جو مضر صحت ہونتو ان کا استعمال کرنا نہ صرف جانوروں میں ممنو ع ہوگا بلکہ ان جانوروں سے نکلنے والے دودھ کا استعمال بھی ممنو ع ہوگا؛ کیونکہ اس کا اثر دودھ میں بھی آجاتا ہے جو انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہے اور وہ ہے Steroids، اس دوائی اور انجکشن کے بارے میں جیسا کہ مذکور ہوا اطباء کا کہنا ہے کہ یہ حددرجہ نقصان دہ ہے۔

جواب:۴-اس سوال کی دوشقیں ہیں:

(الف) کیا جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں؟

اس سوال کے بھی دوجز ہیں،ایک جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے ان کو دوا دینا،دوسرا جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے مصنوعی غذا دینا، ان دونوں کا حکم الگ ہے۔

جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے عموماًSteroids دیا جاتا ہے جس کا مہلک ہونا اوپر بتایا جاچکاہے؛ اس لئے اس کا دینا درست نہ ہوگا، اور اگر اس کے علاوہ ایسی دوائی دی جائے جو مضر صحت نہ ہوتو جائز ہوگا۔

اور غذا کے بارے میں کچھ تفصیل ہے،مالکی فقیہ علامہ قرافی کا بیان ہے:

الثامن منها أيضا أجرى مالك رحمه الله الماء النجس مجرى الميتة لا يسقى لبهيمة ولا نبات وقال أيضا يجوز وقال ابن مصعب لا يسقى ما يؤكل لحمه بخلاف الزرع والنخل فعلى القول الأول لا يؤكل الحيوان أو النبات الذي شربه حتى تطول مدته وتتغير أعراضه وفي المدونة لا بأس أن يعلف النحل العسل النجس وفي الترمذي أنه عليه السلام نهى عن أكل لحوم الجلالة وألبانها (الذخيرة ١٨٨،١)۔

اوپر کی عبارت بتارہی ہے کہ ایسی غذا پولٹری فارم کی مرغیوں کو یا مچھلیوں کو نہیں دی جاسکتی ہے، اور ایسی مرغیوں کا کھانا بھی امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز ہوگا، لیکن اسی عبارت میں ہے: حتى تطول مدته وتتغير أعراضه، جس سے معلوم ہورہا ہے کہ اگر ناپاکی کا اثر جاتارہے تو پھر کھانے میں مضائقہ نہیں۔

ابن حزم ظاہری نے اس پر تفصیل سے گفتگوکی ہےکہ اگر حلال چیز کا استحالہ ہوجائے تو اس کا سابق حکم باقی نہ رہے گا، اسی طرح اگر حرام اور ناپاک چیز کااستحالہ ہوجائے تو اب وہ ناپاک اور حرام باقی نہ رہے گا؛ بلکہ حکم میں تبدیلی آجائے گی۔

اور انہوں نے اس سلسلہ میں اس مثال کو بھی پیش کیا ہے کہ اگر مرغی خنزیر کا

گوشت کھالے تو مرغی کا گوشت حلال ہی مانا جائے گا، خنزیر کی ناپاکی استحالہ کی وجہ سے دور ہوگئی۔

وَكَذَلِكَ إِذَا اسْتَحَالَتْ صِفَاتُ عَيْنِ الْحَلاَلِ الطَّاهِرِ، فَبَطَلَ عَنْهُ الاِسْمُ الَّذِي بِهِ وَرَدَ ذَلِكَ الْحُكْمُ فِيهِ، وَانْتَقَلَ إِلَى اسْمٍ آخَرَ وَارِدٍ عَلَى حَرَامٍ أَوْ نَجِسٍ، فَلَيْسَ هُوَ ذَلِكَ الْحَلاَلَ الطَّاهِرَ، بَلْ قَدْ صَارَ شَيْئًا آخَرَ ذَا حُكْمٍ آخَرَ كَالْعَصِيرِ يَصِيرُ خَمْرًا، أَوْ الْخَمْرِ يَصِيرُ خَلًّا، أَوْ لَحْمِ الْخِنْزِيرِ تَأْكُلُهُ دَجَاجَةٌ يَسْتَحِيلُ فِيهَا لَحْمَ دَجَاجٍ حَلاَلاً وَكَالْمَاءِ يَصِيرُ بَوْلاً، وَالطَّعَامِ يَصِيرُ عَذِرَةً، وَالْعَذِرَةُ وَالْبَوْلُ تُدْهَنُ بِهِمَا الأَرْضُ فَيَعُودَانِ ثَمَرَةً حَلاَلاً، وَمِثْلُ هَذَا كَثِيرٌ (المحلی ۱۳۸،۱)۔

اور علامہ ابن تیمیہ نے استحالہ کے بارے میں لکھا ہے کہ استحالہ سے حکم کا بدل جانا ہی راجح ہے۔وَذَكَرْنَا أَنَّ هَذَا الْقَوْلَ هُوَ الرَّاجِحُ (مجموع الفتاوی ۴۷۹،۲۱)۔

اور ایک جگہ لکھتے ہیں : الصَّوَابُ أَنَّ ذَلِكَ كُلَّهُ طَاهِرٌ إذَا لَمْ يَبْقَ شَيْءٌ مِنْ أَثَرِ النَّجَاسَةِ لَا طَعْمُهَا وَلَا لَوْنُهَا وَلَا رِيحُهَا ؛ لِأَنَّ اللَّهَ أَبَاحَ الطَّيِّبَاتِ وَحَرَّمَ الْخَبَائِثَ وَذَلِكَ يَتْبَعُ صِفَاتِ الْأَعْيَانِ وَحَقَائِقَهَا (مجموع الفتاوی ۴۸۱،۲۱)۔

علامہ ابن تیمیہ کے تلمیذ رشیدعلامہ ابن قیم کا بھی نقطہ نظر یہی ہے،چنانچہ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس اصول کے مطابق تبدیلی حقیقت کی وجہ سے شراب کا پاک ہوجانا قیاس کے عین مطابق ہے؛ کیونکہ وہ صفت خبث کی وجہ سے ناپاک ہے، لہذا جب یہ وصف ختم ہوگیا تو ناپاکی بھی ختم ہوگئی،یہ احکام شریعت کی بنیاد ہے،بلکہ یہی ثواب وعذاب کی بھی بنیاد ہے، اس بنیاد پر قیاس صحیح کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ حکم تمام ناپاک چیزوں کی طرف متعدی ہو، اگر ان کی حقیقت بدل جائے،چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی قبریں مسجدکی جگہ سے کھود وائیں اور مٹی منتقل نہیں کی (اعلام الموقعین۲۹۶،۱)۔

زیلعی نے طحاوی سے نقل کیا ہے کہ شراب اگر گیہوں میں گرجائے،اسے دھودیاجائے،پھراس کا آٹاپیس کر روٹی بنائی جائے اور اس میں شراب کی بو،مزہ محسوس نہ ہوتواس کاکھانا جائز ہوگا (تبیین الحقائق ۷۴،۱)۔

نیزیہاں اس پہلو پر بھی غور کرنا ہوگا کہ اگر ان میں خنزیر کی چربیا فضلات کی ملاوٹ ہوتی ہے یا گیہوں،مکئی کے چور،مختلف پھلوں اور سبزیوں کے چھلکوں، جانوروں اور مچھلیوں کی آلائش،خون،نجاست،کھال،ہڈی،آنتوں وغیرہ کو شامل کرکے بنائی جاتی ہے،تو وہ مطلقاً نہیں ، بلکہ پہلے ان فضلات کو دیگوں میں پکایاجاتاہے،تاکہ ان کے جراثیم مرجائیں،پھر انہیں خشک کیا جاتاہے،اس کے بعد انہیں پیسا جاتاہے،اور پھر ان میں وٹامن اور دوسری چیزیں ملائی جاتی ہیں۔ان تبدیلیوں کے بعد وہ چیزیں اپنی حقیقت بالکل ہی کھو دیتی ہینیا ان کے سابق کچھ ایسے اثرات باقی رہ جاتے ہیں جو حکم کی تبدیلی میں مانع نہیں بن سکتے ہیں؛کیونکہ کھانے والے جانوروں میں بدبو پیدا نہیں ہوتی۔

(ب)اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی گئی،تو اب اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہے، یاحرام غذاکی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت پیدا ہوجائےگی؟

اس جانور کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہی رہے گا،حرمت یا کراہت پیدا نہ ہوگی،گرچہ حدیث میں جلالہ کے گوشت کے کھانے سے منع کیا گیا ہے،لیکن حبس کے بعد اس کی اجازت دی گئی ہے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے اس کے گوشت سے بدبو ختم ہوجاتی ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَأَلْبَانِهَا (سنن الترمذی ۴۹۸،۶، حدیث نمبر: ۱۷۴۷)۔

جلالہ کے بارے میں علامہ ابن رشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جلالہ کے بارے میں جوروایت آئی ہےقیاس ا س کا معارض ہے؛ کیونکہ قیاس کا تقاضہ ہے کہ جوکچھ حیوان کے پیٹ میں داخل ہوگیا وہ اس حیوان کاگوشت بن گیا اور اس کا جز ہوگیا؛ لہذا جب ہم یہ کہیں گے کہ اس حیوان کا گوشت حلال ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ چیز جس کو اس حیوان نے کھایاتھا وہ بھی اس کا حصہ بن گیا لہذااس کا بھی حکم حلال کا ہی ہوگا، جیسا کہ خون ناپاک ہے لیکن اگر وہی خون گوشت بن جائے تو حلال ہوجاتاہے؛ البتہ امام شافعی جلالہ کو حرام مانتے ہیں جبکہ امام مالک رحمہ اللہ مکروہ قرار دیتے ہیں۔

والشافعي يحرم الجلالة ومالك يكرهها (بداية المجتهد۱،۴۶۶)۔

جلالہ:وہ چوپایہ ہے جومینگنی اور لید کھاتاہو یعنی اس کااکثر چارہ یہی ہو،اور اگراکثر چارہ پاک ہوتو وہ جلالہ نہیں،اور ایک قول یہ ہے کہ کثرت وقلت کااعتبار نہیں،بدبوپر مدارہے،اور الکوکب الدری میں ہے کہ جب نجاست کا اثر پسینے، دودھ اور گوشت میں صاف محسوس ہوتووہ حرام ہے۔

امام ابوحنیفہ وامام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک جلالہ کا گوشت اور دودھ مکروہ تحریمی ہے،اور اس کا پسینہ ناپاک ہے،اورامام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جلالہ کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

اورجب جلالہ کےپسینہ ،دودھ،اور گوشت کی بدبو ختم ہوجائے تو اب انتفاع جائزہے۔ کتنی مدت باندھ کر رکھا جائے اس میں اختلاف ہے، بذل المجہود میں ہے کہ جب تک نجاست کااثر زائل نہ ہوروکے رکھاجائے،خلاصۃ الفتاویٰ میں ایک سال تک روکے رکھنے کا ذکر ملتاہے،اس کے بعد استعمال کرناجائزہے (تحفة الالمعی:کتاب الاطعمہ)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ جلالہ کے بارے میں رقم طراز ہیں: وَلَوْ أَكَلَتْ النَّجَاسَةَ وَغَيْرَهَا بِحَيْثُ لَمْ يَنْتِنْ لَحْمُهَا حَلَّتْ كَمَا حَلَّ أَكْلُ جَدْيٍ غُذِّيَ بِلَبَنِ خِنْزِيرٍ لِأَنَّ لَحْمَهُ لَا يَتَغَيَّرُ ، وَمَا غُذِّيَ بِهِ يَصِيرُ مُسْتَهْلَكًا لَا يَبْقَى لَهُ أَثَرٌ (رد المحتار ۳۰۳،۲۶)۔

وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ أَنَّ ذٰلِك شَرْطٌ فِي الَّتِي لَا تَأْكُلُ إلَّا الْجِيَفَ ؛ وَلَكِنَّهُ جَعَلَ التَّقْدِيرَ فِي الْإِبِلِ بِشَهْرٍ، وَفِي الْبَقَرِ بِعِشْرِينَ ، وَفِي الشَّاةِ بِعَشَرَةٍ ، وَقَالَ : قَالَ السَّرَخْسِيُّ : الْأَصَحُّ عَدَمُ التَّقْدِيرِ ، وَتُحْبَسُ حَتَّى تَزُولَ الرَّائِحَةُ الْمُنْتِنَةُ ـ (رد المحتار ۳۰۴،۲۶)۔

اس مسئلہ سے بھی مذکورہ مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے: وَعَنْ هَذَا قَالُوا : لَا بَأْسَ بِأَكْلِ الدَّجَاجِ لِأَنَّهُ يُخْلَطُ وَلَا يَتَغَيَّرُ لَحْمُهُ .وَرُوِيَ :{ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ الدَّجَاجَ } (رد المحتار۳۰۵،۲۶)۔

عَنْ أَبِي مُوسَى يَعْنِي الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ دَجَاجًا (صحيح البخاري ۱۹۴،۱۷، حديث نمبر: ۵۰۹۳)۔

مرغی اکثر غلاظت کھاتی ہے اس کے باوجود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا گوشت استعمال کیا ،یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب تک گوشت میں نجاست کااثر نہ ہو اس کا کھا نا حلال ہی رہے گا۔ لہذا مذکورہ مسئلہ مینیعنی جن مرغیوں اور مچھلیوں کو غلاظت کھلائی جاتی ہے یا خنزیر وغیرہ کی چربی کو ان کی غذاؤں میں ملایا جاتا ہے، ان کا کھانا بھی حلال ہوگا۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھی جانی چاہئے کہ اگر مسلمانوں کا کوئی مال حلت اور پاکی کا کوئی پہلو رکھتاہوتواتلاف مال سے بچنے کے لئے حدودشرع میں رہتےہوئے اس کی گنجائش پید اکی جائےگی،علامہ کاسانی نجاست وطہارت کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

وَكَذَا يُؤَدِّي إلَى إتْلَافِ الْأَمْوَالِ ، وَالشَّرْعُ نَهَانَا عَنْ ذَلِكَ ، فَكَيْفَ يَأْمُرُنَا بِهِ ؟ (بدائع الصنائع ۳۸۰،۱)۔

جواب:۵- اس طرح کا عمل انسانی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث ہے؛ اس لئے سداً للذرائع کی وجہ سے ممنو ع اور حرام قرار دیا جائےگا۔

(۱) وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ [البقرة: ۳۵]۔

(۲) وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ [البقرة: ۱۹۵]۔

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا فَقَالَ: مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ ؟ قَالَ:أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي (صحيح مسلم ۲۶۷،۱، حديث نمبر: ۱۴۷))۔

عَنْ أَبِي الْحَمْرَاءِ قَالَ:رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَنَبَاتِ رَجُلٍ عِنْدَهُ طَعَامٌ فِي وِعَاءٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ فَقَالَ:لَعَلَّكَ غَشَشْتَ، مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا (سنن ابن ماجه۴۷۷،۶، حديث نمبر: ۲۲۱۶، غمز عيون البصائر ۱۱۵،۲)۔

(۳) دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ (غمز عيون البصائر ۱۱۵،۲)۔

البتہ ایسی چیزوں کے خریدنے، خود کھانے، اور دوسروں کو کھلانے کے احکام مختلف ہونگے، جیسا کہ تمباکونوشی کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں۔ علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے اپنے استاذ شیخ نجم زاہدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اسے حرام کہتے تھے،اور شامی شرنبلالی کی شرح ''شرح وھبانیہ ''سے ناقل ہیں کہ اس کے پینے اور خرید وفروخت سے منع کیا جائے گا، یمنع عن بیع الدخان وشربہ، حصکفی ہی اپنے ایک اور استاذ عمادی کی رائے نقل کرتے ہیں کہ وہ اس کو مکروہ سمجھتے تھے ،علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بظاہر عمادی اس کو مکروہ تحریمی قرار دیتے تھے،شامی ہی نے شیخ ابو السعود سے کراہت تنزیہی کا قول نقل کیا ہے۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات بھی تحریم کے قائل ہیں: حنفیہ میں الشيخ الشرنبلالي، والمسيري، وصاحب الدر المنتقى، والشيخ عبد الرحمن العمادي۔ مالکیہ میں سے سالم السنهوري، وإبراهيم اللقاني، ومحمد بن عبد الكريم الفكون، وخالد بن أحمد، وابن حمدون۔ شوافع میں سے نجم الدين الغزي، والقليوبي، وابن علان۔اور حنابلہ میں سے الشيخ أحمد البهوتي، وبعض العلماء النجديين (من عمدة الناظر ۲،۲٦۲)۔

قائلین حرمت کے دلائل:

(۱)تمباکو نوشی جسم کے لئے مضرت رساں ہے، اسی کو حدیث میں ''مفتر '' کہاگیا ہے، اور آپﷺ نے ایسی اشیاء کے استعمال کو منع فرمایا ہے، ''نہی عن کل مسکر ومفتر۔عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفَتِّرٍ (سنن أبی داود ۱۰،۱۱۱، حدیث نمبر: ۳۲۰۱)۔

(۲)قرآن نے خبائث کو حرام قرار دیا ہے اور یہ خبائث میں سے ہے۔

اور مندرجہ ذیل حضرات اباحت کے قائل ہیں:حنفیہ میں سے: الشيخ عبد الغني النابلسي، وصاحب الدر المختار، وابن عابدين، والشيخ محمد العباسي المهدي صاحب الفتاوى المهدية، والحموي شارح الأشباه والنظائر۔ مالکیہ میں سے: علي الأجهوري، والدسوقي، والصاوي، والأمير، وصاحب تهذيب الفروق۔ اور شافعیہ میں سے: الحفني، والحلبي، والرشيدي، والشبراملسي، والبابلي، وعبد القادر بن محمد بن يحيى الحسيني الطبري المكي، اور حنابلہ میں سے: الكرمي صاحب دليل الطالب۔ (من عمدة الناظر۲،۲٦۳)۔

قائلین اباحت کے دلائل:

(۱)حرمت کے لئے کسی قوی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو تمباکو کی حرمت پرموجود نہیں ہے،اور اصل ہر چیز میں جائز ومباح ہونا ہے، لہذ ایہ جائز بلاکراہت ہے، یا بیش از بیش پیاز ولہسن کی طرح کراہت تنزیہی ہے۔

اور جولوگ مکروہ تحریمی کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ حرمت کے جووجوہ اوپر بتاگئے ہیں، وہ حرمت ثابت کرنے کے لئے توکافی نہیں، لیکن کراہت ان سے ضرور ثابت

کی جاسکتی ہے۔

ان کے علاوہ یہ حضرات کراہت کے قائل ہیں:حنفیہ میں سے: ابن عابدین، وأبو السعود، واللكنوي۔ مالکیہ میں: الشيخ يوسف الصفتي۔شوافع میں: الشرواني۔ اور حنابلہ میں سے: البهوتي، والرحيباني، وأحمد بن محمد المنقور التميمي (من عمدة الناظر ۲۶۳،۲)۔

اس مسئلہ کی دوسری نظیر بھنگ،حشیش،اور افیون ہیں اور یہ سب حرام ہیں؛کیونکہ مضر صحت ہیں۔

لیکن اس مسئلہ کے بارے میں سب سے عمدہ گفتگو علامہ قرافی مالکی رحمہ اللہ کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

(الْفَرْقُ الْأَرْبَعُونَ بَيْنَ قَاعِدَةِ الْمُسْكِرَاتِ وَقَاعِدَةِ الْمُرْقِدَاتِ وَقَاعِدَةِ الْمُفْسِدَاتِ)فَالْمُرْقِدُ مَا يُغَيِّبُ الْعَقْلَ وَالْحَوَاسَّ كَالسَّكْرَانِ وَالْمُفْسِدُ مَا يُغَيِّبُ الْعَقْلَ دُونَ الْحَوَاسِّ لَا مَعَ نَشْوَةٍ وَفَرَحٍ كَالْأَفْيُونِ وَالْمُسْكِرُ مَا غَيَّبَ الْعَقْلَ دُونَ الْحَوَاسِّ مَعَ نَشْوَةٍ وَفَرَحٍ وَزِيَادَةٍ فِي الشَّجَاعَةِ وَقُوَّةِ النَّفْسِ وَالْمَيْلِ إلَى الْبَطْشِ وَالِانْتِقَامِ مِنْ الْأَعْدَاءِ وَالْمُنَافَسَةِ فِي الْعَطَاءِ وَأَخْلَاقِ الْكُرَمَاءِ (أنوار البروق في أنواع الفروق ۳۵۷،۲)۔

اور انہوں نےاس بات سے دونوں کے درمیان فرق بیان کیا ہے کہ افیونیاتمباکو وغیرہ کو حرام نہیں کہہ سکتے ہیں البتہ ان کو مفسد کہہ سکتے ہیں؛ کیونکہ انسانی زندگی متاثر ہوتی ہے (أنوار البروق في أنواع الفروق ۳۶۲،۲)۔

اس کے بعد مولانا عبدالحی لکھنوی کی رائے ذکر کی ہے کہ وہ اسے مکروہ سمجھتے تھے (أنوار البروق في أنواع الفروق ۳۶۵،۲)۔

پھر علامہ قرافی نے علامہ بیضاوی کی بات نقل کی ہے کہ کسی چیز کی حرمت اور حلت کے درمیان فیصلہ دو اصولوں کو مدنظر رکھ کر کرنا چاہئے، ایک ہے منافع، اگر کسی چیز میں منفعت ہے تو وہ حلال ہوگی، اور اس کی دلیل { خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا } {مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ } { أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ } ہے۔

اور دوسری چیز ہے مضرتیں،اگر کسی چیز میں مضرت ہو تو اسے حرام قرار دیا جائےگا، اور اس کی دلیل:{ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ } ہے۔

چاہے اس کا نقصان کھا نے کی وجہ سے ہو جیسے بھنگ، یا بدن کو نقصان ہو جیسے مٹی کا کھانا، یا طبیعت سلیمہ اسے ناپسند کرتی ہو جیسے ناک کی ریزش اور تھوک وغیرہ (أنوار البروق في أنواع الفروق ۳۶۸،۲)۔

البتہیہاں ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر کسی چیز میں نقصان اور نفع دونوں ہوتو اس کا کیا حکم ہوگا؟

اس کا جواب قرآن کریم نے دیا ہے: قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا [البقرة: ۲۱۹]۔

مذکورہ اصولوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس طرح کا عمل ممنوع ہوگا،اور یہ ممانعت حرام ہوگی۔

البتہ ایسی چیزیں جن میں کوئی مضر صحت اشیاء کی ملاوٹ ہو، خریدنے کے بارے میں احکام مختلف ہونگے، جس کی تفصیلیہ ہے کہ اگر بازار میں اس کے علاوہ کوئی خالص شئی دستیاب نہ ہو اور اس کواس چیز کی ضرورت شدیدہ ہوتواس وقت اس کے لئے خریدنا جائز ہوگا۔

الضَّرُورَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ (غمز عيون البصائر ۸۸،۲)۔

یا اس کے پاس اتنی رقم نہیں جس سے وہ خالص شئی خرید سکتاہو،اور اسے ضرورت شدیدہ بھی لاحق ہوتو اس کے لئے بھی خریدنا جائز ہوگا۔اسی طرح اگر اس چیز کے علاوہ کوئی چیز نہ ہو تو اس کا کھانا بھی حلال ہوگا،اور دوسروں کو کھلانا بھی حلال ہوگا؛البتہ بقدر ضرورت ہی جائز ہوگا۔ الضرورات تقدر بقدرها (قواعد الفقه ۸۹،۱)۔

لیکنیہ سب اس وقت ہے جبکہ ان اشیاء کا مضر صحت ہونا متحقق ہوجیسا کہBT,Cotton.BT,Brinjal کے بارے میں متحقق ہے، اسی وجہ سے ان پر پابندی ہے؛ لہذا ان کا استعمال درست نہ ہوگا۔

* * *

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی•

تمہید:

اسلامی شریعت نے انسانی زندگی میں غذا کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر غذا کی حلت کے لئے درج ذیل اصول مقرر کئے ہیں:

۱۔ غذا ضرر سے خالی ہو، خواہ ضرر جسمانی ہو یا عقلی، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمﷺ نے فیصلہ فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۴۰، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۲۷۷۸، اور اس کی سند صحیح ہے) (نہ ابتداءً کسی کو کسی طرح کا ضرر پہنچانا درست ہے اور نہ مقابلہ کے طور پر کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے ضرر کا قصد کرے)۔

لہذا جو غذا مطلقاً ضرر پر مشتمل ہو اس کا استعمال درست نہیں ہے۔

۲۔ غذا ناپاک نہ ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ''فإنہ رجس أو فسقاً أہل لغیر اللہ بہ'' (الانعام: ۱۴۵) (کہ یہ چیزیں بے شک ناپاک ہیں،یا فسق کرکے اس کو غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا ہو)۔

اور فرمان الہی ہے:

''ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث '' (الاعراف: ۱۵۷) (اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں جائز ٹھہراتا ہے اور خبیث چیزیں حرام قرار دیتا ہے)۔

۳۔ غذا نشہ آور نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''یا أیہا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسروالأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون'' (المائدہ: ۹۰)(اے ایمان والو! شراب، جوا، تھان اور پانسے کے تیر بالکل نجس شیطانی کاموں میں سے ہیں، تو ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ)۔

اور نبی کریمﷺ کا فرمان ہے:

''کل مسکر خمر، وکل مسکر حرام '' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۰۳) (ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز شراب ہے، اور ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے)۔

۴۔ بتدریج انسان کو ناکارہ کرنے والی چیز نہ ہو، جیسے منشیات: حشیش، افیم (Opium)، گانجا (Henbane) اور بھانگ (Hyoscyamus) وغیرہ، کیونکہ حضرت ام

• جامعہ اسلامیہ شانتاپورم، کیرالہ۔

سلمہؓ سے روایت ہے:

‘‘نہی رسول اللہﷺ عن کل مسکر ومفتر’’ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۶۸۶، اوراس کی سند میں کچھ کلام ہے)(ہر نشہ آور اور فتور آور چیز سے رسول کریمﷺ نے منع فرمایا)۔

۵۔ اگر غذا مباح حیوان ہے تو اسے شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ‘‘حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما أہل لغیر اللہ بہ، والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما أکل السبع إلا ما ذکیتم’’ (المائدہ: ۳) (تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت، اور وہ جانور حرام کیا گیا جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، او روہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، جو چوٹ سے مرا ہو، جو اوپر سے گر کر مرا ہو، جو سینگ لگ کر مرا ہو، جس کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو، سوائے اس کے جس کو تم نے ذبح کرلیا ہو)۔

اس آیت کے اندر اللہ تعالی نے حرام جانوروں میں سے شرعی طور پر ذبح کردہ جانور کا استثناء کیا ہے، اور یہ امر مخفی نہیں ہے کہ حرام سے استثناء مباح ہونے کی دلیل ہے۔

۶۔غذا دوسرے کی ملکیت نہ ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ‘‘یا أیہا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم’’ (النساء: ۲۹) (اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل ذریعہ سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ کوئی مال باہمی رضامندانہ تجارت کی راہ سے حاصل ہوجائے)۔

او رنبی کریمﷺ کا ارشاد ہے:

‘‘إنہ لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منہ’’ (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۰۶۹۵، السنن الکبری للبیہقی: ۱۱۵۴۵، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۳۶۰۹، اور یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے) (کسی شخص کا مال اس کی خوشنودی کے بغیر حلال نہیں)۔

اس مختصر تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

جواب نمبر ۱:

پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا ناجائز وحرام ہے، جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو اور وہ بتدریج خطرناک امراض مثلاً کینسر جیسی بیماری کا سبب بنتا ہو۔

حرمت کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ ارشاد باری تعالی ہے: ‘‘ولا تعتدوا إن اللہ لا یحب المعتدین’’ (المائدہ: ۸۷)(اور حدود سے تجاوز نہ کرو، اللہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح پاکیزہ چیز کو حرام ٹھہرانا اللہ تعالی کے حدود

سے تجاوز کرنا ہے، اسی طرح پاکیزہ چیزوں کو بگاڑنا او ران کے اندر فساد پیدا کرنا کہ وہ نافع کی بجائے ضار بن جائیں،یہ بھی حدود سے تجاوز کرنا ہے، لہذا یہ فعل بھی حرام ہے۔

۲۔ اللہ تعالی کاارشاد ہے: ''ویسعون فی الأرض فساداً، واللہ لا یحب المفسدین'' (القصص: ۷۷) (اور زمین میں فساد کے طالب نہ بنو، اللہ تعالی فساد چاہنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

ان آیات کے اندر فساد کی مذمت کی گئی ہے، اور فساد کا عام طور سے استعمال عقیدہ وعمل کی خرابی کے لئے ہوتا ہے، لیکنیہ بھی حقیقت ہے کہ شئی کو اس کی حقیقت سے بگاڑ دینا بھی فساد میں داخل ہے، لہذا زہر آلود مادوں کے ذریعہ غذاؤں کو بگاڑنا اور انہیں ضرر رساں بنانا بھی فساد میں داخل ہوکر حرام ہے۔

۳۔ ارشاد الہی ہے: ''یاأیہا الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً، ولا تتبعوا خطوات الشیطان، إنہ لکم عدو مبین'' (البقرہ: ۱۶۸) (اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جوحلال پاکیزہ ہیں، ان کو کھاؤ، اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے)۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ''فکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً، واشکروا نعمۃ اللہ إن کنتم إیاہ تعبدون'' (النحل: ۱۱۴) (تو اللہ نے تمہیں جو چیزیں جائز وپاکیزہ دے رکھی ہیں، ان میں سے کھاؤ، اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو، اگر تم اسی کی پرستش کرتے ہو)۔

ان آیات کے اندر ''طیب '' کے کھانے کا حکم دیا گیا ہے، او رلفظ ''طیب '' کا مفہوم وسیع ہے، چنانچہ اس کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو مادی اعتبار سے اچھی ہو، اور اس چیز پر بھی جو عقلی اور اخلاقی اعتبار سے اچھی ہو، نیز صفت کے طور پر بھی اس کا استعمال ہے، اسی لئے اچھے شخص پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، سو اللہ تعالی نے ان آیات میں پاکیزہ چیز کے کھانے کا حکم دیا ہے، اور پاکیزہ چیز وہ ہے جو ہر اعتبار سے ضرر اور نقصان دہ ہونے سے دور ہو، لہذا غذا کو ''طیب '' ہونے کی صفت سے باہر نکالنے کا ہر اقدام گناہ اور معصیت ہے، خواہ بگاڑنا زہر آلود کھاد کے ذریعہ ہو یا کھاد کی مقدار کی زیادتی کے ذریعہ ہو، یا زہر آلود دواؤں کے ذریعہ ہو۔

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمﷺ کا گزر غلہ کے ڈھیر کے پاس سے ہوا، اور اس موقع سے آپﷺ نے اپنی انگلیاں ڈھیر میں داخل کیں تو آپﷺ کو تری کا احساس ہوا، چنانچہ دریافت فرمایا: ''ما ہذا یا صاحب الطعام؟ قال: أصابتہ سماء یا رسول اللہ، قال: فہلا جعلتہ فوق الطعام حتییراہ الناس، من غشنا فلیس منا'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۲، سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، حدیث نمبر: ۳۴۵۲) (اے غلہ کے مالک! یہ کیا معاملہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول، اس پر بارش کا پانی گرگیا تھا،

تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے غلہ کے اوپر اس حصہ کو کیوں نہیں رکھا، تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے، جو ہمیں دھوکہ دے، وہ ہم میں سے نہیں)۔

جب آپ ﷺ نے تر حصہ کے چھپانے کو دھوکہ اور فریب قرار دیا، تو غلہ جات کو زہر آلود مادوں کے ذریعہ ضرر رساں بنانا بدرجہ اولی دھوکہ اور فریب ہوگا، اور فریب دینا حرام ہے۔

۵۔ حضرت ابو صرمہؓ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من ضار أضر الله به، ومن شاق شق الله علیہ'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۶۳۵، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۴۰، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۴۲، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (جوضرر پہنچائے گا، اللہ تعالی اس کی وجہ سے اسے ضرر میں ڈالے گا، اور جو مشقت میں ڈالے گا اللہ اسے مبتلائے مشقت فرمائے گا)۔

اور علامہ عظیم آبادی (م: ۱۳۲۹ھ) اس کی شرح میں رقمطراز ہیں:

''والحدیث فیہ دلیل علی تحریم الضرار علی أی صفۃ کان، من غیر فرق بین الجار وغیرہ'' (عون المعبود ۴۶،۱۰، ط: ۲، بیروت، العلمیہ۱۴۱۵) (او رحدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ خواہ جس طریقہ پر ہو ضرر پہنچانا حرام ہے، اور اس میں ہمسایہ اور غیر ہمسایہ کے درمیان کوئی فر ق نہیں ہے)۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ غلہ جات او رپھلوں کو زہر آلود مادوں کے ذریعہ زہریلا بنانا انسانی صحت کے لئے انتہائی مضرت رساں ہے، اور غلہ او رپھلوں کو صحت اورقوت کا ذریعہ بننے سے نکال کر اسے نقصان کا ذریعہ بناتا ہے، لہذا یہ عمل حرام ہے۔

۶۔ علامہ ابن عابدین (م: ۱۲۵۲ھ) رقمطراز ہیں:

''والحق فی إفتاء التحلیل والتحریم فی ہذا الزمان التمسک بالأصلین اللذین ذکرہما البیضاوی فی الأصول، ووصفہما بأنہما نافعان فی الشرع: الأول: أن الأصل فی المنافع الإباحۃ، والمأخذ الشرعی آیات ثلاث: الأولی قولہ تعالی: ''خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً'' (البقرہ: ۲۹)، واللام للنفع فتدل علی أن الانتفاع بالمنتفع بہ مأذون شرعاً، وہو المطلوب، الثانیۃ قولہ تعالی: ''قل من حرم زینۃ اللہ التی أخرج لعبادہ'' (الاعراف: ۳۲)، والزینۃ تدل علی الانتفاع، الثالثۃ قولہ تعالی: ''أحل لکم الطیبات'' (المائدہ: ۴)، والمراد بالطیبات المستطابات طبعاً، وذلک یقتضی حل المنافع بأسرہا۔

والثانی: أن الأصل فی المضار التحریم، والمنع؛ لقولہ ﷺ: لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام، وأیضاً ضبط أہل الفقہ حرمۃ التناول إما بالإسکار کالبنج، وإما بالإضرار بالبدن کالتراب، والترياق، أو بالاستقذار کالمخاط، والبزاق،و ہذا کلہ فیما کان طاہراً'' (العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ۲،۳۳۲، بیروت، دار المعرفہ)۔

(اس زمانہ میں حلال وحرام کا فتوی دینے کے سلسلہ میں برحق طریقہیہ ہے کہ ان دواصولوں کو مضبوطی سے تھاما جائے، جنہیں بیضاوی نے ‘‘اصول ’’ میں ذکر کیا ہے، اور ان دونوں کو شریعت میں مفید قرار دیا ہے:

(۱) پہلا اصول یہ ہے کہ منافع میں اصل اباحت ہے، اور اس کی شرعی دلیل تین آیتیں ہیں، پہلی آیت فرمان الہی ہے: ‘‘وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے ’’ ، او رلام نفع کے لئے ہے توآیت اس پر دلالت کررہی ہے کہ قابل انتفاع شئی سے انتفاع کی شرعی طور پر اجازت ہے، اور یہی مقصود ہے۔ دوسری آیت ارشاد الہی ہے: ‘‘پوچھو، کس نے حرام قرار دیا ہے اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی، اور زینت فائدہ اٹھانے پر دلالت کرتی ہے۔ اور تیسری آیت باری تعالی کا فرمان ہے: ‘‘تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال ٹھہرائی گئی ہیں ’’ ، اور پاکیزہ چیزوں سے مراد وہ اشیاء ہیں جو طبیعت انسانی کے اعتبار سے خوشگوار اور عمدہ ہوں، او راس کا تقاضا ہے کہ تمام منفعتیں حلال ہوں۔

(۲) دوسرا اصول یہ ہے کہ مضرت رساں چیزوں میں اصل حرمت اور ممانعت ہے، اس لئے کہ نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے: ‘‘اسلام میں نہ ابتداءً کسی کو ضرر پہنچانا درست ہے، اور نہ مقابلہ کے طور پر کہ دواشخاص میں سے ہر ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے کا قصد کرے ’’، نیز فقہاء نے کھانے کی حرمت کو منضبط کیا ہے کہ حرمت یا تو نشہ پیدا کرنے کی وجہ سے ہوگی، جیسے بھانگ، یا بدن کو مضرت لاحق کرنے کی وجہ سے، جیسے مٹی اور تریاق،یا گندہ سمجھنے کی وجہ سے، جیسے رینٹ اور تھوک، اور یہ ساری صورتیں پاک اشیاء کے سلسلہ میں ہیں)۔

اس فقہی اصول سے معلوم ہوا کہ غلہ جات اور پھلوں کو زہر آلود مادوں کے ذریعہ افادیت اور اثرات کے لحاظ سے اچھے اور پاکیزہ ہونے کی صفت سے نکالنا حرام ہے۔

جواب نمبر ۲:

پھلوں کو جلد ازجلد پکانے کے لئے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ باری تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘وأشہدوا إذا تبایعتم ولا یضار کاتب ولا شہید، وإن تفعلوا فإنہ فسوق بکم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ واللہ بکل شئ علیم’’ (البقرہ: ۲۸۲) (اور جب تم خریدوفروخت کا معاملہ کرو تو گواہ بنالیا کرو، اور لکھنے والے یا گواہ کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچایا جائے، اور اگر تم ایسا کروگے تو یہ تمہاری سخت نافرمانی ہوگی، او راللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہیں تعلیم دے رہا ہے، اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے)۔

اس آیت کے اندر جب سماجی خدمت انجام دینے والے کاتب یا گواہ کو نزاع پیدا ہوجانے

کی صورت میں کسی طرح کا نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے، تو انسانی سماج کی ایک بڑی تعداد کی صحت کو زہریلی دواؤں کے ذریعہ پھلوں کو جلد از جلد پکاکر یاکسی ترکاری کے حجم کو بڑھا کریا جلد تیار کرکے نقصان پہنچانا کس طرح درست ہوگا؟!!

۲۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث’’ (الاعراف: ۱۵۷) (او ران کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور خبیث چیزیں حرام ٹھہراتا ہے)۔

علامہ آلوسی اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: ‘‘فسر الأول بالأشیاء التییستطیبہا الطبع کالشحوم، والثانی بالأشیاء التییستخبثہا کالدم، فتکون الآیۃ دالۃ علی أن الأصل فی کل ما تستطیبہ النفس ویستلذہ الطبع الحل، وفی کل ما تستخبثہ النفس، ویکرہہ الطبع، الحرمۃ، إلا لدلیل منفصل، وفسر بعضہم الطیب بما طاب فی حکم الشرع، والخبیث بما خبث فیہ کالربا والرشوۃ’’ (روح المعانی۵؍۷۷)۔

پہلے لفظ یعنی ‘‘طیب ’’ کی تفسیر ان اشیاء سے کی گئی ہے جنہیں طبیعت عمدہ اور خوشگوار سمجھے جیسے چربی، اور دوسرے لفظ ‘‘خبائث ’’ کی تفسیر ان اشیاء سے کی گئی ہے جنہیں طبیعت بری اور گندی سمجھے جیسے خون، لہذا آیت اس بات کی دلیل ہوگی کہ ہر وہ چیز جسے طبیعت خوشگوار اور لذیذ پائے، اس میں اصل حلت ہے، اور ہر وہ چیز جسے طبیعت گندی اور ناپسندیدہ سمجھے، اس میں اصل حرمت ہے؛ مگر یہ کہ کوئی مستقل دلیل حلت کی ہو، اور بعض علماء نے ‘‘طیب ’’ کی تفسیر اس چیز سے کی ہے جو شریعت کے حکم میں اچھی ہو، اور ‘‘خبیث ’’ کی تفسیر اس چیز سے کی ہے جو شریعت کے حکم میں گندی او ربری ہو جیسے سود اور رشوت)۔

اور علامہ ابن عاشورؒ رقمطراز ہیں:

‘‘الطیب ہو ما تستطیبہ النفوس بالإدراک المستقیم السلیم من الشذوذ، وہی النفوس التی تشتہی الملائم الکامل أو الراجح، بحیث لا یعود تناولہ بضر جثمانی أو روحانی’’ (ابن عاشور، التحریر والتنویر۲؍۱۰۲، تونس، الدار التونسیہ۱۹۸۴ء) (طیب وہ چیز ہے جسے طبیعتیں انحراف سے محفوظ درست احساس کے ذریعہ اچھی سمجھیں، اور یہ وہ طبیعتیں ہیں جو کامل یا راجح مناسب شئی کو چاہتی ہیں، اس طرح کہ اس شئی کا استعمال جسمانییا روحانی ضرر کا سبب نہ بنے)۔

او ریہ امر مخفی نہیں کہ خبیث ‘‘طیب ’’ کی ضد ہے، تو جس طرح طیب کا اطلاق شرعی، مادی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے پاکیزہ شئی پر ہوتا ہے، اسی طرح ‘‘خبیث ’’ کا اطلاق بھی شرعی، مادی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے بری شئی پر ہوتا ہے، لہذا کسی شئی کو زہر آلود دواؤں کے ذریعہ مضرت رساں بنا دینا بھی خبیث اور گندی شئی بنانے کے حکم میں ہے، لہذا اس طرح کا عمل کرنا حرام ہے۔

۳۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘إنا کل شئ خلقناہ بقدر’’ (القمر: ۴۹) (ہم نے ہر چیز ایک

انداز کے ساتھ پیدا کی)۔

اور امام طبری اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''یقول تعالی ذکرہ: إنا خلقنا کل شئ بمقدار قدرناہ وقضیناہ'' (جامع البیان۲۲؍۶۰۴، ط: ۱، الرسالہ، ۱۴۲۰ھ) (اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم نے ہر چیز کو ایک اندازہ کے ساتھ پیدا کیا جو اندازہ ہم نے ٹھہرایا او رجس کا ہم نے فیصلہ کیا)۔

چنانچہ اس آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی حکمت ومصلحت کے تحت ہر چیز کو ایک توازن اور تناسب کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، لہذا زہریلی دواؤں کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو اس طرح بڑھانا یا اس قدر جلد تیار کرنا جو اس کے توازن کو بگاڑ دے، ناجائز ہے، کیونکہیہ امر مخفی نہیں ہے کہ توازن کو بگاڑ کر جو اضافہ کیا جائے یا جو جلد بازی کی جائے، وہ نقصان دہ ہوتی ہے، لہذا انسانی صحت کو ضرر پہنچانے والی تدبیر اختیار کرنا حرام ہے۔

۴۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ملعون من ضار مسلماً أو غرّہ'' (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۴۱، مسند بزار، حدیث نمبر: ۴۳، مسند ابییعلی، حدیث نمبر: ۹۶، حلیۃ الأولیاء للأصبہانی۳؍۴۹، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (اللہ تعالی کی رحمت سے دور ہے وہ شخص جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے، یا دھوکہ دے)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ مسلم کو ضرر پہنچانا حرام ہے، لہذا زہریلی دواؤں کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو نقصان دہ حد تک بڑھانا حرام ہے۔

۵۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار، من ضار ضارہ اللہ، ومن شاق شاق اللہ علیہ'' (المستدرک للحاکم، حدیث نمبر: ۲۳۴۵، اور حاکم نے حدیث کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے موافقت کی ہے، اور ''سنن کبری '' للبیہقی، حدیث نمبر: ۱۱۳۸۴، سنن الدار قطنی، حدیث نمبر: ۳۰۷۹) (نہ ابتداءً ضرر پہنچانا درست ہے، اور نہ مقابلہ کے طور پر کہ ہر ایک دوسرے کو ضرر لاحق کرنے کا قصد کرے، جو ضرر پہنچائے گا، اللہ تعالی اسے ضرر لاحق کرے گا، او رجو مشقت میں ڈالے گا، اللہ تعالی اسے مشقت میں مبتلا کرے گا)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ زہریلی دواؤں کے ذریعہ پھلوں کو جلد تیار کرکے انہیں انسانی صحت کے لئے نقصان دہ بنا دینا حرام ہے۔

۶۔ علامہ ابن حزم (م: ۴۵۶ھ) رقمطراز ہیں: ''ولا یحل أکل السم القاتل ببطء، أو تعجیل، ولا ما یؤذی من الأطعمۃ، ولا الإکثار من طعام یمرض الإکثار منہ، لقول اللہ تعالی: ''ولا تقتلوا أنفسکم'' (النساء: ۲۹) (المحلی بالآثار ۶؍۹۵-۹۶، بیروت، دار الفکر) (دیر سے یا

جلد ہلاک کرنے والے زہر کا کھانا حلال نہیں، اور ایسے ہی اذیت پہنچانے والے کھانے حلال نہیں، اور نہ ہی ایسے کھانے کو بکثرت کھانا حلال ہے، جس کا بکثرت کھانا بیمار کردے، اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو ’’)۔ تو جب مضر کھانا حلال نہیں تو مضر پھل یا غلہ یا ترکاری تیار کرنا بھی حلال نہ ہوگا۔

۷۔ میڈیکل ماہرین کی تحقیق کے مطابق قبل ازوقت پھل پکانے کے لئے استعمال کیا جانے والا کیمیکل انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہے اور جس چیز کا ضرر طبی اعتبار سے متحقق ہو، و ہ شرعی اعتبار سے بھی حرام ہے۔

جواب نمبر ۳:

اگر ماہرین طب کو گمان غالب ہے کہ حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے، یا جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہو، تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگانے سے حاصل ہونے والا دودھ انسانی صحت کے لئے سخت مضر ہے، تو دودھ میں اضافہ کے لئے ایسی تدبیروں کا استعمال ناجائز اور حرام ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ دودھ بیچنے والاخریدنے والے سے حکماً یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اسے پاکیزہ، صحت بخش اور عمدہ دودھ فراہم کرے گا، لہذا انسانی صحت کے لئے مضردودھ فراہم کرنا عہد شکنی میں داخل ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘یا أیہا الذین آمنوا أوفوا بالعقود’’ (المائدہ: ۱) (اے ایمان والو! اپنے عہد وپیمان پورے کرو)۔

اور اللہ سبحانہ کا فرمان ہے: ‘‘وأوفوابالعہد إن العہد کان مسئولاً’’ (الاسراء: ۳۴) (اورعہد کو پورا کرو، کیونکہ عہد کی پرسش ہونی ہے)۔

اور امام طبریؒ اس کی تفسیر میں رقمطرا ز ہیں:

‘‘وأوفوا بالعقد الذی تعاقدون الناس فی الصلح بین أہل الحرب والإسلام، وفیما بینکم أیضاً، والبیوع والأشربۃ والإجارات وغیر ذلک من العقود ‘‘إن العہد کان مسئولاً’’ یقول: إن اللہ جل ثناؤہ سائل بینکم وبین من عاہدتموہ: أیہا الناس فتخفروہ، وتغدروا بمن أعطیتموہ ذلک’’ (طبری، جامع البیان۱۷،۴۴۴) (اس عہد کو پورا کرو جس کا معاہدہ تم مسلمانوں اور حربی کفار کے درمیان صلح کے سلسلہ میں کرتے ہو، اور اس عہد کو بھی پورا کرو جوتم آپس میں کرتے ہو، اور اس عہد کو بھی پورا کرو جو تم خریدوفروخت، مشروبات اوراجارہ کے سلسلہ مینکرتے ہو، نیز دیگر عہدوں کو بھی پورا کرو (کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے): ‘‘عہد کی پرسش ہونی ہے ’’ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل ثناؤہ عہد توڑنے والے سے عہد شکنی کے بارے میں پوچھے گا (لہذا) اللہ تعالی فرماتا ہے: ‘‘اے لوگو! شریعت کے دائرہ میں جائز آپس کے عہود کو مت توڑو، او رجس سے تم نے عہد کر رکھا ہو، ان کو فریب نہ دو)۔

امام طبریؒ کی تفسیر سے واضح ہے کہ اس عہد میں تمام عہود ومواثیق اور ہر قسم

کا قول وقرار شامل ہے، خواہ وہ کسی معاہدے کی صورت میں وجود میں آئے ہوں، یا معاہدے کی شکل میں تو وجود میں نہ آئے ہوں، لیکن عادتاً اور عرفاً ان کو عہد ہی سمجھا اور مانا جاتا ہو، اور یہ امر مخفی نہیں کہ دودھ دینے او رلینے والے کے درمیان عرفاً یہ عہد ہوتا ہے کہ وہ ہر طرح کی ملاوٹ اور آلودگی سے پاک صحت بخش دودھ اسے فراہم کرے گا، لہذا اس عرفی معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے مضردودھ دینا حرام ہے۔

۲۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ‘‘یا أیہا الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا أماناتکم وأنتم تعلمون’’ (الانفال: ۲۷) (اے ایمان والو! اللہ ورسول سے بے وفائی اور اپنی امانتوں میں خیانت جانتے بوجھتے نہ کرو)۔

اورآلوسی اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

‘‘والمراد النہی عن خیانۃ اللہ تعالی والرسول، وخیانۃ بعضہم بعضاً’’ (روح المعانی ۱۸۳٫۵) (اس آیت کی مراد اللہ ورسول او رآپس میں ایک دوسرے سے خیانت کرنے کی ممانعت ہے)۔

اور اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ‘‘والذین ہم لأماناتہم وعہدہم راعون’’ (المومنون: ۸) (او رجو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں)۔ اور امام آلوسیؒ اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: ‘‘والآیۃ عند أکثر المفسرین عامۃ فی کل ما ائتمنوا علیہ وعوہدوا من جہۃ اللہ تعالی، ومن جہۃ الناس کالتکالیف الشرعیۃ والأموال المودعۃ والأیمان والنذور والعقود ونحوہا’’ (روح المعانی۹٫۲۱۴، ط: ۱، بیروت ، العلمیہ۱۴۱۵ھ۱۹۹۴ء) (اور یہ آیت اکثر مفسرین کے نزدیک عام ہے، ان تمام چیزوں کے سلسلہ میں جو اللہ تعالی کی جانب سے انسان کیامانت میں دی گئی ہیں، اور جن کا انسان سے عہد لیا گیا ہے، اور ان تمام چیزوں کے سلسلہ میں جو بندوں کی جانب سے انسان کی امانت میں دی گئی ہیں، جیسے شرعی فرائض، امانت کی رقم، قسم، نذر اور دیگر معاملات وغیرہ)۔

عہد وامانت کی اس تفسیر سے پتہ چلا کہ تمام شرعی واخلاقی، قانونی اور عرفی ذمہ داریاں اس امانت اور عہد کے دولفظونمیں داخل ہیں، جو انسان نے اپنی فطرت یا انبیاء کے واسطہ سے اپنے خالق ومالک سے کیے ہیں،یا کسی جماعت یا فرد سے اس دنیا میں کیے ہیں، خواہ وہ قولاً وتحریراً عمل میں لائے گئے ہوں، یا ہر شائستہ ومہذب سوسائٹی میں بغیر کسی تحریر واقرار کے سمجھے اور مانے جاتے ہوں۔

چنانچہ ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ غیر فطری طور پر صحت کے لئے مضر دودھ پیدا کرنے کی تدبیر کرنا بھی امانت میں خیانت ہے، اور امانت میں خیانت کرنا ناجائز ہے۔

۳۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘لا تضار والدۃ بولدہا ولا مولود لہ بولدہ’’ (البقرہ: ۲۳۳) (نہ کسی ماں کو اس کے بچہ کے سبب سے نقصان پہنچایا جائے، اور نہ کسی باپ کو اس

کے بچہ کے سبب سے)۔

آلوسی اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: ‘‘والمعنی لا یضر واحد منہما الآخر بسبب الولد’’ (روح المعانی۱،۵۴۰)(اور معنییہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو بچہ کے سبب سے ضرر نہ پہنچائے)۔

اور فرمان باری تعالی ہے: ‘‘ولا تمسکوہن ضراراً لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ’’ (البقرہ: ۲۳۱) (اور تم ان کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے نہ روکو کہ تم حدود سے تجاوز کرو، اور جو ایسا کرے گا، تو وہ اپنی ہی جان پر ظلم ڈھائے گا)۔ اور ابن کثیر اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

‘‘کان الرجل یطلق المرأۃ، فإذا قاربت انقضاء العدۃ لراجعہا ضراراً، لئلا تذہب إلی غیرہ، ثم یطلقہا فتعتد، فإذا شارفت علی انقضاء العدۃ، طلق لتطول علیہا العدۃ، فنہاہم اللہ عن ذلک’’ (تفسیر ابن کثیر۱،۳۲۱، بیروت، الریان،۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷ء) (زمانہ جاہلیت میں ایک شخص بیوی کو طلاق دیتا، پھر جب عدت گزرنے کا وقت قریب ہوتا، تو وہ اذیت پہنچانے کے ارادہ سے رجعت کرلیتا، تاکہ وہ دوسرے کی بیوی نہ بن سکے، پھر اس کو طلاق دے دیتا، اور وہ عدت گزارتی، او رجب اس کی عدت کا وقت قریب ہوتا، تو طلاق دیدیتا تاکہ اس کے حق میں عدت کا زمانہ دراز ہوجائے، تو اللہ نے شوہروں کو ایسی حرکت سے منع فرمایا)۔

اورایک جگہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ‘‘أسکنوہن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروہن لتضیقوا علیہن ’’ (الطلاق: ۶) (اور ان کو اپنی حیثیت کے مطابق وہاں رکھو جہاں تم رہتے ہو، او ران کو تنگی میں ڈالنے کے لئے ضرر نہ پہنچاؤ)۔

اور طبری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ‘‘لتضیقوا علیہن فی المسکن مع وجودکم السعۃ’’ (جامع البیان۱۲،۱۳۷، ط: ۱، بیروت، العلمیہ،۱۴۱۲ھ) (کہ کشادگی رکھنے کے باوجود رہائش گاہ کے سلسلہ میں ان کو ضیق میں ڈالو)۔

میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ مادی، اخلاقی اور روحانی ہر طرح کی تنگی میں ڈالنا اس سے مراد ہے، اور ایسا عمل ممنوع ہے۔

چنانچہ ان آیات سے ظاہر ہے کہ کسی مطلقہ خاتون کو ضرر پہنچانے کے لئے حق مراجعت کا استعمال اللہ کے حدود سے تجاوز اور اس کی شریعت کو مذاق بنانے کے مترادف ہے، اسی طرح زمانہ عدت میں مطلقہ عورت کو اس طرح ساتھ رکھنا کہ ان کی خودداری مجروح ہو اور وہ گھر چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوجائے، سراسر ظلم اور حدود اللہ سے تجاوز ہے۔

تو جب ایک خاتون کو ضرر پہنچانا درست نہیں ہے، تو سماج کی ایک تعداد کو غیر فطری طور پر مضر صحت دودھ فراہم کرنے کی تدبیر کرنا کیونکر درست ہوگا؟

۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا:

‘‘من غشنا فلیس منا، والمکر والخداع فی النار’’ (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۶۷، ۵۵۵۹، او راس کی سند حسن درجہ کی ہے) (جو ہمیں دھوکہ دے، وہ ہم میں سے نہیں، اور فریبکاری اور دھوکہ بازی کا انجام جہنم ہے)۔

بلاشبہ انسانی صحت کے لئے مضردودھ پیدا کرنے کی تدبیر کرنا بھی فریب کاری میں داخل ہے، لہذا ایسی تدبیر کا استعمال کرنا حرام ہے۔

۵۔ زین الدین حنفی رازی (م: ۶۶۶ھ) رقمطراز ہیں: ‘‘ویحرم أکل التراب والطین’’ (تحفۃ الملوک، ص: ۲۲۷) (مٹی اور گارا کھانا حرام ہے)۔

اور امام نووی شافعی تحریرکرتے ہیں:

‘‘قطع صاحب ‘‘المہذب’’ وغیرہ بتحریم أکل التراب’’ (روضۃ الطالبین۳،۲۹۱) (‘‘مہذب ’’ کے مؤلف اور دوسرے فقہاء شوافع نے قطعی طور سے مٹی کھانے کے حرام ہونے کو بیان کیا ہے)۔

اور خرشی مالکی (م: ۱۱۱ھ)تحریر فرماتے ہیں: ‘‘وکذا الطین ہل یمنع أکلہ، وہو قول ابن الماجشون؛ لأنہ یضر بالبدن’’ (شرح مختصر خلیل للخرشی۳،۳۲، بیروت، دار الفکر) (اور ایسے ہی مٹی کا کھانا کیا ممنوع ہے؟ (چنانچہ) ابن ماجشون کا قول ہے کہ وہ ممنوع ہے ، اس لئے کہ یہ بدن کے لئے مضرت رساں ہے)۔

اور مرداوی حنبلی (م: ۸۸۵ھ) تحریر فرماتے ہیں: ‘‘یکرہ أکل التراب والفحم’’ (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف ۳۶۸،۱۰، بیروت، دار الاحیاء) (مٹی اور کوئلہ کا کھانا مکروہ ہے)۔

تو جس طرح پاک ہونے کے باوجود مٹی کا کھانا مضر صحت ہونے کی وجہ سے حرام ہے، اسی طرح انسانی سماج کی ایک تعداد کو مضر صحت دودھ فراہم کرنے کی تدبیر کرنا حرام ہے۔

جواب نمبر ۴ (الف):

جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی پر مشتمل چارہ کے استعمال کا حکم جاننے سے پہلے درج ذیل امور کا جاننا ضروری ہے:

۱۔ کسی شئی کی اصل حقیقت اور ماہیت کے تبدیل ہونے کو فقہاء استحالہ سے تعبیر کرتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا اگر کسی شئی کے خصوصی اوصاف بدل جائیں، جن سے اس شئی کی شناخت متعلق ہے، تو کیا وہ شئی اگر ناپاک ہے تو ناپاک ہونے سے خارج ہوکر پاک ہوجائے گی؟

احناف کے نزدیک نجاست کا تعلق چونکہ اس شئی کی ذات سے وابستہ ہے، لہذا اگر کسی انسانی فعل، کیمیائییا غیر کیمیائی تدبیر،یا کسی انسانی فعل کے بغیر طبعی اور ماحولیاتی اثر کے تحت اس شئی کی اصل حقیقت اور ماہیت تبدیل ہوگئی، تو وہ شئی نجس

باقی نہیں رہتی، چنانچہ امام کاسانی رقمطراز ہیں: ‘‘أن النجاسۃ لما استحالت، وتبدلت أوصافہا ومعانیہا، خرجت عن کونہا نجاسۃ، لأنہا اسم لذات موصوفۃ، فتنعدم بانعدام الوصف، وصارت کالخمر إذا تخللت’’ (بدائع الصنائع ۸۵،۱) (نجاست جب تبدیل ہوگئی او راس کے اوصاف اور حقائق بدل گئے، تو وہ نجاست ہونے سے نکل گئی، اس لئے کہ وہ اس ذات کا نام ہے، نجس ہونا جس کی صفت ہے ،تو وصف کے منعدم ہونے سے وہ ذات بھی منعدم ہوجائے گی، جیسے سرکہ شراب بن جائے)۔

اور علامہ ابن نجیم رقمطراز ہیں:

‘‘والسابع: انقلاب العین، فإن کان فی الخمر، فلا خلاف فی الطہارۃ، وإن کان فی غیرہ کالخنزیر والمیتۃ تقع فی المملحۃ، فتصیر ملحاً یؤکل، والسرقین والعذرۃ تحترق فتصیر رماداً، تطہر عند محمد، خلافاً لأبییوسف، وضم إلی محمد أبا حنیفۃ فی المحیط، وکثیر من المشائخ اختاروا قول محمد، وفی الخلاصۃ: وعلیہ الفتوی، وفی فتح القدیر أنہ المختار’’ (البحر الرائق ۲۳۹،۱) (اور ساتویں چیز جس سے طہارت حاصل ہوتی ہے وہ ناپاک مادہ کا پاک مادہ میں بدل جانا ہے، سو اگر یہ تبدیلی شراب کے اندر ہو، تو اس کے پاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، او راگر یہ تبدیلی شراب کے علاوہ دوسری چیز میں ہو، جیسے سور اور مردار نمک کی کان میں گر کر کھایا جانے والا نمک بن جائے، اور گوبر اور پاخانہ جل کر راکھ ہوجائے، تو یہ چیزیں امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہوجائینگی، اس میں امام ابویوسف کا اختلا ف ہے، اور ‘‘المحیط ’’ میں امام محمد کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کو شامل کیا گیا، اور بہت سے مشائخ نے امام محمد کے قول کو اختیار کیا، اور ‘‘الخلاصۃ ’’ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے، اور ‘‘فتح القدیر’’ میں ہے کہ ‘‘یہی مختار قول ہے)۔

اور علامہ ابن تیمیہؒ کی بھییہی رائے ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

‘‘إن اللہ حرم الخبائث التی ہی الدم والمیتۃ ولحم الخنزیر ونحو ذلک، فإذا وقعت ہذہ فی الماء أو غیرہ، واستہلکت، لم یبق ہناک دم، ولا میتۃ ولا لحم خنزیر أصلاً’’ (الفتاوی الکبری۲۵۲،۱) (بے شک اللہ تعالی نے ان ناپاک اشیاء کو حرام قرار دیا ہے جو خون، مردار اور خنزیر کا گوشت وغیرہ ہیں، تو جب یہ اشیاء پانی وغیرہ میں گر کر فنا ہوجائیں، تو پھر اس جگہ خون، مردار اور خنزیر کا گوشت بالکلیہ نہ رہا)۔ اور یہی رائے ابن القیم کی ہے، جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں:

‘‘فالقیاس الصحیح تعدیۃ ذلک إلی سائر النجاسات إذا استحالت، وقد نبش النبیﷺ قبور المشرکین من موضع مسجدہ، ولم ینقل التراب’’، وقد أخبر اللہ سبحانہ عن اللبن أنہ یخرج من بین فرث ودم، وقد أجمع المسلمون علی أن الدابۃ إذا علفت بالنجاسۃ ثم حبست، وعلفت بالطاہرات حل لبنہا ولحمہا، وکذلک الزرع والثمار إذا سقیت بالماء النجس، ثم سقیت بالطاہر، حلت لاستحالۃ وصف الخبث وتبدلہ بالطیب، وعکس ہذا أن الطیب إذا استحال خبیثاً صار نجساً

كالماء والطعام إذا استحال بولا وعذرة، فكيف أثرت الاستحالة فی انقلاب الطيب خبيثاً، ولم يؤثر فی انقلاب الخبيث طيباً'' (اعلام الموقعين۱،۲۹۷-۲۹۸، ط: ۱، بيروت، العلميہ۱۴۱۱ھ) (لہذا صحیح قیاسہے کہ پاک ہونے کو ان تمام نجاستوں کی طرف متعدی کیا جائے جن کی ماہیت بدل جائے، اور نبی کریمﷺ نے اپنی مسجد کی جگہ سے مشرکین کی قبریں کھودیں، اور مٹی منتقل نہیں فرمائی ''، اور اللہ تعالی نے دودھ کے بارے میں اطلاع دی ہے کہ وہ جانور کے پیٹ کے اندر کے گوبر اور خون کے درمیان سے نکلتا ہے، اور مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر جانور کو نجاست کھلایا گیا،پھر ناپاک چارہ بند کردیا گیا، او رپاک چارہ دیا گیا، تو اس کا دودھ اور گوشت حلال ہے، اور ایسے ہی کھیتی اور پھل ناپاک پانی سے سینچے گئے، پھر پاک پانی سے سینچے گئے، تو وہ پاک ہوگئے، اس لئے کہ ناپاکی کی صفت پاکی سے بدل گئی، اور اس کا برعکس معاملہ یہ ہے کہ پاک چیز ناپاک ماہیت سے بدل جائے تو ناپاک ہوجائے گی، جیسے پانی اور کھانا پیشاب او رپاخانہ سے بدل جائیں، تو تبدیلی ماہیت نے پاک کے ناپاک میں بدلنے میں کیونکر اثر کیا؟ او رناپاک کے پاک میں بدلنے میں کیوں اثر نہیں کیا؟)۔

اور امام ابن حزم ظاہریؒ کا بھیبہی مسلک ہے، چنانچہ وہ رقمطراز ہیں: ''إذا استحالت صفات عين النجس أو الحرام، فبطل عنہ الاسم الذی بہ ورد ذلک الحكم فيہ، وانتقل إلى اسم آخر وارد على حلال طاہر، فليس ہو ذلک النجس لا الحرام، بل قد صار شيئاً آخر ذا حكم آخر'' (المحلی۱،۱۴۳) (جب ناپاک یا حرام شئی کے اوصاف بدل جائیں، تو اس سے وہ نام زائل ہوجائے گا جس کے ساتھ اس کے بارے میں وہ حکم وارد ہے، اور وہ دوسرے نام کی طرف منتقل ہوجائے گی جو حلال اور پاک شئی پر وارد ہے، سو وہ شئی بعینہ ناپاک یا حرام نہیں رہی بلکہ دوسرے حکم والی دوسری شئی ہوگئی)۔

اور علامہ حطاب مالکی (م: ۹۵۴ھ) مشک کے نافہ کی پاکی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: ''لأنہا استحالت عن جميع صفات الدم وخرجت عن اسمہ إلى صفات واسم يختص بہا، فطہرت لذلک، كما يستحيل الدم وسائر ما يتغذى بہ الحيوان من النجاسات إلى اللحم، فيكون طاہراً'' (حطاب مالکی، مواہب الجليل۱،۹۷، ط: ۳، بيروت، دار الفكر ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء)(اس لئے کہ مشک کا نافہ خون کے تمام اوصاف سے بدل گیا، اور اپنے نام سے نکل کر ایسے اوصاف اور نام کی طرف منتقل ہوگیا جو نام ان اوصاف کے ساتھ خاص ہے، لہذا اس سبب سے وہ پاک ہوگیا، جس طرح خون اور وہ تمام نجاستیں جو جانور کھاتا ہے، گوشت میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور گوشت پاک رہتا ہے)۔

جبکہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ ماہیت کی تبدیلی سے ناپاک اشیاء پاک نہیں ہوتی ہیں، البتہ اگر شراب خود بخود تبدیل ہوجائے، تو وہ پاک ہوجاتی ہے، چنانچہ امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

‘‘مذہبنا أنہ لا یطہر السرجین والعذرۃ وعظام المیتۃ وسائر الأعیان النجسۃ بالإحراق بالنار، وکذا لو وقعت ہذہ الأشیاء فی مملحۃ، أو وقع کلب ونحوہ، وانقلبت ملحاً، ولا یطہر شئ من ذلک عندنا..... وقد فرق المصنف بینہا وبین الخمر إذا تخللت’’ (المجموع ۵۷۹،۲) (ہمارا مسلک یہ ہے کہ گوبر، پاخانہ، مردار کی ہڈیاں اور تمام ناپاک اشیاء آگ سے جلنے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتے ہیں، او رایسے ہییہ چیزیں نمک کی کان میں گرجائینیا کتا وغیرہ گر کر نمک بن جائے، تو ہم شوافع کے نزدیک ان میں سے کوئی چیز پاک نہیں ہوتی ہے، اور مصنف نے نجس اشیاء اور شراب جب سرکہ بن جائے تو ان کے درمیان فرق کیا ہے)۔

اور مرداوی حنبلی رقمطراز ہیں:

‘‘ولایطہر شئ من النجاسات بالاستحالۃ ، ولا بنار أیضاً، إلا الخمرۃ، ہذا المذہب بلا ریب، وعلیہ جماہیر الأصحاب، ونصروہ’’ (الانصاف ۳۱۸،۱، بیروت، دار الاحیاء) (اور ناپاک اشیاء میں سے کوئی چیز ماہیت کے بدلنے اور آگ سے جلنے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتی ہے، سوائے شراب کے، بلا شک یہی حنبلی مسلک ہے، اور اسی پر جمہور فقہاء حنابلہ ہیں، او راسی کی انہوں نے تائید کی ہے)۔

قول راجح:

احناف اور ان سے اتفاق رکھنے والے علماء اور فقہاء کا قول راجح ہے، کیونکہ طہارت اور نجاست دو ایسے وصف ہیں جن کا تعلق اشیاء کی حقیقتوں سے ہے، تو پھر جب اشیاء کی حقیقتیں بدل جائیں، تو ان سے وابستہ صفات بھی لازماً بدل جائینگی، اور عقل یہی کہتی ہے کہ ذات کی تبدیلی سے صفات کی تبدیلی ہوجائے، اسی وجہ سے محقق ابن ہمامؒ نے تبدیلی ماہیت کی بنا پر طہارت کے قول کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ رقمطراز ہیں:

‘‘لأن الشرع رتب وصف النجاسۃ علی تلک الحقیقۃ، وتنتفی الحقیقۃ بانتفاء بعض أجزاء مفہومہا، فکیف بالکل؟ فإن الملح غیر العظم واللحم، فإذا صار ملحاً ترتب حکم الملح، ونظیرہ فی الشرع النطفۃ نجسۃ وتصیر علقۃ، وہی نجسۃ، وتصیر مضغۃ فتطہر، والعصیر طاہر فیصیر خمراً فینجس، ویصیر خلا فیطہر، فعرفنا أن استحالۃ العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیہا’’ (فتح القدیر ۲۰۱،۱-۲۰۰، بیروت، دار الفکر) (اس لئے کہ شریعت نے نجاست کے وصف کو اس حقیقت پر مرتب کیا ہے، اور حقیقت اپنے مفہوم کے بعض اجزاء کے زائل ہونے سے زائل ہوجاتی ہے ، تو کیونکر کل اجزاء کے زائل ہونے سے زائل نہ ہوگی؟ کیونکر نمک کی حقیقت ہڈی اور گوشت کی حقیقت سے الگ ہے تو جب ہڈییا گوشت نمک بن جائے، تو نمک کا حکم مرتب ہوگا، او راس کی نظر شریعت مینیہ ہے کہ منی کی بوند ناپاک ہے، اور وہ خون بستہ کی شکل اختیار کرتی ہے، اور خون بھی ناپاک ہے، اور (لیکن) خون بستہ جب گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے تو پاک ہوجاتا ہے، اور جوس (رس) پاک ہے اور شراب میں بدل کر ناپاک ہوجاتا ہے، اور شراب سرکہ میں بدل کر پاک ہوجاتی

ہے، تو اس سے پتہ چلا کہ ذات کی تبدیلی اس پر مرتب ہونے والے وصف کے زائل ہونے کا تقاضا کرتی ہے)۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ''نہی عن لبن الجلالۃ'' (سنن ابی داؤد، حدیثنمبر: ۳۷۸۶، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۸۲۵، اور اس کی سند صحیح ہے) (نبی کریمﷺ نے لید اور مینگنی کھانے والے چوپایہ کے دودھ سے منع فرمایا)۔

اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''نہی رسول اللہﷺ عن لحوم الجلالۃ وألبانہا'' (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۱۸۹، او راس کی سند صحیح ہے) (نجاست خور جانور کے گوشت اور دودھ سے منع فرمایا)۔

اس حدیث کے اندر نجاست خور جانور کے گوشت اور دودھ سے منع فرمانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ماہیت کی تبدیلی سے نجس شئی پاک نہیں ہوتی ہے، بلکہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جانو رکے نجاست کھانے کی وجہ سے اس کے دودھ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے، لہٰذا اگر کچھ دن اسے نجاست کھانے سے روک دیا جائے تاکہ بدبودور ہوجائے تو اس کے دودھ اور گوشت کا استعمال بلاکراہت درست ہے۔

۳۔ جانور کو بھی نجاست کھلانا مناسب نہیں، البتہ اگر وہ خود کھالے اور گوشت بدبودار ہوجائے، تو اسے اتنے دن روک کر پاک چارہ دیا جائے کہ بدبودور ہوجائے، پھر وہ جانور حلال ہوجائے گا، چنانچہ علامہ سمرقندی رقمطراز ہیں:

''ویکرہ الجلالۃ من الإبل والبقر والغنم؛ لأن الغالب من أکلہا النجاسۃ، فأما الدجاجۃ المخلاۃ التی تأکل النجاسۃ أیضاً، قالوا: لا یکرہ؛ لأنہا تخلطہا بغیرہا، ولأن الجلالۃینتن لحمہا ویتغیر، ولحم الدجاجۃ لا ینتن ولا یتغیر، ثم الجلالۃ إذا حبست أیاماً حتی تعتلف، ولا تأکل النجاسۃ تحل'' (تحفۃ الفقہاء، کتاب الذبائح، ۳،۶۵، ط: ۲، بیروت، العلمیہ،۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء)۔

(نجاست خور اونٹ، گائے اور بکری مکروہ ہے، اس لئے کہ عام طور سے اس کا چارہ نجاست ہے، رہی آزاد پھرنے والی مرغی جو نجاست بھی کھاتی ہے، تو فقہاء کہتے ہیں کہ وہ مکروہ نہیں، اس لئے کہ وہ نجاست اور غیر نجاست دونوں کھاتی ہے، اور اس لئے بھی کہ نجاست خور جانور کا گوشت بدبودار اور متغیر ہوجاتا ہے، اور مرغ کا گوشت بدبودار اور متغیر نہیں ہوتا ہے، پھر اگر نجاست خور جانور کو چند دن روک کر چارہ دیا جائے، اور وہ نجاست نہ کھائے، تو وہ حلال ہوجائے گا)۔

اور علامہ سرخسی (م: ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

''وتکرہ لحوم الإبل الجلالۃ، والعمل علیہا، وتلک حالہا إلی أن تحبس أیاماً، لما روی أن النبیﷺ نہی عن أکل لحم الجلالۃ ..... وتفسیر الجلالۃ التی تعتاد أکل الجیف ولا تخلط فیتغیر لحمہا، ویکون لحمہا منتنا، فحرم الأکل؛ لأنہ من الخبائث، والعمل علیہا لتأذی الناس بنتنہا، وأما ما یخلط، فیتناول الجیف وغیر الجیف علی وجہ یظہر أثر ذلک من لحمہ، فلا بأس بأکلہ، والعمل علیہ، حتی ذکر فی النوادر: لو أن جدیا غذی بلبن خنزیر، فلا بأس بأکلہ، لأنہ لم

یتغیر لحمہ، وما غذی بہ صار مستہلکاً، ولم یبق لہ أثر" (المبسوط ۲۵۵،۱۱)۔

(اور نجاست خور اونٹ کا گوشت مکروہ ہے، اور اسی پر عمل ہے اور یہی اس کا حال رہے گا، یہاں تک کہ چند دن اسے روک لیاجائے، اس دلیل سے جو مروی ہے کہ نبی کریمﷺ نے نجاست خور جانور کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ..... اور نجاست خور جانور کی تعریفیہ ہے کہ یہ وہ جانور ہے جو نجاست، مردار اور سڑی ہوئی لاش کھانے کا عادی ہو اور دوسری چیز نہ کھاتا ہو، سو اس کا گوشت متغیر ہوجائے اور بدبودار ہوجائے، لہذا اس کا کھانا حرام ہے، اس لئے کہ (اس حالت میں) وہ خبیث اشیاء میں سے ہے، اور اسی پر عمل ہے، اس لئے کہ لوگوں کو اس کی بدبوسے تکلیف پہنچتی ہے، اور رہا وہ جانور جو نجاست اور غیر نجاست دونوں کھائے، اس طرح پر کہ اس کا اثر اس کے گوشت سے ظاہر ہو، تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اسی پر عمل ہے، یہاں تک کہ ''نوادر '' میں مذکور ہے کہ اگر کسی بکری کے بچہ کو سور کے دودھ سے پالا جائے، تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوا، اور جس دودھ سے اس کی پرورش کی گئی، وہ فنا ہوگیا، او راس کا اثر باقی نہ رہا)۔

لیکن زین الدین حنفیؒ نے بکری کے ایسے بچہ کو نجاست خور جانور کی طرح قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ولو رضع جدی بلبن خنزیر فہو کالجلالۃ''(تحفۃ الملوک ۲۲۵،) (اور اگر بکری کے بچہ کی پرورش خنزیر کے دودھ سے کی گئی، تو وہ نجاست خور جانور کی طرح ہے)۔

اوریہی راجح معلوم ہوتا ہے لہذا اسے اتنے دن روک کر پاک غذا دی جائے کہ سور کے دودھ کا اثر ختم ہوجائے۔

پھر بھی ''درمختار '' میں بغیر تفصیل کے اس کے کھانے کو حلال ٹھہرایا گیا ہے، ''کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر؛ لأن لحمہ لا یتغیر، وما غذی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہ أثر" (الدر المختار مع رد المحتار ، کتاب الحظر والاباحۃ۳۴۱،۶) (اسی طرح اس بکری کے بچہ کا کھانا حلال ہے جسے سور کے دودھ سے پالا گیا ہو، اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا، اور سور کا دودھ جس کے ذریعہ اس کی پرورش کی گئی، وہ فنا ہوجائے گا، اس کا اثر باقی نہیں رہے گا)۔

دیگر دبستان فقہ میں بھی نجاست خور جانور مکروہ ہے، اگرچہ ابن رشد جد مالکی (م: ۵۲۰ھ) لکھتے ہیں:

''فلا اختلاف فی المذہب أن أکل لحوم الماشیۃ والطیر التی تغذی بالنجاسات حلال جائز" (البیان والتحصیل۳۷۰،۳، ط: ۲، بیروت، دا رالغرب ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء) (مذہب مالکی میں اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نجاست خور جانور اور پرندہ کا گوشت کھانا حلال اور جائز ہے)۔

لیکن ابن رشد حفید مالکی (م: ۵۹۵ھ) نے نجاست خور جانور کو امام مالک کے

نزدیکمکروہ قرار دیا ہے، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں: ‘‘والشافعییحرم الجلالۃ ومالک یکرہا’’ (بدایۃ المجتہد ۱۸،۳، قاہرہ، دار الحدیث،۱۴۲۵ھ۲۰۰۴ء) (امام شافعی نجاست خور جانور کو حرام اور امام مالک مکروہ قرار دیتے ہیں)۔

لیکن فقہ شافعی کے ترجمان امام شیرازی شافعی نے نجاست خور جانور کا کھانا مکروہ لکھا ہے، جیسا کہ وہ رقمطراز ہیں: ‘‘ویکرہ أکل الجلالۃ، وہی التی أکلہا العذرۃ من ناقۃ أو شاۃ، أو بقرۃ أو دیک أو دجاجۃ... ، ولا یحرم أکلہا؛ لأنہ لیس فیہا أکثر من تغییر لحمہا، وہذا لا یوجب التحریم، فإن أطعم الجلالۃ طعاماً طاہراً، فطاب لحمہا لم یکرہ’’ (المہذب، باب الأطعمۃ۱،۴۵۴، بیروت، العلمیہ) (او رنجاست خور جانور کا کھانا مکروہ ہے، اور یہ وہ جانور ہے جس کا کھانا پاخانہ ہو، خواہ وہ اونٹنی ہو، یا بکری ہو، یا گائے، یا مرغ، یا مرغی...، او راس کا کھانا حرام نہیں، ا س لئے کہ اس کے اندر اس کے گوشت کے متغیر ہونے سے زیادہ کچھ نہیں، اور یہ حرمت کو ثابت نہیں کرتا ہے، پھر اگر نجاست خور کو پاک کھانا کھلائے اور اس کا گوشت عمدہ ہوجائے، تو مکروہ نہیں)۔

اور امام نووی نے اس کے کھانے کو صحیح ترقول کے مطابق مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، جبکہ غزالی وغیرہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے (المجموع، کتاب الاطعمہ ۲۸،۹)، البتہ امام ابن الصلاح کی رائے ہے کہ اگر اس کے مزہ میں تغیر واقع ہو، تو اس کا کھانا حلال نہیں، ورنہ حلال ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

‘‘لو ربیت سخلۃ بلبن الکلب، أو الجلالۃ الحلیل السرقین، إن ظہر فی طعمہ تغیر، لم یحل أکلہ، وإلا فلا’’ (فتاوی ابن الصلاح ۷۱۱،۲، ط: ۱، بیروت، مکتبۃ العلوم ۱۴۰۷ھ) (اگر بکریا بھیڑ کے بچہ کی پرورش کتے کے دودھ سے کی گئی،یا نجاست خور جانور کو گوبر کھلایا گیا، اگر اس کے مزہ میں تغیر پیدا ہو، تو اس کا کھانا حلال نہیں ورنہ حلال ہے)۔

اورحنابلہ کے صحیح مسلک کے مطابق نجاست خور جانور کا گوشت کھانا حرام ہے، چنانچہ مرداوی حنبلی (م: ۸۸۵ھ) لکھتے ہیں:

‘‘وتحرم الجلالۃ التی أکثر علفہا النجاسۃ، ولبنہا وبیضہا، حتی تحبس، ہذا المذہب، وعلیہ الأصحاب..... وأطلق فی الروضۃ وغیرہا تحریم الجلالۃ، وأن مثلہا خروف ارتضع من کلبۃ ثم شرب لبنا طاہراً..... وعنہ یکرہ ولا یحرم’’ (الانصاف، کتاب الأطعمۃ۱۰،۳۶۶) (اور ‘‘جلالہ’’ حرام ہے جس کا اکثر چارہ نجاست ہو، اور اس کا دودھ اور انڈا بھی حرام ہے، یہاں تک کہ اسے روکا جائے، یہی مذہب حنبلی ہے، او راسی پر فقہاء حنابلہ ہیں ..... اور ‘‘الروضۃ ’’ وغیرہ کتب مذہب حنبلی میں نجاست خور جانور کی حرمت کو مطلق رکھا ہے، اور یہ کہ اسی کیمانند وہ بکری کا بچہ ہے جس نے کتیا کے دودھ سے پرورش پائی، پھر پاک دودھ پیا ..... ، اور امام احمد سے ایک روایت ہے کہ نجاست خور جانور کا کھانا مکروہ ہے اور حرام نہیں ہے)۔

راجح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ نجاست خور جانور کے گوشت میں پیدا شدہ بو زائل کئے بغیر اس کا کھانا مکروہ ہے۔

۴۔ میڈیکل سائنس دانوں کے نزدیک خنزیر کی چربی کیمیائی تدبیر سے مکمل طور پر تبدیل نہیں ہوتی ہے، بلکہ اس کی فیزیکل (Physical)اور کیمیائی (Chemical) صفات باقی رہتی ہیں۔

اب ہم سطور بالا میں ذکر کردہ امور کے بعد سوالات کے جوابات تحریر کرتے ہیں:

(الف): جانوروں کوگوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا دینا مکروہ ہے، اس لئے کہ غذا کی تحلیل کے باوجود اس کے روحانی او راخلاقی اثرات کھانے والے انسانوں پر مرتب ہونگے۔

(ب): حلال جانور کو خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا کھلائی گئی، تو اب اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے، کیونکہ غذا کی تحلیل کے باوجود سور کے گندے اثرات کھانے والے پر مرتب ہونگے، اور نیکی کی محبت او ربدی سے نفرت کی فطرت آہستہ آہستہ کمزور ہوجائے گی، اور بے حیائی اور بدکاری کی عادت بننے لگے گی، اور فحاشی کا برملا اظہار آسان ہوجائے گا۔

اگرچہ قدیم فقہاء نے اپنے زمانہ کی تحقیق کے مطابق یہ بات تحریر کی ہے کہ اس بکری کا کھانا حلال ہے جس کی پرورش سور کے دودھ سے ہوئی، کیونکہ اس کا دودھ تحلیل ہوگیا، او راس کا اثر باقی نہیں رہا۔

لیکن موجودہ دور کی تحقیق کے مطابق ہم دیکھتے ہیں کہ زہر آلود کھاد جس کا استعمال پیداوار بڑھانے کے لئے ہوتا ہے، یہ کھاد دومرتبہ تحلیلی عمل سے گزرتا ہے، ایک مرتبہ زمین کی مٹی میں مل کر فنا ہوجاتا ہے، اور دوسری مرتبہ پودہ کے اندر تحلیل ہوجاتا ہے، اس کے باوجود اس کی سمیت (زہر) کا اثر برقرار رہتا ہے، او روہ بتدریج ایک انسان کو خطرناک امراض مثلاً کینسر جیسی بیماری میں مبتلا ہونے کا سبب بنتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تحلیل ہونے کے باوجود اس شئی کا مضر اثر باقی رہتا ہے۔

لہٰذا اس تحقیق، تجربہ اور مشاہدہ کی بنیاد پر یہ بات درست ہے کہ خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا کھانے والے حلال جانور کا گوشت مکروہ ہے، آج لوگوں میں برائیوں کے بڑھتے ہوئے رجحان کے اسباب میں سے ایک سبب اس طرح کے گوشت کا استعمال بھی ہے۔

جواب نمبر ۵:

قرآن وسنت کی واضح تعلیمات ہیں کہ کسی کو ضرر پہنچانا درست نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ إلا بالحق’’ (الانعام: ۱۵۱) (ناحق اس جان کو قتل نہ کرو، جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا)، اور فرمان الہی ہے: ‘‘ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ إلا بالحق’’ (الفرقان: ۶۸) (وہ ناحق اس جان کو ہلاک نہیں کرتے ہیں، جس کو

اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے)۔

اور قتل صرف یہی نہیں ہے کہ کسی دھار دار آلہ سے کسی کو ہلاک کردیا جائے بلکہ ایسی تدبیر کرنا کہ کوئی آہستہ آہستہ ہلاکت تک پہنچ جائے، یہ بھی قتل کے حکم میں ہے،چنانچہ کسی کو ایسا زہر دینا بھی حرام ہے جو بتدریج ہلاک کردے۔

او رنبی کریمﷺ کا ارشاد ہے: ''لا ضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجہ ، حدیث نمبر: ۲۳۴۰، او راس کی سند صحیح ہے) (نہ ابتداءً کسی کو ضرر پہنچانا درست ہے اور نہ مقابلہ کے طور پر کہ ہر ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے)۔

لہٰذاغذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کرنا حرام ہے، چنانچہ فقہاء نے ''جلالہ '' (نجاست خور جانور) کے گوشت کھانے کی عدم حلت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی بدبوکی وجہ سے انسان کو اذیت لاحق ہوگی، جیسا کہ امام سرخسی لکھتے ہیں:

''وتفسير الجلالة التي تعتاد أكل الجيف، ولا تخلط، فيتغير لحمها، ويكون لحمها منتناً، فحرم الأكل؛ لأنه من الخبائث، والعمل عليها لتأذى الناس بنتنها'' (المبسوط۱۱،۲۵۵) اور ''جلالہ '' کی تعریفیہ ہے کہ یہ وہ جانور ہے جو مردار اور نجاست کھانے کا عادی ہو، اور دوسری چیز نہ کھائے، سو اس کا گوشت متغیر ہوجائے، اور بدبودار ہوجائے، لہٰذا اس کا کھانا حرام ہے، اس لئے کہ وہ خبیث اور گندی اشیاء میں سے ہے ،اور اسی پر عمل ہے، کہ اس کی بدبو کی وجہ سے لوگوں کو اذیت لاحق ہوتی ہے)، اور ابن مازہ حنفیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''وإنما كره الاستعمال كيلايتأذى الناس بروائحها'' (المحیط البرہانی۶،۷۵) (اور نجاست خور جانور کے گوشت کا استعمال مکروہ بس اس وجہ سے ہے کہ لوگوں کو اس کی بدبوکی وجہ سے اذیت لاحق نہ ہو)۔

اور اسی لئے مضر صحت بدبوکے زائل ہونے کے بعد اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ کراہت کی کوئی وجہ نہیں رہی؛ چنانچہ امام سرخسی لکھتے ہیں:

''والأصلح أنها تحبس إلى أن تزول الرائحة المنتنة عنها؛ لأن الحرمة لذلك، وهو شئ محسوس، ولا يتقدر بالزمان لاختلاف الحيوانات فى ذلك، فيصار فيه إلى اعتبار زوال المضر، فإذا زال بالعلف الطاهر حل تناوله'' (المبسوط ۱۱،۲۵۶) (اور بہتر یہ ہے کہ اسے روک لیا جائے یہاں تک کہ اس سے بدبو زائل ہوجائے، اس لئے کہ حرمت اسی وجہ سے ہے، اور وہ ایسی چیز ہے جو محسوس ہوسکتی ہے، اور اسے روکنا وقت کے ساتھ محدد نہیں ہے؛ کیونکہ بدبو کے زائل ہونے کے سلسلہ میں جانوروں میں فرق ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں مضر شئی کے زائل ہونے کا اعتبار کیا جائے گا، سو اگر پاک چارہ سے بدبودور ہوجائے، تو اس کا کھانا حلال ہے)۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ اگر کسی تیار کردہ غذائی شئی کے مضر صحت ہونے کا گمان غالب ہو، یا کسی شخص پر اس کے استعمال کے مضر اثرات ظاہر ہوچکے ہوں اور طبیب نے مشورہ دیا ہو کہ فلاں غذائی مصنوع کو فوراً ترک کردیں، تو ایسی حالت میں اس کو خریدنا، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا سب حرام ہے، چنانچہ زیلعی حنفی رقمطراز ہیں:

‘‘یملک رفع الضرر عن النفس، ولا یملک إثباتہ شرعاً علی نفسہ، ولذا ملک التطبب، ولم یملک أکل السم، وإدخال المؤذی علی البدن’’ (تبیین الحقائق ۱۶۱،۲، ط: ۱، قاہرہ، امیریہ،۱۳۱۳ھ) آدمی کو اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کا اختیار ہے، اور شرعاً اپنی ذات پر ضرر ثابت کرنے کا اختیار نہیں، اسی وجہ سے آدمی کو علاج کا اختیار ہے اور زہر کھانے اور جسم پر تکلیف دہ شئی داخل کرنے کا اختیار نہیں)۔

اور بھڑ وغیرہ کھانا ضرر کی وجہ سے ہی حرام ہے، جیسا کہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں: ‘‘والزنبور من المؤذیات؛ لأنہ من ذوات السم’’ (البنایہ۵۸۸،۱۱) (اور بھڑ نقصاندہ جانداروں میں سے ہے، اس لئے کہ وہ زہریلے جانداروں میں سے ہے)۔

خلاصہیہ کہ جس چیز کے مضر صحت ہونے کا گمان غالب ہو، اس کے ذریعہ نہ اپنی ذات کو اور نہ دوسروں کو ضرر پہنچانا جائز ہے۔

خلاصہ بحث:

۱۔ پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا حرام ہے۔

۲۔ پھلوں کو جلد از جلد پکانے یا ترکاری کے حجم کو اس حد تک بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال حرام ہے کہ وہ مضر صحت بن جائیں۔

۳۔ اگر میڈیکل ماہرین کو گمان غالب ہے کہ حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے یا جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہو تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن کے نتیجہ میں جاری ہونے والا دودھ انسانی صحت کے لئے مضر ہے، تو ایسیتدابیر کا استعمال کرنا حرام ہے۔

۴۔ جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا ان کو کھلانا مکروہ ہے۔

۵۔ خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا کھانے والے جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔

۶۔ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال حرام ہے۔

۷۔ اگر کسی تیار کردہ غذائی شئی کے مضر صحت ہونے کا گمان غالب ہو، یا کسی شخص پر اس کے استعمال کے مضر اثرات ظاہر ہوچکے ہوں اور طبیب نے مشورہ دیا ہو کہ فلاں غذائی مصنوع کو فوراً ترک کردیں، تو ایسی حالت میں اس چیز کو خریدنا، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا سب حرام ہے۔ ہذا ما ظہر ، واللہ تعالی أعلم بالصواب، وعلمہ أتم وأحکم۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مفتی شبیر احمد قاسمی•

۱۔ الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت نے حفظانِ صحت کو بہت زیادہ اہمیت دے رکھی ہے، ہر آدمی پر اپنی صحت کا خیال رکھنا ضروری اور لازم ہوتا ہے، انسانی صحت کی خوبیوں اور افزائش میں غذا کا بہت بڑا دخل ہے۔ حدیث پاک کے اندر رسول اکرم ا کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ دو قسم کی نعمتیں ایسی ہیں جن میں انسان دھوکہ میں پڑکر بہت زیادہ نقصان اٹھاتا ہے:(۱) صحت، (۲) فارغ وقت، صحت کے بارے میں لاپرواہی کی وجہ سے طرح طرح کے نقصانات اٹھانے پڑ جاتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عبد الله بن عباس -رضي الله عنہ- قال: قال رسول اللہ ﷺ: نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة، والفراغ (سنن ترمذي، النسخة الهندية۲/ ۵۶، رقم: ۲۳۰۴، صحيح البخاري، النسخة الهندية۲/ ۹۴۹، رقم: ۶۱۶۵، ف: ۶۴۱۲)۔

غذائی اشیاء کی عمدگی اور خرابی پر انسانی صحت کا سارا مدار ہوتا ہے؛ اس لئے اشیاء خوردنی کا ہر قسم کے نقصان دہ جراثیم اور زہریلا مادہ سے پاک ہونا لازم ہے۔

کھیتوں میں کھاد کا استعمال:

کسانوں کے لئے کھیتوں میں کھاد ڈالنا جس کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ ہوسکے اور اچھی پیداوار حاصل کرسکیں، شرعاً جائز اور درست ہے، قدیم زمانہ سے یہ سلسلہ جاری ہے، حضرات فقہاء نے اس کی صراحت کردی ہے کہ پیداوار میں افزائش کے لئے کھیتوں میں کھاد کا استعمال کرنا بلا تردد جائز اور درست ہے، جیسا کہ فقہاء کے حسب ذیل جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔ زیلعی کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

إن المسلمين تموّلوا السرقين وانتفعوا به في سائر البلدان والاعصار من غير نكير، فإنهم يلقونه فى الأراضي لاستكثار الريع، بخلاف العذرة، لأن العادة لم تجر بالانتفاع بها، وإنما ينتفع بها مخلوطة برماد وتراب غالب عليها بالإلقاء في الأرض، فحينئذيجوز بيعها، والصحيح عن أبي حنيفة أن الإنتفاع بالعذرة الخالصة جائز (تبيين الحقائق، جديد زكريا ديوبند۷/ ۵۷، قديم۶/ ۲۶)۔

''مجمع الانہر'' میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے:

والصحيح عن الإمام أن الانتفاع بالعذرة الخالصة جائز، وجاز بيع السرقين مطلقا في الصحيح عندنا، لكونه مالا منتفعا به لتقوية الأرض في الانبات (مجمع الأنهر، جديد دارالكتب

• جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مرادآباد۔

العلمیۃ۴/ ۲۱۱)۔

زہر آلود کھاد کا استعمال:

یہ بات بہت زیادہ قابل توجہ ہے کہ موجودہ دور میں طرح طرح کے زہریلی کھاد کی ایجاد ہوچکی ہے، اور ان کھادوں کے اندر ایسا کیمیکل استعمال کیا جاتا ہے کہ وہ کھاد ظاہری طور پر کھاد ہے، در حقیقت وہ سمّ قاتل اور زہر ہی ہوا کرتا ہے۔ اور اس کے زہریلی اثرات پودوں سے ہوتے ہوئے پھلوں اور غلوں میں منتقل ہوجاتے ہیں اور اس زہریلے کھاد کے ذریعہ سے جو غلہ پیدا ہوتا ہے اس کے نقصانات اندرونی طور پر انسان کے اجسام میں اس طرح سے منتقل ہوجاتے ہیں کہ انسان کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے، من جانب سرکار کسانوں پر ایسے کھاد کے استعمال پر پابندی عائد کرنا ضروری ہے جن کھادوں میں زہریلی مادہ ہوتا ہے، اور شریعت اسلامی ایسے زہریلی کھاد کھیتوں میں استعمال کی اجازت نہیں دیتی جو نسل انسانی کے لئے نقصان کا باعث ہو۔

لا خلاف بین الفقہاء في حرمۃ تناول ما یقتل من السم بلا حاجۃ إلیہ، لقولہ تعالیٰ: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۹۵، الموسوعۃ الفقہیہ۲۵/ ۲۵۵)۔

۲۔ پھلوں میں کیمیکل کا استعمال:

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل کے زمانہ میں پھلوں اور سبزیوں میں خطرناک قسم کے کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وقت سے بہت پہلے پھل تیار ہوکر مارکیٹ میں آجاتا ہے، جو انتہائی خوشنما نظر آتا ہے، ایسا تجربہ ہوا ہے کہ آدھا کلو کی لوکی بازار سے خرید کر لاکر فریج میں رکھ دی، ایک دو دن کے بعد اس کو نکالا تو وہ فریج میں رکھے رکھے ایک کلو کے برابر ہوگئی، اسی طرح وقت سے پہلے پھلوں کو پکانے کے لئے زہریلے کاربائڈ کا استعمال بھی کثرت سے ہونے لگا ہے، جس کی وجہ سے پھلوں کے اندر زہریلا مادہ منتقل ہوجاتا ہے، شرعی طور ایسے زہریلے کاربائڈ کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جس سے انسانی صحت متأثر ہوجائے۔ اور پھل ایک عمدہ ترین صحت افزا غذا ہے، بیماری کی حالت میں مریضوں کوپھل کھلایا جاتا ہے، تاکہ مریض میں طاقت آجائے اور جلد صحت یاب ہوجائے۔ اور زہریلے کھاد سے پیدا شدہ اور زہریلے کاربائڈ سے تیار شدہ پھل کھانے سے بجائے صحت یابی کے مزید دوسرے امراض کے شکار ہوجاتے ہیں؛ اس لئے شریعت پھلوں میں زہریلی کیمیکل اور زہریلا کاربائڈ وغیرہ کے استعمال کی اجازت نہیں دیتی؛ بلکہ ایسی زہریلی اشیاء کی خرید وفروخت کی بھی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ ملاحظہ فرمائیے:

لا خلاف بین الفقہاء في أن السم القاتل إذا خلا من نفع یباح أو خالطتہ نجاسۃ کلحوم الحیّات وغیرہا من النجاسات، لا یجوز بیعہ؛ لأن جواز الانتفاع من المبیع انتفاعا مشروعا، وطہارتہ شرطان في صحۃ عقد البیع (الموسوعۃ الفقہیہ۲۵/ ۲۵۵)۔

۳. دودھ کے لئے مادہ جانور کو انجکشن لگانا:

الجواب وباللہ التوفیق: حلال چوپائے جانور پالنے والے ان سے دودھ حاصل کرتے وقت انجکشن لگایا کرتے ہیں، ان انجکشنوں کی وجہ سے دودھ میں مضر اثرات منتقل ہوتے ہیں، بعض دفعہ لوگوں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ وہ دودھ جو بغیر انجکشن کے نکالا گیا ہے اور وہ دودھ جو انجکشن کے ذریعہ نکالا گیا ہے، دونوں کے درمیان نمایاں فرق ثابت ہوا ہے، اور بغیر انجکشن کے جو دودھ حاصل کیا جاتا ہے اس کا ذائقہ اور اس کے فوائد نمایاں رہتے ہیں، اس کے برخلاف انجکشن کے ذریعہ سے جو دودھ حاصل کیا جاتا ہے اس کا ذائقہ اور اس کے اثرات میں کافی فرق رہتا ہے، اس کے ذائقہ میں بھی کمی رہتی ہے، اور اس کو پینے کے بعد طبیعت میں فرحت بھی نہیں آتی، اور انجکشن کے ذریعہ سے حاصل کیا گیا دودھ بہر حال نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے؛ لیکن شرعی طور پر اس دودھ کے استعمال کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، اب دیکھنایہ ہے کہ حلال جانور پالنے والے گھوسی لوگ انجکشن کیونلگاتے ہیں؟ بعض دفعہ دیکھنے میں آتاہے کہ مادہ جانور سے دودھ دوہتے وقت دودھ دینے میں پریشان کرتی ہے اور جو ں ہی انجکشن لگا دیاتو سکون سے دودھ دیتی ہے، تو ایسی مجبوری میں انجکشن لگانے سے منع بھی نہیں کیا جاسکتا، ہاں البتہ ڈاکٹری اعتبار سے ان انجکشنوں میں اگر زہریلا مادہ ہے تو زہریلے مادہ کے استعمال کی شریعت اجازت نہیں دیتی اور شرعاً اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔

لا خلاف بين الفقهاء في حرمة تناول ما يقتل من السم بلا حاجة إليه، لقوله تعالىٰ: ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (سورة البقرة، آيت: ۱۹۵، الموسوعة الفقهيه۲۵/ ۲۵۵)۔

۴. ناپاک یا مشکوک غذا سے پرورش کردہ حلال جانوروں کا حکم:

الجواب وباللہ التوفیق: تین مسئلے بالکل الگ الگ ہیں:

(۱) ناپاک غذا سے پرورش پائی ہوئی مچھلیوں کا حکم۔

(۲) ناپاک غذا سے پرورش پائے ہوئے خشکی کے جانور، مثلاً چوپائے اور مرغی وغیرہ کا حکم۔

(۳) مرغیوں اور مچھلیوں کی غذا کی حقیقت۔

ان تینوں مسئلوں کو الگ الگ طریقہ سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ناپاک غذا سے پرورش پائی ہوئی مچھلی:

جو مچھلیاں ناپاک غذا سے پرورش پائی ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر ان مچھلیوں سے ناپاکی کی بدبو نہیں آتی ہے، تو ان مچھلیوں کو کھانا بلا کراہت جائز اور حلال ہے، نیز مچھلیوں کے بارے میں فقہاء کی تصریحات موجود ہیں کہ ناپاک غذا اور ناپاک پانی سے پرورش پانے والی مچھلیاں بلا کراہت حلال ہیں؛ اس لئے مچھلیوں کے جلالہ ہونے کے بارے میں کوئی حدیث مروی نہیں ہے اور اس کو ''تاتارخانیہ '' میں

ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

سئل علي بن أحمد، ويوسف بن محمد عن السمكة إذا أخذت، وأرسلت في الماء النجس، فكبرت فيه؟ فقال: لا بأس بأكلها للحال (الفتاوى التاتارخانيه۱۸/ ۴۹۲، رقم: ۲۹۷۱۰)۔

''درمختار '' اور ''شامی '' میں اس طرح کے الفاظ سے نقل کیا گیا ہے:

السمک الذی مات بآفۃ ولو متولدا في ماء نجس۔ (وتحتہ في الشامیۃ:) فلا بأس بأکلہا للحال لحلہ بالنص، وکونہ یتغذی بالنجاسۃ لایمنع حلہ (درمختار مع الشامي، زکریا۹/ ۴۴۴، کراچی۶/ ۳۰۶)۔

اور اس کو ''بزازیہ '' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

أرسلت السمكة في الماء النجس، فكبرت فيه لا بأس بأكلها في الحال (بزازیۃ علی ہامش الہندیہ۶، ۳۰۱)۔

اور ''شامی '' میں مچھلی اور جلالہ کے بارے میں ایک فرق یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جب تک اس میں نجاست کے آثار اور بد بو ظاہر نہ ہوں تو وہ عام مچھلی کی طرح بلا شبہ حلال ہے، اور اگر نجاست کے اثرات اس کے گوشت میں ظاہر اور نمایاں ہوجائیں تو وہ جلالہ کے حکم میں ہوجائے گی۔

وينظر الفرق بين السمكة والجلالة، بأن تحمل السمكة على ما إذا لم تنتن، ويراد بالجلالة المنتنة (شامي، زكريا۹/ ۴۴۵، كراچی۶/ ۳۰۷)۔

تو معلوم ہوا کہ جلالہ ہونے کا سارا مدار گوشت کے بدبو دار ہوجانے پر ہے؛ لہٰذا اگر گوشت بدبودار نہ ہو اور نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو تو اس کا کھانا بلا شبہ اور بلا کراہت حلال اور جائز ہے۔ اس کو صاحب بدائع نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

فہذایدل علی أن الکراہۃ في الجلالۃ لمکان التغیر والنتن لا لتناول النجاسۃ، ولہذا إذا خلطت لا یکرہ، وإن وجد تناول النجاسۃ؛ لأنہ لا تنتن، فدل أن العبرۃ للنتن لا لتناول النجاسۃ (بدائع، الذبائح، باب ما یکرہ من الحیوانات، مکتبہ زکریا دیوبند۴/ ۱۵۴)۔

خشکی کے جانور جلالہ کب ہوتے ہیں؟

ناپاک غذا سے پرورش پائے ہوئے خشکی کے جانوروں کا مسئلہ ان مسائل میں سے ایک ہے جن کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ نے توقف فرمایا ہے کہ ان جانوروں کا کب اور کس وقت کھانا بلا کراہت جائز ہے؟ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے اس توقف کی وجہ سے بعد کے فقہاء میں اس مسئلہ میں اقوال مختلف ہوگئے ہیں، مرغی کے بارے میں۳، دن، بکرے کے بارے میں۴، دن اور اونٹ، گائے اور بیل کے بارے میں۱۰، دن تک پاک غذا کھلانے کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے، چنانچہ بعض فقہاء نے اسی کو قول مختار لکھا ہے۔ اور امام سرخسی وغیرہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان جانوروں کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وقت کی کوئی مقدار متعین نہیں؛ بلکہ صرف اتنی بات ہے کہ

ان جانوروں کو جلالہ اس وقت تک کہا جائے گا جب تک ان کے اجزاء کے اندر ناپاکی کے اثرات اور بدبو باقی رہے، اور جب بدبو ختم ہوجائے گی تو ان کو جلالہ نہیں کہا جائے گا، ان کا کھانا بلا کراہت جائز ہے۔ اس کو علامہ شامی نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

وأشار بهذا إلى الإبل، والبقر الجلالة، والدجاجة، وهي من المسائل التي توقف فيها الإمام، وقال: لا أدري متييطيب أكلها؟ وفي التجنيس:إذا كان علفها نجاسة تحبس الدجاجة ثلاثة أيام، والشاة أربعة، والإبل والبقرة عشرة، وهو المختار على الظاهر. وقال السرخسي: الأصح عدم التقدير، وتحبس حتى تزول الرائحة المنتنة، وفي الملتقى: المكروه الجلالة التي إذا قربت وجد منها رائحة فلا تؤكل ولا يشرب لبنها، ولا يعمل عليها، ويكره بيعها وهبتها، وتلك حالها، وذكر البقالي: أن عرقها نجس، وفي مختصر المحيط: ولا تكره الدجاجة المخلاة، وإن أكلت النجاسة،يعنى إذا لم تنتن بها لما تقدم؛ لأنها تخلط ولا يتغير لحمها، وحبسها أياما تنزيه، شرنبلالي على الوهبانية (شامي، زكريا۹/ ۴۴۵، كراچى۶/ ۳۰۶)۔

صاحب بدائع نے بھی اس مسئلہ کو ذرا وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ جلالہ ہونے کا سارا مدار اس بات پر ہے کہ نجاست کی بدبو جانور کے گوشت سے نمایاں طور پر ظاہر ہوجائے، چنانچہ اگر بدبو ختم ہوجائے یا بدبو ہی نہ ہو تو جانور جلالہ نہیں ہے، اس کا گوشت کھانا بلاکراہت جائز ہے۔ بدائع کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

وروي عن محمدؒ أنه قال: كان أبوحنيفةؒ لا يوقت في حبسها، وقال: تحبس حتى تطيب وهو قولهما أيضا، وروى أبويوسف عن أبي حنيفة رحمه الله: أنها تحبس ثلاثة أيام، وروى ابن رستمؒ عن محمد في الناقة الجلالة، والشاة، والبقر الجلال أنها إنما تكون جلالة إذا تفتتت وتغيرت ووجد منها ريح منتنة، فهي الجلالة حينئذ لا يشرب لبنها ولا يؤكل لحمها، وبيعها وهبتها جائز، هذا إذا كانت لا تخلط، ولا تأكل إلا العذرة غالبا، فإن خلطت فليست جلالة، فلا تكره؛ لأنها لا تنتن، ولا يكره أكل الدجاج المخلى، وإن كان يتناول النجاسة؛ لأنه لا يغلب عليه أكل النجاسة بل يخلطها بغيرها، وهو الحَب، فيأكل ذا وذا، وقيل: إنما لا يكره؛ لأنه لا ينتن كما ينتن الإبل، والحكم متعلق بالنتن (بدائع الصنائع، زكريا ديوبند۴/ ۱۵۴)۔

اکل جلالہ کا حکم:

جو حلال جانور نجاست بطور غذا کھانے کی وجہ سے جلالہ کے حکم میں ہوجاتا ہے یا جلالہ بن جاتا ہے، تو جب تک وہ جلالہ رہے گا اس وقت تک اس کے اوپر کونسا حکم شرعی لاگو ہوگا، اس کا کھانا حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے؟ تو اس بارے میں حضرات فقہاء اور مجتہدین کرام کے درمیان مختلف اقوال ملتے ہیں:

(۱) حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے اس بارے میں کوئی صراحت ثابت نہیں ہے؛ بلکہ امام صاحب نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا ہے؛ اس لئے کہ صحیح حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہے کہ نجاست کھانے کے باوجود مرغ حلال رہتا ہے اور حضور ا نے

تناول فرمایا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی تناول فرمایا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں وضاحت کے ساتھ حلت کی بات وارد ہوئی ہے جو بخاری شریف میں متعدد مقامات پر موجود ہے، اسی لئے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے نجاست کھانے والے حلال جانور کے بارے میں کوئی حکم نہیں بیان فرمایا، نہ اسے حرام کہا ہے نہ مکروہ تحریمی کہا ہے اور نہ ہی مکروہ تنزیہی؛ اس لئے کہ نص صحیح سے اس کی حلت وارد ہوچکی ہے۔ بخاری شریف۲/ ۸۲۹، رقم: ۵۳۰۴ میں مفصل روایت ہے ۔ اور امام ترمذیؒ نے ۲/ ۴ پر اکل جلالہ سے متعلق عنوان قائم فرما کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے ، جس میں اکل جلالہ اور لبن جلالہ کی ممانعت کی روایت وارد ہوئی ہے؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ جلالہ کی حلت وحرمت سے متعلق دونوں طرح کی روایتیں ہیں اور دونوں قسم کی روایتیں سند صحیح کے ساتھ مروی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں حلت کی ممانعت اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں حلت کی وضاحت ہے؛ اس لئے ائمہ مجتہدین کے درمیان جلالہ کے بارے میں حکم شرعی واضح کرنے میں اختلاف ہوگیا ہے، چنانچہ بعض شوافع اور حنابلہ اکل جلالہ کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں، جیسا کہ ذیل کی عبارت سے واضح ہوتا ہے:

وذهب جماعة من الشافعية، وهو قول الحنابلة إلى أن النهي للتحريم، وبه جزم ابن دقيق العيد عن الفقهاء، وهو الذي صححه المروزي والقفال، وإمام الحرمين، والإمام البغوي، وألحقوا بلبنها ولحمها وبيضها (إعلاء السنن، بیروت، دارالکتب العلمیۃ۱۷/ ۲۱۷)۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کا رجحان اس بات پر ہے کہ اکل جلالہ مکروہ تحریمی نہیں ہے؛ بلکہ مکروہ تنزیہی ہے اور چونکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس پر توقف کر لیا ہے؛ اس لئے فقہاء احناف کے درمیان بھی اختلاف واقع ہوا ہے؛ لیکن متأخرین فقہاء کا رجحان یہی ہے کہ اکل جلالہ مکروہ تحریمی نہیں ہے؛ بلکہ مکروہ تنزیہی ہے، اور دلائل کی روشنی میں بھی کراہت تنزیہی ہی معلوم ہوتی ہے۔ اولاً دونوں قسم کی روایات نقل کرتے ہیں اس کے بعد جائز ہ لیتے ہیں:

عن ابن عمر -رضي الله عنه- قال: نهى رسول اللهﷺ عن أكل الجلالة وألبانها (ترمذي، كتاب الأطعمة، باب أكل لحوم الجلالة۲/ ۴)۔

عن ابن عباس -رضي الله عنه- أن النبي ﷺ نهى عن المجثمة وعن لبن الجلالة (ترمذي ۲/۴)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیثیہ ہے:

عن زهدم قال: لما قدم أبو موسى أكرم هذا الحي من جرم وإنا لجلوس عنده، وهو

يتغديدجاجا، وفي القوم رجل جالس، فدعاه إلى الغداء، فقال: إني رأيتهيأكل شيئا، فقذرته، قال: بلم، فإني رأيت النبي ﷺيأكله (بخاري، ہندي ۲/ ۶۲۹، رقم: ۴۲۰۸، ف: ۴۳۸۵، ۲/ ۸۲۹، رقم: ۵۳۰۳)۔

اب دونوں قسم کی روایات پر غور کرنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں ممانعت وارد ہوئی ہے، وہ اگرچہ صحیح سند کے ساتھ وارد ہوئی ہے، مگر قطعی الثبوت نہیں ہے؛ بلکہ ظنی الثبوت ہے۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت جس میں حلت کا ثبوت ہے، وہ بھی سند صحیح کے ساتھ وارد ہے؛ لہٰذا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے ممانعت کی روایت کی دلالت بھی ظنی ہوگئی ہے اور ظنی الثبوت اور ظنی الدلالہ سے جو حکم شرعی ثابت ہوتا ہے وہ اثبات کے پہلو میں مستحب اوراولیٰ ہوتا ہے اور نہی کے پہلو میں مکروہ تنزیہی ہوتا ہے؛ اس لئے لحم جلالہ اور لبن جلالہ راجح قول کے مطابق شافعیہ اور حنفیہ دونوں کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے، اور یہی راجح اور معتمد علیہ قول ہے، اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے مکروہ تنزیہی ثابت فرمایا ہے۔

عبارات ملاحظہ فرمائیے:

وكره لحم الأتان -إلى قوله- ولبن الجلالة التي تأكل العذرة، وكره لحمها، أي لحم الجلالة والرمكة (وتحته في الشامية) أن الإمام رجع إلى قول صاحبيه بأن أكل لحمها مكروه تنزيها (شامي كراچى۶/ ۳۴۰، زكريا۹/ ۴۹۱)۔

اور بدائع میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

والأفضل أن تحبس الدجاج حتييذهب ما في بطنها من النجاسة لما روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحبس الدجاج ثلاثة أيام، ثم يأكله، وذلك على طريق التنزه (بدائع زكريا ديوبند۴/۱۵۴)۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ''فتح الباری '' میں حدیث بخاری۵۵۱۷ کے ذیل میں کراہت تنزیہی ہونے کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

وقد أطلق الشافعية كراهة أكل الجلالة إذا تغير لحمها بأكل النجاسة، وفى وجه إذا أكثرت من ذلك راجح أكثرهم أنها كراهة تنزيه (فتح الباري، كتاب الذبائح، مكتبه دارالريان القاهره ۹/ ۵۶۵، مكتبه أشرفي ديوبند۹/ ۸۰۸، إعلاء السنن، دارالكتب العلميه۱۷/ ۲۱۶)۔

اور کراہت تنزیہی کی بات طحطاوی علی الدر (کوئٹہ ۴/ ۱۷۲)، بزازیہ علی الہندیہ (۶/ ۳۰۲)، تبیین الحقائق (جدید زکریا۷/ ۲۴) میں بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

فقہاء کی ان تمام تصریحات سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ اکل جلالہ حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے؛ بلکہ مکروہ تنزیہی ہے۔

مرغی وغیرہ کا چارہ:

مرغی وغیرہ کے بارے میں جو ظاہر کیا جاتا ہے کہ خون، مردار اور خنزیر وغیرہ کے اجزاء سے تیار کردہ چارہ کے ذریعہ مرغی کی پرورش ہوتی ہے، تو اس کے بارے مینیہ مسئلہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ ناپاک غذا سے پرورش پایا ہوا جانور جلالہ کے حکم میں ہوتا ہے؛ لیکن فقہاء نےیہ بات بھی وضاحت کے ساتھ بیان کردی ہے کہ اولاً تو ان چاروں کی اصل حقیقت اور اوصاف کے بدل جانے کے بعد اس کا حکم بدل جاتا ہے، پھر اگر ناپاک غذا سے پرورش کی بات مان لی جاتی ہے، تو جانور کے جسم کے اندر ناپاکی کے آثار اور اس کی بدبو واضح طور پر نمایاں ہوجائے تو جلالہ ہوگا؛ ورنہ جانور جلالہ کے حکم کے دائرہ میں داخل نہیں ہوتا، اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح سے صاف طور پر واضح کردیا ہے کہ اگر بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پرورش پاکر بڑا ہوجائے اور اس کے گوشت میں تغیر نہ ہو اور اس میں بدبو بھی نہ ہو تو وہ بلا کراہت جائز اور حلال ہوجاتا ہے، اسی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مرغی فارموں سے جو مرغیاں پرورش پاکر بازار میں آتی ہیں، ان کے گوشت میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے گوشت میں کسی طرح کی بدبو آتی ہے؛ اس لئے وہ مرغیاں چاہے کسی بھی طرح کی غذا سے پرورش پاتی ہوں حلال اور جائز ہیں، اس کو فقہاء نے ذیل میں آنے والے عبارات سے واضح فرمایا ہے۔ صاحب بدائع نے ان الفاظ کے ساتھ واضح فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

ولهذا قال أصحابنا في جدي ارتضع بلبن خنزير حتى كبر، إنه لا يكره أكله؛ لأن لحمه لا يتغير ولا ينتن، فهذا يدل على أن الكراهة فى الجلالة لمكان التغير والنتن لا تناول النجاسة، ولهذا إذا خلطت لا يكره، وإن وجد تناول النجاسة؛ لأنها لا تنتن، فدل أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة، والأفضل أن تحبس الدجاج حتييذهب ما في بطنها من النجاسة (بدائع الصنائع، زكريا۴/ ۱۵۴)۔

اس کو حافظ الدین بزازی نے تھوڑے سے فرق کے ساتھ ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

وفي النوادر: جدي غذى بلبن الخنزير لا بأس بأكله، فعلى هذا لا بأس بأكل الدجاج؛ لأن لحمه لا يتغير وما غذي به صار مستهلكا لا يبقى له أثر، وما روي عنه ﷺ أنه يحبس ثلاثة للتنزيه، وإنما يشترط ذلك في الجلالة التي لا تأكل إلا الجيف وما يخلط ويأكل غيره أيضا على وجه لا يظهر أثره في لحمه لا بأس به (بزازیۃ علی ہامش الہندیہ۶/ ۳۰۲، مبسوط سرخسي ۱۱/ ۲۵۶)۔

خنزیر کے دودھ سے پرورش شدہ بکری کے بچہ کا حکم:

سوال(۵): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک بکری کے بچہ نے خنزیریا کتیا کے دودھ سے پرورش پائی تو سوال یہ ہے کہ بکری کے اس بچہ کا گوشت کھانا حلال ہے یا نہیں؟ اس کی عمر پوری ہونے پر اس کی قربانی

جائز ہے یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں جس مسئلہ کو اٹھایا گیا ہے وہ مسئلہ انتہائی حساس اور نازک ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ بکری کا بچہ فی حد ذاتہ پاک اور حلال ہے؛ البتہ اتنی بات قابل غور ہے کہ ناپاک غذا سے پرورش پانے کی وجہ سے پاک ہونے یا حلال ہونے میں فرق آتا ہے یانہیں؟ اس سلسلہ میں سبھی فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ بکری کے اس بچہ کے گوشت میں ناپاک غذا کا اثر نمایاں طور پر ظاہر نہ ہو تو وہ بچہ بلا شبہ حلال ہے، اس کا گوشت پاک ہے اور اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ اور اگر اس کے گوشت میں ناپاکی کے آثار نمایاں ہوجائیں اور اس کے بدن سے بدبو آنے لگے تو وہ جلالہ کے حکم میں ہوجاتا ہے، اس کو اتنے دنوں تک پاک غذا کھلائی جائے کہ ناپاکی کا اثر ختم ہوجائے اور اس کے بدن سے نکلنے والی بدبو ختم ہوجائے اس کے بعد اس کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز اور درست ہے اور اس کی قربانی بھی جائز ہے، فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے:

صاحب بدائع نے اس کو ان الفاظ سے واضح فرمایا ہے:

والحكم متعلق بالنتن، ولهذا قال أصحابنا في جدي ارتضع بلبن خنزير حتى كبر أنه لا يكره أكله؛ لأن لحمه لا يتغير ولا ينتن، فهذا يدل على أن الكراهة في الجلالة لمكان التغير والنتن، لا لتناول النجاسة (بدائع الصنائع، زكريا ديوبند كتاب الذبائح ۴/ ۱۵۴)۔

اور اس کو ''تبیین الحقائق، شامی اور طحطاوی علی الدر'' میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے:

يحل أكل لحم جدي غذي بلبن خنزير؛ لأن لحمه لا يتغير وما غذي به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر۔ (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، زكريا ديوبند جديد۷/ ۲۴، شامي كراچی۶/ ۳۴۱، زكريا۹/ ۴۹۱، رقم: ۴۹۲، طحطاوي على الدر كوئٹہ ۴/ ۱۷۲، فتاوى بزازية على هامش الهندية۶/ ۳۰۲)۔

اس کو ''مبسوط سرخسی '' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

ولو أن جديا غذي بلبن خنزير فلا بأس بأكله؛ لأنه لم يتغير لحمه وما غذي به صار مستهلكا، ولم يبق له اثر، وعلى هذا نقول: لا بأس بأكل الدجاجة وإن كانت تقع على الجيف (مسبوط سرخسي ۱۱/ ۲۵۵)۔

اور ''فتاوی تاتارخانیہ '' میں اس طرح کے الفاظ سے منقول ہے:

إذا ربي الجدي بلبن الخنزير لا بأس به قال: معناه إذا اعتلف أياما بعد ذلك كالجلالة (تاتارخانيه، زكريا۱۸/ ۱۴۰، رقم: ۲۸۲۹۳)۔

اور ''مبسوط '' مینیہ عبارت بھی مذکور ہے:

والأصح أنها تحبس إلى أن تزول الرائحة المنتنة عنها؛ لأن الحرمة لذلك، وهي شيء

محسوس، ولا يتقدر بالزمان لاختلاف الحيوانات في ذلک فيصار ذلک إلى اعتبار زوال مضر، فإذا زال بالعلف الطاہر حل تناولہ (مبسوط سرخسي ۱۱/ ۲۵۶)، فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵، ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۹۵۲)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصورپوری غفر لہ

۱۵، ۳، ۱۴۳۶ھ

حلال جانور پر جلالہ ہونے کا حکم کب لگتا ہے؟

سوال (۶): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارےمیں کہ ‘‘جلالہ ’’ کس حلال جانور کو کہا جاتا ہے، جو چوپائے جانور یا مرغ وغیرہ پاک چارہ کھانے کے ساتھ ساتھ نجاست کھالے وہ جلالہ ہوگا یا اس کو جلالہ کہا جاتا ہے جس کی مستقل غذا نجاست ہوتیہے؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی حلال جانور کے جلالہ ہونے کے لئے دو شرطیں لازم ہیں، ان دونوں شرطوں کے بغیر جانور کو جلالہ نہیں کہا جاسکتا۔

شرط نمبر ۱: اس حلال جانور کی غذا صرف نجاست اور گندگی ہو، نجاست اور گندگی کے علاوہ کوئی پاک چارہ نہ کھاتا ہو۔

شرط نمبر ۲ : نجاست اور گندگی کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت سے بدبو نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہو، حتی کہ اس کے پسینے سے بھی بدبو ظاہر ہوتی ہو، تو ایسے حلال جانور کو جلالہ کہا جاتا ہے، جس مینیہ دونوں شرطیں ایک ساتھ پائی جائیں؛ لہٰذا اگر مستقل نجاست کھانے کے باوجود اس جانور کے گوشت میں نجاست کی بدبو اور اثرات نمایاں نہ ہوں تو وہ جلالہ میں شامل نہیں ہوتا ہے۔ اور اس حلال جانور کو کھانا بلا کراہت جائزہے، اس کو صاحب بدائع نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

روی ابن رستم عن محمد في الناقۃ الجلالۃ، والشاۃ، والبقر الجلال أنہا إنما تکون جلالۃ إذا تفتتت وتغیرت ووجد منہا ریح منتنۃ، فہي الجلالۃ حینئذ لا یشرب لبنہا ولا یؤکل لحمہا، وبیعہا وہبتہا جائز، ہذا إذا کانت لا تخلط، ولا تأکل إلا العذرۃ غالبا (بدائع ۴/ ۱۵۴ مطبع زکریا)۔

اور ‘‘مبسوط سرخسی’’ میں اسے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

والذی روی أنہ کان یحبس الدجاج ثلاثۃ أیام، ثم یذبحہا فذلک علی سبیل التنزہ من غیر أن یکون ذلک شرطا في الدجاجۃ وغیرہا مما یخلط، وإنما یشترط ذلک في الجلالۃ التي لا تأکل إلا الجیف (مبسوط سرخسي، کتاب الصید۱۱/ ۲۵۶)۔

اور ‘‘شامی’’ میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

الجلالة التي إذا قربت وجد منها رائحة فلا توكل ولا يشرب لبنها، ولا يعمل عليها (شامي، كتاب الذبائح، زكريا۹/ ۴۴۵، كراچی۶/ ۳۴۰)۔

اور امام زیلعی نے اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

والجلالة هي التي تعتاد أكل الجيف والنجاسات، ولا تخلط فيتغير لحمها، فيكون منتنا ولو حبست حتييزول النتن حلت ولم يقدر لذلک مدة في الأصل (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية زكريا۷/ ۲۴، كراچی۶/ ۱۰) فقط واللہ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵؍ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۹۵۲)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصورپوری غفر لہ

۱۵؍ ۳؍ ۱۴۳۶ھ

جلالہ جانور کو بند رکھ کر پاک غذا کھلانے کا حکم وجوبی ہے یا استحبابی؟

سوال (۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو حلال جانور نجاست کھانے کا عادی ہے، نجاست اور غلاظت اس کے لئے مرغوب ترین غذا بن گئی ہے اور پاک چارہ کھانے کا عادی نہیں ہے، اگر کھائے تو بہت ہی کم جس کی وجہ سے وہ جانور جلالہ بن گیا ہے، تو ایسے حلال جانور کو ذبح کرنے سے پہلے کتنے دنوں تک بند رکھنے کا حکم ہے؟ اور بند رکھنے کا حکم وجوبی ہے یا استحبابی ہے؟ اس سلسلے میں شریعت کا جو بھی حکم ہو دلائل کی روشنی میں واضح فرما دیں۔ اور یہ بھی واضح فرما دیں اگر مرغ ہو تو اسے کتنے دنوں تک بند رکھ کر پاک غذا دی جائے؟ اسی طرح بکری ہو تو اسے کتنے دن بند رکھ کر پاک غذا دی جائے ؟ اور گائے، بھینس اور اونٹ کو کتنے دنوں تک بند رکھ کر پاک غذا دی جائے؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جلالہ جانور کو ناپاک غذا سے محفوظ رکھ کر پاک غذا کھلانے کا مسئلہ وجوبی نہیں ہے؛ بلکہ استحبابی اور افضلیت کا ہے، تاکہ کراہت تنزیہی سے بھی پاک ہوجائے۔ اور اس کی مقدار کے بارے میں چار اقوال ہمارے سامنے ہیں:

(۱) امام زیلعی علیہ الرحمہ نے ''نوادر '' کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ اونٹ کو ایک ماہ تک ناپاک غذا سے محفوظ رکھ کر پاک غذا کے دائرہ میں بند رکھا جائے، گائے، بیل، بھینس کو بیس دن تک بند رکھا جائے، بکرے کو دس دن تک اور مرغ کو تین دن تک۔

(۲) اونٹ کو پاک غذا کے ساتھ چالیس دن تک بند رکھا جائے، اس کو امام زیلعیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

وقدره في النوادر بشهر، وقيل: بأربعينيوما في الإبل، وبعشرينيوما في البقر، وبعشرة أيام في

الشاة، وثلاثة أيام في الدجاجة (تبيين الحقائق، كتاب الكراہية، مطبع زكريا۷/ ۲۴، كراچى۶/ ۱۰)۔

اور اسی کو ‘‘بزازیہ ’’ اور ‘‘شامی، كتاب الحظر والإباحة’’ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا گیا ہے:

إن ذلک شرط في التي لا تأكل إلا الجيف، ولكنہ جعل التقدير في الإبل بشہر، وفي البقر بعشرين، وفي الشاة بعشرة (شامي مع الدر، زكريا۹/ ۴۹۱، كراچى۶/ ۳۴۱، فتاوى بزازية على ہامش الہندية، زكريا۶/ ۳۰۲)۔

(۳) ‘‘شامی، كتاب الذبائح ’’ میں تجنیس کے حوالہ سے نقل فرمایا گیا ہے کہ مرغ کو تین دن، بکرے کو چار دن اور اونٹ ، گائے، بیل کو دس دن تک ناپاک غذا اور چارہ سے محفوظ رکھ کر پاک غذا کھلانا چاہئے، اسی کو قول مختار کہا ہے، جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

وفي التجنيس: إذا كان علفہا نجاسة تحبس الدجاجة ثلاثة أيام، والشاة أربعة، والإبل والبقر عشرة، وہو المختار على الظاہر (شامي مع الدر، كتاب الذبائح، زكريا۹/ ۴۴۴، كراچى۶/ ۳۰۶)۔

(۴) ایام اور مدت کی تعیین کے جو اقوال ما قبل میں مذکور ہیں، وہ سارے کے سارے اقوال مرجوحہ ہیں، اور قول راجح اور صحیح ترین قول یہی ہے کہ تبدیل غذا کے لئے ایام اور مدت کی کوئی تعیین نہیں ہے؛ بلکہ جتنے وقت میں جانور کے بدن سے نجاست کھانے کی بدبو ختم ہوجائے اتنے وقت تک بند رکھنے کا حکم ہے، اور اس وقت کی کوئی تعیین نہیں ہے، اور بند رکھنے کے بعد جب بھی اس کے بدن سے بدبو ختم ہوجائے مستحب طریقہ سے ذبح کرنا ثابت ہوجائے گا، اور جانور پالنے والے کو خود اس کا اندازہ ہوجائے گا، اس کو امام شمس الائمہ سرخسیؒ نے مبسوط سرخسی میں زیادہ صحیح اور راجح قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

وإنمايشترط ذلک في الجلالة التي لا تأكل إلا الجيف، وفي الكتاب قال: تحبس أياما على علف طاہر، قيل: ثلاثة أيام، وقيل: عشرة أيام، والأصح أنہا تحبس إلى أن تزول الرائحة المنتنة عنہا؛ لأن الحرمة لذلک، وہو شيء محسوس ولا يتقدر بالزمان لاختلاف الحيوانات في ذلک فيصار فيہ إلى اعتبار زوال المضر، فإذا زال بالعلف الطاہر حل تناولہ، والعمل عليہ بعد ذلک (المبسوط للسرخسي، كتاب الصيد۱۱/ ۲۵۶)۔

اسی طرح کی عبارت شامی ، كتاب الذبائح (مطبع زكريا ديوبند۹/ ۴۴۴، كراچى۶/ ۳۰۶) اور بزازیہ على ہامش الہندیہ (۶/ ۳۰۲) میں ہے، اس کو صاحب بدائع نے اس طرح کے الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

والأفضل أن تحبس الدجاج حتييذہب ما في بطنہا من النجاسة، وقولہ: لأن النہي ليس لمعنييرجع إلى ذاتہا بل لعارض جاورہا مكان الانتفاع بہا حلالا فى ذاتہ، إلا أنہ يمنع عنہ

لغیرہثم لیس لحبسہا تقدیر في ظاہر الروایۃ، ہکذا روی عن محمد أنہ قال: کان أبوحنیفۃ رضي اللہ عنہ لا یوقت في حبسہا، وقال: تحبس حتی تطیب وہو قولہما أیضا (بدائع الصنائع، کتاب الذبائح والصیود، زکریا۴/ ۱۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵؍ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۹۵۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصورپوری غفر لہ

۱۵؍ ۳؍ ۱۴۳۶ھ

نجاست اور پاک چارہ دونوں کھانے والے جانور کا حکم:

سوال (۸): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جو جلال جانور پاک اور ناپاک دونوں طرح کی غذا کھاتا ہو، مثلاً مرغ ہے، وہ پاک چارہ کھاتا ہو اور انسان کی غلاظت بھی کھاتا ہو، خاص طور پر دیہاتوں میں جو آزاد پھرتا ہے وہ انسان کی گندگی کھاتا ہے، کیا ایسا آزاد مرغ جو انسان کی گندگی بھی کھاتا ہو، اس کو بند رکھے بغیر فوری طور پر ذبح کرکے کھانا جائز ہے یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا مرغ یا چوپایہ جس کی غذا کا مدار صرف نجاست کھانے پر نہیں ہے؛ بلکہ پاک اور صاف ستھرا چارہ بھی کھاتا ہے اور انسان کی گندگی بھی کھاتا ہے اور گندگی کھانے کی وجہ سے اس کے جسم اور گوشت سے بدبو ظاہر نہیں ہوتی ہے، تو اس کو بند رکھے بغیر ذبح کرکے کھانا بلا کراہت جائز اور درست ہے؛ اس لئے کہ وہ جلالہ کے حکم کے دائرہ میں داخل نہیں ہے، اس کو امام زیلعیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

أما التي تخلط بأن تتناول النجاسۃ والجیف، وتتناول غیرہا علی وجہ لا یظہر أثر ذلک في لحمہا فلا بأس بہ، ولہذا یحل أکل لحم جدي غذّي بلبن الخنزیر؛ لأن لحمہ لا یتغیر وما غذّي بہ یصیر مستہلکا لا یبقی لہ أثر، وعلی ہذا قالوا: لا بأس بأکل الدجاج؛ لأنہ یخلطولایتغیر لحمہ (تبیین الحقائق، کتاب الکراہیۃ زکریا۷/ ۲۴، کراچی۶/)۔

اس کو مبسوط سرخسی میں اور مزید واضح الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

لو أن جدیا غذّي بلبن خنزیر فلا بأس بأکلہ؛ لأنہ لم یتغیر لحمہ، وما غذّی بہ صار مستہلکا، ولم یبق لہ أثر، وعلی ہذا نقول: لا بأس بأکل الدجاجۃ وإن کانت تقع علی الجیف؛ لأنہا تخلط ولا یتغیر لحمہا ولا ینتن (مسبوط سرخسی، کتاب الصید۱۱/ ۲۵۵)۔

اور شامی میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

لا تكره الدجاجة المخلاة، وإن أكلت النجاستيعني إذا لم تنتن بها لما تقدم؛ لأنها تخلط ولا يتغير لحمها (شامي، كتاب الذبائح، زكريا۹/ ۴۴۵، كراچى۶/ ۳۰۶)۔

اور صاحب بدائع نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

لايكره أكل الدجاج المخلى، وإن كان يتناول النجاسة؛ لأنه لا يغلب عليه أكل النجاسة، بل يخلطها بغيرها، وهو الحب ذاوذا، وقوله: ولهذا إذا خلطت لا يكره، وإن وجد تناول النجاسة؛ لأنها لا تنتن، فدل أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة (بدائع، كتاب الذبائح والصيود، زكريا۴/ ۱۵۴)۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵؍ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۹۵۴)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصورپوری غفر لہ

۱۵؍ ۳؍ ۱۴۳۶ھ

(۵)غذائی مصنوعات میں مضر اشیاء کا استعمال:

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غذائی مصنوعات جو بطور غذا استعمال کے لئے تیار کی جاتی ہیں، ان میں مضر صحت زہریلی اشیاء کو شامل کرنا شرعی طور پر جائز نہیں ہے، اگر ایسی زہریلی اشیاء شامل کی جاتی ہیں جو انسان کی موت کا سبب بن جائیں، تو ایسی اشیاء کا شامل کرنا قطعی طور پر حرام ہوگا۔ اور گر زہریلا مادہ سم قاتل کے درجہ میں نہیں ہے، مگر اس کے کھانے کی وجہ سے انسان کی صحت کو نقصان ہوسکتا ہے، اس سے انسان بیمار ہوجائے وہ بھی ناجائز ہوگا، کم سے کم کراہت تحریمی کے درجہ میں ہوگا؛ لہٰذا زہریلی اشیاء کا غذائی چیزوں میں شامل کرنا ناجائز اور حرام ہوگا اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہوگی۔

لا خلاف بين الفقهاء في أن السم القاتل إذا خلا من نفع يباح أو خالطته النجاسة كلحم الحيات وغيرها من النجاسات لا يجوز بيعه؛ لأن جواز الانتفاع من البيع انتفاعا مشروعا، وطهارته شرطان في صحة عقد البيع (الموسوعة الفقهيه۲۵/ ۲۵۶)۔

خلاصہ:

(۱) غذائی اشیاء کی عمدگی اور خرابی پر انسان کی صحت کا دار ومدار ہوتا ہے؛ اس لئے اشیاء خوردنی کو ہر قسم کے نقصان دہ جراثیم اور زہریلے مادہ سے پاک رکھنا لازم ہے۔

(۲) کسانوں کے لئے پیداوار کی عمدگی اور افزائش کے واسطے کھیتوں میں عمدہ

ترین کھاد کا ڈالنا جائز اور درست ہے؛ لیکن زہر آلود کھاد کا ڈالنا جائز نہیں ہوگا کہ اس زہریلے کھاد کے اثرات پودوں سے ہوتے ہوئے پھلوں اور سبزیوں میں منتقل ہوتے ہوں تو ایسے زہریلے کھاد کا ڈالنا کھیتوں اور باغات میں جائز نہیں ہوگا۔

(۳) پھلوں میں ایسے کیمیکل کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جس کے اندر زہریلا مادہ موجود ہو اور ان پھلوں کے کھانے سے انسان کی صحت کے لئے سخت نقصان اور خطرہ کا اندیشہ ہو۔

(۴) مادہ جانوروں کو دودھ کے لئے انجکشن لگانا جائز ہے یانہیں؟ ایسے انجکشن جن میں نقصان دہ اور زہریلا مادہ موجود ہو، دودھ کے لئے استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۵) ناپاک یا مشکوک غذا سے پرورش کردہ حلال جانوروں کا مسئلہ، تو اس سلسلہ میں مقالہ کے اندر تفصیل موجود ہے کہ ناپاک پانی اور ناپاک چارہ سے پرورش پائی ہوئی مچھلیاں بلا کراہت جائز اور حلال ہیں۔

(۶) خشکی کے حلال جانور جلالہ کب ہوتے ہیں؟ اس کے بارے میں فقہاء کی تصریحات موجود ہیں کہ جلالہ ہونے کے لئے دو شرطیں لازم ہیں:

(۱) اس جانور کی مستقل اور اکثر غذا نجاست اور غلاظت ہو اور وہ نجاست اور غلاظت کھانے کا عادی ہو۔

(۲) نجاست اور غلاظت کی بدبو اس کے گوشت اور جسم سے نمایاں طور پر ظاہر ہو، اگر یہ دونوں شرطیں موجود ہوں تو جانور جلالہ ہوتا ہے، اور اس کو اتنی مدت کے لئے ناپاک غذا پر پابندی لگا کر پاک غذا کھلانے کا حکم ہے جتنی مدت میں تبدیل غذا کی وجہ سے اس کے بدن سے نجاست کے اثرات اور بدبو ختم ہوجائیں، اور جلالہ جانور کو اتنی مدت تک کے لئے بند رکھنا راجح قول کے مطابق وجوبی حکم نہیں ہے؛ بلکہ استحبابی حکم ہے۔

(۷) مرغی فارموں سے جو مرغیاں بازار میں آتی ہیں، ان کے گوشت سے کسی قسم کی نجاست اور بدبو کے آثار نمایاں نہیں ہوتے ہیں؛ اس لئے چاہے کسی بھی قسم کی غذا سے ان مرغیوں کی پرورش ہوئی ہو، ان کا کھانا بلا کراہت جائز اور حلال ہے، حتی کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ بکری کا جو بچہ خنزیر کے دودھ سے پرورش پا چکا ہو اور اس کے جسم سے خنزیر کے دودھ کے اثرات نمایاں نہ ہوں، تو بکری کا وہ بچہ بلا کراہت جائز اور حلال ہے۔

(۸)غذائی مصنوعات میں مضر اشیاء کا استعمال کرنا شرعی طور پر جائز نہیں ہے۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

قاضی محمد حسن ندوی•

یہ بات صحیح ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت ہے، دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں، چاہے اس کا تعلق ماکولات ومشروبات سے ہو یا زیب وآرائش سے ہو، چاہے حیوانات سے ہو یا نباتات سے ہو، لیکنیہ حقیقت ہے کہ حیوان کی غذا الگ الگ ہے، بعض کی غذا گھاس اور دانہ ہے، اور بعض کی خوراک انسان اور حیوان کا فضلہ ہے، غذا کا اثر گوشت پر پڑتا ہے، غذا پاک ہے تو گوشت بھی پاک ہوتا ہے، اگر غذا ناپاک ہے تو گوشت ولعاب بھی ناپاک، جیسے مرغی کی غذا نباتات ہے، لیکن خنزیر کی غذا انسان او رحیوان کا فضلہ ہے۔

انسان جیسی غذا استعمال کرتا ہے اسی اعتبار سے گوشت وپوست بنتا ہے، اور خون تیار ہوتا ہے، حرام غذا اگر استعمال کرتا ہے تو اس میں ساری برائیاں آتی ہیں، اور اسی اعتبار سے مزاج اور فکر پیدا ہوتی ہے، لیکن حلال غذا استعمال کرتا ہے تو مثبت ذہن بنتا ہے اور فکر مینبلندگی پیدا ہوتی ہے وہ شخص اعلی اخلاق اور صفات حمیدہ کا حامل ہوتا ہے، اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہوتا ہے۔ صاحب موسوعۃ الفقہ الاسلامی نے لکھا ہے کہ غذا اثر کرتی ہے۔

‘‘الطعام یتغذی بہ الإنسان وینعکس أثرہ علی أخلاقہ وسکونہ فالأطعمۃ الطیبۃیکون أثرہا علی الإنسان طبعاً ونافعاً کالثمار، والحبوب.... والأطعمۃ الخبیثۃیکون أثرہا علی الإنسان خبیثاً وضاراً کالمیتۃ والسموم، ولحوم السباع من صفۃ العدوان وخبث اللحم ’’ (۲۸۵،۴)۔

بہرحالیہاں حلال وحرام کی تعریف اور اس کے اصول اور بنیادیں پہلے لکھی جارہی ہیں، اس کے بعد سوالنامہ کے اعتبار سے تنقیح کی جائے گی۔

حلال وحرام کی تعریف:

فقہاء نے حلال وحرام کی مختلف تعبیرات میں تعریف کی ہیں، اسی کی روشنی میں تعریف لکھی جارہی ہے:

حلال کی تعریف:

کسی نے صحیح کہا ہے: ‘‘تعرف الأشیاء بأضدادہا’’ (چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں)، حرام وحلال دونوں ضد ہیں، کیونکہ اباحت حرام کی ضد ہے، غرض یہ کہ

• استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ماٹلی والا بھروچ، گجرات۔

حلال شریعت میں وہ امر ہے جسے شریعت نے مباح قرار دیا ہو، اس میں تمام اعمال شامل ہیں، فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، مباح، مکروہ، یہ سب امور حلال کے حکم میں آتے ہیں، صاحب موسوعہ قلمبند کرتے ہیں:

''الحلال لغۃ نقیض الحرام ومثلہ الحل والحلال والحلیل، والحلال اصطلاحاً ہو الجائز بہ شرعاً وبہذا یشمل المندوب والمباح والمکروہ مطلقاً عند الجمہور ..... والحلال متضمن فی الواجب'' (الموسوعۃ الفقہیہ۱۸؍۷۴)۔

لغت میں حلال حرام کی ضد ہے، حل، حلال اور حلیل اسی کے مثل ہے، اصطلاح شرع میں حلال اس امر کو کہتے ہیں جو شرعاً مباح ہے اور جمہور کے یہاں حلال، مندوب، مباح، مکروہ حلال ہی کے معنی میں آتا ہے، اور حلال کے زمرے میں امور واجبہ بھی ہیں۔

صاحب التعریفات الفقہیہ اس طرح تعریف کرتے ہیں:

''الحلال فی الشرع ما أباحہ الکتاب والسنۃ أی ما أباحہ اللہ وضدہ الحرام'' (التعریفات، بحوالہ حلال وحرام؍۲۱) (شریعت میں حلال وہ ہے جسے قرآن وحدیث نے مباح قرار دیا ہے اور حلال کے مقابلے حرام ہے)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی بھی لکھتے ہیں:

''الحرام والمباح ضدان لأن الإباحۃ ضد فالمباح ہو ماأذن الشرع فیہ فعلہ أو خیر المکلف بین فعلہ وترکہ دون أن یتعلق بفعلہ مدح أو ذم أو ثواب أو عذاب'' (الفقہ الاسلامی ؍۳۸۷)۔

حرام ومباح دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، کیونکہ اباحت حرام کی ضد ہے، مباح وہ ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو یا مکلف کو اس کو بجالانے اور ترک کا اختیار دیا ہو، لیکن اس کے امتثال پر نہ مدح ہو اور نہ مذمت یا نہ ثواب ہو نہ عذاب یا نہ وعدہ ہو نہ وعید ہو۔

حرام کی تعریف:

حرام حلال کی ضد ہے، اس کا معنی روکنے کے ہیں، حرم کعبۃ اللہ کے چہار جانب اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں کفار کو جانے سے روک دیا گیا ہے، امام راغب نے اس طرح تعریف کی ہے:

الحرام ضد الحلال قال الراغب الحرام الممنوع منہ (حلال وحرام؍۲۱) (حرام وہ ہے جو حلال کے مخالف ہو، اور امام راغب نے کہا: حرام وہ ہے جس سے منع کیا گیا ہو)۔

اصطلاح شرع میں ان باتو نکو حرام کہتے ہیں جن کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہو، چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی قلمبند کرتے ہیں:

''والحرام ہو ما طلب الشرع ترکہ حتما بحیثیلازم فاعلہ ویعاقب علی ارتکابہ فی الآخرۃ مثل قتل النفس بغیر حق وإیذاء الناس بالقول أو بالفعل وتناول کل ما یضر بالجسد أو بالفعل''

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳۸۸،۹)۔

حرام وہ امر ہے جس کا ارتکاب اپنی ذاتی حیثیت سے ممنوع ہو اور دنیا میں مذمت اور آخرت میں عذاب کا سبب ہو جیسے کسی انسان کو ناحق طور پر قتل کرنا اور لوگوں کو قول وفعل کے ذریعہ تکلیف پہنچانا۔

علماء احناف نے حرام کی دوقسمیں کی ہیں: حرام لذاتہ، حرام لغیرہ۔

حرام لذاتہ:

جو شئی اپنی ذات کے لحاظ سے حرام ہو وہ حرام لذاتہ ہے جیسے شراب پینا، مردار کھانا وغیرہ۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''فالحرام لذاتہ ہو ما حکم الشرع بتحریمہ لما فیہ من ضرر ذاتی أو مفسدۃ قبیحۃ ذاتیۃ کالزنا والسرقۃ والغصب وأکل المیتۃ'' (حوالہ سابق) (حرام لذاتہ وہ امر ہے جس میں ذاتی ضرر یا مفسدہ کی وجہ سے شرع نے ممنوع قرار دیا ہو جیسے زنا، چوری، غصب کرنا اور میتہ کھانا)۔

حرام لغیرہ:

جو شئی اپنی ذات کے اعتبار سے حرام نہ ہو؛ البتہ کسی خارجی امر کی وجہ سے حرمت پیدا ہوگئی ہو جیسے غصب کئے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا، عید کے دن روزہ رکھنا وغیرہ (حوالہ سابق)۔

حرام لذاتہ اور لغیرہ میں فرق:

حرام لغیرہ کے ذریعہ بعض اوقات حکم شرعی کی تکمیل کا فریضہ بھی انجام دیا جاتا ہے، لیکن اس فعل کے ارتکاب کے باعث گناہ ہوتا ہے، جیسے غصب کی ہوئی زمین میں نماز ادا کرنا، نماز ادا ہوجائے گی لیکن وہ گنہگار ہوگا، یہ رائے احناف، شوافع اور مالکیہ کی ہے؛ لیکن حنابلہ اور زیدیہ کے نزدیک حرام لذاتہ اور لغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حرام اور مکروہ:

حرام: جن چیزو نکی ممانعت پر دلیل قطعی ہو ان پر فقہاء حرام کا حکم لگاتے ہیں، جیسے شراب پینا، میتہ کھانا، ما ثبت طلب ترکہ بدلیل قطعی لا شبہۃ فیہ مثل تحریم القتل وشرب الخمر (موسوعۃ الفقہ الاسلامی۱۹۳،۱)۔

مکروہ: مکروہ کا لفظ حرام سے قریب ہے، جن چیزوں کی حرمت پر کوئی نص قطعی موجود نہ ہو ان کو احتیاطاً مکروہ کا حکم لگاتے ہیں، اس کا ارتکاب کرنے والا عند اللہ گنہگار ہوتا ہے (حوالہ سابق)۔

اس کی بھی دوقسمیں ہیں: مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی۔

مکروہ تحریمی: عام طور پر مکروہ کے لفظ سے حرام ہی کا معنی مراد ہوتا ہے،

اس کے مقابلہ میں مکروہ تنزیہی ہوتا ہے جو جائز کے حکم سے قریب تر ہوتا ہے یعنی جو بات خلاف مستحب اور خلاف اولی ہو وہ فقہاء کی زبان میں مکروہ تنزیہی ہے (موسوعۃ الفقہ الاسلامی۱،۶۴)۔

حلال وحرام کے اصول:

یوں تو دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں لیکن ان میں بعض چیزیں مفید ہیں، اور بعض مضر، اس لئے اللہ تعالی نے انسانوں کو فائدہ پہنچانے والی چیزوں کو حلال اور طیب بنایا اور نقصان پہنچانے والی اشیاء کو حرام اور ناجائز قرار دیا ہے، کھانے پینے کی اجازت واباحت کے ساتھ نقصان پہنچانے والی چیزوں کی ممانعت وحرمت قرآن وحدیث میں اصولی طور پر بیان کردی گئی ہے، ارشاد باری ہے:

''ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث'' (اعراف: ۱۵۷) (اورپاک چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں، اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں، دوسری جگہ پر ذکر ہے: ''یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا إنہ لا یحب المسرفین'' (اعراف: ۳۱) (اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو، بے شک اللہ تعالی پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو)۔

یہ بات مستحضر رہنی چاہئے کہ انسان کے پاس تمام اعضاء وجوارح، جسم وجان، عقل وشعور اور ادراک اس کی اپنی ملکیت نہیں بلکہ اللہ تعالی کی امانت ہے، اسی لئے انسان کے لئے وہ تمام چیزیں اور وہ تمام اعمال حرام قرار دی گئی ہیں، جو ان کے اعضاء وجوارح اور جسم وعقل کے لئے مضر ہوں، ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (بقرہ: ۱۵۹) (اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو)۔

حدیث شریف قرآن مجید کی تفسیر وتوضیح ہے، او راس میں حلال وحرام کی وضاحت زیادہ ہے، یہاں نمونے کے طور پر چند احادیث نقل کی جارہی ہیں، تاکہ اس بات کا اندازہ ہوسکے کہ احادیث میں حلال وحرام کی بنیا د اور اصول کیا ہے؟

''ألا لا یحل مال امرئ إلا نصیب نفس منہ '' (مشکوۃ شریف) (سن لو! کسی آدمی کا مال دوسرے کے لئے حلال نہیں ہوتا ہے جب تک وہ اپنی خوشی سے اجازت نہ دے)۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا: ''ألا لا یحل لکم الحمار الأہلی ولا یحل ذی ناب من السباع'' (مشکوۃ ۲۹،) (خبردار تمہارے لئے پالتو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ دانت والے درندے)۔

ایک حدیث مینیہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ علماء حلال وحرام کی نشاندہی کرینگے، اس کے باوجود لوگ اس کی پرواہ کئے بغیر حرام کا استعمال کرینگے۔ ''قال رسول اللہ ﷺ: الحلال بین والحرام بین وبینہما مشتبہات لا یعلمہن کثیر من الناس'' (مشکوۃ،۲۴۳)

(رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حلال بھی ظاہر ہےاور حرام بھی، اور ان دونوں کے درمیان بہت سی چیزیں مشتبہ ہیں، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے)۔

ایک حدیث میں حرام کھانے والو نکے حق میں بڑی وعید آئی ہے، '' عن أبی بکر أن رسول اللہﷺ قال: لا یدخل الجنۃ جسد غذی بالحرام '' (مشکوۃ۲۴۳) (حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں وہ جسم داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوتی ہو)۔

''عن أبی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہﷺ: أیہا الناس إن اللہ طیب لا یقبل إلا طیباً'' (مسلم۱۰۱۵)۔

غرضیہ کہ قرآن وحدیث میں حلال وحرام کے سلسلہ میں بے شمار آیات اور احادیث موجود ہیں،یہاں نمونہ کے طور پر چند ذکر کی گئی ہیں، تاکہ اندازہ ہوسکے کے حلال وحرام کی بنیاد قرآن وحدیث میں موجود ہے اور فقہاء نے ان ہی آیات واحادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے حلال وحرام کے کچھ اصول واسباب مقرر کئے ہیں۔

اب سوالنامے کی طرف آتے ہیں تو سوال نمبر: ۱ کےاندر ہی سوالات کی کئی شکلیں بن رہی ہیں مثلاً :

(الف) زمین میں کھاد ڈالنے کا مقصد پیداوار بڑھانا ہے، اور اس میں کوئی ناپاک، حرام اور زہریلا مادہ استعمال نہیں کیا جاتا ہے، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(ب) پھلوں کو کیڑوں سے بچانے کی نیت سے ایسی دواؤں کا استعمال کرنا جن میں کوئی حرام مادہ یا زہر آلود شئی مخلوط نہیں ہوتی ہے، تو ایسی دواؤں کا چھڑکاؤ کرنا کیسا ہے؟

(ج) کھاد میں سمّیت(زہر)استعمال کی جاتی ہے لیکن وہ اتنی کم مقدار میں ہوتی ہے جس کا اثر پھ تک نہیں پہنچتا ہے او رنہ اس کے استعمال میں انسان کے لئے کوئی ضرر ہے، بلکہ انسان کے لئے مفید ہوتا ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(د) دواؤں میں سمّیت اتنی مقدار میں ہوتا ہے کہ اس کا اثر پھل میں پہنچتا ہے، مزید کھانے والوں تک پہنچتا ہے، اور مہلک بیماری کا سبب بنتا ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

ان سب سوالا ت کے ترتیب وار تفصیلی جواب دیئے جارہے ہیں۔

سوال۱ (الف) کا جواب:

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ زمین سے پیداوار اور فصلیں اللہ تعالی کی مرضی اور حکم سے ہوتی ہیں، لیکنیہ دنیا دار الاسباب ہے اور اسباب اختیار کرنے کی ترغیب قرآن وحدیث میں دی گئی ہے، لہذا اسباب کااختیار کرنا توکل کے خلاف نہ ہوگا، البتہ اسباب پر بھروسہ کرنا کہ اس کی وجہ سے پیداوار ہوتی ہے یہ درست نہیں ہے، اس سے اللہ تعالی

نے منع فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

''أفرأیتم ما تحرثون، أأنتم تزرعونہ أم نحن الزارعون لو نشاء لجعلناہ حطاماً'' (واقعہ: ۶۷) (اچھا تو بتلاؤ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا کردیں)۔

اسی طرح اسباب اختیارکرنے کے سلسلہ میں ارشاد الہی ہے:

''فإذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الأرض وابتغوا من فضل اللہ'' (جمعہ: ۱۰) (جب نماز پوری ہوچکے تو تم زمین پر چلو، اور خدا کی روزی تلاش کرو)۔

اسی طرح ایک انصاری صحابی نے حضور ﷺ سے مال کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان کو دینے کے بجائے ایک کلہاڑی کا انتظام فرمایا، اور یہ کہا:

''ولا أرینک خمسۃ عشر یوماً، فذہب الرجل یحتطب ویبیع فجاء وقد أصاب عشرۃ درہما، فاشتری ببعضہا ثوباً وبعضہا طعاماً، فقال رسول اللہ ﷺ:ہذا خیر لک من أن تجئ المسئلۃ'' (ابوداؤد ۲۳۲،۱) (اور میں تمہیں پندرہ دن سے پہلے نہیں دیکھوں، وہ صحابی لکڑی کاٹنے کے لئے جنگل میں چلے گئے اور اس کی خریدوفروخت پندرہ دنوں تک کی، اس کے بعد دس درہم لے کر آئے، کچھ درہم کا کپڑا خریدا اور کچھ کا غلہ، اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: پہلی حالت سے یہ حالت بہتر ہے)۔

غرض اس واقعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے دست سوال اور سائل کا پیشہ اختیار کرنے کے مقابلہ میں ذریعہ معاش اختیار کرنے کا حکم دیا، او رجب لکڑی کی خریدوفروخت میں زیادہ نفع ہوا تو آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا، اور ذریعہ معاش اختیار کرنے کا حکم دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیداوار میں زیادتی کے لئے کھاد کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے، جبکہ اس میں کوئی ناپاک، حرام، زہریلی مادہ استعمال نہ کیا گیا ہو۔

اس مسئلہ کی تائید تأبیر نخل کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔

صحابہ کرام نے ایک سال کھجور کی تابیر نہینکی تو کھجوریں کم آئیں، صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے شکایت کی، اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: یہ حکم تشریعاً نہیں تھا اس مسئلہ میں اختیار ہے، چنانچہ صحابہ کرام نے اگلے سال سے تابیر نخل کرنا شروع کردیا تو درختوں میں کھجوریں زیادہ ہونے لگیں، جیسا کہ صاحب اضواء علی الصحیحین (ص،۲۵۶) نے ذکر کیا ہے۔

تابیر کا مقصد کھجوروں کی پیداوار میں اضافہ کرنا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی اجازت دی، تو اسی طرح مذکورہ مسئلہ میں پیداوار بڑھانے کے لئے کھاد استعمال کرنے

کی گنجائش ہوگی۔

سوال۱ (ب) کا جواب:

جس طرح انسان مختلف بیماریوں سے دورچار ہوتا ہے، اس سے حفاظت کے لئے شریعت نے اچھی غذا اور دوا کے استعمال کی اجازت دی ہے (کیوں کہ اس میں مقاصد شرعیہ میں سے اہم مقصد ''حفظ نفس '' کی برآری ہے)، اسی طرح وہ کیڑے جو پھلوں میں لگ جاتے ہیں اور جو پھلوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اس سے محفوظ رکھنے کے لئے دواؤں کا چھڑکاؤ درست ہے، گرچہ ان دواؤں میں زہریلا مادہ استعمال کیا گیا ہو لیکن وہ ضرورت کے تحت پھل اور انسان کے لئے بجائے مضر کے مفید ہوں، ان دواؤں کا چھڑکاؤ جائز ہوگا، شیخ محمد بن ابراہیم لکھتے ہیں:

''التداوی فی الإسلام مشروع بل ہو مأمور بہ وہو من فعل الأسباب المأمور بہا شرعاً'' (موسوعۃ الفقہ الاسلامی۴،۳۵۶)۔

''والتداوی لا ینافی التوکل، إذا اعتقد الإنسان أن الشافی ہو اللہ وحدہ'' (حوالہ سابق)۔

چنانچہ مالکیہ اور حنابلہ کے حوالہ سے صاحب موسوعہ نے نقل کیا ہے:

''لکن صرح المالکیۃ والحنابلۃ بأن ہذہ السموم أنہا تحرم علی من تضرہ وہذا ظاہر، فإن کثیراً من الأدویۃ التییصفہا الأطباء محتویۃ علی السموم بالقدر الذی لا یضرہ الإنسان بل یفیدہ ویقتل جراثیم الأمراض'' (الموسوعۃ الفقہیہ۵،۱۲۵)۔

البتہ مالکیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہ زہریلا مادہ اس وقت حرام ہے جبکہ انسان کے جسم کے لئے مضر ہو؛ لیکن اگر مفید ہے تو اس کے استعمال کے مباح ہونے میں کوئی قباحت نہیں، کیونکہ بے شمار دوائیں ہیں جن میں اطباء اتنی مقدار میں زہریلا مادہ استعمال کرتے ہینجو انسان کی صحت کے لئے مضر کے بجائے مفید ہوتا ہے او ربیماریوں کے جراثیم کو ختم کرتا ہے۔

سوال نمبر ۱ (ج) کا جواب:

بعض چیزیں اصلاً درست نہیں ہوتی ہیں، لیکن قلیل مقدار میں ضمناً درست ہوجاتی ہیں، زہریلا مادہ فی نفسہ انسان کی صحت اور دماغ کے لئے مضر ہے اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں؛ مگر اس زمانہ میں کوئی دوا نہیں ہے جو زہریلا مادہ سے بالکلیہ پاک ہو، بلکہ ایک خاص مقدار میں اس کا دواؤں میں استعمال کرنا ناگزیر ہوتا ہے جو انسان کے لئے مفید ہوتا ہے (الموسوعۃ الفقہیہ۵،۱۲۵)۔

اس لئے دو وجہوں سے اس کی اجازت ہوگی:

۱- ایک وجہ یہ ہے کہ جب حلال مادہ غالب ہوتا ہے اور زہریلا مادہ قلیل، تو حکم اغلب مادہ کے اعتبار سے ہوگا، یعنی اس کھاد کا اکثر حصہ پاک اور حلال ہے تو ''للأکثر حکم الکل'' کے تحت پوری کھاد کا استعمال درست ہوگا، فقہی کتابوں میں اکثر ابواب میں

اسی اصول پر فقہاء نے حکم لگایا ہے۔چنانچہ صاحب ہدایہ رضاعت کے مسئلہ کی بابت لکھتے ہیں:

''وإذا اختلط اللبن بالماء واللبن ہو الغالب تعلق بہ التحریم، وإن غلب الماء لم یتعلق بہ التحریم'' (ہدایہ۲،۳۵۲)۔

جب پانی میں کسی عورت کا دودھ ملادیا اور دودھ کی مقدار زیادہ ہو تو اس دودھ کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی، لیکن اگر پانی کی مقدار زیادہ ہے اور دودھ کی مقدار کم ہو تو حرمت اس سے متعلق نہیں ہوگی۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کھاد میں جو حرام اشیاء اور زہریلا مادہ استعمال کیا گیا ہے وہ اتنی کم مقدار میں ہے کہ اس کی اصل حقیقت تبدیل ہوگئی ہے تو اس شئی کا سابق حکم باقی نہیں رہے گا (نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے،۳۹)۔

لہذا مذکورہ صورت میں کھاد میں اگر زہریلا مادہ اتنی کم مقدار میں استعمال کیا گیا ہے کہ اس کی حقیقت بدل گئی ہے تو کھاد کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

سوال نمبر ۱ (د) کا جواب:

جن وجوہ کی وجہ سے کوئی چیز انسان کے لئے ممنوع اور ناجائز ہوتی ہے ان میں سے ایک اہم وجہ یہ ہے کہ وہ چیز نافع ہونے کے بجائے صحت وعقل کے لئے مضر ہو، اور طبع سلم قبول نہ کرے، اسی وجہ سے طیبات مباح کی گئی ہیں اور خبائث حرام، اور ان ہی میں سے زہریلی اشیاء بھی ہیں۔

قرآن میں ہے:

''ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث '' (اعراف: ۱۷۵)۔

صاحب موسوعہ قلمبند کرتے ہیں:

''السبب الأول الضرر اللاحق بالبدن أو العقل، ولہذا أمثلۃ کثیرۃ، منہا الأشیاء السامۃ سواء کانت حیوانۃ کالسمک السام، والعقارب والحیات ، أم کانت نباتیۃ کبعض الأثمار السامۃ'' (الموسوعۃ الفقہیہ۵،۱۲۵) (پہلا سبب وہ چیز جو بدن یا عقل کے لئے باعث ضرر ہو، اور اس کی بے شمار مثالیں ہیں، ان میں سے زہریلی اشیاء ہیں، چاہے جانور ہو جیسے زہریلی مچھلی، بچھو، سانپ وغیرہ،یا زہریلے پھل وغیرہ)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے بڑی اچھی بات فرمائی ہے:

''وإباحۃ الطیبات ہو من أجل تکریم الإنسان وتحریم الخبائث ہو من أجل حفظ الصحۃ وعدم مصادمۃ الطبع السلیم، والبعد عن کل ما یلحق بالجسد والعقل من الإضرار وصنوف الأذی'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹،۳۸۵)۔

اسی طرح شیخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللہ قلمبند کرتے ہیں:

''فکل نبات ضار سام خبیث فہو حرام ''(موسوعۃ الفقہ الاسلامی۴،۳۲۵)۔

زمین کی وہ پیداوار جو انسان کے لئے ضرر رساں، اور زہریلی ہو وہ خبیث ہے اور وہ حرام ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان کے پاس جسم اور تمام اعضاء امانت کے طور پر ہیں، انسان اس کا مالک نہیں ہے، بلکہ وہ اس کا امین ہے، اور امین کے ذمہ امانت کی حفاظت ضروری ہے، اس لئے کھاد اور دوا میں کثیر مقدار میں زہریلا مادہ ڈال کر زمین اور پیداوار میں ڈالنے کی اجازت دینا، اور اس کے پھل کو استعمال کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا لازم آئے گا، حالانکہ اللہ تعالی نے اس سے منع کیا ہے، اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ خود کشی کا مصداق ہوگا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

''وأنفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (بقرہ:)(اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈالو)۔

ظاہر ہے کہ جب کھاد میں پاک اور حلال مادہ کم ہوگا اور زہریلا مادہ زیادہ ہوگا تو ''للأکثر حکم الکل'' کے تحت پوری کھاد زہریلی چیزوں کا مجموعہ ہوجائے گی اور اس کا استعمال درست نہ ہوگا، لہذا مذکورہ صورت میں بھی کھاد میں کثیر مقدار میں زہریلا مادہ کے استعمال کی گنجائش نہیں ہوگی۔

سوال (۲)کا جواب:

صورت مسئولہ کے حکم کے سلسلہ میں تین اعتبار سے تحقیق ضروری ہے:

الف: کیایہ طریقہ قانون قدرت کے خلاف تو نہیں؟

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں، کیو نکہ تمام نباتات اور پودے خالق ارض وسماء کے پیدا کئے ہوئے ہیں، جس طرح آسمان، زمین، برق وباراں سب چیزیں اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہیں، انسان کا ان میں کچھ دخل نہیں، اسی طرح کھیتی باڑی، سبزیاں اور غلے درخت اور ان کے پھل پھول سب اللہ تعالی کے پیدا کردہ ہیں، انسان کا ان میں برائے نام دخل ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

''الذی جعل لکم الأرض فراشاً والسماء بناء وأنزل من السماء ماء فأخرج بہ من الثمرات رزقا لکم'' (بقرہ: ۲۲) (وہ پروردگار) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ تمہارے رزق کے طور پر پھل نکالے)۔

اس آیت سے یہ بات عیاں ہوئی کہ زمین وآسمان، برق وباراں سب چیزیں اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہیں انسان کا ان میں کچھ دخل نہیں ہے، بقول امام رازیؒ کہ یہ چیزیں اللہ تعالی کے وجود پر دلالت کرتی ہیں، نیز درخت کی پیدائش اور اس کے پھلنے پھولنے میں اول سے آخر تک انسان کی محنت اور تدبیر کا، نکلنے والے درخت کے راستہ سے روڑے

ہٹانے کے سوا اور کوئی اثر نہیں؛ کیوں کہ درخت کی پیدائش، ان کا بڑھنا، ان میں پتے اور شاخیں، پھر پھول پھل پیدا کرنا اللہ تعالی کی قدرت کے علاوہ کسی کا دخل نہیں۔

اسی مضمون کو قرآن کریم کی دوسری آیت میں ذکر کیا گیا ہے:

''أفرأیتم ماتحرثون أأنتم تزرعونہ أم نحن الزارعون'' (واقعہ: ۶۷) (اچھا یہ تو بتلاؤ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں)۔

یہ بات مسلم ہے کہ انسان کی تخلیق تدریجاً ہوتی ہے، ایک ناپاک نطفہ اللہ کے حکم سے ایک متعین مدت میں علقہ بنتا ہے، پھر علقہ سے مضغہ بنتا ہے، پھراس میں ہڈیاں بنتی ہیں، پھر اس میں گوشت چڑھتا ہے پھر اللہ تعالی اس میں جان ڈالتے ہیں پھر اللہ کے حکم سے وہ انسانی شکل میں دنیا میں آتا ہے۔

''ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین، ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاماً فکسونا العظام لحما ثم أنشأنہ خلقاً آخر'' (مومنون: ۱۱۴-۱۱۳)۔

(پھر ہم نے اس کو نطفہ بنایا جو کہ ایک محفوظ مقام میں رہا، پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنادیا، پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو بوٹی بنادیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنادیں، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے اس کو ایک دوسری مخلوق بنادیا)۔

اس میں قدرت الہی کے کچھ رموز واسرار کی طرف نشان دہی کی گئی ہے جو انسان کی تخلیق میں کارفرما ہیں، اللہ تعالی کی قدرت میں تو یہ تھا کہ بچے کو شکم مادر مینیکبارگی پیدا کردیتے مگر بتقاضائے حکمت ومصلحت ایسا نہیں کیا گیا بلکہ ''خلقا من بعد خلق'' تدریجی پہلو اور طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے، اس کے لئے عام طور پر ایک مدت متعین کی گئی، اسی وجہ سے انسان نومہینے بعد پیدا ہوتا ہے۔

لہذا قدرت کے تدریجی طریقہ سے ہٹا کر دوا اور کیمیکل کے ذریعہ وقت مقررہ سے پہلے بچہ پیدا کرنا شروع کرے تو قدرت خداوندی میں تبدیلی کرنا لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے۔ ''لا تبدیل لخلق اللہ'' (روم: ۳۰)۔

اسی طرح پودے اور پھلوں کی تخلیق میں اللہ تعالی کی طرف سے تدریجی حکم کارفرما ہے، اس کے لئے ایک خاص وقت اور مدت گزرنا اور اس کا انتظار کرنا ضروری ہوگا، اگر وقت سے پہلے پھل پکانے کے لئے کیمیکل استعمال کرے تاکہ پھل پک جائے اور خوشنما نظر آئے تو شرعاً قدرت کے نظام میں دخل اندازی کرنا لازم آئے گا، اور قانون قدرت کے خلاف ہوگا اور یہ درست نہیں، چنانچہ علامہ ابن نجیم نے ایک قاعدہ مرتب کیا ہے:

''من استعجل الشئ قبل أوانہ عوقب بحرمانہ'' (الاشباہ والنظائر ۴۸۹،۱) (جس شخص نے وقت سے پہلے کسی چیز کو لانے کی کوشش کی اس کو اس سے محروم کرکے سزا دی جائے گی)۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے:

‘‘وحدیث ابن مسعود دلیل علی أنہ لا یجوز تغییر شئ من خلق اللہ خلقہا علیہ بزیادۃ أو نقصانہ’’ (۳۶۹،۵)۔

بہرحال مذکورہ بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ پھلوں کو وقت سے پہلے پکانے کے لئے کیمیکل ڈالنا اور انجکشن دینایا ترکاری کے جسم کو بڑھانے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال کرنا قدرت کے خلاف ہے، اس لئے یہ صورت درست نہیں۔

ب: قرآن وحدیث میں عقود، اور بیع وشراء کے تعلق سے بڑی ہدایات ہیں، اور حقوق مالیہ کی ادائیگی میں عدل وانصاف کی بڑی تاکید کی گئی ہے، تاکہ کوئی ایک فریق دوسرے فریق پر ظلم نہ کرے، او رمبیع کو معین اور متعین شکل میں بیچنے کے بجائے معدوم اور مجہول صورت میں دینےسے منع کیا ہے، اسی وجہ سے شریعت نے مشتری کو خیار شرط، خیار عیب، اور خیار رؤیت کا حق دیا ہے۔

اس زمانہ میں عقود مالیہ میں حق تلفیاں بہت عام ہوگئی ہیں، ہر فریقیہ چاہتا ہے کہ مجھے تو پورا پورا حق ملے لیکن جب حق دینے کی باری آتی ہے تو ایسے موقع پر کم دینے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں بڑی وعید آئی ہے:

‘‘ویل للمطففین الذین إذا اکتالوا علی الناس یستوفون وإذا کالوہم أو وزنوہم یخسرون’’ (مطففین: ۱-۲) (بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کم کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کرلیں تو پورا لے لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں)۔

اس آیت میں جو وعید آئی ہے اس کے مصداق وہ لوگ بھی ہیں جو پھلو ناور ترکاریوں کے حجم کو بڑھانے کے لئے کیمیکلیا انجکشن اور زہریلی دوا ڈالتے ہیں، ظاہر ہے پھل اور ترکاری کاحجم اور وزن بڑھ جائے گا او راس اعتبار سے مشتری سے قیمت لے گا، لیکن اصلاً پھل اور ترکاری کا وزن کم ہوجائے گا، گویا کہ دھوکہ دے کر مشتری سے زیادہ قیمت لینا لازم آئے گا، او ریہ درست نہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں دھوکہ دے کر سامان سے زیادہ قیمت لینے کی وجہ سے جانوروں کے تھنوں کو باندھنے سے منع فرمایا ہے:

‘‘وعن أبی ہریرۃؓ أن رسول اللہ ﷺ قال : ولا تصروا الإبل والغنم’’ (مشکوۃ: ۲۴۷)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی اور بکری کے تھنوں کو باندھنے سے منع فرمایا ہے)۔

اس زمانہ میں صاحب جانور کا ‘‘تصریہ ’’ سے یہ مقصد ہوتا تھا کہ تھن بڑا ہوگا، یہ دودھ زیادہ دینے کی علامت ہوگی اور اس اعتبار سے قیمت بھی زیادہ دے گا، جیسا کہ ملا علی قاری نے علامہ عسقلانی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

‘‘والصحیح أنہ من التصریۃ وہی أن یشد الضرع قبل البیع أیاماً لیظن المشتری أنہا لبون، فی الثمن والنہی عن الخداع’’ (المرقاۃ۶؍۷۸)۔

تصریہ کی اصل شکل یہ ہوتی ہے کہ صاحب جانور بیع سے پہلے اس کے تھنوں کو کئی دنوں تک باندھے رکھتے، تاکہ مشتریہ سمجھے کہ یہ بہت زیادہ دودھ دینے والا جانور ہے، او راس کی قیمت زیادہ ہے۔

ظاہر ہے یہ خداع کی صورت ہے، یہ اسلام میں درست نہیں، لہذا مذکورہ نیت سے زہریلی دواؤں کا استعمال درست نہیں ہوگا۔

سوال (۳) کا جواب:

سوال نمبر ۲ کے تحت جو بحث کی گئی ہے وہی بحث اس سوال کے تحت بھی ہے، اسی لئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سوال۴ (الف) کا جواب:

اللہ تعالی نے ان جانوروں کو انسان کے لئے مباح قرار دیا ہے جو طیبات میں سے ہیں، اور جو خبائث میں سے ہیں انہیں حرام قرار دیا ہے۔

‘‘ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث’’ (اعراف: ۱۵۷)۔

اسی وجہ سے سباع والا جانور درندگی کی وجہ سے اور وہ جانور جس کی خوراک انسان کا فضلہ ہے، اور زہریلے جانور خبائث میں سے ہیں، ان کا استعمال ناجائز ہے۔

چونکہ حلت وحرمت میں جانوروں کی غذا کا بڑا دخل ہے، بعض جانوروں کی غذا نباتات ہے، جیسےمرغی کی اصل غذا نباتات ہے، مچھلیاں پانی کے اندر پائے جانے والے نباتات یا چھوٹے آبی جانوروں سے اپنی غذائی ضرورت پوری کرتی ہیں، لیکن خنزیر وہ جانور ہے جس کی غذا انسان اور جانور کا فضلہ ہے، جو ناپاک ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیم بن عبد اللہ قلمبند کرتے ہیں:

‘‘کل مالہ ناب من السباع یفترس بہ کالأسد والنمر ..... جمیع الحیوانات السامۃ کالحیات والأفاعی--- جمیع الحیوانات الخبیثۃ المستقذرۃ کالتی تأکل النجاسات وفضلات الإنسان والحیوان کالخنزیر ونحوہ’’ (موسوعۃ الفقہ الاسلامی۴؍۳۱۷)۔

یعنی وہ جانور جو درندہ میں سے ہے چیر پھاڑ کرتا ہے جیسے، شیر، چیتا وغیرہ، اور تمام زہریلے جانور جیسے سانپ وغیرہ، اور تمام خبیث جانور جو ناپاک چیزیں اور انسان وحیوان کا فضلہ استعمال کرتے ہیں جیسے خنزیر وغیرہ (یہ سب حرام ہیں)۔

ظاہر ہے کہ غذا بہت موثر ہوتی ہے، غذا پاک ہوتی ہے تو اس کے اثرات اچھے ہوتے ہیں، لیکن اگر ناپاک ہے تو اس کے اثرات بھی ایسے ہی پیدا ہوتے ہیں، خنزیر کی غذا انسان او رحیوان کا فضلہ ہے جو ناپاک ہے تو اس کا گوشت اور چربی سب ناپاک ہونگے، اسی لئے اس کی تمام چیزیں استعمال کرنا حرام ہے۔

‘‘..... یکون أثرہا علی الإنسان طیباً ونافعاً کالثمار والحبوب واللحوم کالغنم والأطعمۃ الخبیثۃ یکون أثرہا علی الإنسان خبیثاً وصار کالمیتۃ والسموم’’ (موسوعۃ الفقہ الاسلامی۴،۲۸۵)۔

اور جہاں تک جانوروں میں گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربیاستعمال کرنے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں سوال (۲) کے تحت تفصیلی بحث آچکی ہے کہ عقود میں معانی اور مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے۔

شیخ احمد بن شیخ محمد زرقا لکھتے ہیں:

‘‘العبرۃ فی العقود للمقاصد والمعانی لا للألفاظ ’’ (شرح القواعد الفقہیہ۱،۵۵) (عقود میں معانی اور مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا ہے)۔

چونکہ گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی بطور غذا کے استعمال کرنے میں کئی خرابیاں لازم آتی ہیں:

۱۔ ایکیہ کہ مشتری کو دھوکہ دینا لازم آئے گا یہ شریعت میں درست نہیں۔

۲۔ ایسی غذا جس میں خنزیر کی چربی ملی ہوتی ہے وہ انسان کے جسم اور عقل کے لئے مضر ہوتی ہے، اور جو چیز انسان کے جسم اور عقل کے لئے مضر ہو اسے ماکول اللحم جانور کی غذا کے طور پر استعمال کرنا درست نہیں ہوگا۔

۳۔ جب جانور کی غذا خنزیر کی چربی ہوگی تو اصلاً اس کا وزن کم ہوگا مگر دیکھنے میں زیادہ ہوگا، اس صورت میں بائع اور مشتری کے درمیان نزاع ہوگا اور وہ معاملہ جو عاقدین کے مابین نزاع پیدا کرنے کا سبب ہو وہ معاملہ شرعاً درست نہیں، جیسے فضا میں اڑتے ہوئے پرندہ کیبیع کرنا وغیرہ۔

۴۔ یہ صورت تصریہ اور خداع کے قبیل سے ہے اور تصریہ (دودھ بڑھانے کے لئے جانوروں کے تھنوں کو باندھ دینا) ناجائز ہے۔

اس لئے مذکورہ وجوہ کی بنا پر جانوروں کو صرف گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی بطور غذا کے دینا درست نہیں۔

سوال نمبر ۴ (ب) کاجواب:

یہاں تحقیق طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ ناپاک غذا کے ساتھ مخلوط ہونے کے بعد مغلوب ہوجاتی ہے یا نہیں، اگر مغلوب ہوجاتی ہے اور ان جانوروں کا گوشت اپنی اصل حالت پر باقی رہتا ہے اور اس میں بدبو نہیں پیدا ہوتی ہے تو ان جانوروں کا گوشت حلال ہوگا۔

وجہیہ ہے کہ جانوروں کے گوشت کی حلت وحرمت میں (نتنہ) بدبودار ہونے کا بڑا دخل ہے، اگر وہ بدبودار ہے تو اس کا گوشت حرام ہوجاتا ہے؛ لیکن اگر گوشت میں بدبو پیدا نہیں ہوا تو اس کا گوشت حلال ہوتا ہے اور اس کا استعمال درست ہوتا ہے۔

چنانچہ فقہی کتابوں میں اس کی بے شمار نظیریں ہینیہاں بطور دلیل ان میں سے چند

پیش کی جارہی ہیں:

صاحب موسوعہ قلمبند کرتے ہیں:

''ولہذا قالوا فی الجدی إذا ارتضع بلبن خنزیرة حتی کبر أنہ لا یکرہ أکلہ لأن لحمہ لا یتغیر ولا ینتن وہذا یدل علی أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة'' (۱۴۹٫)۔

اسی وجہ سے علماء نے بکری کے بارے میں کہا ہے کہ جب اسے خنزیر کا دودھ پلایا گیایہاں تک کہ وہ بڑی ہوگئی تو اس بکری کے گوشت کے استعمال میں کوئی کراہت نہیں؛ کیوں کہ اس کے گوشت میں نہ کوئی تبدیلی آئی ہے اور نہ اس کا گوشت بدبودار ہوا ہے، او رجانور کے گوشت کے حلال وحرام ہونے میں بدبودار ہونے کا اعتبار ہے نہ کہ نجاست کے استعمال کا۔

علامہ شامی نے بھی اس معنی کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

''وماغذی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہ أثر'' (شامی۱۴۹٫۵) (جو چیز غذا کے طور پر دی گئی ہے وہ مستعمل ہوگی کہ اس کی نہ حقیقت باقی ہے اور نہ کوئی اثر (تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں)۔

علامہ ابن نجیم نے ایک قاعدہ مرتب کیا ہے:

''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام '' (الاشباہ والنظائر ۳۷۳٫۱)۔

اس سے مستثنی مسائل کے ضمن مینیہ جزئیہ بھی لکھا ہے:

''لو سقی شاة خمراً ثم ذبحہا من ساعتہ فإنہا تحل بلا کراہة ..... ومقتضی القاعدة التحریم ومقتضی الفرع أنہ لو علفہا علفاً حرا مالم یحرم لبنہا ولحمہا وإن کان الورع الترک'' (الاشباہ والنظائر ۳۸۳٫۱)۔

(اگر کسی نے بکری کو شراب پلادی پھر فوراً اسے ذبح کردیا تو اس کاگوشت بلا کراہت مباح ہوگا، حالانکہ قاعدہ کا تقاضا حرام ہونا ہے لیکنیہ صورت قاعدہ سے مستثنی ہے، اس کا گوشت اور دودھ حرام نہیں ہوگا اگرچہ حرام چارہ ہی اسے کیوں نہ کھلایا گیا ہو البتہ تقوی اور ورع کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی غذا سے بچا جائے)۔

اسی طرح یہ مسئلہ اشباہ میں ہے:

''أنیکون الحرام مستہلکاً فلو أکل المحرم شیئاً قد استہلک فیہ الطیب فلا فدیة'' (الاشباہ ۳۸۲٫۱) (اگر حرام مادہ مستعمل ہوگیایعنی محرم نے ایسی چیز استعمال کی جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو تو محرم پر کوئی فدیہ واجب نہیں ہوگا)۔

مذکورہ بالا بحث او رنظائر سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ اگر حلال جانو رکو یہ چیز حلال غذا میں ملا کر کھلائی گئی اور وہ اتنی کم مقدار میں تھی کہ مخلوط اور مستعمل ہونے کے بعد اس میں کوئی بدبو پیدا نہیں ہوئی اور نہ حلال غذا کا اثر اور طبیعت بدلی تو اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہوگا، اس لئے بلاکراہت اس کا استعمال درست ہوگا، البتہ

ورع وتقوی کے اعتبار سے اس سے اجتناب اولی ہوگا، جیسا کہ علامہ ابن نجیم نے تحریر کیا ہے:

''وإن كان الورع الترک'' (اشباہ۱،۳۸۲)۔

سوال۵ (الف) کا جواب:

عام طور پر مضر اور زہریلی اشیاء کا استعمال دو مقاصد کے تحت ہوتا ہے:

۱۔ ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ غذائی مصنوعات بیماری کے جراثیم سے محفوظ ہوجائیں، اگر یہ مقصد ہے تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، بلکہ اس کا استعمال بہتر اور باعث مفید ہوگا جبکہ زہریلی اشیاء اتنی کم مقدار میں استعمال کی گئی جو انسان کی صحت اور عقل کے لئے ضرر رساں نہ ہو جیسا کہ اس زمانہ میں اطباء حضرات دواؤں اور غذا میں استعمال کرتے ہیں۔

صاحب موسوعہ لکھتے ہیں:

''وہذا ظاہر فإن كثيراً من الأدوية التييصفہا الأطباء محتوية على السموم بالقدر الذى لا يضر الإنسان بل يفيده ويقتل جراثيم الأمراض'' (الموسوعۃ الفقہیہ۵،۱۲۵)۔

یہ بات بدیہی ہے کہ بہت سی دوائیں جن میں اطباء زہریلا مادہ اتنی مقدار میں استعمال کرتے ہیں جو انسان کو ضرر پہنچانے کے بجائے فائدہ پہنچاتے ہیں اور بیماری کے جراثیم کو ختم کرتے ہیں۔

۲۔ دوسرا مقصد غذا کی مقدار کو بڑھانا، وقت سے پہلے پھلوں کو تیار کرنا اور مصنوعی غذا پر زیادہ صرفہ سے سبکدوش ہونا ہوتا ہے، ان وجوہ کی بنا پر زیادہ مقدار میں مضر اور زہریلی اشیاء استعمال کی جاتی ہیں جن کے استعمال سے انسان کو فائدہ کے بجائے نقصان زیادہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں ان کا استعمال درست نہیں ہوگا، اور دوسرے اور چوتھے سوال کے جواب میں وجوہ دلائل آچکی ہیں، فقہاء نے حرمت کے پانچ اسباب ذکر کئے ہیں، ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ وہ چیز جو انسان کے بدن اور عقل کے لئے باعث ضرر ہو، جیسے زہریلی اشیاء وغیرہ (السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل) (الموسوعۃ الفقہیہ۵،۱۲۵)۔

قرآن میں ہے:

''ولا تقتلوا أنفسكم'' (سورہ نساء: ۲۹) (او راپنے آپ کو قتل مت کرو)۔

حدیث میں ہے:

''من تحسى سما فقتل نفسہ فسمہ فييديہيتحساہ فى نار جہنم خالداً مخلداً فيہا أبداً'' (اخرجہ البخاری، الفتح ۱۰،۲۴۷) (جس شخص نے زہر پی لیا اس نے اپنے آپ کو قتل کیا، وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم میں وہ پیتا رہے گا)۔

اس لئے ان چیزوں کا استعمال غذائی مصنوعات میں حرام ہوگا۔

جہاں تک یہ مسئلہ ہے کہ غذائی مصنوعات میں مضر اشیاء کے استعمال کی ممانعت کس درجہ کی ہوگی؟ تو اس سلسلہ میں قرآن وحدیث میں ممانعت کے لئے جو تعبیر استعمال ہوئی ہے اسے سامنے رکھنا ہوگا، قرآن پاک میں ممانعت کے لئے مختلف تعبیر استعمال ہوئی ہے، کبھی ''حرّم '' کے لفظ سے ذکر کیا ہے تو کبھی اسے ترک کا مطالبہ کیا گیا ہے، کبھی منہی عنہ کے مرتکب کو بہائم اور شیاطین کے مشابہ قرار دیا ہے، اور کبھی نفی فلاح، عذاب عاجل یا ضلالت ومعصیت کا سبب قرار دیا ہے اور کبھی منہی عنہ کو خبث، رجس اور نجس کے ساتھ متصف کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

''حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر'' (مائدہ: ۴) (تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت)۔

''فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ '' (بقرہ: ۲۷۹) (پھر اگر تم نہ کروگے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے)۔

''أحل اللہ البیع وحرم الربا'' (بقرہ: ۲۷۵)۔

''یا أیہا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ'' (مائدہ: ۹۰)۔

''لایحل لکم أن تأخذوا مما آتیتموہن شیئاً'' (بقرہ: ۲۲۹)۔

اسی طرح حدیث شریف میں صیغہ نہی کے بجائے صراحۃ نہی کا لفظ استعمال ہوا ہے، مثلاً نہی اللہ، نہی رسول اللہ، ینہون وغیرہ۔

غرض فقہاء نے ان صیغوں اور تعبیر سے اور دلائل وقرائن کے اعتبار سے لفظ ''نہی اور حرام'' سے کبھی حرمت کا معنی لیا ہے تو کبھی کراہت کا، لیکن اس کے علاوہ فقہاء نے دلائل اور نصوص کے اعتبار سے حلال وحرام کے حکم میں مدارج اور ڈگریاں قائم کی ہیں۔

چنانچہ ابتداء میں تمہیدی گفتگو میں اس کے تحت تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے، بہرحال یہاں حرام اور مکروہ کی تعریف ذکر کی جارہی ہے۔

حرام: وہ امور جن کی حرمت پر دلیل قطعی موجود ہو وہ امور حرام ہونگے، جیسے شراب اور خمر کا حرام ہونا۔

مکروہ: جن چیزوں کی ممانعت پر کوئی نص قطعی موجود نہ ہو ان کو احتیاطا حرام کے بجائے مکروہ کہتے ہیں۔

البتہ فقہاء نے مکروہ تحریمی اور تنزیہی میں فرق کیا ہے، جب مطلقاً مکروہ استعمال ہوتا ہے تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے، کیوں کہ مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہوتا ہے اور مکروہ تنزیہی جواز کے قریب، جو خلاف مستحب او رخلاف اولی

ہوتا ہے۔

اسی طرح جس امر کا ثبوت دلیل ظنی، قیاس اور خبر واحد سے ہوتا ہے وہ احناف کے یہاں مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہوتا ہے لیکن جمہور کے یہاں حرام کے معنی میں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی قلمبند کرتے ہیں:

''فما ثبت بدلیل ظنی کالقیاس وخبر الواحد یسمیہ الحنفیۃ مکروہاً تحریمیاًیعاف فاعلہ والجمہور یسمونہ حراماً'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵۳۴،۳)۔

یہ بات متعین ہے کہ زہریلی اشیاء کی حرمت ''ولا تقتلوا أنفسکم'' جیسی آیت سے ثابت ہے، یا شراب والی آیت پر مقیس ہے، غرض یہ کہ زہریلی اشیاء کی حرمت دلیل ظنی سے ہے یعنی قیاسیا خبر واحد سے لہذا عام اختیاری حالت میں جبکہ غذائی مصنوعات میں زہریلی اشیاء کا استعمال ضروری نہ ہو اور فاسد مقصد کے لئے استعمال کی گئی ہو تو احناف کے یہاں مکروہ تحریمی ہوگا، لیکن جمہور کے یہاں حرام ہوگا۔

اسی طرح ایسی مصنوعات کا خریدنا، کھانا اور دوسرے کو کھلانا جبکہ بغیر ضرورت ان میں زہریلی اشیاء ملی ہوئی ہوں مکروہ ہوگا۔

سوال۵ (ب) کا جواب:

اس سوال کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس وقت غذائی مصنوعات میں سے کوئی ایسی غذا نہیں ہے جو کیمیکل اور زہریلی اشیاء سے پاک ہو بلکہ ان چیزوں کا استعمال عموم بلوی کے طور پر ہے، اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو امت کا ہر صورت میں ضرر سے دوچار ہونا ضروری ہے۔

۱۔ ایک صورت یہ ہے کہ غذائی مصنوعات میں سے کوئی بھی غذا استعمال کرے گا تو ضمناً زہریلی اشیاء کا استعمال کرنا لازم آئے گا، اور یہ ناجائز ہے جیسا کہ اوپر تفصیل سے بحث کی گئی۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر انسان اس وقت کی غذائی مصنوعات سے اجتناب کرتا ہے (تو بازار میں کوئی ایسی غذا نہیں ہے جس سے انسان کی ضرورت پوری ہو اور زہریلی اشیاء کی ملاوٹ سے پاک ہو)، تو ایسی صورت میں انسان کا بھوکا رہنا لازم آئے گا، او رجان ضائع ہونے کا بھی اندیشہ رہے گا، حالانکہ اللہ تعالی نے جان بچانے کے لئے اضطراری صورت میں حرام مال اور مال غیر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، اگر انسان استعمال نہ کرے، او رجان ہلاک ہوجائے تو عند اللہ گرفت ہوگی۔

اس لئے قرآن وحدیث کی روشنی مینیہاں حکم نکالنا ہوگا، اور یہ موازنہ کرنا ہوگا کہ کس صورت میں ضرر زیادہ ہے اور کس صورت میں کم؟

بہرحال یہاں قرآن کی آیت اور فقہاء کے قواعد پیش کئے جارہے ہیں، اللہ تعالی کا

ارشاد ہے:

''فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا إثم علیہ'' (بقرہ: ۱۷۳)۔

حدیث شریف میں ہے:

''ما خیّر رسول اللہ ﷺ بین أمرین إلا اختار أیسرہما ما لم یکن إثماً'' (بخاری: کتاب المناقب؛ باب صفۃ النبی ﷺ) (حضور ﷺ کو جب بھی دوباتوں کے درمیان اختیار دیا گیاتو آپ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا جب تک کہ وہ گناہ کا باعث نہ ہو)۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

''وہی ما إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمہما ضررا بارتکاب أخفہما'' (الاشباہ والنظائر ۳۱۹،۱) (جب دومفاسد متعارض ہوں تو کم تر ضرر کا ارتکاب کرکے بڑے ضرر سے بچا جائے گا)۔

شرح المجلہ میں ہے:

''الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف'' (المادہ: ۲۷، ص: ۳۲) (کم تر ضرر کا ارتکاب کرکے بڑے ضرر سے بچاجائے گا)۔

مذکورہ بالا بحث اور دلائل وقواعد سے یہ بات عیا ں ہوتی ہے کہ جب مذکورہ دونوں صورتوں میں ضرر ہے لیکن ایک صورت میں اشد ضرر ہے یعنی غذا نہ استعمال کرے تو جان ہلاک ہوگی، لیکن اگر استعمال کرے تو زہریلی حرام اشیاء کا استعمال کرنا لازم آئے گا مگر پہلے ضرر کے مقابلہ میں اس میں اخف ضرر ہے، اس لئے اشد ضرر سے بچتے ہوئے اخف ضرر کا استعمال درست ہے جیسا کہ قرآن وحدیث اور قواعد سے واضح ہے۔

لہٰذا مذکورہ صورت میں اضطراراً غذائی مصنوعات کا استعمال شرعاً درست ہوگا جبکہ مذکورہ مصنوعات کے علاوہ غذا نہ ہو جو زہریلی اشیاء سے پاک ہو، جیسے حرام اشیاء سے دوا علاج درست ہے۔

''لکن قال الحنفیۃیجوز التداوی بالمحرم إن علم یقیناً أن فیہ شفاء ولا یقوم غیرہ مقامہ '' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ،۵۱۹)۔

خلاصہ بحث:

سوال نمبر ۱ کے جواب کی چار صورتیں بنتی ہیں:

(الف) زمین میں کھاد ڈالنے کا مقصد پیداوار بڑھانا ہے، اور اس میں زہریلی مادہ اس مقدار میں استعمال نہیں کیا گیا ہے جومضررساں ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(ب) پھلوں کو کیڑوں سے حفاظت کے لئے دواؤں کا چھڑکاؤ کرنا شرعاً درست ہے۔

(ج) کھاد میں زہریلی مادہ جو استعمال کی جاتی ہے وہ قلیل مقدار میں ہے، یا اس

کے مقابلہ میں حلال مادہ کی مقدار زیادہ ہے تو ‘‘للأکثر حکم الکل ’’ کے تحت یا اس وجہ سے اس کا استعمال درست ہے کہ اس زمانہ میں کوئی دوا اور کھاد زہریلی مادہ سے خالی نہیں ہوتا اس لئے ضرورۃً اس کی گنجائش ہوگی۔

(د) دواؤں میں زہریلی مادہ اتنی کثیر مقدار میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس پھل کے استعمال میں مہلک مرض ہونے کا امکان زیادہ رہتا ہے تو ایسی دواؤں کا استعمال درست نہیں ہوگا۔

سوال نمبر ۲ کے جواب کی دو صورتیں ہیں:

(الف) پھلوں کو وقت سے پہلے پکانے کے لئے یا ترکاری کے حجم کو بڑھانے کے لئے کیمیکل ڈالنا، انجکشن دینا اور زہریلی دواؤں کا استعمال کرنا قدرت کے قانون کے خلاف ہے اس لئے یہ صورت درست نہیں۔

(ب) چوں کہ عقود میں مقاصد ومعانی کا اعتبار ہوتا ہے، نیز مذکورہ صورت میں فریق ثانی (مشتری) کے لئے ضرر اور نقصان ہی پہنچے گا اور یہ خداع کے قبیل سے ہے اس لئے پھلوں میں کیمیکل ڈالنا، انجکش دینا اور زہریلی دواؤں کا استعمال کرنا درست نہیں۔

سوال نمبر ۳ کا جواب:

اگر جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہے تو انجکشن دے کر مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنا قدرت کے قانون کی مخالفت کرنا ہے اس لئے یہ صورت شرعاً درست نہیں ہوگی؛ البتہ دودھ دینے کی مدت میں جانور میں طاقت اور صحت بڑھانے کے لئے انجکشن دینے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔

سوال نمبر ۴ (الف) کے جواب کی دوشکلیں ہیں:

(الف) صرف جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی غذا کے طور پر دینا درست نہیں۔

(ب) چونکہ اس صورت میں مشری کو دھوکہ دینا لازم آئے گا، وہ جانور انسان کے جسم وعقل کے لئے مضر ہوگا، اس کے علاوہ جانور کا وزن اصلاً کم ہوگا لیکن بظاہر زیادہ ہوگا یہ صورت غش اور تصریہ کے قبیل سے ہے؛ اس لئے ان وجوہ کی بنا پر جانور کو خنزیر کی چربی غذا کے طور پر کھلانا درست نہیں ہوگا۔

سوال نمبر ۴ (ب) کا جواب:

جانوروں کے گوشت کی حلت وحرمت میں (نتنہ) بدبودار ہونے کا بڑا دخل ہے اس لئے جانور کو اتنی کم مقدار میں وہ حرام مادہ کھلایا گیا کہ گوشت میں کوئی بو نہیں پیدا ہوئی اور نہ حلال غذا کا اثر اور طبیعت بدلی تو اس کا گوشت پہلے کی طرح پاک اور حلال ہوگا، اور اس کا استعمال بلاکراہت درست ہوگا، البتہ ورع اور تقوی کے اعتبار سے اس سے اجتناب اولی ہوگا۔

سوال نمبر ۵ کے جواب کی بھی دوشکلیں ہیں:

(الف) غذائی مصنوعات میں زہریلی اشیاء کے استعمال کا مقصد بیماری کے جراثیم سے محفوظ کرنا ہے تو اس کی اجازت ہوگی بشرطیکہ وہ انسانی صحت وعقل کے لئے مضر نہ ہو۔

(ب) اس مسئلہ کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اس وقت کوئی غذائی مصنوعات نہیں ہے جو کیمیکل اور زہریلی اشیاء سے پاک ہو تو اس صورت میں ان اشیاء کا استعمال کرنا حرام کا استعمال کرنا لازم آئے گا جو ایک اعتبا ر سے باعث ضرر ہے۔

لیکن اگر استعمال نہیں کرتا ہے تو جان تلف کرنا لازم آئے گا اور یہ بھی درست نہیں ہے، اس پہلو سے یہ صورت بھی باعث ضرر ہے۔

لہذا فرمان رسولﷺ ‘‘ما خیّر رسول الله بین أمرین إلا اختار أیسرہما’’ اور فقہاء کے قواعد ‘‘الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف’’ کے اعتبار سے اضطراراً غذائی مصنوعات کا استعمال شرعاً درست ہوگا؛ جبکہ مذکورہ مصنوعات کے علاوہ کوئی غذا نہ ہو جو زہریلی اشیاء سے پاک ہو۔

***

غذائی مصنوعات سے متعلق مسائل

مفتی محمد عارف باللہ قاسمی•

حیات انسانی کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت غذا ہے جس پر عام جانداروں کی طرح اس کی بھی جان کا تحفظ وبقا موقوف ہے، اسی لئے خالق نے اس کی تخلیق کے ساتھ اس کو غذائیت دینے والی مختلف چیزوں کو وجود بخشا؛ تاکہ انسان ان کو ماحول ومزاج کے موافق بطور غذا استعمال کرکے صحت مند زندگی گزار سکے اور زندگی کی دوڑ دھوپ میں شامل ہوسکے۔

موجودہ دور میں سائنسی ایجادات نے جو انقلاب پیدا کیا ہے اس سے انسانی غذا بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی، کہیں انسانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی ضرورت پوری کرنے کی غرض سے تو کہیں مختلف اشیاء میں اقسام واشکال پیدا کرنے کی خاطر غذائی اشیاء پر بھی سائنسی تحقیقات کی گئیں اور بالخصوص غذائی اشیاء کی پیداوار اور ان کے حجم ووزن کو بڑھانے کی غرض سے تو مستقل شعبے قائم کئے گئے اور ان میں غذائی اشیاء پر تحقیق وجستجو کرکے کئی طریقے دریافت کئے گئے اور مزید کئے جارہے ہیں۔

پیداوار بڑھانے کی تدبیریں شریعت کی نظر میں:

غذائی اشیاء کا خالق اللہ ہی ہے، تاہم انسانوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اس کی مقدار اور وزن وحجم وغیرہ میں اضافہ کی غرض سے انسانی تجربات وتدبیریں کریں، جس کے جواز کی دلیل ‘‘تأبیر نخل ’’ کا جواز ہے، صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کرنے کے بعد اس کی اجازت عطا فرمائی۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

‘‘أبصر رسول اللہ ﷺ الناس یلقحون، فقال: ما للناس؟ فقالوا: یلقحونیا رسول اللہ، قال: لا لقاح أو ما أری اللقاح شیئاً، فترکوا اللقاح، فجاء تمر الناس شیصاً، فقال رسول اللہ ﷺ: مالہ؟ ما أنا بصاحب زرع ولا نخل، لقحوا’’ (شرح مشکل الآثار ۴۲۵،۴)۔

(رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو تلقیح کرتے ہوئے (نر کھجور کا شگوفہ مادہ کھجور میں ڈالتے ہوئے) دیکھا، تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ لوگ کیا کررہے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ تلقیح کررہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تلقیحیعنی نر کھجور کے شگوفہ کو مادہ میں ڈالنے کو مناسب نہیں سمجھ رہا ہوں، یہ صحیح نہیں،تو

• مدرسہ اسلامیہ دار العلوم الربانیہ، حیدرآباد۔

صحابہؓ نے اسے چھوڑ دیا، لیکن اس کے بعد ردی کجھور کی پیداوار ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں کوئی کھیتی کرنے والا اور کھجور کے باغ والا نہیں ہوں، تم تلقیح کیا کرو)۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ پیداوار بڑھانے کے لئے انسانی تدبیروں کو اختیار کرنا جائز ہے، لیکن اس مینیہ بات پیش نظر رہنی ضروری ہے کہ پیداوار کا مقصد غذ ا کی فراہمی ہے، اور غذا کا مقصد انسان کو شکم سیر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو صحت وقوت بخشنا ہے، اس لئے غذائی اشیاء میں ایسی تدبیریں ہی کی جائیں جن سے ان کے مقاصد متاثر نہ ہوں۔

نیزیہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ موجودہ زمانہ میں انسانو نکی بڑھتی آبادی نے پیداوار کی کثرت کی ضرورت کو ماضی سے کہیں زیادہ ہی بڑھا دیا ہے، مزیدیہ کہ اس کی قلت انسانوں بالخصوص غریب طبقات کے لئے پریشان کن بھی ہوتی ہے، کیونکہ قلت کی بنیاد پر قیمتوں میں جو اضافہ ہوتا ہے وہ ان کے لئے ناقابل تحمل اور دشوار ہوتا ہے، اور انسانی ضروریات کی تکمیل اور راحت رسانی بھی مقاصد شریعت میں سے ہے اور جو چیز انسانوں کے لئے مفید ہو اور مزاج شریعت سے متصادم نہ ہو اسے شریعت سند جواز دیتی ہے۔

۱۔ پیداوار بڑھانے کے لئے کھاد کا استعمال:

پیداوار بڑھانے کی غرض سے کھاد کا استعمال عام ہے، اور اس کے لئے گوبر کی کھاد اور یوریا کھاد وغیرہ کو استعمال کیا جاتا ہے، اس کے مناسب اور متوازن استعمال سے پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن ماہرین کے بقول: مصنوعی کیمیائی کھادوں کے بے دریغ استعمال سے زمین کی پیداواری صلاحیت کمزور پڑجاتی ہے، جس کا نتیجہ پیداوار کی قلت کی صورت میں سامنے آتا ہے، مزیدیہ کہ مصنوعی کیمیائی کھادوں او رکیڑے مار ادویات او رکیمیائی اجزاء میں سمّیت پائی جاتی ہے، جن سے انسانی اور حیوانی صحت پر نہایت مضر اثرات پڑتے ہیں، جب کہ غذا کا مقصد انسانی صحت کی بحالی او رانسانی حیات کا تحفظ ہے، اس کے برخلاف اس کے متبادل طریقہ کاشتکارییعنی نامیاتی کاشتکاری میں مصنوعی کیمیائی کھادوں، زرعی زہر اور دیگر کیمیائی مادوں کا استعمال نہیں ہوتا اور اس سے بھی پیداوار میں اضافہ کیا جاسکتا ہے، بلکہ کئی ماہرین کے بقول: اگر نامیاتی کاشتکاری کو صحیح طریقہ پر اختیار کیا جائے تو کیمیائی کاشتکاری کے مقابلے میں اس میں پیداوار کی کمی بھی نہیں ہوتی، ساتھ ہی مصنوعی کھادوں اور کیمیائی اجزاء کے مضر اثرات سے تحفظ بھی ہوجاتا ہے، اور نامیاتی کاشتکاری کے ذریعہ حاصل شدہ سبزیاں اور پھل غذائیت سے بھرپور بھی ہوتے ہیں،یہی وجہ ہے کہ نامیاتی کاشتکاری دنیا میں مقبول ہورہی ہے۔

چونکہ غذا کا مقصد انسان کو صحت مند حیات بخشنا ہے اور تحقیق سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ کیمیائی کھادوں اور کیمیائی اجزاء کااستعمال مضر ہے اور اس سے گرچہ کہ پیداوار میں زیادتی مل جاتی ہے لیکن دوسری طرف اس کی وجہ سے انسانوں کو مختلف امراض کا شکار بننا پڑتا ہے، جو یقینا مقصد غذا کے مغائر ہے اس لئے پیداوار کی زیادتی کے لئے کیمیائی مصنوعات اور زہر آلود مادوں کااس مقدار میں استعمال جائز نہیں جن کا معتد بہ اثر کھانے والو نپر پڑتا ہو اور جو بتدریج مہلک امراض کا سبب بنتا ہو؛ کیونکہ ایسی چیزیں کھانا حرام ہیں جو زہر آلود ہو ناور جن سے حیات وصحت پر معتد بہ منفی اثر پڑتا ہو، قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (بقرہ: ۱۹۵) (خود کو ہلاکت میں مت ڈالو)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

''یحرم أکل الشئ مہما کان نوعہ لأحد أسباب خمسۃ: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل، ولہذا أمثلۃ کثیرۃ: (منہا) الأشیاء السامۃ سواء أکانت حیوانیۃ کالسمک السام، وکالوزغ والعقارب والحیات السامۃ والزنبور والنحل، وما یستخرج منہا من مواد سامۃ، أم کانت نباتیۃ کبعض الأزہار والثمار السامۃ، أم جمادیۃ کالزرنیخ، فکل ہذہ تحرم، لقولہ تعالی: ''ولا تقتلوا أنفسکم ''، و(منہا) الأشیاء الضارۃ وإن لم تکن سامۃ، وقد ذکر منہا فی کتب الفقہ: الطین، والتراب، والحجر، والفحم علی سبیل التمثیل .... ولا فرق فی الضرر الحاصل بالسمیات أو سواہا بین أن یکون مرضاً جسمانیاً أیا کان نوعہ، أو آفۃ تصیب العقل کالجنون والخبل'' (الموسوعۃ الفقہیہ۵؍۱۲۵)۔

(کسی چیز کا کھانا چاہے وہ کسی بھی قسم کی چیز ہو پانچ اسباب میں سے کسی ایک سبب کی وجہ سے حرام ہوجاتا ہے: پہلا سبب یہ ہے کہ ان کی وجہ سے بدن یا عقل کو ضرر لاحق ہوتا ہو، اس کی بہت سی مثالیں ہیں: ان ہی میں سے زہریلی چیزیں ہیں، چاہے وہ حیوانکے قبیل سے ہوں جیسے کہ زہریلی مچھلی، چھپکلی، بچھو، زہریلے سانپ، بھڑ، شہد کی مکھی اور وہ زہریلے مواد جو ان سے نکالے جاتے ہیں،یا چاہے وہ نباتات کے قبیل سے ہوں جیسے کہ بعض زہریلے پھول اور پھل ہوتے ہیں،یا چاہے وہ جمادات کے قبیل سے ہوں، جیسا کہ ہڑتال ہے۔ یہ ساری چیزیں فرمان خداوندی:''لا تقتلوا أنفسکم'' (اپنے آپ کو قتل مت کرو) کی وجہ سے حرام ہیں۔ بدن وعقل کو نقصان پہنچانے کے سبب حرام ہونے والی چیزوں میں سے وہ چیزیں بھی ہیں جو زہریلے تو نہیں ہیں لیکن نقصان دہ ہیں، ایسی چیزوں میں سے بطور مثال مٹی،پتھر، کوئلہ کا فقہی کتابوں میں تذکرہ ہے .... اور زہریلی چیزونیا ان کے علاوہ دیگر چیزوں سے ہونے والے نقصان کے مابین کوئی فرق نہیں، چاہے کسی قسم کا جسمانی مرض لاحق ہوتا ہو یا عقل میں کسی قسم کا فتور یعنی پاگل پن اور فساد عقل پیدا ہوتا ہو)۔

ایسی چیزوں کا کھانا چونکہ ہلاکت اور مہلک امراض میں مبتلا ہونے کا ذریعہ ہے، اس لئے ان کو کھانا حرام ہے، اور جب کھانا حرام ہے تو انسانی غذا کو پیداوار کی کثرت کی خاطر مضرت رساں اور زہر آلود بنانا بھی جائز نہیں ہوگا، جب کہ مضرت سے انسانوں کو بچانے پر شریعت نے بہت زور دیا ہے، حتی کہ مضرت سے بچانے کے لئے احکام میں تبدیلی اور نرمی بھی عطا کی ہے، جس کی واضح مثال پانی کے استعمال سے مضرت کے اندیشہ کی صورت میں تیمم کی اجازت ہے۔

ہاں اگر ان کیمیائی کھاد اور زہر آلود مادوں اور دواؤں کا استعمال صرف اس مقدار میں ہے کہ ان کا اثر انسانی غذا اور حاصل ہونے والی پیداوار پر نہیں پڑتا اور انسانی زندگی کو خطرات لاحق نہیں ہوتے تو پھر ان کے ذریعہ پیداوار کی زیادتی کی تدبیر جائز ہوگی؛ کیونکہ اس سے جہاں زائد پیداوار حاصل ہورہی ہے جو کہ پسندیدہ ہے، وہیں اس میں نقصان دہ پہلو نہیں ہے، جس کی وجہ سے ان پر حرمت کا حکم جاری ہوتا ہے۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

‘‘الزروع المسقیۃ بالنجاسات لا تحرم ولا تکرہ عند أکثر الفقہاء ’’ (رد المحتار ۳۴۱،۶)۔

(وہ کھیتیاں جن کو ناپاک پانی سے سنیچا گیا ہو وہ حرام نہیں ہیں اور اکثر فقہاء کے نزدیک مکروہ نہیں ہیں)۔

۲- پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے کے لئے کیمیکل کا استعمال:

موجودہ زمانے میں ترکاریوں کو بڑا بنانے اور پھلوں کے حجم کو بڑھانے اور ان کو قبل از وقت پکانے کے لئے اور خوشنما، میٹھا اور زیادہ عرق والا بنانے کے لئے مختلف قسم کے کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں، بعض انجکشن کے ذریعہ ان میں داخل کئے جاتے ہیںتو بعض کیمیکل کا صرف خارجی استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ بعض پھلوں کو خوشنما بنانے کے لئے پھلوں پر مطلوبہ رنگ کیا جاتا ہے، اس طرح کے اعمال شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ اور ممنوع ہیں؛ کیونکہ ان میں کئی قباحتیں ہیں، ایک تو اطباء کے بقول ان میں استعمال کئے جانے والے کیمیکل امراض کا سبب بنتے ہیں او ریہ انسانوں کے لئے نقصاندہ ہیں، او رجو چیز نقصاندہ ہو اسے اختیار کرنا جائز نہیں ہے، حدیث نبوی ہے: ‘‘لا ضرر ولا ضرار’’ (ابن ماجہ: ۲۳۴۰) (اسلام میں نقصان اٹھانے یا نقصان پہنچانے کی کوئی گنجائش نہیں)۔

دوسری قباحت اس مینیہ ہے کہ یہ سراسر دھوکا دہی ہے، اور اسلام میں دھوکہ دہی بدترین جرم اور حرام ہے، فرمان نبوی ہے: ‘‘من غشنا فلیس منا ’’ (مسلم: ۱۶۴) (جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)۔

ہاں اگر ایسی دوائیں ترکاریونیا پھلوں کے حجم کو بڑھانے یا ان میں فطری طور پر عرق ومٹھاس کو بڑھانے کے لئے استعمال کی جائیں جن سے ان کے اندر زہریلے اثرات

پیدا نہ ہوں اور ان سے انسانوں کو مضرت لاحق ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، جس کی واضح دلیل کھجور کو عمدہ بنانے کے لئے تلقیح کی اجازت ہے۔

بعض زراعت پیشہ لوگوں کے بقول: آج کل کچھ ایسے انجکشن بھی دستیاب ہیں اور ان کو استعمال کیا جاتا ہے جن سے سبزیونبالخصوص کدو وغیرہ کا حجم تو بڑھ جاتا ہے، لیکن ان کی وجہ سے ان کے مزے میں کڑواہٹ پیدا ہوجاتی ہے، اور ان کا فطری مزہ ختم ہوجاتا ہے، اگر ان میں واقعی غیر معمولی جسمانی مضرت بھی ہو تب تو ان کے استعمال کا وہی حکم ہے کہ ایسی چیزوں کا استعمال جائز نہیں ہے، لیکن اگر وہ غیر معمولی مضرت سے بالکل خالی ہوں تو بھی ان کے استعمال میں کراہت ہوگی، اس لئے کہ ان میں معمولی مضرت کا امکان ہونے کے ساتھ ساتھ یہ خرابی تو ہے کہ ان سے ترکاری کا مزہ تبدیل ہوجاتا ہے ، اور مزہ بھی مقصود ہے، اس لئے ایسے انجکشن کے استعمال سے بھی بچنا چاہئے۔

۳- دودھ کے اضافہ کے لئے جانور کو انجکشن دینا:

انسانوں نے انسانی ضرورت کے حصول اور مادی مفادات کی خاطر جن متعدد وسائل کو استعمال کیا ہے ان میں سے ایکیہ بھی ہے کہ جانوروں سے زائد دودھ حاصل کرنے کے لئے یا ان کے دودھ کے بند ہوجانے کی صورت میں بھی ان سے دودھ حاصل کرنے کے لئے ان کو انجکشن دیا جاتا ہے، او رپھر ان سے دودھ حاصل کیا جاتا ہے۔

دودھ کی حقیقتیہ ہے کہ یہ ایک سفید مائع ہے جو کہ غدودوں میں پیدا ہوتا ہے، انجکشن وغیرہ کے ذریعہ ان غدودوں میں اس مائع کو پیدا کرنے کی مطلوبہ قوت پیداکی جاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ مائع پیدا ہوتا ہے اور پھر دودھ کی شکل میں باہر آتا ہے، اس حقیقت کے اعتبار سے اس طرح کے انجکشن سے دودھ حاصل کرنے کی گنجائش ہے؛ کیونکہ جس طرح غذا سے غدودوں میں قوت پیدا ہوتی ہے اسی طرح ان غدودوں میں دودھ پیدا کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ جانور کو بھرپور غذا ملتی ہے تو اس کو دودھ زیادہ ہوتا ہے جب کہ کم غذا کی صورت میں دودھ کم ہوتا ہے، او رغذاؤں کے ذریعہ اس کے دودھ کی مقدا راور کیفیت کو عمدہ بنانے کی تدبیر جائز ہے، اسی طرح انجکشن کے ذریعہ بھی دودھ کے حصول کی تدبیر جائز ہوگی؛ کیونکہ چوپایوں کو اللہ نے انسانی منفعت کے لئے پیدا کیا ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

‘‘وإن لکم فی الأنعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً للشاربین’’ (سورہ نحل: ۶۶) (اور تمہارے لئے چوپایوں میں بھی مقام عبرت ہے کہ ان کے پیٹوں میں جو گوبر اور خون ہے اس کے درمیان سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے)۔

اورانجکشن لگا کر دودھ لینا درحقیقت اس سے وابستہ منفعت حاصل کرنے کی ایک تدبیر ہے، اس لئے اس کی گنجائش ہے، اور اس دودھ کا استعمال بھی جائز ہوگا، البتہ یہ طریقہ خلاف فطرت ہے، اسی جیسے ایک استفتاء کے جواب میں مفتی اعظم مفتی محمود حسنؒ فرماتے ہیں:

''انجکشن کے ذریعہ مادہ حاملہ ہوجائے تب بھی اس کے دودھ یا گوشت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، لیکنیہ طریقہ خلاف فطرت ہے'' (فتاوی محمودیہ۱۸،۲۴۷)۔

ایک اور استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

''مشین کے ذریعہ نکلوائے ہوئے انڈے اور بچے (مرغ) کا کھانا شرعاً درست ہے'' (فتاوی محمودیہ۱۸،۸۷)۔

لیکن بعض اطباء کے بقول یہ دودھ غیر فطری ہونے کی وجہ سے انسانوں کے لئے نقصان دہ ہے تو اگر واقعی نقصاندہ ہو او رماہر متخصصین کی تحقیق سے اس کا نقصان دہ ہونا ثابت ہوجائے اور اس کا نقصان بھی غیر معمولی ہو اور وہ مہلک امراض کا سبب بنتا ہو تو نص قرآنی: ''لا تقتلوا أنفسکم''، اور حدیث نبوی: ''لا ضرر ولا ضرار'' کی وجہ سے اس طریقہ سے دودھ حاصل کرنا اور اس کااستعمال جائز نہیں ہوگا۔

او راگر صرف اس کے نقصان کا اندیشہ اور شک ہو تو محض شک کی وجہ سے حلال چیز حرام میں تبدیل نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس کا نقصان معمولی اور قابل تحمل ہو تو بھی اس کا استعمال جائز ہوگا، جیسا کہ آج کل بہت سی چیزوں میں معمولی منفی اثرات موجود ہیں؛ البتہ نقصان کے بقدر اس پر کراہت یا اساء ت کا حکم جاری ہوگا۔

۴- جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے ناپاک اشیاء ملی ہوئی دواؤں اور غذاؤں کا استعمال:

جن جانوروں کا گوشت انسان کھاتے ہیں ان کے لئے مخصوص قسم کی غذائیں اور دوائیں تیار کی جاتی ہیں، تاکہ گوشت میں وزن زیادہ ہو یا جانور خوب فربہ ہوجائے، یا جلد ازجلد غذائی ضرورت کے قابل اور بہتر نفع کے ساتھ بازار میں پیش کرنے کے لائق ہوجائے، ان غذاؤں اور دواؤں کی تیاری میں ماہرین کے بقول خنزیر کی چربی کا بہت زیادہ استعمال ہے، کیونکہ وہ اس کام میں بہت مفید ہے، اسی طرح ان کی تیاری میں دیگر نجس اشیاء: مردار جانور اور خون وغیرہ کا استعمال بھی ہوتا ہے، تو کیا اس طرح کی غذا جانوروں کو کھلانا جائز ہے، اور کیا ایسی غذا کھانے والے حلال جانور حلال باقی رہتے ہیں؟

الف: اگر ان غذاؤں اور دواؤں کی تیاری میں ان ناپاک چیزوں کا استعمال اس طور پر کیا گیا ہو کہ تیاری کے مراحل میں ان ناپاک چیزوں کی حقیقت تبدیل ہوجاتی تب تو تمام فقہاء کے نزدیک جانوروں کو اس طرح کا غذا کھلانا جائز ہے؛ کیونکہ تبدیلئ حقیقت کی وجہ سے وہ ناپاک چیزیں بھی پاک ہوگئیں، علامہ ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں:

''إن التطہیریکون بأربعۃ أمور بالغسل والدلک والجفاف والمسح فی الصقیل .... والخامس مسح المحاجم بالماء بالخرق کما قدمناہ والسادس النار کما قدمناہ فی الأرض إذا احترقت بالنار والسابع انقلاب العین'' (البحر الرائق ۲۳۹،۱)۔

(پاکی چار چیزونیعنی دھلنے، ملنے، خشک ہونے اور تلوار کو پوچھنے سے ہوتی ہے ---- اور پانچویں پاک کرنے والی چیز پانی سے تر کپڑے کے ٹکڑے سے پچھنا لگانے کی جگہ کو پوچھنا ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیا ن کردیا ہے، اور چھٹی چیز آگ ہے، جیسا کہ ہم نے زمین کے سلسلہ میں پہلے بیان کردیا ہے کہ اگر وہ (ناپاکی لگنے کے بعد) آگ میں جل جائے (توپاک ہوجاتی ہے)، او رناپاک کو پاک کرنے والی ساتویں چیز حقیقت کی تبدیلی ہے)۔

ڈاکٹر عبد اللہ الفقیہ لکھتے ہیں:

''إذا کانت ہذہ المواد النجسۃ المستخدمۃ فی العلف تمرّ بمراحل من التحول حتی تستحیلعن وصفہا السابق ولا یبقی للنجس أثر فیہا أم لا، فإن کانت قد استحالت عن ذلک الوصف فالراجح إن شاء اللہ جواز العلف بہا وإلا فلا '' (فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ ، رقم الفتوی: ۲۰۱۰)۔

(چارے میں استعمال ہونے والییہ ناپاک چیزیں تبدیلی کے ان مراحل سے گزرتی ہینیا نہیں کہ جن سے گزرنے کے بعد ان میں پچھلا وصف باقی رہنا محال ہو؟ اور ان میں ناپاک شئی کا کوئی اثر باقی رہتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ اگر ان مراحل سے گزرنے کے بعد پچھلے وصف کا باقی رہنا محال ہوتو ایسا چارہ کھلانے میں ان شاء اللہ کوئی حرج نہیں، اور اگر مراحل سے گزرنے کے بعد پچھلے وصف کا باقی رہنا محال نہ ہو توپھر اس کو کھلانا درست نہیں ہے)۔

او راگر حقیقت تبدیل نہ ہوتی ہو تو پھر اس طرح کی غذا جانوروں کو کھلانے کے سلسلہ میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں، کتب حنفیہ میں موجود اس جزئیہ سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، علامہ شرنبلالی حنفیؒ لکھتے ہیں:

''فإن عجن الآن بمائہا قیلیلقی للکلاب أو یعلف بہ المواشی'' (مراقی الفلاح: ۲۳)۔

(اگر ناپاک پانی سے آٹا گوندھا گیا تو اسے کتوں کو یا چوپایوں کو کھلا دیا جائے)۔

لیکن صاحب النہر الفائق کے قول سے فقہاء احنا ف کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف سمجھ میں آتا ہے، کیونکہ ناپاک پانی جانورو نکو پلایا جائے یا نہیں؟ اس کے بارے میں صاحب نہر علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم حنفیؒ فرماتے ہیں:

''قال فی الذخیرۃ لا وفی الخزانۃ لا بأس بذلک وأقول ما فی الذخیرۃیوافق ما فی البدائع وما فی الخزانۃیوافق ما فی الاسبیجابی'' (النہر الفائق ۹۱،۱)۔

(صاحب ذخیرہ فرماتے ہیں کہ نہیں پلایا جائے، خزانۃ الفتاوی میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، او رمیں کہتا ہوں کہ ذخیرہ کی بات بدائع کے موافق ہے اور خزانہ میں مذکور مسئلہ اسبیجابی کے موافق ہے)۔

اورعلامہ حصکفی نے بھی صراحت کی ہے کہ ایسی روٹی کتوں کو کھلا دیا جائے، او رعلامہ ابن نجیم مصری کا رجحان بھی صاحب بدائع کے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے، کیونکہ انہو ننے اختلاف نقل کرنے کے بعد صاحب بدائع کے قول کو ترجیحی انداز میں ذکر کیا ہے اور یہ صراحت کی ہے کہ صاحب بدائع فرماتے ہیں: مشائخ کا قول ہے کہ ایسی روٹی ماکول اللحم جانور کے بجائے کتوں کو کھلایا جائے، ‘‘واختار الأول فی البدائع وجزم بہ بصیغۃ قال مشائخنا یطعم للکلاب’’ (البحر الرائق ۱۳۲،۱)۔

اسی طرح ماضی قریب کے مشہور محقق وفقیہ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ نے بھی اس کو ناجائز لکھا ہے، لکھتے ہیں:

‘‘ایسی غذا کی خریدوفروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں ہے’’ (احسن الفتاوی۱۲۶،۸)۔

ان نقول سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک معتبر قول یہی ہے کہ نجس اشیاء سے تیار کردہ ماکول اللحم جانوروں کو کھلانا درست نہیں، لیکن مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، کشاف القناع میں ہے:

‘‘ویجوز أن تعلف النجاسۃ الحیوان الذی لا یذبح قریباً أو لا یحلب قریباً’’ (کشاف القناع ۱۹۴،۶)۔

(جس جانور کو ابھی ذبح نہ کرنا ہو یا ابھی جس سے دودھ نکالنا نہ ہو تو اسے نجاست کھلانا جائز ہے)۔

اسی طرح شوافع کے نزدیک بھی ناپاک اشیاء پر مشتمل غذا ماکول اللحم جانوروں کو کھلانا جائز ہے، جیسا کہ علامہ نووی کی اس عبارت میں صراحت ہے:

‘‘لو عجن دقیق بماء نجس وخبزہ فہو نجس یحرم أکلہ ویجوز أن یطعمہ لشاۃ أو بعیر أو بقرۃ ونحوہا، نص علیہ الشافعیؒ’’ (المجموع ۲۹،۹)۔

(اگر ناپاک پانی سے آٹا گوندھ کر اس سے روٹی پکالی گئی، تو اس کا کھانا حرام ہے، او راسے بکری، اونٹ، گائے وغیرہ کو کھلانا جائز ہے، امام شافعیؒ نے اس کی صراحت فرمائی ہے)۔

درحقیقت ان حضرات کے پیش نظر وہ روایت ہے جو بخاری اور مسلم میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ او رصحابہ قوم ثمود کی بستی سے گذرے تو صحابہ کرام نے وہاں کے کنواں سے پانی لے کر اپنے برتنوں کو بھرلیا اور اس سے آٹا بھی گوندھ لیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس پانی کو بہانے کا حکم دیا اور گوندھے ہوئے آٹے کے بارے میں فرمایا کہ اسے کھانے کے بجائے اپنے اونٹوں کو کھلادیں (بخاری: ۳۳۷۹، مسلم: ۲۹۸۱)۔

لیکن اس حدیث سے استدلال تأمل سے خالی نہیں، اس لئے کہ یہاں اس آٹے کے

استعمال کی ممانعت اس لئے نہیں تھی کہ اس میں ناپاک پانی مل گیا، بلکہ اس کنویں کا پانیپاک تھا، اسی لئے علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ اس سے پاکی حاصل ہوسکتی ہے (عمدۃ القاری۱۵،۲۷۵)؛ البتہ اس مقام پر عذاب نازل ہونے کی وجہ سے انسانوں کے لئے اس پانی کے استعمال میں قباحت تھی، اور اس کا استعمال مناسب نہیں تھا، جیسا کہ مقام عذاب سے گزرنے کے وقت وہاں قیام کرنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی وہاں رک جائے اوراس مقام پر نماز ادا کرلے تو نماز صحیح ہوگی؛ کیونکہ اس مقام پر عذاب نازل ہونے کی وجہ سے وہاں رکنا تو مناسب نہیں لیکن چونکہ وہ جگہ پاک ہے اس لئے نماز درست ہوجائے گی، بابل میں جس جگہ پر عذاب نازل ہوا اس جگہ نماز کے بارے میں علامہ خطابی فرماتے ہیں:

''لا أعلم أحداً من العلماء حرم الصلاۃ فی أرض بابل'' (فتح الباری۱،۵۳۰)۔

(میں کسی ایسے عالم کو نہیں جانتا جس نے سرزمین بابل میں نماز پڑھنا حرام قرار دیا ہو)۔

الحاصل اس سلسلہ میں احناف کا نقطہ نظر بہتر معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ جانوروں کے چارے سے استنجاء مکروہ ہے جس مینیہی حکمت ہے کہ اس عمل سے جانوروں کی غذا ناپاک ہوتی ہے، حدیث میں ''روث '' سے استنجاء کی ممانعت کے ساتھ یہ وضاحت ہے کہ یہ جنات کے جانوروں کی غذا ہے، اور غذا کو ناپاک وخراب کرنا درست عمل نہیں ہے۔

ب: غذا چونکہ پیٹ میں جانے کے بعد تحلیل ہوجاتی ہے، اس لئے جس جانور کو ناپاک اشیاء سے تیار کردہ غذا دی گئی ہو، اگر اس غذا کی بدبو اور اس کے ظاہری اثرات اس میں ظاہر نہ ہوں تو اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''حل أکل جدی غذّی بلبن خنزیر لأن لحمہ لا یتغیر، وما غذّی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہ أثر'' (درمختار علی ہامش الرد ۶،۳۴۱)۔

(بکری کے اس بچے کو کھانا حلال ہے جسے خنزیر کا دودھ پلایا گیا ہو؛ اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا، اور جو چیز کھلائی گئی وہ ختم ہوجاتی ہے اس کا اثر باقی نہیں رہتا)۔

علامہ عثمان بن علی فخر الدین زیلعی لکھتے ہیں:

''أما التی تخلط بأن تتناول النجاسۃ والجیف، وتتناول غیرہا علی وجہ لا یظہر أثر ذلک فی لحمہا فلا بأس بہ'' (تبیین الحقائق ۶،۱۰)۔

(وہ جانور جو متفرق غذا کھاتا ہے، یعنی ناپاکی اور مردار کھاتا ہے اور دیگر چیزیں بھی کھاتا ہے، اور وہ ایسا ہے کہ ناپاکی اور مردار کا اثر اس کے گوشت میں ظاہر نہیں ہے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں)۔

البتہ اگر اس کی بدبو وغیرہ اس میں ظاہر ہو تو پھر یہ ''جلالہ'' (گندگی کھانے والے جانور) کے حکم میں ہے کہ جب تک پاک وصاف غذا کھا کر اس کی بدبو اور اثرات ختم

نہ ہوں اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

‘‘نہی رسول اللہﷺ عن لحوم الجلالۃ وألبانہا’’ (ابن ماجہ: ۳۱۹۸)۔

(رسول اللہﷺ نے جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) کے گوشت اور دودھ سے منع فرمایا)۔

‘‘ولا تؤکل الجلالۃ، ولا یشرب لبنہا؛ لأنہﷺ نہی عن أکلہا وشرب لبنہا، والجلالۃ ہی التی تعتاد أکل الجیف والنجاسات، ولا تخلط فیتغیر لحمہا فیکون منتناً، ولو حبست حتییزول النتن حلت’’ (تبیین الحقائق ۶،۱۰)۔

(گندگی کھانے والے جانور کا گوشت نہیں کھایا جائے گا اور نہ ہی اس کا دودھ پیا جائے گا؛ اس لئے کہ نبی کریمﷺ نے اس کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے، اور ‘‘جلالہ ’’ وہ جانور ہے جو مردار اور گندگیوں کے کھانے کا عادی ہو، اور دیگر چیزیں نہ کھاتا ہو جس کی وجہ سے اس کے گوشت میں تغیر آجاتا ہے اور وہ بدبودار ہوجاتا ہے، ایسے جانور کو اگر چند دنوں باندھ کر رکھا جائے تاکہ بدبو ختم ہوجائے تو پھر اس کا گوشت اور دودھ حلال ہے)۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

‘‘ولو حبست بعد ظہور النتن وعلفت شیئاً طاہراً فزالت الرائحۃ ثم ذبحت، فلا کراہۃ فیہا قطعاً’’ (المجموع ۹،۲۹)۔

(اگر بدبو کے ظاہر ہونے کے بعد اس جانور کو باندھ دیا گیا اور اسے پاک چارا کھلایا گیا، جس کی وجہ سے اس کی بدبو ختم ہوگئی، اس کے بعد اسے ذبح کیا گیا تو یقینا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے)۔

۵- غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال:

غذا کا مقصد انسان کو صحت وقوت فراہم کرنا ہے اور انسانی جان کا تحفظ ہے، اور غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال غذا کے اس بنیادی مقصد کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ مزاج شریعت کے بھی خلاف ہے؛ کیونکہ شریعت اسلامیہ میں انسانی جان کو ضرر پہنچانا ممنوع ہے، اس لئے غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال ممنوع ہوگا، البتہ اس کی ممانعت کا درجہ اس کے نقصان کی قلت وکثرت کے مطابق ہوگا، چنانچہ اگر وہ انسانی صحت وجان کے لئے بہت زیادہ نقصاندہ ہو اور ماہر اطباء کی تحقیق سے اس کا نقصاندہ ہونا ثابت ہوچکا ہو تو پھر اس کو غذائی مصنوعات میں شامل کرنا، اسے کھانا، کھلانا، اور اس کی خریدوفروخت کرنا، نص قرآنی: ‘‘لا تقتلوا أنفسکم’’، اور حدیث نبوی: ‘‘لا ضرر ولا ضرار’’ کی وجہ سے ناجائز ہوگا، جیسا کہ مضرت کی بنیاد پر فقہاء نے سگریٹ وغیرہ جیسی نقصاندہ چیزوں کا استعمال او ران کی خرید

وفروخت کو ممنوع لکھا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''ویمنع من بیع الدخان وشربہ'' (رد المحتار ۲۹۵،۵)۔

(دخان (حقہ ، سگریٹ) کی خریدوفروخت او راس کے پینے سے روکا جائے گا)۔

دار العلوم دیوبند کے ایک فتوی میں مذکور ہے:

''بلاوجہ سگریٹ نوشی مکروہ ہے، اور اگر مریض ہوجانے کا خطرہ ہو تو ناجائز ہے، او راگر جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو حرام ہے '' (آن لائن فتوی: ۴۶۷۶)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں مذکور ہے:

''یحرم أکل الشئ مہما کان نوعہ لأحد أسباب خمسۃ: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل '' (الموسوعۃ الفقہیہ۱۲۵،۲۵)۔

(کسی چیز کا کھانا چاہے وہ کسی بھی قسم کی چیز ہو پانچ اسباب میں سے کسی ایکسبب کی وجہ سے حرام ہوجاتا ہے، پہلاسبب یہ ہے کہ اس کی وجہ سے بدن یا عقل کو ضرر لاحق ہوتا ہو)۔

اوراگر اس میں نقصان کا صرف اندیشہ ہو یا معمولی قابل تحمل نقصان ہو تو پھر اس کو غذائی مصنوعات میں شامل کرنا، اسے کھانا، کھلانا اور اس کی خریدوفروخت جائز ہوگی، کیونکہ قاعدہ شرعیہ ہے:

''الأصل فی الأشیاء الإباحۃ ما لم یدل دلیل علی تحریمہ'' (اشیاء میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں جب تک کوئی دلیل ان کے حرام ہونے پر دلالت نہ کرے)۔

البتہ اندیشہ نقصان یا معمولی نقصان پائے جانے کی وجہ سے اس میں کراہت ہوگی، اور یہ کراہت کے باوجود جائز ہوگا، اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں کراہت ہونے کے باوجود شریعت اسلامیہ میں ان کو جائز مانا گیا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''ولا تنافی الکراہۃ الحل '' (رد المحتار ۳۳۸،۶) (کراہت کسی چیزکے حلال ہونے کے منافی نہیں)۔

۶- حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ اور مشینوں سے استفادہ:

جانوروں کے اجزاء کا استعمال موجودہ زمانہ میں روایتی کھانوں کے علاوہ مختلف غذائی مصنوعات، مشروبات اور استعمالی اشیاء کی تیاری میں کیا جانے لگا ہے، اور بہت سی مصنوعات ایسی ہیں جو لحمی اجزاء پر مشتمل ہوتی ہیں، اس لئے موجودہ دور میں ایسے اداروں کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ جو تحقیق کے بعد مصنوعات کے حلال ہونے کی تصدیق جاری کریں جن پراعتماد کرتے ہوئے امت مسلمہ لحمی اجزاء پر مشتمل مصنوعات کو استعمال کرسکے۔

تصدیق جاری کرنے والے اس ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ راقم السطور کی نظر میں اس طرح ہونا چاہئے:

(۱) اس ادارہ میں فقہی مسائل سے آگاہ اور حلال وحرام کے سلسلہ میں شریعت کے مزاج اور قوانین شریعت سے واقف افراد ہوں، جو شرعی قانون کے مطابق مصنوعات کی تحلیلی رپورٹ پر حکم شرعی جاری کرسکیں۔

(۲) اس ادارے میں طبی تحقیق کے ایسے ماہرین ہوں جو ان اشیاء کے طبی منافع ومفاسد کی تحقیق کرسکیں، تاکہ مضر صحت اشیاء سے انسانیت کا تحفظ ہوسکے اور ان پر حلال سرٹیفکٹ کا اجراء نہ ہوسکے۔

(۳)اس ادارے کے پاس جدید آلات سے آراستہ ایسی لیبارٹری ہو جس کے ذریعہ وہ مصنوعات کی تحقیق کرسکیں،یا اس کا کسی ایسی لیبارٹری سے ارتباط ہو جس کی تحقیق پر اعتماد کرنے میں شرعاً کوئی ممانعت نہ ہو۔

(۴) اس ادارہ میں مصنوعات کی تحلیل وتجزیہ سے باخبر ایسے افراد بھی ہوں جو ان اداروں کی براہ راست نگرانی کرسکیں جنہینیہ حلال سرٹیفکٹ جاری کرتے ہیں تاکہ ان کی نگرانی کی وجہ سے مصنوعات تیار کرنے والے ادارے بے احتیاطی اور لاپرواہی سے پرہیز کریں، ورنہ ماضی میں ایسا بہت ہوا ہے کہ سرٹیفکٹ لینے کے بعد ادارے اپنی مرضی سے مصنوعات تیار کرتے ہیں او رحلال سرٹیفکٹ کے اصول وضوابط کو نظر انداز کرتے ہیں، اور سرٹیفکٹ رکھنے کی وجہ سے صرف پیکٹ پر ‘‘حلال ’’ کا لیبل لگا دیتے ہیں، اس سلسلہ میں بہتر یہ ہوگا کہ اس کی نگرانی کرنے والے شخص کی تنخواہ مصنوعات تیار کرنے والی کمپنی کے بجائے حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارہ کے ذمہ ہو، تاکہ اس پر اس کمپنی کا کوئی دباؤ نہ ہو اور یہ آزادانہ طو رپر نگرانی کرسکیں۔ اور ان افراد کی نگرانی ایسی ہو کہ ان کی نظر اس شئی کی تیاری کے تمام مراحل پر ہو، کہ اس شئی میں ملائے جانے والے گوشت کو شرعی طور پر ذبح کیا جارہا ہے یا نہیں، اس شئی کی تیاری میں دیگر حرام اشیاء سے بچنے کا اہتمام ہے یا نہیں؟ اسی طرح اس کی پیکنگ وغیرہ میں احتیاطی تدابیر کا خیال رکھا جارہا ہے یا نہیں؟ ان کو پاک اجزاء سے تیار کردہ پیکٹ میں بند کیا جارہا ہے یا نہیں؟ وغیرہ، اس کی تیاری میں حفاظت صحت کے اصولوں کو پیش نظر رکھا جارہا ہے یانہیں؟ ظاہر سی بات ہے کہ اس کام کو اچھی طرح انجام دینے کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہوگی جو ان کاموں سے متعلقہ علوم وفنون اور ٹکنالوجی سے آراستہ ہوں جن کی نگرانی پر انہیں لگایا جارہا ہے۔

(۷) اس ادارے میں تحقیق وتفتیش اورنگرانی کے کاموں کو انجام دینے والے افراد دیندار مسلمان ہوں، تاکہ شبہات کا دروازہ بندہوسکے، او راسی میں احتیاط بھی ہے، اور حلال وحرام کے معاملہ میں احتیاط کی ضرورت بھی ہے، اور فرمان نبوی ہے:

‘‘خیر دینکم الورع’’ (المعجم الاوسط: ۳۹۶۰) (تمہارے دین کی بہتری پرہیزگاری ہے)۔

البتہ ان مصنوعات کے سلسلہ میں فقہی تصریحات کے مطابق کافر کے قول کو بھی

قبول کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ اگر کوئی غیر مسلم ہوٹل کا مالک یہ کہے کہ وہ حلال گوشت حاصل کرتا ہے تو فقہاء کے قول کے مطابق اس ہوٹل میں کھانے کی اجازت ہوگی، جیسا کہ اس جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے:

''ویقبل قول کافر ولو مجوسیاً قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل .... وأصلہ أن خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات.... ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃیعنی الحاصلین فی ضمن المعاملا ت لا مطلق الحل والحرمۃ'' (در مختار علی ہامش الرد ۶،۳۴۴)۔

(کافر اگرچہ کہ مجوسی ہو اس کا یہ قول قبول کیا جائے گا کہ میں نے یہ گوشت کسی کتابی سے خریدا ہے، تو یہ گوشت حلال ہوگا، .... اور قاعدہ یہ ہے کہ کافر کی خبر معاملات میں بالاتفاق مقبول ہے دیانت میں مقبول نہیں ہے .... اور کافر کا قول اس حلت وحرمت میں مقبول ہے جو معاملات کے ضمن میں ہو (یعنی اس کا قول معاملات میں قبول کیا جائے اور پھر معاملات میں قبول کرنے کی وجہ سے ضمنی طو رپر حلت وحرمت بھی ثابت ہوجائے)، لیکن مطلق حلت وحرمت میں قبول نہیں کیا جائے گا)۔

بہرحال اس زمانہ میں اپنے مفاد کی خاطر مسلمان جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے تو کافر کا کیا بھروسہ؟!! او رایسے ہی واقعات ہیں کہ حقیقت اقرار کے برعکس پائی گئی، اس لئے بہرحال اس میں احتیاط ضروری ہے۔

مصنوعات کے سلسلہ میں بہت سی معلومات ایسی ہیں جن کو مشینوں کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، مصنوعات کی تحلیل وتجزیہ میں مشینوں سے استفادہ ایک ناگزیر ضرورت ہے، اور بہت سے جدید مسائل میں مشینوں اور آلات سے حاصل ہونے والی معلومات کو مقبول مانا گیا ہے، جیسے حدود وقصاص کے علاوہ دیگر جرائم کے ثبوت میں ڈی این اے ٹسٹ کی رپورٹ مقبول ہے، اسی طرح نسب کے ثبوت کے لئے اگر واضح شرعی ثبوت نہ ہو تو ڈی این اے ٹسٹ کے ذریعہ نسب متعین کرنا درست ہے(نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ۲۱۶)، اس لئے مصنوعات کی تحلیل وتجزیہ میں مشینوں سے مدد لینا درست ہوگا، اور ان سے حاصل ہونے والی معلومات قابل قبول ہونگی۔

خلاصہ:

(۱)اگر پیداوار کی زیادتی کی غرض سے مصنوعی کیمیائی کھادوں اور کیڑے مار ادویات اور کیمیائی اجزاء کے استعمال سے انسانی غذا میں ایسی سمیت پیدا ہوتی ہو جس سے انسانی جان اور صحت کو بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہو، اور مہلک امراض پیدا ہوتے ہوں تو ان کا استعمال جائز نہیں ہے، اور اگر ان کے استعمال سے انسانی جان وصحت کو نقصان نہ پہنچتا ہویا صرف معمولی نقصان ہوجو قابل تحمل ہو تو پھر اس کے استعمال کی گنجائش ہے، البتہ معمولی قابل تحمل نقصان کی صورت مینیہ کراہت کے ساتھ جائز ہوگا۔

(۲)ترکاریوں اور پھلوں کے حجم کو بڑھانے، ان کو پکانے اور خوشنما بنانے کے

لئے کیمیکل کا استعمال درست نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں ضرر بھی ہے اور دھوکہ بھی، البتہ اگر ضررسے خالی ہو تو حجم اور لذت وغیرہ کے بڑھانے کی غرض سے اس کا استعمال جائز ہے، لیکن صرف ظاہری طور پر اس کو خوشنما بنانے اور خریدار کی نظر میں اس کو مقبول بنانے کی غرض سے کیمیکل کا استعمال درست نہیں ہے؛ کیونکہیہ دھوکہ ہے جو کہ جائز نہیں۔

(۳)دودھ میں اضافہ کی غرض سے جانور کو انجکشن دینا جائز ہے، بشرطیکہیہ نقصان اور مہلک امراض کے پیدا ہونے کا سبب نہ بنتا ہو، اور اگر ماہرین ومتخصصین کے بقول اگر انجکشن سے حاصل کردہ دودھ یقینی طور پر مہلک امراض پیدا کرنے کا سبب بنتا ہو تو پھر انجکشن سے دودھ میں اضافہ درست نہیں ہے۔

(۴) الف: نجس اور مردار اشیاء سے جانوروں کی غذا ودوا کی تیاری میں اگر نجس ومردار اشیاء کی حقیقت تبدیل ہوجاتی ہو تو ایسی غذائیں اور دوائیں ماکول اللحم جانوروں کو کھلانا جائز ہے، اور اگر حقیقت تبدیل نہ ہوتی ہو تو پھر ایسی غذائیں اور دوائیں ماکول اللحم جانور وں کو کھلانا جائز نہیں۔

ب:جن جانوروں کی غذامیں گندی اور ناپاک چیزیں شامل ہوں ان کا گوشت کھانا جائزہے، بشرطیکہ ناپاک غذا کااثر اور اس کی بدبوگوشت میں ظاہر نہ ہوئی ہو، اگر ظاہر ہوگئی ہو تو پھر چند دنوں اچھی غذا کھلانے کے بعد جب بدبو اور ناپاک اشیاء کے اثرات ختم ہوجائیں تو اس کو کھانا حلال ہے۔

(۵)غذائی مصنوعات میں ایسی مضر صحت اشیاء کا استعمال جائز نہیں ہے جن سے انسانی جان اور صحت کو خطرات لاحق ہوں، اور اس کے غیر معمولی منفی اثرات کھانے والوں پر پڑتے ہوں، اسی طرح ان کا کھانا کھلانا اور ان کی خریدوفروخت بھی ناجائز ہے، البتہ اگر معمولی قابل تحمل مضرت لاحق ہوتا تو یا صرف مضرت کا اندیشہ ہو تو ان کا استعمال او ران کی خریدوفروخت کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

(۶) حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والا ادارہ علماء، حلال وحرام سے متعلق قانون شریعت سے واقفیت رکھنے والوں، طبی تحقیق کرنے والوں اور مصنوعات کی نگرانی کرنے والوں پر مشتمل ہو، مصنوعات کی مسلسل نگرانی کا انتظام ہو، اور تحلیل وتجزیہ اور تفتیش کرنے والے تمام افراد دیندار مسلمان ہوں، البتہ مصنوعات کے سلسلہ میں کافرکا قول بھی معتبر ہے، اور مشینی معلومات بھی قابل قبول ہیں۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی•

جس طرح حرام اشیاء سے بچنا ضروری ہے اسی طرح صحت کے لئے مضر اور اخلاق وکردار کش چیزوں سے دور رہنا اور دوسروں کو دور رکھنا ضروری ہے، خبائث اس لئے حرام کئے گئے کہ ان کے اثرات بد سے انسان کا باطن متاثر ہوتا ہے، اسی طرح ضرر رساں اشیاء کا اثر انسان کے جسم وجان پر پڑتا ہے، اسی لئے متعدد نصوص میں اللہ تعالی نے ضرر کو بنیاد بتاکر بہت سے احکام سے منع کردیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''لا تمسکوہن ضراراً لتعتدوا'' (بقرہ: ۲۳۱) (نہ روکے رکھ ان کو ستانے کے لئے تاکہ ان پر زیادتی کرو)۔

''لا تضاروہن لتضیقوا علیہن'' (طلاق: ۶) (ان کو تنگ کرنے کے لئے تکلیف مت پہنچاؤ)۔

''لا تضار والدۃ بولدہا'' (بقرہ: ۲۳۳) (کسی والدہ کو اس کے بچے کے سبب تکلیف نہ پہنچائی جائے)۔

حضورﷺ نے بھی ایک حدیث میں جس کو موطا مالک میں مرسلاً ابن ماجہ ودارقطنی وغیرہ میں مسنداً سند حسن کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ارشاد فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار'' (الاشباہ لابن نجیم۱؍۲۵۰، قاعدہ خامسہ ، الضرر یزال، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷؍۵۵۱۱) (نہ تو ضرر پہنچانا ہے اور نہ ضرر اٹھانا ہے)۔

بعد میں فقہاء نے اس حدیث کو ''اصل کلی '' قرار دیا، اس قاعدہ نے بہت سے قضایا کو حل کرنے میں مدد کی ہے، مثلاً بیع وشراء میں خیار کے اثبات سے عدم آگاہی کی بنا پر ہونے والے نقصانات کی تلافی کرنا، شفعہ میں ضرر جار، یا تقسیم کے ضرر سے بچانا، حدود وقصاص میں انسانی معاشرے کو بدنظمی ولا قانونیت کی لعنت سے محفوظ رکھنا مقصود ہوتا ہے، ان کے علاوہ بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں قاعدہ مذکورہ سے ہدایت لی گئی ہے۔

اسی بنا پر مطلق ضرر خواہ انسان کو اپنے فعل سے لاحق ہویا دوسرے کی تعدی سے سب کو حرام کردیا گیا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''یکرہ الأکل فی نحاس أو صفر ....ثم قید النحاس بالغیر المطلی بالرصاص.... لأنہ

• استاذ حدیث مدرسہ حسنیہ کایم کلم، کیرالہ۔

یدخل الصدأ فی الطعام فیورث ضرراً عظیماً وأما بعده فلا" (شامی۵،۲۴۱ کتاب الحظر والاباحہ، رشیدیہ پاکستان)(تانبا یا پیتل کے برتن میں کھانا مکروہ ہے.... تانبا مینیہ قیدہے کہ رانگ سے پالش کیا ہوا نہ ہو، اس لئے کہ کھانا میں زنگ داخل ہوجائے گا تو ضرر عظیم پیدا کرے گا، اگر اس کے بعد ہو تو مکروہ نہیں ہے)۔

اسی طرح کسی کے فعل سے دوسرے کو ضرر ہوتا ہے تو یہ بھی تعدی ہے جو کہ جائز نہیں، ہدایہ وغیرہ میں مسئلہ ہے کہ ایک آدمی راستے میں بیت الخلا بنواتا ہے تو راستہ کے ہر راہ گیر کو حق ہے کہ اس کو توڑ دے، یہ اس وقت ہے جب کہ چلنے والوں کو ضرر ہو، ورنہ بنوانے والااس سے منتفع ہوسکتا ہے۔

''یسع للذی عملہ أن ینتفع بہ ما لم یضربالمسلمین؛ لأن لہ حق المرور ولا ضرر فیہ فیلحق ما فی معناہ بہ إذ المانع متعنت فإذا أضر بالمسلمین کرہ لہ، ذلک لقولہ علیہ السلام: لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام" (ہدایہ۴،۴۹۷، کتاب الدیات، باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق)۔

(بنانے والے کے لئے اس سے اس وقت تک انتفاع جائز ہے جب تک مسلمانوں کو ضرر نہ پہنچائے، اس لئے کہ اس کو چلنے کا حق ہے اور اس میں ضرر نہیں ہے، پس مرور کے ہم معنی ہوجائے گا، کیوں کہ اس سے روکنے والا متعنت ہے لہذا جب مسلمانوں کو ضرر پہنچائے تو مکروہ ہے؛ اس لئے کہ حضورﷺ کا ارشاد ہے: ''لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام" ۔

لیکنیہ تعدی اسی وقت سمجھا جاتا ہے جبکہ اپنی ملکیت میں نہ ہو، اگر انسان اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے اور اس سے کسی کو ضرر ہوجاتا ہے تو ممنوع نہیں سمجھا جاتا ہے، عالمگیری میں ہے:

''وتصرف المالک فی ملکہ لا یتقید بشرط السلامۃ'' (عالمگیری۵،۳۹۸، کتاب الشرب، الباب الثالث فیمایحدثہ الانسان الخ) (مالک کا اپنی ملکیت میں تصرف کرنا اس شرط کے ساتھ مقید نہیں ہوتا کہ دوسرے کو ضرر نہ ہو)۔

اسی وجہ سے ایک انسان اگر راستہ پر پتھر رکھتا ہے یا کنواں کھودتا ہے اور اس میں کوئی گر کر ہلاک ہو جاتا ہے تو قتل بالسبب تصور کیا جاتا ہے، نیز تعدی کی بنا پر دیت واجب کی جاتی ہے، لیکن اپنی خاص ملک مینیہی عمل ہوتو ظلم متعدی نہیں ہوتا ہے (ہدایہ۴،۶۰۰، کتاب الدیات، باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق)۔

لیکن فقہاء نے بعض ایسی صورتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جس میں انسان اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے، اور دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے تو ظلم وتعدی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

''إذا مال الحائط إلی طریق المسلمین فطولب صاحبہ بنقضہ وأشہد علیہ فلم ینقضہ فی مدۃیقدر علی نقضہ حتی سقط ضمن ما تلف بہ من نفس أو مال" (ہدایہ۴،۶۰۳، کتاب الدیات باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق) (مسلمانوں کے راستے کی طرف دیوار جھک گئی، پس

دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا گیا کہ اس کو توڑ دو، او راس پر گواہ بنالیاگیا، لیکن اتنا ٹائم ملنے کے باوجود کہ اس میں توڑ سکتا تھا نہیں توڑا یہاں تک کہ وہ گرگئی تو جو جان یا مال کا ضیاع ہوا ہے اس کاضمان دینا ہوگا)۔

یہ اس وقت ہے جب کہ اپنی ملک خاص میں بنایا ہو، اور بناتے وقت دیوار بالکل سیدھی ہو بعد میں جھک گئی ہو، اگر شروع سے ہی جھکی ہوئی دیوار بنائی تو ضامن ہوگا۔

ایک شریک ہے، دوسرا شریک موجود نہیں، اگر مکمل حصہ مشترک میں کاشت کرتا ہے تو ضرر کا اندیشہ ہے تو وہ اپنے حصے کی زمین میں بھی کاشت نہیں کرسکتا۔

''إن علم أن الزرع ینقصہا أو الترک ینفعہا ویزیدہا قوۃ لیس أن یزرع شیئاً منہا '' (عالمگیری۵٫۲۵۵، کتاب المزارعہ، الباب العاشر فی زراعۃ أحد الشریکین) (اگر معلوم ہو کہ زراعت، زمین میں نقص پیدا کرے گی،یا کاشت نہ کرنا نفع بخش ہوگا یا زمینی طاقت میں اضافہ ہوگا تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی بھی حصہ میں زراعت کرے)۔

دیوار والے مسئلہ میں ضرر عام تھا، لیکنیہاں ضرر خاص ہے، دونوں ہی جگہ زمین اپنی ملک ہے پھر بھی تصرف کی اجازت نہیں۔

اس کے برخلاف بعض ایسی جزئیات بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ملک میں خواہ دوسرے کا ضرر ہی کیوں نہ ہو تصرف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

''لو أحرق کلأ أو حصائد فی أرضہ فذہبت النار یمیناً وشمالاً وأحرقت شیئاً لغیرہ لم یضمنہ لأنہ غیر متعدٍ فی ہذا التسبیب، فإن لہ أن یوقد النار فی ملک نفسہ مطلقاً۔

قال بعض مشایخنا ہذا إذا کانت الریاح ہادئۃ حین أوقد النار، فأما إذا أوقد النار فییوم ریح علی وجہ یعلم أن الریح تذہب بالنار إلی ملک غیرہ فإنہ یکون ضامناً'' (عالمگیری۵٫۳۹۸ کتاب الشرب، الباب الثالث فیمایحدثہ الإنسان وما یمنع عنہ وما لا یمنع) (اگراپنی زمین میں گھاس یا کٹی ہوئی کھیتی جلایا پس آگ دائیں بائیں پہنچ کر دوسرے کی کوئی چیز جلا دی تو اس کا ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ اس کا سبب بننے میں متعدی نہیں ہے؛ کیونکہ اس کے لئے جائز ہے کہ اپنی ملک میں مطلقاً آگ روشن کرے۔

بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اس وقت ہے جب کہ ہوا جس وقت آگ جلایا ہے اس وقت ٹھہری ہوئی ہو، بہرحال آگ جلاتے وقت ایسی ہوا ہے جو بالیقین آگ کو دوسرے کی ملک میں لے جائے گی تو ضامن ہوگا)۔

ان متضاد عبارتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کا تعلق تسبب للخیر والشر سے ہے، خیر کا سبب ہونے پر انسان کو ثواب ہوتا ہے اور شر کی صورت میں وزر وگناہ، جس کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے: ''من یشفع شفاعۃ حسنۃیکن لہ نصیب منہا ومن یشفع شفاعۃ سیئۃیکن لہ کفل منہا'' (نساء: ۸۵)۔

تعاون علی الاثم وتسبب للضرر کی تفصیل:

لیکن ہر سبب نہ تو ممنوع ہے او رنہ ہر سبب مباح ہے ورنہ تو ہر کاشت کار گنہ گار ہوگا، اس لئے کہ اس کی کاشت سے فاسق وفاجر بھی انتفاع کرتے ہیں اور فسق وفجور میں منہمک ہوتے ہیں،یہ ایسے ہی ہے جیسے ہر تعاون نہ تو خیر ہے اور نہ ہر قسم کی اعانت کی اجازت ہے، بلکہ ہر ایسا عمل جو حقیقۃًیا حکماً معصیت کی اعانت ہو وہ ممنوع ہے، حقیقۃً وحکماً کا مطلب جس کو اصحاب بصیرت علماء نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا استعمال معصیت کے لئے متعین ہو یا بنیت معصیت اس عمل کو انجام دیا گیا ہو۔

''حاصل ما قلنا کلہ: إن الإعانۃ علی المعصیۃ لا تتحق إلا بنیۃ الإعانۃ حقیقۃً أو حکماً بأن یصرح بقصد المعصیۃ سواء قصدہا أولاً، أو کان المحل مخصوصاً بالمعصیۃ لا یستعمل إلا فیہا'' (احکام القرآن للتھانوی۳،۷۸، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)۔

(خلاصہ یہ کہ معصیت پر اعانت اس وقت متحقق ہوگی جب کہ حقیقۃًیا حکماً اس کی نیت ہو، اس کی صورت یہ ہے کہ معصیت کے ارادہ کا اظہار کیا جائے خواہ نیت ہو یا نہ ہو، یا وہ محل معصیت کے لئے ہی مخصوص ہو کہ اس کے علاوہ میں استعمال نہ ہو)۔

اسی طرح سبب کا حال ہے، اگر سبب قریب ہے خواہ محرک وجالب ہو یا محرک وجالب نہ ہو ہر دو صورت قابل اجتناب ہے، محرک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسبب کا یہ عمل نہ ہوتا تو مجرم اس جرم کا ارتکاب نہیں کرتا، غیر محرک یہ ہے کہ معصیت کا ارادہ رکھنے والو نکی اعانت ہورہی ہے، جیسے آمادہ قتل کے ہاتھ میں تلوار دینا قتل کا ایسا سبب نہیں ہے کہ اگر یہ نہیں دیتا تو کوئی اور دینے والا نہیں تھا، مگر اس کا دینا قتل کے لئے معین ومددگار ثابت ہوا ہے۔

فقہاء نے ان دونوں صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے، اگر سبب محرک ہے تو اس کا حکم حرمت کا ہے، اگر غیر محرک ہے تو اس کی دوصورت ہے، اس معصیت کے ارتکاب میں کچھ اور بھی عمل کرنا پڑتا ہے یا بعینہ اس شئی سے معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے جیسے تلوار کے دینے میں نفس تلوار سے قتل انجام پاتا ہے، لیکن لوہا بیچنے میں پہلے اس کو ہتھیار بنانا ہوگا پھر قتل کا جرم ہوگا، اگر بعینہ اس شئی سے ارتکاب جرم ہورہا ہے تو ایسا سبب مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے (ماخوذ ومستفاد: احکام القرآن للتھانوی۳،۷۸۔۸۱ الکلام فی التسبب للمعصیۃ، مطبوعہ کراچی)۔

(۱) پیداوار بڑھانے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال:

مندرجہ بالا تقریر کی روشنی میں کاشتکاری کے اس اہم باب کو سلجھایا جاسکتا ہے، پیداوار میں اضافہ تو ایک طبعی تقاضا ہے، رسول اللہ ﷺ جس وقت مدینہ تشریف لائے تو لوگ کھجوروں کی تابیر وتلقیح کیا کرتے تھے اس سے پیداوار میں اضافہ بھی ہوتا تھا اور

کھجوریں ذائقہ دار ومزیدارہوجاتی تھیں، رسول اللہﷺ نے اولاً منع کیا مگر بعد میں اس کی اجازت مرحمت فرمائی (مشکوۃ ۲۸٫ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ بحوالہ مسلم شریف)۔

لیکن مال ودولت کی ہوس اور کثرت طلبی کے جذبے نے انسانوں کو پیداوار بڑھانے کا ایسا خوگر بنایا کہ کسی بھی حد کا پاس ولحاظ باقی نہ رہا، اب یہ فکر نہیں کہ اس سے خود اس کو بھی نقصان ہونے والا ہے اور دوسروں کے لئے بھی ضرر بلکہ مہلک امراض کا شکار ہونے کا خوف وخطرہ ہے، بلکہ ذہنیت تو یہاں تک پلید ہوچکی ہے جس پیداوار کو فروخت کرنے کا ارادہ ہو اس میں ایسے کیمیکل کی مقدار خود کو کھانے کے لئے پیداوار کی بنسبت زیادہ ہوتی ہے، یہ بات ٹھیک ہے دوسروں کا اضرار مقصود نہیں ہوتا ہے، مگر نتیجتاً اضرار کا ارتکاب ہو ہی جاتا ہے، اس لئے سبب کی حد تک ماننا ہی پڑے گا کہ وہ بھی اس ضرر میں شریک وسہیم ہے، اگر وہ سبب محرک نہ بھی تسلیم کیا جائے کیوں کہ ا س کی اپنی ملک میں تصرف ہے دوسرے کو لینے پر مجبور کیا بھی نہیں جاسکتا مگر سبب غیر محرک ہونے میں شبہ نہیں، پھر پیداوار کی دونوعیت ہوتی ہے، ایک تو بعینہ اسی کو کھایا جاتا ہے جیسے پھلوں کا معاملہ ہے، اور عام طور پر غذائی اشیاء پکا کر کھائی جاتی ہے، آگ پر چڑھنے کے بعد اس کی سمیت میں فرق پڑتا ہے یا نہینیہ تو ماہرین اور ارباب دانش کی تحقیق کا میدان ہے،مگر لگتا یوں ہے کہ آگ پر چڑھنے کے بعد اس کی سمیت اور زہریلا پن میں ضرور فرق پڑتا ہے؛ اس لئے کہ بہت سی چیزیں ہیں جن کا ضرررساں ہونا سب کو معلوم ہے لیکن پکا کر کھائی جاتی ہیں اس لئے اس کو حرام نہیں کیا گیا، مثال کے طور پر کتے کے کاٹنے پر انسان کے جسم میں زہریلا اثر ایسا پھیلتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد انسان جسمانی لحاظ سے بے کار ہوجاتا ہے، حدیثوں میں اس مرض کو ‘‘کلب ’’ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس کی اثر انگیزی کو مشبہ بہ بنایاگیا ہے (مشکوۃ ۳۰٫، کتا ب الاعتصام بالکتاب والسنہ، فصل ثانی)۔

مگر شکاری کتے کا پکڑا ہوا شکار بغیر ذبح کئے ہوئے اور عام کتے کا شکار ذبح کرنے کے بعد کھانے کی اجازت غالباً اس وجہ سے ہے کہ اس کی سمیت آگ پر چڑھنے کے بعد زائل ہوجاتی ہے۔

اسی طرح سانپ کے زہر کو کون نہیں جانتا، اگر ڈس لے اور فوری علاج نہ ہو تو ڈسا ہوا شخص مر بھی جاتا ہے، مگر عالمگیری میں ایک جزئیہ ہے:

‘‘ولو لدغت حیۃ سمکۃ فی الماء فقتلتہا .... أکلت ’’ (عالمگیری۴۲۹٫۵ کتاب الصید، الباب السادس فی صید السمک) (اگر کوئی سانپ کسی مچھلی کو ڈس لے پس اس کو قتل کردے تو کھائی جاسکتی ہے)۔

بہرحال اس سے معلوم ہورہا ہے کہ آگ میں زہر کو زائل کرنے میں خاص تاثیر پائی جاتی ہے، اس لئے غذائی وخوردنی اشیاء جن کو پکا کر کھانے کا رواج ہے لیکن

ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق اگر اس میں بھی زہریلا مادہ ہے تو سبب محرک کی دوسری قسم ہے جس کو کم ازکم مکروہ تنزیہی کے دائرے میں رکھنا ہوگا، لیکن تحقیق وریسرچ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ اس سے مہلک امراض پیدا ہونا ظن غالب ہے تو مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہوگا، اس لئے کہ اپنا فائدہ کرکے دوسروں کے لئے ضرر کا سامان کرنا ہرگز جائز نہیں ہوگا، اس کی روک تھام کی جتنی بھیکوشش ہوکی جانی چاہئے۔

ہاں جو پیداوار از قبیل فواکہ یا بعینہ کھائی جانے والی سبزیاں ہوں تو اس کی کاشت میں ایسے کیمیکل کااستعمال جس سے بعد میں بڑی بیماری پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہو مکروہ تحریمی ہوگا، واللہ اعلم۔

(۲) پھلوں کو خوشنما بنانے یا قبل ازوقت پکانے کے لئے کیمیکل کا استعمال:

جس طرح زمین کی کاشت کرنے میں ایسی زہریلی کھاد ودوائیوں کا استعمال ممنوع ہوگا جن سے بعد میں مہلک امراض کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، پھلوں اور ترکاریوں کے نمو میں اضافہ کی غرض سے ایسی چیزوں کا استعمال بھی حد ممانعت میں آئے گا، کیمیکل سے پکائے گئے ایسے پھلوں کے استعمال سے مہلک امراض کا لاحق ہونا ناگزیر ہے یا لوگوں کے تجربات وتحقیقات سے مظنون بظن غالب ہو تب تو مکروہ تحریمییا حرام ہے، لیکن ضرر کا صرف اندیشہ ہے فی نفسہ نفع وفائدہ زیادہ محسوس ہو رہا ہے تو کراہت تنزیہی ہوگی۔

سبزی وترکاری کا مسئلہ بھی زمین کی کاشت کی طرح ہوگا کہ اگر پکا کر کھائی جانے والی سبزی ہے تو ظاہر یہی ہے کہ آگ اس کی سمیت کو زائل کردے گی پھر بھی مضرت کا تحقق ہوجاتا ہے تو کم ازکم مکروہ تنزیہی ضرور ہے الا یہ کہ مضرت کا تحقق یقینی ہوجائے تو حرام کے دائرے میں آئے گا، اگر وہ سبزیاں بعینہ کھائی جانے والی ہے جو زہریلا مادہ کے ملنے کی وجہ سے زہر آلود ومسموم ہوگئی تو پھلوں کی طرح اس کا حکم بھی مکروہ تحریمی ہوگا۔

(۳) جانوروں کا دودھ نکالنے کے لئے انجکشن کا استعمال:

آج کل تو دودھ کی افزائش یا دودھ اتارنے کا اصل ذریعہ غیر فطری ہی ہوگیا ہے، جتنے فارم ہیں ان میں انجکشن کے ذریعہ ہی دودھ نکالا جاتا ہے، اکثر حضرات کو ایسا ہی دودھ نصیب ہوتا ہے، خالص وپیور دودھ تو اب کم یاب ہوچکا ہے، مگر تجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ نفع کی مقدار نقصان کی بنسبت زیادہ ہے، صرف اس کلیہ کے پیش نظر کہ یہ غیر فطری ذریعہ مضر صحت ہے ناجائز وحرام نہیں کہا جاسکتا ہے، البتہ ترغیب دی جائے گی کہ ایسا عمل اختیار کیا جائے جو فطرت کے موافق ہو، بعض اوقات تو جانور کا دودھ بغیر انجکشن اترتا ہی نہیں ہے، ظاہر ہے ایسی جگہ دودھ نکالنے کے لئے سوائے اس طریقہ کے اور کیا ہوگا، ہاں تحقیق ہوجائے خواہ یہ تجربہ سے ہو یا ریسرچ سے کہ اس

قسم کے انجکشن سے نکالا ہوا دودھ مضر صحت ثابت ہورہا ہے، تو پھر ممانعت کا پہلو اختیار کیا جائے گا۔

(۴) پولٹری فارم میں پرورش پانے والے جانوروں کو حرام اشیاء کی غذا فراہم کرنا:

جس چیز کا خود استعمال کرنا جائز نہیں ہے، جانوروں اور غیر مکلف کو بھی دینا جائز نہینہے، اس سلسلہ میں صراحت کے ساتھ فقہی عبارت بھی ہے:

''یکرہ أن یلبس الذکور من الصبیان الذہب والحریر لأن التحریم لما ثبت فی حق الذکور وحرم اللبس حرم الإلباس کالخمر، لما حرم شربہ حرم سقیہ'' (ہدایہ۴،۴۵۶، کتاب الکراہیہ، فصل فی اللبس)۔

(مکروہ ہے کہ بچوں کو سونا اور ریشم پہنائے، اس لئے کہ مذکر کے حق میں جب حرمت ثابت ہوگئی اور پہننا حرام ہوگیا تو پہنانا بھی حرام ہوگا جیسے خمر کا پینا حرام ہے تو پلانا بھی حرام ہے)۔

''ولا أن یسقی ذمیاً ولا أن یسقی صبیاً للتداوی والوبال علی من سقاہ، وکذا لا یسقیہا الدواب وقیل: لا تحمل الخمر إلیہا، أما إذا قیدت إلی الخمر فلا بأس بہ کما فی الکلب والمیتۃ'' (ہدایہ۴،۴۹۴، کتاب الاشربہ) (اور جائز نہیں ہے کہ شراب کسی ذمی کافر کو یا کسی بچے کو بغرض علاج ہی پلائے، وبال پلانے والے پر ہوگا، اسی طرح جانوروں کو بھی نہ پلائے، اور کہا گیا ہے کہ خمر ان جانوروں کے پاس لے کر بھی نہ جائے، البتہ ان جانوروں کو خمر کے پاس باندھ دیا گیا تو حرج نہیں جیسا کہ کتا اور میتہ میں)۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پولٹری فارم میں محض زود افزائش کی خاطر یا پرگوشت بنانے کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان کو حرام اشیاء کھلایا جائے، البتہ حیلہ کیا جاسکتا ہے کہ کسی جگہ ان حرام اشیاء کو رکھ دیا جائے پھر ان جانوروں کو ادھر ہنکا دیا جائے، تاکہ وہ ان کو کھالیں تو گنجائش ہوگی۔

(ب) فارموں میں حرام اشیاء سے پلنے والے جانورونکا حکم :

اب مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ ان جانوروں کا کیا حکم ہوگا جن کی پرورش میں حرام اشیاء کا عنصر موجود ہوتا ہے، تو اس سلسلہ میں بہت سی نظیریں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو کھانے میں شرعی قباحت نہیں اس لئے کہ وہ پیٹ میں جاکر تحلیل ہوجاتی ہیں اور اپنی حقیقت وماہیت کو تبدیل کرلیتی ہیں الا یہ کہ ان اشیاء کی بوگوشت وپوست میں پیدا ہوجائے تو اتنی مدت تک ایسی غذائیں کھلائی جائینگی کہ بوختم ہوجائے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''ولایحل حیوان مائی إلا السمک الذی مات بآفۃ ولو متولداً فی ماء نجس فلا بأس بأکلہا لحلہ بالنص وکونہ یتغذی بالنجاسۃ لا یمنع حلہ '' (شامی۵،۲۱۵ کتاب الذبائح، رشیدیہ پاکستان) (پانی کے حیوانات میں سے صرف وہ مچھلی جائز ہے جو آفت کی وجہ سے مری ہو، اگر

ناپاک پانی میں پیدا ہوئی ہو تو اس کے کھانے میں حرج نہیں ہے، اس لئے کہ نص نے حلال کیا ہے، نیز اس کا نجاست سے غذا حاصل کرنا حلت کے لئے مانع نہیں ہے)۔

اسی طرح خشکی کے جانور کے بارے میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

''کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر، لأن لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہ أثر'' (شامی۵؍۲۴۰ کتاب الحظر والاباحہ، رشیدیہ پاکستان) (جس طرح بکری کے اس بچے کو کھانا حلال ہے جس کی خنزیر کے دودھ سے پرورش ہوئی ہے اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا ہے، اور جو غذا دی گئی ہے وہ تحلیل ہوچکی ہے اس کا اثر باقی نہیں رہا)۔

عالمگیری میں ہے:

''ولو اعتادت شرب الخمر وصارت بحال توجد رائحۃ الخمر منہا ففی الشاۃ تحبس عشرۃ أیام'' (عالمگیری۵؍۴۱۱، کتاب الاشربہ ، الباب الاول) (اگر بکری شراب پینے کی عادی ہو او رایسی ہوگئی ہو کہ شراب کی بو اس میں پائی جاتی ہو تو بکری کو دس دنوں تک محبوس رکھا جائے گا)۔

دس دنوں کی قید حتمی ویقینی نہیں ہے، جتنے دنوں میں اس کی بدبو زائل ہوجائے اتنے دنوں تک روکے رکھنا ضروری ہوگا۔

''قال السرخسی: الأصح عدم التقدیر وتحبس حتی تزول الرائحۃ المنتنۃ'' (شامی۵؍۲۱۵ کتاب الذبائح، رشیدیہ پاکستان) (سرخسی فرماتے ہیں: اصح یہ ہے کہ کوئی مقدار متعین نہیں ہے، اسے محبوس رکھا جائے یہاں تک کہ بدبوختم ہوجائے)۔

اس سے مسئلہ کا حکم معلوم ہوتا ہے کہ ایسے جانوروں کی حلت میں فرق نہیں پڑتا ہے، ہاں بدبو ہی پیدا ہوجائے تو پھر اس اثر کو ختم کرنے کے بعد اجازت ہوگی۔

(۵) مضر اشیاء کی خریدوفروخت کرنے نیز کھانے وکھلانے کا حکم:

جس چیز کو خود نہیں کھا سکتا ہے دوسروں کو بھی نہیں کھلاسکتا ہے، نیز ہر ایسی چیز جو شریعت میں حلال ہو اور صحت وعقل کے لئے مضر نہ ہو کھانا جائز ہے، اگر کسی چیز کے کھانے سے صحت متاثر ہوتی ہے یا عقل میں فتور آتا ہے تو ایسی چیزوں کے استعمال سے شریعت میں روکا گیا ہے، خواہ اس کے دوسرے منافع ہوں جن کی بنا پر بیع وشراء کی اجازت ہو، البتہ ایسی چیزوں سے نقصان کا خطرہ فی الحال تو نہیں مگر آئندہ چل کر اندیشہ ہے کہ ضرر ہوگا، تو بہتر نہیں ہے کہ ایسی چیزوں کو استعمال کرکے آئندہ کے لئے اپنی صحت کو برباد کرے، عالمگیری مینایک جزئیہ ہے، جس سے یہی مستفاد ہوتا ہے:

''أکل الطین مکروہ .... ذکر شمس الأئمۃ الحلوانی فی شرح صومہ: إذا کان یخاف علی نفسہ أنہ لو أکلہ أورثہ ذلک علۃ أو آفۃ لا یباح لہ التناول، وکذلک ہذا فی کل شئ سوی الطین، وإن کان یتناول منہ قلیلاً أو کان یفعل ذلک أحیاناً لا بأس بہ کذا فی المحیط'' (عالمگیری ۵؍۳۴۰، کتاب الکراہیہ، الباب الحادی عشر فی الکراہیۃ فی الأکل وما یتصل بہ) (مٹی کا کھانا

مکروہ ہے، شمس الائمہ حلوانی نے صوم کی شرح میں ذکر کیا ہے، جب خوف ہو کہ اس کے کھانے سے کوئی بیماریا آفت سے دوچار ہوگا تو کھانا مباح نہیں،یہ حکم مٹی کے علاوہ ہر چیز میں بھی ہے، اگر تھوڑا کھاتا ہے یا کبھی کبھار کھاتا ہے تو حرج نہیں)۔

علامہ شامی چند حلال پرندوں کا ذکرکرکے ارشاد فرماتے ہیں:

''فلایستحب أکلہا وإن کانت فی الأصل حلالاً، لتعارف الناس بإصابۃ آفۃ لآکلہا فینبغی أن یتحرز عنہ'' (شامی۵،۲۱۵، کتاب الذبائح ، رشیدیہ پاکستان) (ان کا کھانا مستحب نہیں ہے اگرچہ اصلاً حلال ہیں لوگوں کے مابین اس بات کے معروف ہونے کی وجہ سے کہ اس کے کھانے والے کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے، پس مناسب ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے)۔

جہاں تک مسئلہ بیع کا ہے تو بیع کے لئے مبیع کا حلال ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ قابل انتفاع ہونا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی چیزیں ہیں جن کا کھانا حلال نہیں مگر بیع اس لئے جائز ہے کہ اس کا کوئی جائز استعمال ہے۔

''ولایجوز بیع النحل وہذا عند أبی حنیفۃ وأبییوسف، وقال محمد: یجوز إذا کان محرزاً وہو قول الشافعی؛ لأنہ حیوان منتفع بہ حقیقۃ وشرعاً فیجوز بیعہ، وإن کان لا یؤکل کالبغال والحمار، ولہما أنہ من الہوامّ فلا یجوز بیعہ کالذنابیر، والانتفاع بما یخرج منہ لا بعینہ فلا یکون منتفعاً بہ'' (ہدایہ۳،۵۷، باب البیع الفاسد)۔

(شہد کی مکھیوں کی بیع جائز نہیں ہے، یہ امام ابوحنیفہ وابویوسف کا مسلک ہے، امام محمد فرماتے ہیں: اگر احراز کیا جاسکتا ہے تو جائز ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے، اس لئے کہ وہ ایسا جاندار ہے جس سے حقیقی اور شرعی طور پر بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے، لہذا اس کی بیعجائز ہے، اگرچہ اسے نہیں کھایا جاتا ہے جیسے کہ گھوڑے اور گدھے کی مثال ہے۔ شیخین فرماتے ہیں کہ یہ حشرات میں سے ہے لہذا اس کی بیع جائز نہیں ہے جیسے بھڑ، انتفاع تو اس سے نکلنے والے جز (شہد) سے ہے نہ کہ بعینہ اس سے، پس منتفع بہ نہیں ہوا)۔

شیخین کی اس تعلیل کا مقتضا یہ ہے کہ اگر اس کے عین سے انتفاع ممکن ہو خواہ یہ امکان مستقبل کے اعتبار سے ہو جیسے گدھے اور خچر کے بچے کی خریدوفروخت کہ فی الحال منتفع بہ نہیں ہیں مگر فی المآل ہونگے اس لئے اس کی بیع کی اجازت ہے۔

لیکن اس سے انتفاع کی کوئی شکل نہیں اور وہ شرعاً حلال بھی نہیں، تو تقوم مفقود ہونے کی وجہ سے بیع وشراء جائز نہیں ہے، اس وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے:

''الہوامّ والمراد ہنا مایشمل الموذی وغیرہ مما لا ینتفع بہ فلا یجوز اتفاقاً (شامی۴،۱۲۴، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، رشیدیہ پاکستان) (ہوام-خواہ حشرات الارض ہو یا موذی حیوان- اور مراد یہاں موذی وغیر موذی ہے جس سے انتفاع نہیں ہوسکتا ہے پس اس کی بیع بالاتفاق جائز نہیں ہے)۔

''ویجوز بیع الحیات إذا کان ینتفع بہا للأدویۃ، وما جاز الانتفاع بجلدہ أو عظمہ، أی: من حیوانات البحر أو غیرہا'' (شامی۴،۱۲۴ کتاب البیوع، البیع الفاسد، رشیدیہ پاکستان) (سانپوں

کی بیع جبکہ ا س سے دواؤں کے لئے انتفاع ہوتا ہو جائز ہے، او رجن حیوانات بحری وبری کی جلد یا ہڈی سے انتفاع جائز ہو اس کی بیع بھی جائز ہے)۔

‘‘والحاصل أن جواز البیعیدور مع حل الانتفاع ” (درمختار علی الشامی۴٫۱۲۵، باب البیع الفاسد) (خلاصہ یہ ہے کہ بیع کا جواز حلت انتفاع کے ساتھ دائر ہے)۔

اسی بنا پر اکثر حضرات نے تمباکو کی کاشت وتجارت کو جائز کہا ہے، ہر چند کہ بعض کا اختلاف بھی ہے، فتاوی محمودیہ میں ہے:

‘‘تمباکو کی کاشت بھی جائز ہے، تجارت بھی جائز ہے، استعمال بھی جائز ہے، الا یہ کہ وہ نشہ آور ہو تب منع کیا جائے گا (فتاوی محمودیہ قدیم۱۷٫۲۸۱ مطبوعہ:زکریا دیوبند۱۹۹۸ء)۔

اس تفصیل کی روشنی میں ہمیں مضر اشیاء کا انتفاع تلاش کرنا ہے، اگر اس سے انتفاع ہوسکتا ہے، خواہ اس انتفاع کا تعلق مآل ومستقبل سے ہو، تو بیع کی اجازت دی جائے گی، لہذا خوردنی اشیاء جن کو پکا کر استعمال کیا جاتا ہے جو بروقت نقصان دہ نہ ہو اس کی بیع جائز ہوگی۔

وہ فواکہ جو زہریلے ہوگئے ہیں، ان کے کھاتے ہی امراض پیدا ہوں، مآلاً بھی اصلاح کی شکل نہیں ہے تو بیع ناجائز ہوگی، لیکن مآلاً اگر اس کو قابل انتفاع بنایا جاسکتا ہے تو ناقص خیال ہے کہ اس کی اجازت ہونی چاہئے، یہ تو ماہرین کو طے کرنا ہے کہ کون سی چیز منتفع بہ ہے اور کون سی چیز نہیں، تاکہ فیصلہ ہوسکے، واللہ اعلم۔

خلاصہ جوابات:

‘‘لا ضرر ولا ضرار” اسلام کا ایک بنیادی اور اہم ضابطہ ہے، جس کو بنیاد بنا کر فقہاء نے بہت سے مسائل کو حل کیا، اس کا خلاصہ ہے کہ نہ دوسروں کو ضررپہنچایا جائے اور نہ دوسروں سے ضرر اٹھایا جائے، لہذا کسی کے لئے روا نہیں کہ اپنے فعل سے کسی کو ایذا وتکلیف پہنچائے، اگر دوسرے کی ملک میں تصرف کے نتیجہ مینیہ ضرر پیدا ہوا ہے تو تعدی وظلم شمار ہوکر دین ودنیا میں سزا کا سزاوار ہوتا ہے، البتہ اپنی ملک میں تصرف کیا جس کے سبب کسی کو نقصان پہنچتا ہے تو دیکھنا ہوگا کہ یہ سبب بعید ہے یا قریب، اگر قریب ہے تو ممنوع قرار دیا جائے گا، اگر سبب بعید ہے تو برداشت کرلیا جائے گا۔

سبب قریب اگر محرک وجالب ہے تو حکم حرمت کا ہوتا ہے، اگر غیر محرک ہے اور بعینہ اس شئی سے ضرر یا معصیت کا تعلق ہے تو مکروہ تحریمی ہے، اگر بعینہ اسی شئی سے معصیت کا تعلق نہیں ہے بلکہ اس میں کچھ تغیر اور پھیر بدل کرنا پڑتا ہے تو مکروہ تنزیہی ہے۔

(۱) پیداوار کے اضافے کے لئے زمینوں میں ایسی کھاد ڈالنا جو مہلک امراض کا سبب ہو، سبب قریب کے دائرے میں آتا ہے، خواہ محرک نہ ہو؛ اس لئے کہ اپنی ملک میں تصرف ہے، مگر مکروہ تنزیہی کی حد تک ممانعت میں شبہ نہیں کیا جاسکتا، مزید ضرر

کی وجہ سے قباحت میں اضافہ بھی ہوگا۔

(الف) پھر کچھ پیداوار تو وہ ہے جو پکا کر کھائی جاتی ہے، آگ اس کے زہریلے اثرات کو زائل کردیتی ہے مگر پھر بھی ڈاکٹروں کی تحقیق میں اثرات پائے جاتے ہیں تو مکروہ تنزیہی ہوگا، اگران سے بیماریوں کا پیدا ہونا مظنون بظن غالب ہو تو مکروہ تحریمی ہوگا۔

(ب) لیکن وہ پیداوار جو بعینہ استعمال ہوتی ہیں جیسے پھل اور وہ سبزیاں جو سلاد کے طور پر کھائی جاتی ہیں، ان میں کھاد یا دیگر زہریلی ادویہ کے ذریعہ سمیت پیدا ہوگئی ہو تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہوگا، اس کے سد باب کے لئے کی جانے والی کوششوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(۲) پھلوں کو خوشنما بنانے، سبزیوں کو جلد سے جلد بڑھانے کے لئے زہریلے کیمیکل کا استعمال ممنوع ہے، اگر ان کا استعمال بعینہ ہوتا ہے تو مکروہ تحریمییعنی حرام ہوگا، اگر وہ پکاکر کھائی جاتی ہیں اور مہلک امراض کا خطرہ مظنون بظن غالب یایقینی ہو تو بھی مکروہ تحریمی ہوگا، لیکن صرف اندیشہ ہے تو کراہت تنزیہی کا حکم لگایا جائے گا۔

(۳) جانوروں کا دودھ نکالنے کے لئے انجکشن کا استعمال درست ہے۔

(۴) جس طرح مضر صحت اشیاءیا حرام چیزیں خود استعمال نہیں کرسکتا دوسروں کو بھی نہیں دے سکتا۔

(الف) اس لئے پولٹری فارم میں پرگوشت بنانے یا زود افزائش کے لئے حرام اشیاء، پلنے والے جانوروں کو کھلانا جائز نہیں، ہاں حیلہ کیا جاسکتا ہے۔

(ب) وہ جانور جو حرام اشیاء سے پرورش پاتے ہیں، شرعی طور پر حلال جانور ہیں؛ کیونکہ حرام اشیاء کی ماہیت تبدیل ہوچکی ہے الا یہ کہ بدبوپیدا ہوجائے تو اتنے دنوں تک ایسی غذا دی جائے جس سے بدبو ختم ہوجائے۔

(۵) (الف) مضر اشیاء کے کھانے سے فی الحال ضرر کا خطرہ ہے تو ایسی چیزوں کا کھانا بھی جائز نہیں اور کھلانا بھی جائز نہیں، اگر آئندہ ضرر کا اندیشہ ہے تو احتراز کرنا اولی وافضل ہے۔

(ب) بیع کے لئے مبیع کا منتفع بہ ہونا ضروری ہے، لہذا مضر اشیاء سے انتفاع خواہ مآلاً ہی ممکن ہو تو بیع کی گنجائش ہے، جیسے خوردنی اشیاء جن کو پکا کر کھایا جاتا ہے اور بروقت نقصان دہ نہیں ہوتی ہے ان کی بیع جائز ہے۔

اگر بروقت ضرر ہو، آئندہ اس کا جائز استعمال ممکن نہ ہو تو بیع ناجائز ہوگی، اگر مآلاً انتفاع ممکن ہے تو بیع کی گنجائش ہونی چاہئے۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مفتی انور علی اعظمی•

جواب(۱) : کیڑے مار دواؤں کے اثرات بہت دوررس اور دیر پا ہوتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر انسانی صحت کے لئے مہلک اور خطرناک ہوتے ہیں، ان کی وجہ سے مندرجہ ذیل بیماریاں پیداہونے کا امکان ہے جیسا کہ لیبارٹری جانچ کے نتائج سے پتہ چلتاہے:

(۱) چرم اور آنکھوں میں خارش ہوتی ہے۔

(۲) اعصابی نظام متاثر ہوتاہے۔

(۳) یہ ہارمون کی کاپی کرتے ہیں اور جدید تخلیق میں بے ترتیبی کی وجہ بنتے ہیں۔

(۴) کینسر کا سبب بنتے ہیں۔

(۵) دماغی امراض، پیدائش میں نقص،اچانک موت، دماغی نشوونما میں بے ترتیبی، اس طرح کی چیزیں کیڑے مار کیمیکل کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہیں۔

امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن نے ان کیڑے مار دواؤں کے استعمال کو محدود کرنے اور دیگر محفوظ متبادل سے کام لینے کی سفارش کی ہے۔

عالمی ادارہ صحت اور اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام نے اندازہ لگایاہے کہ ترقی پذیر ممالک میں کھیتوں میں کام کرنے والے تیس لاکھ افراد ان دواؤں کے اثرات کا شکار ہوتے ہیں، اور ان میں سے اٹھارہ ہزارموت کے منھ میں چلے جاتے ہیں۔

ان کیڑے مار دواؤں سے جو بے حد مالی منافع حاصل ہوتاہے اسی لالچ نے ان دواؤں کے استعمال کو مقبول بنایاہے، لیکن ان دواؤں کے استعمال سے انسانی صحت کو جو خطرہ لاحق ہوتاہے اس کے پیش نظر عالمی غذائی ضابطہ ایسو سی ایشن نے کیڑے مار دواؤں کے استعمال کی ایک حد مقرر کردی ہے، اس حد سے زیادہ ان دواؤں کا استعمال انسانی صحت کے لئے مضر ثابت ہوگا۔ وسیع انسانی آبادی کی غذائی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے بڑے پیمانے پر غذائی اشیاء کی فراہمی مطلوب ہے، مگر اس کے باوجود مضر صحت دواؤں کے بارے میں قانون اور ضابطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

یہ مسئلہ اس زمانہ کے نوپیداشدہ مسائل میں سے ہے لیکن اسلامی شریعت قیامت

• مفتی دار العلوم، مئو۔

تک کے سارے مسائل پرروشنی ڈالتی ہے۔ اللہ کی کتاب اور رسول اللہﷺ کی سنت میں ہر دور کا چیلنج قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ علامہ ابواسحق شاطبی اپنی مشہور کتاب ‘‘الموافقات ’’ میں تحریر فرماتے ہیں:

جلب المصلحۃ أو دفع المفسدۃ إذا کان مأذونا فیہ علی ضربین:أحدہما أن لا یلزم عنہ إضرار الغیر والثانی أن یلزم عنہ ذلک، وہذا الثانی ضربان:أحدہما أن یقصد الجالب أو الدافع ذلک الإضرار کالمرخص فی سلعتہ قصد الطلب معاشہ وصحبہ قصد ا لإضرار بالغیر، والثانی أن لا یقصد إضرارا بأحد وہو قسمان: أحدہما أن یکون الإضرار عاما کتلقی السلع وبیع الحاضر للبادی والامتناع من بیع دار أو فناء وقد اضطر إلیہ الناس لمسجد جامع أو غیرہ، والثانی أن یکون خاصا وہو نوعان: أحدہما أن یلحق الجالب أوالدافع بمنعہ من ذلک ضرر فہو محتاج إلی فعلہ..... والثانی أن لا یلحقہ بذلک ضرر وہو علی ثلاثۃ أنواع... فہذہ ثمانیۃ أقسام۔

أما الثانی فلا إشکال فی منع القصد إلی الإضرار من حیث ہو إضرار لثبوت الدلیل علی أن لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام (۲،۳۴۸، ۳۴۹)۔

(نفع کا حاصل کرنا اور نقصان کو دور کرنا جب کہ شریعت کی طرف سے جائز ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں: ایکیہ کہ اس سے غیر کو ضرر پہنچانا لازم نہ آئے، اور دوسرے یہ کہ اس سے اضرار غیر لازم آئے، اور پھر ثانی کی دو قسمیں ہیں: اول یہ کہ جالب یا دافع اس اضرار کا قصد کرے ۔ جیسے اپنے سامان کو سستا بیچنے والا اپنی روزی تلاش کرنے کے ارادہ سے اور اس کے ساتھ غیر کو نقصان پہنچانے کا ارادہ بھی شامل ہو، اور دوسرے یہ کہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے کا قصد نہ کرے، پھر اس کی بھی دو صورتیں ہیں: ایکیہ کہ اضرار عام ہو جیسے آگے بڑھ کر قافلہ والوں کا سامان خرید لینا اور شہری کو دیہاتی کا سامان بیچنا اور اپنا گھر یا صحن بیچنے سے انکار کرنا جب کہ لوگ جامع مسجد وغیرہ کی توسیع کے لئے اس کو خرید نے پر مجبور ہوں، اور دوسری صورت یہ ہے کہ اضرار خاص ہو، اس کی بھی دو شکلیں ہیں: ایکیہ کہ جالب یا دافع کو اس سے روکنے کی وجہ سے ضرر لاحق ہو پس وہ اس کو کرنے کا محتاج ہو ..... اور دوسری شکل یہ ہے کہ اس کو روکنے سے کسی قسم کا ضرر لاحق نہ ہو، پھر اس کی بھی تین قسمیں ہیں ..... پس یہ کل آٹھ قسمیں ہوئیں۔ بہرحال دوسری قسم کا حکم یہ ہے کہ اضرار کے قصد کے روکنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہ اضرار ہے؛ کیونکہ اسلام میں نقصان اٹھانا بھی منع ہے اور نقصان پہنچانابھی)۔

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ اس بحث میں مزید تفصیل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں اس نقطۂ نظر سے غور کرنا باقی ہے کہ اس نے ایک طرف تو غیر کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور دوسری طرف اپنی ذات کو نفع پہنچانا بھی مقصود ہے، یہاں پر دونوں چیزیں اکٹھا ہیں تو کیا اسے بالکل روک دیا جائے یا اجازت باقی رہے گی

اور اسے اضرار کا گناہ ہوگا، یہ مسئلہ دار مغصوبہ میں نماز کے مثل ہے، لہٰذا اس کے جواب میں تفصیل ہے۔

اگر اس نفع کو حاصل کرنے کے واسطے اس کے لئے کوئی دوسرا ایسا متبادل موجود ہے جس میں اضرار بالغیر نہ ہو تو اس کو روکنے میں کوئی اشکال نہیں ہے، اس لئے کہ اس صورت میں اضرار کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نہیں، لہٰذا اس کام سے رکنے کی صورت میں اس کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا، اور اگر اس کے لئے کوئی دوسرا متبادل موجود نہیں ہے تو جالب اور دافع کا حق مقدم ہوگا، یعنی وہ اپنی ذات کے نفع کے لئے وہ کام کرسکتا ہے، لیکن اضرار کے مقصد سے اس کو روکا جائے گا۔

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں:

وأما الثالث فلا يخلو أن يلزم من منعه الإضرار بحيث لا يجبر أولا فان لزم قدم حقه على الإطلاق من مسئلة الترس الذى فرضها الأصوليون فى ما إذا تترس الكفار بمسلم وعلم أن الترس إذا لم يقتل استوصل أهل الإسلام وإن أمكن انجبار الإضرار ورفعه جملة فاعتبار الضرر العام أولا فيمنع الجالب أوالدافع فمابم به لأن المصالح العامة مقدمة على المصالح الخاصة بدليل النهى عن تلقى السلع وعن بيع الحاضر للبادى... وذلک يقتضى بتقديم مصلحة العموم على مصلحة الخصوص لكن بحيث لا يلحق لاخصوص مضره (۲،۳۵۰)۔

(بہر حال تیسری صورت یہ ہے کہ اس کو روکنے سے ایسا اضرار لازم آئے جس کی تلافی نہ ہوسکے، اگر یہی صورت ہو تو اس کا حق مقدم رکھاجائے گا مطلقاً، جیسے اہل کفار کسی مسلمان کو ڈھال بنالیں اور صورت حال یہ ہو کہ اگر اس مسلمان کو قتل نہ کیاجائے تو مسلمانوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی، اور اگر اضرار کی تلافی ممکن ہو اور اس کو بالکلیہ ختم کرنے کی صورت موجود ہو تو اس صورت میں ضرر عام کو دفع کرنا اول ہے۔ لہٰذا جالب اور دافع کو اس کے مقصد اور ذاتی نفع سے روکاجائے گا؛ کیونکہ مصالح عام مصالح خاص پر مقدم ہیں)۔

مذکورہ تفصیلات سے یہ مسئلہ واضح طور پر سمجھاجاسکتاہے کہ کاشتکاروں کی ذاتی منفعت کا تقاضہ ہے کہ وہ کیڑے مار دوائیں استعمال کرکے پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کی حفاظت کریں، لیکن عام انسانوں کی مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ایسی دواؤں کے استعمال سے پرہیز کریں،جن سے طرح طرح کا نقصان ہوتا ہے اور انسانوں میں انواع واقسام کی بیماریاں پیداہورہی ہیں؛ کیونکہ اسلامی شریعت میں ذاتی مصلحت کے بجائے عامۃ الناس کے مصالح کا لحاظ کرنا زیادہ ضروری اور اہم ہے، اسی بنا پر اللہ کے رسول ﷺ نے تلقی جلب سے منع فرمایا ہے اور شہری کو دیہاتی کا سامان بیچنے سے روکاہے۔

اس لئے ارباب حکومت کی ذمہ داری ہے کہ کاشتکاروں کو پابند کریں کہ کیڑے مار دوائیں اسی حد تک استعمال کریں جو انسانی صحت کے لئے مضر نہ ہوں، اور مسلمان

کاشتکار جو اسلامی شریعت کے مکلف ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ذاتی منافع کے لئے لوگوں کی ہلاکت کے اسباب نہ پیدا کریں، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ کے رسول صلی اللہعلیہ وسلم کا فرمان ہے: لاضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ لہٰذا انھیں اس ناجائز کام سے بچنا ضروری ہے۔(ہذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب)

(۲) پھلوں کو پکانے کے لئے استعمال کئے جانے والے کیمیکل کا حکم:

مسئلہ کا حکم بیان کرنے سے پہلے تھوڑی تمہید پیش خدمت ہے۔ پھل اور سبزی انسان کی بنیادی غذاؤں میں سے ہیں۔ اللہ رب العزت نے انسانوں کی جسمانی ضرورت پوری کرنے کے لئے انواع واقسام کے پھل، میوے اور سبزیاں پیداکی ہیں اور ہر چیز کے پکنے اور قابل نفع بنانے کا ایک قدرتی نظام بنایاہے، ان چیزوں کو تیار کرنے میں زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، ہوا، پانییہ ساری چیزیں اللہ کے حکم سے اپنا کام کرتی ہیں، تب کہیں جاکر یہ نعمتیں انسانوں کو میسر ہوتی ہیں۔ آج سرمایہ دارانہ نظام نے انسانوں کو انتہائی خود غرض اور مفاد پرس بنادیا ہے اوروہ دوسروں کے نقصان کو نقصان نہیں سمجھتا ،پیسہ حاصل کرنے کے لئے ساری حدوں کو پار کرنے کے لئے تیار رہتاہے، اس کی نگاہ دنیاوی نفع اور اپنے ذاتی مفاد ہی تک محدود ہے ، جو کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں اس کا مختصر تعارف اس طرح ہے:

کیلشیم کاربائڈ (Calcium Carbide)جسے مصالحہ کہا جاتا ہے، کینسر پیداکرنے والا مادہ ہے اور پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ کے تحت اس کا استعمال ممنوع ہے۔ ایتھین (Ethyne)ایک کیڑے مار دوا ہے اور پھلوں کو پکانے کے لئے اس کا استعمال نہ کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ اوبزائی ٹاکسن (Obzy Toxin)جانوروں کے تحقق کا ہارمون امراض مویشیاں میں استعمال کیا جاتاہے۔

پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ کے ضابطہ اول ۱۴۴ (اے) کے تحت پھلوں کو پکانے کے لئے کاربائیڈ گیس (Carbide Gas)کا استعمال ممنوع ہے، کوئی شخص اس گیس سے پکائے ہوئے پھلوں کو نہ بیچے گا نہ اپنی دوکان پر اسے فروخت کرنے کے لئے رکھے گا، ایسے تمام پھل جو کاربائیڈ گیس سے پکائے گئے ہیں ان کی فروخت پر پابندی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہی معلوم ہوتاہے کہ اس طرح کے کیمیکل کے استعمال میں سراسر اضرار ہے اور ایسے کیمیکل کا استعمال کرنامصالح عامہ کے خلاف ہے نیز عام انسانوں کے ساتھ یہ ایک قسم کا دھوکہ اور فریب ہے۔ کیمیکل کے ذریعہ پھلوں کو پکاکر یا سبزیوں کا حجم بڑھاکرخریداروں کو لبھایا جاتاہے اور انہینیہ تاثردیاجاتاہے کہ یہ پھل قدرتی طور پر پکے ہیں اور یہ سبزیاں اس مقدار کو اور اپنے اس حجم کو فطری انداز پرپہنچی ہیں، حالانکہ ان کو پکانے کے لئے انتہائی مضر صحت کیمیکل کا استعمال کیا گیا ہے؛ اس لئے یہ غش ہے اور اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے، اور رسول اللہﷺ نے

فرمایا: من غشنا فلیس منا (صحیح مسلم۱،۷۰)۔

رسول اللہﷺنے جس موقع پر یہ جملہ ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ آپﷺ مدینہ کے بازار میں تشریف لے گئے، غلوں کے ایک ڈھیر پر آپﷺ کا گزر ہوا، آپ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا، آپ کی انگلیوں نے تری محسوس کی، آپ صلی اللہعلیہ وسلم نے دوکاندار سے پوچھا: ماہذا یا صاحب الطعام؟ (اے غلے والے یہ کیاہے؟) اس نے کہا: اے اللہ کے رسول اس کو بارش پہنچ گئی ہے، آپؐ نے کہا: أفلا جعلتہ فوق الطعام کییراہ الناس من غش فلیس منی (اس کو تم نے اوپر کیوں نہیں کیا کہ لوگ دیکھ لیتے، جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں) (صحیح مسلم ۱،۷۰)۔

حدیث شریف مینغور کرنے سے جس غش کا پتہ چلتاہے وہ کیمیکل کے مقابلہ میں کم نقصاندہ ہے۔ غلہ کے بھیگے ہونے کی وجہ سے جو ضرر خریدار کو لاحق ہوگا وہ اس مقابلہ میں بہت ہی کم درجے کا ہےجو کیمیکل کے ذریعہ سبزیوں کا حجم بڑھانے یا پھلوں کو پکانے سے ہوگا،غلے کے بھیگاہونے کی صورت میں تھوڑا وزن بڑھ جائے گا یا خریدار کو سکھانے کی زحمت گوارا کرنا پڑیگی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس غش کو بھی ایک بڑا دھوکہ قرار دیا اور ارشاد فرمایا: من غشنا فلیس منا۔ اس کے مقابلہ میں پھلوں کو پکانے کے لئے جوکیمیکل استعمال ہوتے ہیں وہ انسانی صحت کے لئے انتہائی خطرناک اور حد درجہ مضر ہیں، اس لئے حکومتی پیمانے پر اسے ممنوع قرار دیاگیا ہے۔ لہٰذا سوال میں جس طرح کے کیمیکل کا ذکر کیاگیاہے، ان کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ شاطبی رحمۃ اللہعلیہ نے القسم الثانی مقاصد المکلف کے عنوان پر بحث کرتے ہوئے مسئلہ خامسہ مینیہ لکھاہے کہ: وأماالثانی فلا إشکال فی منع القصد إلی الإضرار من حیث ہو إضرار والإضرار لثبوت الدلیل علی أن لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام۔

(بہرحال دوسری صورت تو اضرار کے قصد سے روکنے میں کوئی اشکال نہیں ہے اس اعتبار سے کہ وہ ضرر پہنچانا ہے دلیل کے ثابت ہونے کی وجہ سے اس بات پر کہ اسلام میں نہ نقصان اٹھانا ہے اور نہ نقصان پہنچاناہے)۔

علامہ شاطبی نے اس موقع پر ایک اشکال قائم کیا ہے کہ اگر کوئی کام ایسا ہو کہ جس میں ایک آدمی کا ذاتی نفع ہو اور دوسروں کا نقصان ہو تو اس کو اس کے ذاتی نفع سے روکا جاسکتاہے یا نہیں؟ پھرانھوں نے اس کا جواب دیا ہے کہ اگر اس شخص کے لئے اپنا فائدہ حاصل کرنے کا کوئی ایسا راستہ موجودہے جس میں دوسروں کا نقصان نہ ہو تو اس صورت میں ا س شخص کو ایسے کام سے روکنے میں کوئی اشکال نہیں ہے جس سے دوسروں کو ضرر لاحق ہورہاہے۔ وہو أنہ إما أن یکون إذا رفع ذلک العمل وانتقل إلی وجہ آخر فی استجلاب تلک المسئلۃ أو درء تلک المفسدۃ حصل لہ ما أراد أولا فإن کان کذلک فلا

إشکال فی منعہ منہ لأنہ لم یقصد ذلک الوجہ إلا لأجل الإضرار فینقل عنہ ولا ضرر علیہ''(الموافقات۲،۳۴۹)۔

سبزیاں اپنے وقت پر فطری حجم کو پہنچتی ہیں اور پھلوں کو پکنے کا فطری طریقہ زمانہ دراز سے انسانوں کے درمیان متعارف ہے، قدرتی طور پر سبزیوں کے بڑھنے اور پھلوں کے پکنے میں دوکاندار یا کاشتکار کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوتا، غیرفطری طور پر ایسا کام کرنے میں بنیادی مقصد لوگوں کو نقصان پہنچاکر غلط طریقہ سے پیسہ کمانا ہے اور مصالح عامہ کو نظر انداز کرنا ہے؛ اس لئے شرعاً ایسے کیمیکل کا استعمال کرنا کسانوں یا دوکانداروں کے لئے ناجائز ہے۔ (ہذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب)

جواب (۳): جانورنے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہے ایسے جانور کو انجکشن لگاکر مصنوعی دودھ پیداکرنا،یا جانور دودھ کم دیتاہے انجکشن کے ذریعہ دودھ میں اضافہ کرنا دونوں چیز نامناسب ہے۔ ایسا کرنے میں جانور کی حق تلفی بھی ہے، اور انسانوں کو ضرر پہنچاناہے۔ کسی جانور کے بدن سے دودھ اس کی طاقت کے مطابق نکلتاہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے خون کو دودھ کی شکل میں تبدیل کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وإن لکم فی الأنعام لعبرۃ نسقیکم من ما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین (سورہ نحل:آیت۶۶)۔

(اور بے شک تمہارے لئے جانوروں میں عبرت ہے، ہم تمہیں پلاتے ہیں ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ جو پینے والوں کے لئے بہت ہی لذیذ اور مزیدار ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کے حقوق کی رعایت کا حکم دیاہے۔ ابوداؤد شریف میں ''باب ما یؤمر بہ من القیام علی الدواب والبہائم'' کے تحت متعدد احادیث مذکور ہیں:عن سہل بن الحنظلیۃ قال:مرّ رسول اللہ ﷺ ببعیر قد لحق ظہرہ ببطنہ قال:اتقواللہ فی ہذۃ المعجمۃ فارکبوہا صالحۃ وکلوہا صالحۃ (بذل المجہود ۳،۴۲۷)۔

(سہل بن حنظلیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گذرے جس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے سٹ گئی تھی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر اچھے حال میں سواری کرو، اور ان کو اچھے حال میں کھاؤ)۔

اسی باب میں عبداللہ بن جعفر سے دوسری روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھ کر ایک اونٹ آواز کے ساتھ رونے لگا اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، رسول اللہ ﷺ اس کے پاس گئے اس کو سہلایا پھر وہ خاموش ہوگیا، آپ ﷺ نے پوچھا: اس کا مالک

کون ہے؟ ایک انصاری آئے، انھوننے کہا: میرا اونٹ ہے، آپﷺ نے کہا: اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے ، یہ مجھ سے شکایت کررہاہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو (بذل المجہود ۴۳۷،۳)۔

دودھ اندر کی طاقت کے اعتبار سے بنتا ہے، جانور کا حق یہ ہے کہ اس کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ دودھ نہ نکالاجائے، انجکشن لگاکر مصنوعی دودھ پیداکرنایا کم دودھ دینے کی صورت میں زیادہ دودھ نکالنا جانور کے ساتھ زیادتی ہے۔ اللہ کے رسولﷺ کا وہ جملہ ہمارے موضوع کے لئے بہت اہمیت رکھتاہے۔ فارکبوہا صالحۃ وکلوہا صالحۃ۔ زبردستی دودھ نکالنے سے جانور کی صحت بھی خراب ہوگی اور جو دودھ اس کی صلاحیت سے زیادہ نکالا جائے گا وہ صالح نہیں ہوگا۔

اسی طرح زبردستی کے دودھ میں غش بھی ہے ، کیونکہ دودھ خریدنے والا اچھا اور صحت مند دودھ خریدنا چاہتاہے اور اسی کا پیسہ دے رہاہے، جب کہ بیچنے والا مصنوعی اور غیر فطری دودھ دے رہاہے۔ عالمگیری میں بھی ایک جزئیہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتاہے کہ جانور کا دودھ بالکلیہ نچوڑنا مکروہ ہے: یکرہ استقصاء فی حلب البہیمۃ إذا کان مضر بہا (عالمگیری بحوالہ محمودالفتاویٰ۳۷۷،۲)، یعنی جانور کا دودھ دوہنے میں اس کو مکمل نچوڑ لینا اور دوہنے میں بہت زیادہ کوشش کرنا مکروہ ہے، جب کہ ایسا کرنا جانور کے لئے مضر ہے۔

فقہاء کرام کی دوررس نگاہیں ہرجگہ پہنچتی ہیں، اس زمانہ میں انجکشن نہیں تھا، ہاتھ ہی سے زور لگایا جاسکتاتھا، اس میں جانور کی تکلیف کا گمان تھا، آج انجکشن کے ذریعہیہ کام بخوبی کیاجاسکتاہے، اس میں جانور کی صحت کو تو نقصان ہوگاہی اس کے ساتھ مصنوعی دودھ آدمیوں کے لئے بھی ضرر کا باعث ہوگا، اس لئے اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

جواب (۴)الف:مرغییا مچھلی کی افزائش اور پرورش کے لئے ایسی خوراک استعمال کرنا جن میں خنزیر کے اجزاء شامل ہوں مناسب نہیں ہے۔ اگر یقینی طور پر کسی خاص کمپنی کی خوراک میں ان اجزاء کا شامل ہونا معلوم ہوجائے تو مسلمانوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے (مجموعۃ الفتاوی الشرعیہ کویت۳۵۹،۲۰)۔

جواب (۴)ب: اگرکسی حلال جانور کو ایسی غذا کھلائی گئی تو اس کا گوشت حلال ہوگا، اس کی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت نہیں پیداہوگی؛ کیونکہ جوجانور شریعت میں پاک ہیں وہ حرام کھانے سے نہ حرام ہوتے ہیں نہ مکروہ۔ مرغی کا پاخانہ کھانا ایک کھلی ہوئی چیز ہے لیکن اس کا حلال ہونا متفق علیہ ہے۔ سنن ترمذی میں ابوموسی اشعری سے روایت ہے:عن زہدم الجرمی قال کنا عند أبی موسی فأتی بلحم دجاج فتنحی رجل من

القوم فقال: إنی رأیتہا تأکل شیئا نتنا فحلفت أن لا آکلہا قال:أدن فإنی رأیت رسول اللہﷺیأکل لحم دجاج (شمائل ترمذی:ص۱۱)۔

(زہدم جرمی سے روایت ہے کہ ہم لوگ ابوموسیٰ اشعری کے پاس تھے، ان کے سامنے مرغ کا گوشت لایاگیا، ایک آدمی کنارے ہونے لگا، اس نے کہا کہ میں نے اس کو گندگی کھاتے ہوئے دیکھا ہے پس میں نے قسم کھالیا ہے کہ میں نہیں کھاؤنگا، تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہعنہ نے کہا کہ قریب آجاؤ؛ کیونکہ میں نے رسول اللہﷺ کو دیکھا ہے مرغ کا گوشت کھاتے ہوئے)۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں اس قسم کی متعدد جزئیات ہیں۔ ألا تری إلی ما ذکر محمد رحمہ اللہ فی النوادر لو أن جدیاً غذّی بلبن خنزیر فلا باس بأکلہ وعلی ہذا لا باس بأکل الدجاج وإن کان یقع علی الجیف لأنہا تختلف فلا یتغیر لحمہ ولا ینتن (فتاویٰ تاتارخانیہ۱۸؍۵۰۲)۔

(امام محمد رحمۃاللہ علیہ نے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ اگر بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح مرغ کے کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ وہ مردار کھاتاہو؛ کیونکہ وہ مختلف چیزیں کھاتاہے، اس لئے نہ اس کا گوشت بدلتاہے اور نہ بدبودار ہوتاہے)۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں دوسری جگہ مذکورہے:

وفی الخانیۃ إذا ربی الجدی بلبن الأتان قال ابن المبارک رحمہ اللہیکرہ أکلہ قال وأخبرنی رجل عن الحسن أنہ قال: إذا ربی الجدی بلبن الخنزیر لا باس بأکلہ۔ قال معناہ إذا اعتلف أیاما بعد ذلک (تاتارخانیہ۱۸؍۱۴۰)۔

(ابن مبارک نے کہا: اگر بکری کے بچہ کو گدھی کے دودھ سے پالا جائے تو اس کا کھانا مکروہ ہے، انھوں نے یہ بھی کہا کہ ایک شخص نے مجھے حسن بصری کے حوالہ سے بتایا کہ اگر بکری کے بچہ کو خنزیر کے دودھ سے پالا جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ ابن مبارک نے کہا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ دودھ چھوڑنے کے بعد کچھ دن چارہ کھالے)۔

بہرحال امام محمد اور حسن بصری کے اقوال سے یہ واضح ہوجاتاہے کہ خنزیر کے دودھ سے پرورش پانے والا بچہ حلال ہے حرام نہیں۔ زیادہ سے زیادہ احتیاط کی شکل یہ ہے کہ دودھ چھوڑنے کے بعد اسے چند دن چارہ وغیرہ کھلاکر ذبح کیاجائے۔دجاجہ کے بارے میں فتاوی تاتارخانیہ مینیہ بھی ہے: وأما الدجاجۃ فلاتکون جلالۃ لأنہا لا تتغیر ولا تنتن وفی التہذیب وأما الدجاجۃ لا یکرہ وإن تناول نجاسۃ لأنہا لا تنتن۔ تہذیب میں ہے کہ دجاجہ مکروہ نہیں اگرچہ نجاست کھائے، کیونکہ اس کے گوشت میں بدبو نہیں پیداہوتی۔ فقہاء کی ان عبارتوں میں غور کرنے سے یہ بھی مفہوم ہوتاہے کہ حلال جانور اگر ناپاک اور حرام

شے کھاتاہے اور اس کا اثر اس کے گوشت پر آجاتاہے تو اسے کچھ دن روکنے کے بعد ذبح کیاجائے گا۔اور اگر ناپاک شے کا اثر اس کے گوشت میں نہیں آتا تو رکنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔

کویت سے شائع ہونے والے مجموعۃ الفتاویٰ الشرعیہ میں بھی اسی قسم کا جواب موجودہے جو علماء کی ایک جماعت کے ذریعہ دیا گیا ہے۔

(۱)... فی معظم الأطعمۃ التی تجہز للدواجن علی الدم المسفوح من الأبقار والأغنام۔

(۲)... فی بعض الأحیان ہذہ الأغذیۃ الجاہزۃ للدواجن تأتی من البلدان الغربیۃ وہم یخلطون فیہا دماء الخنازیر التی تذبح عندہم فی المجازر العامۃ وحتییخلطون فیہا لحما مفرومًا من لحم الخنزیر التییموت فما حکم الشرع لہذہ الدواجن ولحم الأبقار التی غذّیت بحرام وہل یجوز أکلہا للمسلم؟

أجابت اللجنۃ بمایلی:

إن إطعام الدواجن وغیرہا من الحیوانات مأکولۃ اللحم الدم وغیرہ من المواد النجسۃ لا یحرم لحمہا ولکن إن أصبح لحمہا نتن بذلک ندب منع المواد النجسۃ عنہا مدۃ نتن الزمن ثلاثۃ أیام أو أکثر ولا باس بذبحہا وأکلہا بعد ذلک فإن ثبت ضرر صحی من أکلہا منع أکلہا طالما استمر الضرر واللجنۃ تشیر أن علی مربی المواشی أن یتوقوا إطعامہا المواد النجسۃ ما أمکن وخاصۃ قبل ذبحہا (مجموعۃ الفتاویٰ الشرعیۃ کویت۲۰،۳۵۸-۳۵۹)۔ ہذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب۔

جواب (۵): سوال کے پہلے جزو کا جواب شروع کے تین سوالوں میں جزوی طور پر آچکاہے۔

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کرنا ناجائز اور مکروہ ہے، کسی شخص یا کمپنی کا اپنے مالی منافع کے لئے لوگوں کو ضرر پہنچانا جائز نہیں ہے۔ خریدار غذائی مصنوعات اپنی صحت کی درستگی اور جان کی سلامتی کے لئے خریدتاہے ، اگر دودھ، مٹھائی ،گھی، تیل وغیرہ سامانوں میں مضر صحت اشیاء مثلاً کولگیٹ کیمیکل وغیرہ ملائے جائیں تو یہ سراسر غش ہے، اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اللہ کے رسولﷺ نے محض غلہ کے ترہونے کو غش قرار دیا اور فرمایا: من غشنا فلیس منا۔ جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں(صحیح مسلم ۱،۷۱)۔

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں سارا کام رشوت پر چل رہاہے ، ملاوٹ کرنے والوں کی چاندی ہے، کھانے کے تیل، دیسی گھی، دودھ اور مٹھائیوں میں طرح طرح کی نقصاندہ اشیاء ملائی جاتی ہیں؛یہاں تک کہ دواؤں کے بارے میں بھی تجربہ ہے کہ ہندوستان میں بیس فیصد دوائیں جعلی اور ملاوٹی چل رہی ہیں، اس طرح کا عمل سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ اسلامی شرع میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، ایسا کرنے والے ملکی قانون کا مذاق اڑاتے ہیں، اور محض پیسہ کمانے کے لئے بنی نوع انسان کی زندگیوں سے کھلواڑ کرتے

ہیں۔ قانون کے محافظ اگر ایمانداری سے سامانوں کی جانچ کرتے تو ایسے فریب کار سلاخوں کے پیچھے ہوتے یا فریب کاری سے باز آجاتے۔ ملک میں شوگر، بلڈ پریشر اور کینسرجیسےمہلک امراض میں جو اضافہ ہورہاہے اس میں خوردنی اشیاء میں ملاوٹ کا بہت دخل ہے، یہ سراسر اضرار ہے، اور رسول اللہﷺکے فرمان لاضرر ولاضرار فی الاسلام کے بالکلیہ منافی ہے؛ اس لئے اس کے ناجائز ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں۔

آدمی کی جان اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، صحت اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، اس کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے، اور رسول اللہ صلی اللہعلیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔ رسول اللہﷺ آنکھ کی حفاظت کے لئے سرمہ لگاتے تھے، سرپر تیل رکھتے تھے، پابندی سے مسواک کرتے تھے۔ بیماری میں آپ نے دوا کرنے کا حکم دیا اور آپ نے ارشاد فرمایا: إن لزوجک علیک حقا ولنفسک علیک حقا(ترمذی شریف) تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہاری ذات کا تم پر حق ہے، اسی لئے خود کشی کو شریعت نے بہت بڑا جرم قرار دیاہے، اور خودکشی کرنے والے کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا(صحیح مسلم ۲،۷۲)۔

اس لئے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اپنے کو نقصان پہنچانے کے لئے ایسی چیزیں خریدتاہے، کھاتاہے یا کھلاتاہے تو یہ بھی ناجائز ہوگا، لیکن ہندوستان جیسے ملک میں رہنے والا شخص اگر خالص سامان جو ملاوٹ سے پاک صاف ہو اس کی تلاش میں لگ جائے تو فکر اور بھوک سے مرجائے گا، جہاں سبزیاں انجکشن لگاکر بڑھائی جاتی ہوں، پھل کیمیکل سے پکائے جاتے ہوں، دودھ میں زہریلے مادے ملائے جاتے ہوں، پیسے ہوئے مسالوں میں گھوڑے کی لید تک ملانے کا ثبوت ہو، ایسے ملک میں خالص اور شدھ سامان کہاں مل سکتاہے کہ خریدنے والوں کو اور کھانے والوں کو اس کا مکلف بنایاجائے۔ زیادہ سے زیادہ نصیحت کی جاسکتی ہے کہ جانچ پڑتال کرکے خریدیں، ملاوٹی سامانوں سے پرہیز کریں۔ہذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول فقہی جزئیات کی روشنی میں

مفتی محمد مقصود فرقانی•

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے بارے میں جو سوالات کئے گئے ہیں ان کے جوابات ہم نے فقہی جزئیات کی روشنی میں دینے کی کوشش کی ہے۔

حنابلہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ وہ کھیتی جس میں کھاد کے اندر ناپاک شئی ملا کر ڈالی جائے اور اس کھاد کو کھیتی میں بکھیرا جائے یا کھیتی کو ناپاک پانی سے سیراب کیا جائے یا پھل کو ناپاک شئی سے پکایا جائے تو یہ حرام ہے ، اور حنفیہ اور مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک وہ کھیتی جائز ہے، پس وہ مچھلیاں جنہیں خنزیر کی چربی دی جاتی ہے ان کا کھانا جائز ہے؛ کیونکہ ان کی غذا مخلوط ہوتی ہے جیسے عقعق کوا کہ اس کے بارے میں حنفیہ کا اصح قول یہ ہے کہ وہ حلال ہے؛ کیونکہ وہ مخلوط غذا کھاتا ہے، اور جیسے جلالہ جانور جس کی غذا مخلوط ہوتی ہے اس کا کھانا جائز ہے، اسی طرح وہ بکری کا بچہ جو کتیا اور خنزیر کا دودھ پیئے اور اسی سے پرورش پائے اس کا کھانا جائز ہے، اور وہ انڈا جو ناپاک پانی میں ابالا گیا ہو وہ بھی پاک ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جیسے شراب کا پینے والا اور وہ کافر جو خنزیر اور محرمات کو کھاتا ہے اس کو کسی بھی فقیہ نے ناپاک نہیں کہا ہے، اگر وہ خنزیر اور محرمات کے کھانے سے ناپاک ہوجائے تو اسلام اور غسل کے ذریعہ بھی پاک نہیں ہوگا، اسی طرح جلالہ جانور جس کو بند کرکے پاک کیا جاتا ہے وہ بھی پاک نہیں ہوگا، پس جب کافر پاک رہتا ہے اور جلالہ جانور بھی بند کرنے سے پاک ہوجاتا ہے تووہ مچھلیاں جنہیں خنزیر کی چربی دی جاتی ہے ان کا کھانا بھی جائز ہوگا؛ کیونکہ ان میں استحالہ ہوجاتا ہے اور چربی کا اثر باقی نہیں رہتا؛ لہذا اگر کسی ماکول اللحم جانور کو شراب پلا دی جائے اور اسے اسی وقت ذبح کردیا جائے تو اس کا کھانا جائز ہے البتہ مکروہ ہے، اور ابوسعود میں ہے: وہ کھیتی جو نجاست کے ذریعہ سیراب کی جائے وہ حرام نہیں ہے نہ مکروہ ہے بلکہ وہ حلال ہے، اور وہ کھانا اور پانی جو محرمات ومسکرات اور نجاست سے خالی ہو اس کا کھانا او رپینا حلال ہے بشرطیکہ وہ کھانا اور پانی سمیتیعنی زہریلی مادہ سے خالی ہو؛ کیونکہ وہ شئی جو انسانی صحت کے لئے مضر

• جامع العلوم فرقانیہ رامپور۔

ہے وہ حرام ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب ہے جس میں ایک روایت امام احمدؒ سے بھی ہے کہ نجس العین استحالہ کے ذریعہ دوسرے عین سے پاک ہوجاتا ہے، جب خنزیر نمک بن جائے تو اس کا کھانا جائز ہے، شافعیہ وحنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ نجس العین استحالہ سے پاک نہیں ہوتا، نجاست اگر کنواں میں گرجائے اور وہ مٹی ہوجائے اور شراب سرکہ بن جائے تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیکیہ استحالہ حلال ہوگا، اسی طرح رحم مادر کے اندر مادہ منویہ ناپاک ہوتا ہے مگر جب وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے تو پاک ہوجاتا ہے اور انگور کا عصیر پاک ہوتا ہے مگر جب وہ شراب بن جاتا ہے تو وہ ناپاک ہوجاتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ انقلاب عین وانقلاب ماہیت سے شئی کا حکم بدل جاتا ہے، پس وہ مچھلیانیا وہ پرندے اور جانور وغیرہ جو ماکول اللحم ہیں اور انہیں خنزیر کی چربی وغیرہ دی جاتی ہے تو یہ انقلاب عین ہوتا ہے اور وہ چربی انقلاب ماہیت ہوجاتی ہے پس اس صورت میں ان مچھلیوناور دوسری اشیاء کا کھانا جائز ہوگا۔ اسی طرح وہ پودے یا درخت اور کھیتی جس میں ناپاک اشیاء اور ناپاک پانی کا استعمال کیا جاتا ہے اس سے بھی استحالہ اور انقلاب عین ہوجاتا ہے؛ لہذا وہ بھی حلال اور جائز ہے، ایسے ہی وہ کھاد جس میں سمیت ہوتی ہے اوراس کو کھیتی مینڈالا جاتا ہے اس میں بھی انقلاب عین ہوتا ہے؛ لہذا وہ بھی جائز ہے۔

البتہ ایسی اشیاء جن میں سمیت ہوتی ہے یعنی وہ زہریلی ہوتی ہیں، اور انسانیت کے لئے وہ نقصان دہ ہیں تو ان کا استعمال پھلوں کو پکانے اور سبزیوں وغیرہ کے حجم کو بڑھانے کے لئے اور ان میں رنگ پیدا کرنے کے لئے ممنوع ہے؛ کیونکہ انسانی صحت ایک اہم چیز ہے جس کی حفاظت ہمارے اوپر واجب ہے، لہذا وہ دوائیں او رانجکشن جو پھلوں میں رنگ اور مزا پیدا کرنے کے لئے اور ان کو موٹا کرنے کے لئے لگائے جائیں جو زہر آلود ہوں وہ حرام اور ممنوع ہیں اور فطرت خداوندی کے خلاف ہیں، ایسے زہر آلود کیمیکل کا استعمال کرنا باعث گناہ ہے، اسی طرح بھینس وغیرہ کے دودھ دینے کے لئے جو انجکشن لگایا جاتا ہے اگر وہ انجکشن انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہے اور اس کے اثرات دودھ میں باقی رہتے ہیں تو یہ ناجائز ہے، اور اگر اس کے اثرات دودھ میں باقی نہیں رہتے تو وہ جائز ہے۔

موسوعہ فقہیہ (۱۲۵،۵) پر ہے:

‘‘مایحرم أکلہ لأسباب مختلفۃ، السبب الأول الضرر اللاحق بالبدن أو العقل ولہذہ أمثلۃ کثیرۃ منہا الأشیاء السامۃ سواء أکانت حیوانیۃ کالسمک السام وکالوزغ والعقارب والحیات السامۃ والزنبور والنحل وما یستخرج منہا من مواد سامۃ أم کانت نباتیۃ کبعض الأزہار والثمار السامۃ أم جمادیۃ کالزرنیخ فکل ہذہ تحرم لقولہ تعالی: لا تقتلوا أنفسکم، ولقول الرسول ﷺ: من تحسی سماً فقتل نفسہ فسمہ فییدہیتحساہ فی نار جہنم خالداً مخلداً فیہا أبداً’’۔

(کسی چیز کا کھانا مختلف اسباب سے حرام ہوتا ہے، پہلا سبب ضرر ہے جو جسم یاعقل کو لاحق ہوتا ہے، اس کی بہت سی مثالیں ہیں، انہیں میں سے زہریلی چیزیں ہیں، خواہ وہ حیوانات میں سے ہوں، جیسے زہریلی مچھلی، چھپکلی، بچھو اور زہریلا سانپ، بھڑ اور شہد کی مکھی اور ان سے نکلنے والے زہریلے مادے، یا نباتات میں سے ہوں، جیسے بعض زہریلے پھول اور پھل، یا جمادات میں سے ہوں، جیسے زرنیخ، تو یہ تمام چیزیں حرام ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''اپنی جانوں کو ہلاکت میں مٹ ڈالو ''.....)۔

اور اسی کتاب کے اسی صفحہ پرہے:

''ومنہا الأشیاء الضارۃ وإن لم تکن سامۃ وقد ذکر منہا فی کتب الفقہ الطین والتراب والحجر والفحم علی سبیل التمثیل'' (اور نقصان پہنچانے والے اسباب میں سے وہ اشیاء بھی ہیں جو اگرچہ زہریلی نہیں ہیں مگر نقصان پہنچاتی ہیں جیسے کیچڑ، مٹی، پتھر اور کوئلہ وغیرہ، لہذا ان کا استعمال کرنا بھی منع ہے)۔

اور اسی موسوعہ فقہیہ کے صفحہ (۱۲۶) پر ہے:

''السبب الثالث النجاسۃ فیحرم النجس والمتنجس بما لا یعفی عنہ فالنجس کالدم والمتنجس کالسمن الذی ماتت فیہ الفارۃ وکان مائعاً فإنہ یتنجس کلہ فإن کان جامداً ینجس ماحول الفارۃ فقط فإذا ما طرح ما حولہا حل أکل باقیۃ، ومن أمثلۃ المتنجس عند الحنابلۃ ما سقی أو سمد بنجس من زرع وثمر فہو محرم لتنجسہ ولا یحل حتییسقی بعد ذلک بماء طاہر یستہلک عین النجاسۃ ونقل فی الإنصاف عن ابن عقیل قولہ لیس بنجس ولا محرم بل یطہر بالاستحالۃ کالدم یستحیل لبناً ومما یذکر ہنا أن روث ما یؤکل لحمہ طاہر فالتسمید بہ لا یحرم الزرع وصرح الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ فی المسقی المذکور انہ لا یتنجس ولا یحرم، ومن أمثلۃ المتنجس علی خلاف بین الفقہاء البیض الذی سلق بماء نجس وتفصیلہ فی بیض''۔

(اور تیسرا سبب جو انسان کو نقصان پہنچانے والا ہے وہ نجاست ہے ، لہذا نجس اور نجس ہونے والی چیز دونوں حرام ہیں، نجس کی مثال خون ہے جس کا استعمال حرام ہے، اور نجس ہونے والی شئی کی مثال وہ گھی ہے جس میں چوہامرجائے ، گھی رقیق ہو تو مسئلہ یہ ہے کہ سب گھی ناپاک ہو جائے گا، اور اگر گھی جما ہوا ہو تو مرے ہوئے چوہے کے اردگرد کا گھی ناپاک ہوگا باقی اطراف کا گھی پاک رہے گا؛ لہذا چوہے کے آس پاس کا گھی پھینک کر باقی گھی کا استعمال کرنا جائز ہوگا، اور ناپاک ہونے والی مثالوں میں سے حنابلہ کے نزدیک وہ کھیتی ہے جو سیراب کیجائے کسی نجس پانی سے، کھیتی ہو یا پھل ہو پس وہ حرام ہے اس کے ناپاک ہونے کی وجہ سے، اور نہیں جائز ہے وہ یہاں تک کہ سیراب کردی جائے پاک پانی سے جو ختم کردے عین نجاست کو، اور انصاف کے اندر ابن عقیل سے نقل کیا گیا ہے، ان کا قول: ''لیس بنجس ولا محرم''، جس کا مطلبیہ ہے کہ نہ وہ ناپاک ہے اور نہ وہ حرام ہے بلکہ پاک ہوجاتی ہے استحالہ کے ساتھ جیسے کہ

خون جو دودھ بن جائے، اور یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ اس جانور کی لید جس کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ پاک ہے پس اس کو بطور کھاد استعمال کرنا کھیتی کو حرام نہیں کرتا ہے۔ اور حنفیہ اور شافعیہ ومالکیہ نے اس کھیتی کے بارے میں جس کا ذکر کیا گیا ہے یہ صراحت کی ہے کہ نہ وہ ناپاک ہوتی ہے اور نہ حرام ہوتی ہے، اور ناپاک ہونے والی مثالوں میں حسب اختلاف فقہاء وہ انڈا ہے جس کو ناپاک پانی سے ابالا گیا ہو، اور اس کی تفصیل انڈا کے باب میں ہے)۔

موسوعہ فقہیہ (۵،۱۳۶) پر ہے:

''وأما العقعق وہو غراب نحو الحمامۃ حجماً طویل الذنب فیہ بیاض وسواد فہو حرام عند الجمہور، حلال عند أبی حنیفۃ، مکروہ تحریماً عند أبییوسف ، والأصح عند الحنفیۃ حلہ لأنہ یخلط فیأکل الجیف والحب فلا یکون مستخبثاً''۔

اور (ص: ۱۳۸) پر ہے:

''ویحرم العقعق عند الثلاثۃ أیضاً لأنہ یأکل الجیف کالغراب الأبقع''۔

(پس وہ مچھلیاں جنہیں خنزیر کی چربی دی جاتی ہے ان کا کھانا جائز ہے جیسے کہ عقعق وہ کوا ہے جو کبوتر کے برابر ہوتا ہے جس کی دم لانبی ہوتی ہے اور سفید وکالا ہوتا ہے وہ جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے مگر امام اعظم کے نزدیک حلال ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، اور حنفیہ کا اصح قول یہ ہے کہ وہ حلال ہے؛ کیونکہ وہ مخلوط ہوتا ہے مردار کو بھی کھاتا ہے اور دانہ کو بھی کھاتا ہے لہذا وہ خبیث نہیں ہوگا، اور ائمہ ثلاثہ کا قول یہ ہے کہ وہ حرام ہوگا؛ کیونکہ وہ مردار کو کھاتا ہے جیسے کہ ابقع کوا کہ اس کو کھانا حرام ہے، کیونکہ وہ مردار کھاتا ہے)۔

پس اسی پر قیاس کرتے ہوئے ان مچھلیوں کا کھانا جائز ہے جنہیں خنزیر کی چربی دی جاتی ہے؛ کیونکہ ان کی غذا مخلوط ہوتی ہے، خنزیر کی چربی بھی دی جاتی ہے اور اس کے علاوہ بھی غذا دی جاتی ہے، ہاں اگر ان مچھلیوں کو خنزیر کی چربی کے علاوہ دوسری کوئی حلال غذا نہ دی جائے تو پھر ان کا کھانا حرام ہوگا (دیکھئے: شامی۵،۲۶۶)۔

علامہ شامی نے جلالہ جانور کے تعلق سے تفصیل سے بحث کی ہے جس کو خلاصہ کے طو رپر یہاں پیش کیا جارہا ہے:

جلالہ وہ اونٹنیا گائے یا بکری ہے جس کی اکثر غذا نجاست ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے؛ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے جلالہ اونٹنی کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، اور وجہ اس کییہ ہے کہ جب اس کا غالب کھانا نجاست ہوگا تو اس کا گوشت متغیر اور بدبودار ہوگا، پس وہ ایسےہی ہے جیسے بدبو دار گوشت کا کھانا، رسول اللہ ﷺ نے جلالہ جانور کے دود ھ پینے سے بھی منع فرمایا ہے او روہ اس لئے کہ اس کا گوشت جب

متغیر ہوگا تو اس کا دودھ بھی متغیر ہوگا، اور جس روایت میں اس پر سوار ہونے سے منع کیا گیا ہے تو وہ محمول ہے اس بات پر کہ جلالہ بدبودار جانور ہے، لہذا اس کے استعمال کرنے سے منع کیا جائے گا؛ تاکہ لوگوں کو اس کی بدبو سے تکلیف نہ پہنچے، اور اگر نجاست کھانے سے اسے روک دیا جائے اور پاک چارہ دیا جائے تو کراہت دور ہوجاتی ہے، اور ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ مخلوط نہ ہو او ران کی اکثر غذا مردار یا گندگی ہو، لیکن اگر ان کی غذا مخلوط ہو تو وہ جلالہ نہیں ہونگے او رنہ ان کا کھانا مکروہ ہوگا؛ کیونکہ وہ بدبودار نہیں ہونگے، اور جلالہ مرغی کا کھانا مکروہ نہیں ہے اگرچہ وہ نجاست کھاتی ہو؛ اس لئے کہ اس کا غالب کھانا نجاست نہیں ہوتا بلکہ وہ مرغی دانہ بھی کھاتی ہے ، اور کہا گیا ہے کہ وہ مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ بدبودار نہیں ہوتی جیسے کہ جلالہ اونٹ بدبودار ہوجاتا ہے، اور حکم بدبو سے متعلق ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے بکری کے بچے کے بارے میں کہا ہے کہ جب وہ خنزیر کا دودھ پیئے اور وہ بڑا ہوجائے تو اس کا کھانا مکروہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوگا او رنہ بدبودار ہوگا، او ریہ جزئیہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ اعتبار بدبو کا ہے نہ کہ نجاست کے کھانے کا (شامی۵،۱۴۹)۔

اور موسوعہ فقہیہ میں ہے:

''جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جلالہ اور یہ وہ جانور ہے جو گندگی کھاتا ہے یا اس کے علاوہ نجاست کھاتا ہے، اس کا گوشت کھانا اور اس کا دودھ پینا اور اس کے انڈے کا کھانا مکروہ ہے جبکہ اس کے گوشت کا تغیر بدبوکے ساتھ اس کے پسینہ میں ظاہر ہوجائے، اور ایک قول مینشافعیہ کے نزدیک او رایک روایت میں امام احمدؒ کے نزدیک اس کا گوشت کھانا اور اس کا دودھ پینا حرام ہے، اور اصل اس میں ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہﷺ نے منع فرمایا ہے جلالہ اونٹ کا گوشت کھانے سے اور اس کا دودھ پینے سے، اور نہ بوجھ لادا جائے اس پر سوائے چمڑے کے، اور نہ اس کو لوگ ذبح کریں جب تک کہ چالیس دن اسے چارہ نہ دیا جائے، بہرحال جب اس سے کوئی تغیریعنی بدبوظاہر نہ ہو تو شافعیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اگرچہ وہ سوائے نجاست کے کچھ اور نہ کھاتا ہو، اور حنابلہ نے کہا کہ اس کے گوشت اور دودھ کا پینا مکروہ ہے جبکہ اس کا اکثر چارہ نجاست ہو اگرچہ اس سے بدبووغیرہ ظاہر نہ ہو۔

صاحب مغنی نے لیث سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ فقہاء مکروہ سمجھتے ہیں اس جانور کو جس کا کھانا سوائے گندگی کے دوسرا نہیں ہو، مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ جلالہ کا گوشت مکروہ نہیں ہے اگرچہ اس میں تغیر ہوجائے۔ ان فقہاء کے درمیان جو جلالہ کے گوشت کے کھانے کی حرمت کے قائل ہینیا اس کی کراہت کے قائل ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اسے روکنے اور پاک چارہ دینے پر کراہت یا حرمت دور ہوجاتی ہے،

لیکن مدت حبس میں اختلاف ہے، شافعیہ نے کہا: اونٹنی کو چالیس دن قید کیا جائے او رگائے کو تیس دن او ربکری کو سات دن اور مرغی کو تین دن، اور حنفیہ کے نزدیک مرغی کو تین دن اور بکری کو چار دن اور اونٹ گائے کو دس دن قید کیا جائے۔ امام احمد سے دوروایتیں ہیں: ایکیہ ہے کہ جلالہ چاہے پرندہ ہو یا جانور تین دن قید کیا جائے، اور حنابلہ کا کہنا ہے کہ جو چیز روکنے اور چارہ دینے کی مدت میں کسی حیوانکو پاک کرتی ہے وہی دوسرے کو بھی پاک کرے گی۔

ابن عمرؓ تین دن قید کرتے تھے جب اس کو کھانے کا ارادہ فرماتے تھے، اور دوسری روایتیہ ہے کہ اونٹ اور گائے کو چالیس دن بند کیا جائےگا، اور صاحب مغنی نے حضرت حسن بصریؒ سے بیان کیا ہے کہ انہو ننے اس کے گوشت اور اس کے دودھ کے اندر رخصت دی ہے؛ اس لئے کہ نجاست کے کھانے سے حیوان ناپاک نہیں ہوتا ہے، اس کی دلیلیہ ہے کہ شراب کے پینے والے پر اس کے اعضاء کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں لگایا جاتا ہے، او روہ کافر جو خنزیر اور محرمات کو کھاتا ہے اس کے ظاہر کو کسی نے بھی نجس نہیں کہا ہے، اگر وہ اس سے ناپاک ہوجاتا تو پھر اسلام اور غسل کے ذریعہ پاک نہیں ہوتا، اسی طرح اگر جلالہ نجس ہوتا تو وہ قید کرنے سے پاک نہیں ہوتا، حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ جلالہ کا جھوٹا مکروہ ہے اور اس کی قربانی درست نہیں ہے اگر وہ نجاست کے علاوہ کچھ اور نہیں کھائے۔

شامی (۲۹۷،۵) میں ہے:

‘‘اور مکروہ ہے گدھی کا گوشت اور اس کا دودھ اور جلالہ کا دودھ جو گندگی کو کھاتی ہے اور گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب بھی مکروہ ہے او ران دونوں کا گوشت بھی مکروہ ہے، او ربند کردیا جائے گا جلالہ جانور کو یہاں تک کہ اس کے گوشت کی بوختم ہوجائے، اور مرغی کے لئے تین دن قید کرنے کی مقدار بیا ن کی گئی ہے او ربکری کے لئے چار دن اور اونٹ وگائے، بیل کے لئے دس دن ظاہر طور پر، اور اگر کھائے وہ نجاست اور اس کے علاوہ دوسری چیز کو اس طریقہ پر کہ اس کا گوشت بدبودار نہ ہو تو وہ حلال ہے جیسے کہ بکری کا بچہ حلال ہے جس نے خنزیر کے دودھ سے پرورش پائی ہو؛ اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا ہے اور وہ غذا کھاتا ہے اور وہ غذا ہلاک ہوجاتی ہے، لہذا اس کا اثر باقی نہیں رہتا، اور اگر شراب پلائی جائے اس جانور کو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے او راس کو اسی وقت ذبح کرلیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے؛ البتہ مکروہ ہے۔

ماتن کا قول ‘‘التی تأکل العذرة ’’ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا گوشت بدبودار ہوجائے، شرح وہبانیہ اور منتقی کے اندر ہے کہ جلالہ جانور مکروہ ہے جبکہ اس سے بوپائی جائے؛ لہذا نہ اس کو کھایا جائے اور نہ اس کا دودھ پیا جائے اور نہ اس پر سواری

کی جائے، اور مکروہ ہے اس کا بیچنا اور اس کا ہبہ کرنا، اور بقالی نے کہا کہ اس کا پسینہ ناپاک ہے۔

اور ماتن کا قول ‘‘علی الأظہر ’’ اس کا مطلب یہ ہے کہ شرح وہبانیہ میں تجنیس سے نقل کیا ہے اور وہی مختار ہے ظاہر قول پر، ظاہر یہ ہے کہ ان جانوروں کی طہارت مذکورہ مدت سے حاصل ہوجاتی ہے اور بزازیہ میں کہا کہ وہ شرط ہے ان جانوروں میں جو سوائے مردار کے کچھ نہینکھاتے، اور ان کی تقدیر قید کرنے کی اونٹ کے اندر ایک مہینہ ہے او ربیل گائے میں بیس دن ہے اور بکری میں دس دن ہے، اور علامہ سرخسی نے کہا کہ صحیح قول عدم تقدیر ہے، صرف اس قدر بند کئے جائینگے کہ ان کی بو ختم ہوجائے۔

اور ماتن کا قول ‘‘حلت ’’ اس کا مطلب یہ ہے کہ فقہاء نے کہا ہے کہ مرغی کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس کی غذا مخلوط ہوتی ہے او راس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا، اور روایت کیا گیا ہے کہ حضورﷺ مرغی کھاتے تھے، اور جو روایت کیا گیا کہ مرغی کو تین دن بند کردیا جائے پھر ذبح کیا جائے یہ احتیاطی طو رپر ہے۔

اور ماتن کا قول ‘‘لأن لحمہ لا یتغیر الخ ’’ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذخیرہ میں ہے جو موافق ہے اس کے جو گزر چکا کہ معتبر بو ہے؛ لیکن خانیہ میں ذکر کیا ہے کہ امام حسن نے کہا: نہیں ہے کوئی حرج اس کے کھانے میں، اور ابن مبارک نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو چند دن چارہ دے دیا گیااس کے بعد تو وہ مثل جلالہ کے ہوگیا، اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا کھانا حلال ہے جبکہ اسے چند دن کے بعد ذبح کیا جائے ورنہ نہیں۔

فرع: ابوسعود میں ہے کہ وہ کھیتی جس کو نجاست کے ذریعہ سیراب کیا گیا ہو وہ حرام نہیں ہے اور نہیں مکروہ ہے وہ اکثر فقہاء کے نزدیک، اس کا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے بظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے، اور اسی پر غور کرلیا جائے فرق کو کھیتی کے درمیان اور جلالہ جانور کے درمیان جو نجاست کو کھاتا ہے اور اس کے غیر کے درمیان اور اس بکری کے بچے کے درمیان جو خنزیر اور کتیا کے دودھ کو پیتا ہے ’’۔

شامی (۵،۲۲۶) پرہے:

‘‘ماتن کا قول (ولو متولداً فی ماء نجس) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانور جو ناپاک پانی میں پیدا ہو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے بوجہ حلال ہونے نص کے ساتھ، اور اس کا ہونا نجاست کے کھانے کے ساتھ نہیں روکتا ہے اس کی حلت کو، اوراشارہ کیا ہے اس کے ساتھ اونٹ اور گائے کی طرف جوجلالہ ہے، او ردجاجہ کی طرف، اوریہ ان مسائل میں سے ہے جن میں امام صاحب نے توقف کیا ہے۔پس آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا ہوں کب اس کا کھانا جائز ہوگا، اور تجنیس میں ہے جبکہ اس کا چارہ نجاست ہو تو مرغی

کو بند کیا جائے گا تین دن اور بکری کو چار دن اور اونٹ گائے کو دس دن، اوریہی مختار ہے ظاہر قول میں، اور کہا امام سرخسی نے اور زیادہ صحیح تقدیر کا نہ ہونا ہے اس حال میں کہ اس کو بند کیا جائے یہاں تک کہ اس کی بو ختم ہوجائے، اور ملتقی میں ہے مکروہ جلالہ اس وقت ہے جبکہ اس سے بوپائی جائے پس اس کو نہ کھایا جائے اور نہ اس کا دودھ پیا جائے او رنہ اس پر سواری کی جائے، اور مکروہ ہے اس کا بیچنا او رہبہ کرنا، او رذکر کیا ہے بقالی نے کہ اس کا پسینہ ناپاک ہے، اور مختصر المحیط میں ہے اور نہیں مکروہ ہے گھومنے والی مرغی اگرچہ وہ نجاست کھائے یعنی اس میں بدبو نہ ہو جیسے کہ گزر چکا؛ اس لئے کہ وہ مخلوط ہوتی ہے اور اس کاگوشت متغیر نہیں ہوتا اور اس کا بند رکھنا چند دن احتیاط کے طور پر ہے، اور اسی کے ساتھ جواب حاصل ہوجاتا ہے ان کے قول کا حاشیۃ الدرر میں، اور غور کرلیا جائے فرق مچھلی اور جلالہ کے درمیان اس طریقہ کے ساتھ کہ مچھلی کو اٹھایا جائے اس صورت میں جبکہ بدبودار نہ ہو، اور مراد لیا جائے جلالہ سے بدبودار کو''۔

الفتاوی الشرعیہ (۳۱۵،۶) پر ہے:

''یجوز إطعام الأغنام وغیرہا من الحیوانات المأکولۃ اللحم أعلافاً یدخل فی تکوینہا العظام والشحوم واللحوم المأخوذۃ من ذبائح مذکاۃ ولو کانت تلک اللحوم غیر صالحۃ للاستعمال البشری لانتہاء مدۃ صلاحیتہا أو لغیر ذلک من الأسباب لأن ہذہ المواد المضافۃ إ لی العلف الطبیعی طاہرۃیجوز الانتفاع بہا أما إضافۃ لحوم وشحوم وعظام الحیوانات المیتۃ أو الدم لو من حیوان مذکی فہو مکروہ لأن فیہ انتفاعاً بالنجاسات والأصل عدم جواز ہ ومع ہذا یجوز أکل لحم الحیوانات المعلوفۃ بما دخل فیہ الدم أو المیتۃ بنسبۃ قلیلۃ بحیث لا ینتن اللحم من ہذا العلف فلا یأخذ حکم الحیوانات الجلالۃ وہی التی جمیع أکلہا أو غالبہ من النجاسات بحیثینتن لحمہا وتظہر منہ رائحۃ النتن'' ۔

(چارہ دینا جائز ہے بھیڑ بکریوں او ران کے علاوہ ان حیوانات کو جن کا گوشت کھایاجاتا ہے جو داخل کرتا ہے ان کی جسامت میں ہڈیوں اور چربی اور گوشت کو جو لیے جائیں پاک ذبیحوں سے اگرچہ وہ گوشت غیر صالح ہو انسان کے لئے بوجہ منتہی ہوجانے اس کی صالحیت کی مدت کے یا اس کے علاوہ اس کے اسباب سے، اسی لئے یہ مادے جن کی اضافت طبیعی چارے کی طرف کی گئی ہے پاک ہیں اور ان کے ذریعہ نفع حاصل کرنا جائز ہے۔

بہرحال گوشت اور چربی اور مردار جانوروں کی ہڈیوں کی اضافت اگرچہ وہ ذبح کئے گئے ہوں وہ مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں نجاست کے ذریعہ انتفاع حاصل کرنا ہے اور اصل عدم جواز ہے، اور اسی کے ساتھ جائز ہے ان حیوانات کے گوشت کا کھانا جن کو چارہ دیا جاتا ہے ایسی چیز کے ساتھ جس میں خون اور مردار داخل ہو نسبت قلیلہ کے

ساتھ، اس حیثیت سے کہ اس چارہ سے گوشت بدبودار نہیں ہوتو وہ جلالہ جانو رکے حکم کے مشابہ نہیں ہوگا جس کا کل کھانا یا اس کا اکثر کھانا نجاست ہوتا ہے، اس حیثیت سے کہ ان کا گوشت بدبودار ہوجاتا ہے او راس سے بوظاہر ہوجاتی ہے)۔

فتاوی شرعیہ (۳٦۷،۱۳) پر ہے:

''وعلیہ فإن کل مطعوم أو مشروب یکون حلالاً للإنسان إذا لم یوجد فیہ محرم ومن المحرمات فی الطعام والشراب المسکرات والنجاسات وما فیہ إضرار بالصحۃ کالسموم فإذا ثبت قطعاً أو بظن غالب أن فی مطعوم أو مشروب مادۃ مسکرۃ أو نجسۃ أو مضرۃ بالصحۃ حرم وإلا فلا یحرمویستوی فی ذلک المشروبات الغازیۃ والاجبان وغیرہا''۔

(ہر کھانا اور ہر مشروب انسان کے لئے حلال ہوگا جبکہ اس میں کوئی حرام چیز نہ پائی جائے او رحرام چیزوں میں سے کھانے اور پینے میں نشہ پیدا کرنے والی چیزیں ہینیا نجاست ہے یا وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ انسان کو نقصان پہنچے جیسے کہ زہر پس جبکہ ثابت ہو یہ چیز قطعاً یا غالب طور پر کہ مطعومات یا مشروبات میں مادہ مسکر ملا ہوا ہے یا نجس چیز ملی ہوئی ہے یا کوئی زہر آلود چیز ہے تو وہ حرام ہے ورنہ حرام نہیں ہے، او ران مشروبات میں غذائی اور غیر غذائی سب چیزیں برابر ہیں)۔

فتاوی شرعیہ (۳۴۳،۲۰) پر ہے:

''جب حاصل ہو تغیریا استحالہ مواد اور اعیان نجسہ کے اندر دوسرے مادہ کی طرف تو بعض مذاہب اسلامیہ اعتبار کرتے ہیں اس استحالہ کو پاک اور ان کے نزدیک وہ مادہ نجسہ پاک ہو جاتا ہے اور حلال ہوتا ہے اس کا کھانا اور اس سے انتفاع کرنا، اور لوگوں کی سہولت کے پیش نظر فتوی بورڈ اسی کو اختیار کرتا ہے، بہرحال جبکہ دوسرے مادہ کی طرف استحالہ نہ ہو تو پھر وہ نجس رہتا ہے جو حرام ہے مگر اضطرار کی حالت میں وہ بھی جائز ہوتاہے، اور اسی سے ان دواؤں کا استعمال کرنا ہے جو حلال دواؤں کے قائم مقام سے کوئی چیز نہیں ہوتی ہے، او رنہینہے کوئی تعارض ضرورت کے حکم کے درمیان اور دوا کے حرام کرنے کے درمیان محرمات کے ذریعہ حالت وسعت اور اختیار میں، اور یہ بورڈ ذمہ داروں سے سفارش کرتا ہے کہ معطومات ومشروبات میں سے تمام غذاؤں کی تیاری میں اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ ہر قسم کے محرمات اور انسانی صحت کے لئے نقصان دہ مواد سے خالی ہو، اور صحت انسانی کی حفاظت کی خاطر ایسی چیزوں کا استعمال نہ کیاجائے جو ان سے خالی نہ ہوں ''۔

الموسوعۃ الفقہیہ (۳۵،۲۰) پر ہے:

''ذہب الحنفیۃ والمالکیۃ وہو روایۃ عن أحمد إلی أن نجس العینیطہر باستحالتہ إلی عین أخری فإذا استحالت عین الخنزیر إلی ملح فإنہ یطہر وذہب الشافعیۃ والحنابلۃ إلی أن نجس العین لایطہر بالاستحالۃ واستثنوا من ذلک الخمر وجلد المیتۃ'' ۔

(حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب ہے جس میں ایک روایت امام احمدؒ سے بھی ہے کہ نجس العین استحالہ کے ذریعہ پاک ہوجاتا ہے پس جب خنزیر نمک بن جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے، اور شافعیہ او رحنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ نجس العین استحالہ سے پاک نہیں ہوتا اور انہوں نے اس سے استثنا کیا ہے شراب اور مردار کی کھال کا)۔

فتاوی شرعیہ (۲۹۵،۲۳) پر ہے:

''ذہب الحنفیۃ والمالکیۃ وہو روایۃ عن أحمد إلی أن نجس العینیطہر بالاستحالۃ فرماد النجس لا یکون نجساً ولا یعتبر نجساً ملحاً کان أو حماراً أو خنزیراً وغیرہما ولا نجس وقع فیبئر فصار طیناً وکذلک الخمر إذا صارت خلا سواء بنفسہا أو بفعل إنسان أو غیرہ لانقلاب العین ولأن الشرع رتب وصف النجاسۃ علی تلک الحقیقۃ فینتفی بانتفائہا فإذا صار العظم واللحم ملحاً أخذ حکم الملح لأن الملح غیر العظم واللحم ونظائر ذلک فی الشرع کثیرۃ منہا العلقۃ فإنہا نجسۃ فإذا تحولت إلی المضغۃ تطہر والعصیر طاہر فإذا تحول خمراً ینجس فیتبین من ہذا أن استحالۃ العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیہا لذا فإن الجلالتینیعتبر مادۃ مستحیلۃ فہو غیر الجلد والعظم الذی استخرج منہما وعلی ہذا فإنہ یباح صنعہ وأکلہ وبیعہ وشرائہ ''۔

(حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب اور ایک روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ نجس العین استحالہ کے ذریعہ پاک ہوجاتا ہے پس نجس چیز کی راکھ ناپاک نہیں ہوگی اور نہ نجس سمجھی جائے گی خواہ وہ نمک ہو یا گدھا یا خنزیر وغیرہ، او رنہیں ہے نجس وہ جو واقع ہوجائے کنواں میں اور وہ مٹی بن جائے، اور اسی طرح شراب کا حکم ہے جبکہ وہ سرکہ بن جائے خواہ خود سے بنے یا کسی انسان کے فعل سے بنے یا اس کے علاوہ سے بوجہ منقلب ہوجانے عین کے، اور اس لئے کہ شریعت نے مرتب کیا ہے نجاست کے وصف کو حقیقت پر ، لہذا حقیقت کے ختم ہوجانے سے وصف بھی باقی نہیں رہے گا، لہذا جب ہڈی اور گوشت نمک ہوجائے تو وہ نمک کے حکم میں ہونگے، اس لئے کہ نمک ہڈی اور گوشت کا غیر ہے، او راس کی مثالیں شریعت میں بہت ہیں، ان میں سے علقہ ہے یعنی رحم مادر میں مادہ منویہ جب تک علقہ ہے تو ناپاک ہے مگر جب وہ بدل کر مضغہ بن جاتا ہے تو پاک ہوجاتا ہے، اور عصیر پاک ہے لیکن جب وہ بدل کر شراب بن جائے تو ناپاک ہوجاتا ہے، پس اس سے واضح ہوتا ہے کہ عین کے استحالہ کے ساتھ ہی اس پر مرتب ہونے والا وصف بھی زائل ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے جلالہ جانور میں اعتبار کیا جائے گا مادہ مستحیلہ کا پس وہ کھال اور اس ہڈی کے علاوہ ہے جو نکالی جاتی ہے اس سے،اور اسی سے مباح ہے اس کھال میں کوئی عمل کرنا اور اس جانور کا کھانا اور اس کا بیچنا اور اس کا خریدنا)۔

خلاصہ:

(۱) ایسی کھاد کا استعمال جس میں سمیت شدید ہو او راس کا اثر پیدا وار میں بھی

جاتا ہو اور اس کے کھانے سے انسانی صحت پر برااثر پڑتا ہو اور جو مہلک بیماری پیدا کرے اس کا استعمال جائز نہیں ہے، اور ایسا کھاد جس کا اثر استعمال ہونے کے بعد باقی نہ رہتا ہو اور وہ انسانی صحت کو نقصان نہ پہنچاتا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے اور اس سے پیدا شدہ چیزوں کا کھانا بھی جائز ہے۔

اور ایسی دوائیں جو پھلوں پر چھڑکنے کے بعد پھل کے اندر مضر اثرات پیدا کریں اور وہ صحت انسانی کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں تو ان کا استعمال بھی ناجائز ہے۔

(۲) پھلوں کو پکانے کے لئے یا دوسرے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ایسے کیمیکلیا انجکشن کا استعمال کرنا جن سے صحت انسانی متاثر ہوتی ہو ان کا استعمال بھی ناجائز ہے، اور ایسے کیمیکلیا انجکشن جو صحت انسانی کے لئے مضر نہ ہوں اور نہ پھل خریدنے والوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہوں تو ان کا استعمال جائز ہے۔

(۳) اگر ان اطباء کا قول جن کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے قابل اعتبار ہو تو ان انجکشن کا استعمال بھی ممنوع ہوگا؛ کیونکہ ان کے قول کے مطابق یہ طریقہ بھی صحت انسانی کے لئے مضر ہے اور یہ بات ابھی ہمارے نزدیک مزید تحقیق طلب ہے جب تک کہ معتبر ڈاکٹرس کی جماعت اس پر اتفاق نہیں کرتییا ان کی اکثریت اس پر اتفاق نہیں کرتی تو اس وقت تک فیصلہ میں احتیاط کرنا چاہئے۔

(۴) اس کا جواب تفصیل سے آچکا ہے کہ استحالہ کے بعد شئی کا حکم بدل جاتا ہے۔

(۵) غذائی مصنوعات میں مضر اشیاء کا استعمال ہمارے جواب میں آچکا ہے کہ ان کا استعمال ناجائز اور ممنوع ہے جو ایسی خطرناک بیماریاں پیدا کرے کہ وہ باعث ہلاکت ہوں یا انسان کو معذور کر دینے والی ہوں، ان کا استعمال حرام ہے، اور جو اشیاء معمولی مضر ہوں ان کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔

***

أصول الحلال والحرام فی المصنوعات الغذائیة

المولوی زین العابدین الکوثری•

الجواب حامداً ومصلیاً!

إن الإسلام دین کامل ومکمل، ولہ صلاحیۃ کاملۃ فی قضاء حاجات الناس الدنیویات کلہا، ولہ طریق مستقیم غیر معوج، وأحکامہ واضحۃ ودلائلہ بینۃ، وفیہ حل کل مشکلۃ یتعرضہا الإنسان فی قضاء حوائجہم الأصلیۃ والفرعیۃ، ومن المہم منہما نسبۃ إلی الإنسان الطعام والشراب وہما سببان أصلیان فیمان لحیاۃ الإنسان۔

ومن الأول کان الإنسان یفتش طعامہ بنفسہ وینالہ من أی طرق ومنہ یشمر حولہ للإنتاج وللحفظ والحرز، وفی کل زمان یتبع الناس من کان قبلہم فی طلب الطعام والانتاج والحفظ والحرز کی لا یکون مہلکاً ومع ذلک کانوا یجدون فیہا طرقاً جدیداً من عند أنفسہم ومن ذلک التأبیر فی الأشجار لزیادۃ النتائج والتحقیق فی الثمار مثل العنب والثمرۃ وفی اللحوم للحفظ من الفساد والہلاک أیاماً وشہوراً، وکان الصحابۃ رضی اللہ عنہم یأبرون نخلہم ویجففون ویشمسون لحوم الحیوان المحللۃ لأکلہ أیاماً کثیرۃ، وذلک معلوم من أحادیث رسول اللہ ﷺ۔

روی المسلم عن ابن عمر أن رسول اللہ ﷺ قال: من باع نخلاً قد أبرت فثمرہا للبائع إلا أن یشترط المبتاع (صحیح المسلم ۱۰،۲)۔

روی المسلم عن عبد اللہ بن واقد قال:نہی رسول اللہ ﷺ عن أکل لحوم الضحایا بعد ثلاث قال عبد اللہ بن أبی بکر فذکرت ذلک لعمرۃ، فقالت:صدق، سمعت عائشۃ تقول:دفّ أہل أبیات من أہل البادیۃ حضرۃ الأضحی: من رسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ: ادخروا ثلاثاً ثم تصدقوا بما بقی فلما کان بعد ذلک قالوا:یا رسول اللہ! إن الناس یتخذون الأسقیۃ من ضحایاہم ویحملون فیہا الودک فقال رسول اللہ ﷺ:ما ذاک؟ قالوا:نہیت أن تؤکل لحوم الضحایا بعد ثلاث فقال:نہیتکم من أجل الدافۃ التی دفّت فکلوا وادّخروا وتصدقوا (صحیح المسلم ۱۵۸،۲)۔

روی المسلم عن ابن عمر أن رسول اللہ ﷺ نہی عن المزابنۃ، والمزابنۃ بیع الثمر بالتمر کیلا وبیع الکرم بالذبیب کیلا (صحیح المسلم ۹،۲)۔

وجہ الاستدلال ظاہر کما ہو معلوم، ففی الجملۃ کان فی کل زمن من الأزمنۃ الماضیۃ طرق مختلفۃ للادخار من غیر ہلاک ولزیادۃ النتائج من الأثمار من التأبیر والتجفیف

• دارالعلوم عین الہدی عربک کالج، مالوپورم، کیرالہ۔

والتشميسومعه كان كل ذلک طرقاً فطرية وبريئة مما لا يجوز فى نظر الشريعة الإسلامية كما هو ظاهر فيالتأبير والتجفيف والتشميس وغيرها. وكان مقصدهم من استعمال تلک الطرق التى مما ينبغى لهم، أيضاً مما لا بأس به وما لا حرمة له فى الشريعة الإسلامية كما هو واضح فى الادخار والحفظ من الفساد والهلاک لاستعماله فى الأكل أياماً وشهوراً.

ولكن الزمان والإنسان عبر الأيام والشهور والسنوات تجدد وجههما، وتغيرت المرافقات من الضيق إلى الوسع ومن القلة إلى الكثرة ومن القديم إلى الجديد وسببه الأصلى هو قدوم الاختراعات الجديدات والمخترعات الحديثات واستغراقها وسيطرتها فى مجال حياة الإنسان كله فعادةقد انتشرت سيطرتها إلى مجال الطعام وما حوله من الانتاج والحفظ من الفساد وإلقاء الفضلات من الأشجار من غصن وورق وغير ذلک عند أصول النباتات والأشجار المثمرات من الأرض واخترع للعالم الحديث لها ولغيرها من المقاصد دواء ومائعات ومادات كيميائية (Chemicals) مختلفات ومتنوعات شتى فنتيجة لهذا صار مجاله أ ى الذى حول الطعام وإنتاجه إلى الوسع والانبساط حتى وسعت الطرق والتشمير حول الطعام وما تعلق به من التأبير والتجفيف والتشميس وإلقاء الفضلات من الأشجار والكلاءات عند أصول النباتات والأشجار المثمرة فى الأرض لمقاصد زيادة النتائج والحفظ من الفساد والهلاک لاستعمالها فى الأكل أياماً وشهوراً وسنوات وتزويد النباتات والأشجار قوة الإنتاج بأن تجذب عروقها ما يحتاج لها للانتاج من تلک الفضلات فوسعت الآن من طرق ومقاصد فطرية إلى طرق ومقاصد ومنافع التى هى غير الفطرية، فاخترع العالم الحديث اليوم بدلها أدواء مختلفة ومائعات متعددة ومادات كيميائية (Chemicals) متنوعات للإضافة فى الأثمار واللحوم لتزويدهما ضخماً وخضارة بعد فراق الثمر من أصله من الشجر واللحم من جسم الحيوان لكى لايكونان فاسدين وبالكين فى زمان قليل وأيضاً ليكون نمو الأثمار والحيوان كالدجاجة ونضج الأثمار وصلاحها فى قليل الزمان الذى هو دون زمان نموها وزمان نضجها وصلاحها الفطريان وأيضاً تستعمل هذه الأدواء والمائعات فى الأشجار والنباتات لقتل الجراثيم التى تفسد الأشجار والنباتات وثمراتها وتهلكها وأيضاً تستعمل هذه الأدواء والمائعات فى الحيوان كالبقر والغنم لتزويدهن اللبن إن كن حلوبات وإلا يتولد اللبن فى ضرعها لأجل هذه الأدواء والمائعات، وكذلک تستعمل الأدواء والأدقة لزيادة الطعم والذوق واللذة وما اخترع غير فطرى بدل أطعمة فطرية للحيوانات كالأسماک والدجاجات وغيرهماهكذا اليوم الطرق والمقاصد كثيرة مما كان قبل، كما هو معلوم أمام العالم فنظراً إلى المسلمينينبغى البحث عليهم ويفحصوا الأحكام فى الشريعة الإسلامية حول هذا الموضوع، بناء على أن مخترعى هذه الاختراعات أى الأدوية والمائعات ومادات كيميائية أكثرهم بل كلهم غير المسلمين والكفار.

نبدأ البحث أولا حول الطعام المحلل والطعام المحرم ثم يجرى البحث عن الإضافات فى غذاء الإنسان لأن الإضافات إنما نستعمل طعاماً مع طعامنا الأصلى فحكمها أى الإضافات حكمه

أی الطعام الأصلی ولذا نقدم أولاً البحث حول الطعام۔

الخبیث والطبیب من الأطعمۃ:

اعلم لما بدأ اللہ تعالی فی خلق الحیوانات فی الأرض بدأ فی خلق طعامہا وتنوع الأطعمۃ علی حدۃ لکل أجناس من الحیوانات علیحدۃ، وإن کان بعض الأجناس متشابہاً ومماثلاً فی بعض الأطعمۃ لجنس حیوان آخر، وخلق اللہ للإنسان من جملۃ الحیوانات أطیب الأطعمۃ نظراً إلی أطعمۃ غیرہ من الحیوانات وحللہ الطیبات من الرزق وحرم عنہ الخبائث کما فی قولہ تعالی فی سورۃ الاعراف ''ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث'' (سورۃ الاعراف: ۱۵۷)۔

وقولہ تعالی:''یا أیہا الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً'' (سورۃ البقرہ: ۱۶۸)۔

وقولہ تعالی: ''فکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً واشکروا نعمۃ اللہ'' (سورۃ النحل: ۱۱۴)۔

وغیرہا من الآیات المعلنۃ لہذا الأمر فی سور متعدۃ فعلینا أن نأکل الطیبات المحللۃ ونترک الخبائث المحرمۃ فی حیاتنا الدنیوی فالطیبات والخبائث من الرزق قد فسرہا الآیات القرآنیۃ الأخر والأحادیث النبویۃ ومن ذلک قول اللہ تعالی إنما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما أحل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا إثم علیہ، إن اللہ غفور رحیم'' (سورۃ البقرۃ: ۱۷۳)۔

وقولہ تعالی:''حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما أہل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما أکل السبع إلا ما ذکیتم، وما ذبح علی النصب، الخ'' (سورۃ المائدہ: ۳)۔

وقولہ تعالی:''وأنزل من السماء ماء فأخرج بہ من الثمرات رزقا لکم'' (سورۃ البقرۃ: ۲۲)۔

وقولہ تعالی:''ینبت لکم بہ الزرع والزیتون والنخیل والأعناب ومن کل الثمرات'' (سورۃ النحل: ۱۱)۔

وقولہ تعالی:وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما، وأیضاً:أحلت لکم بہیمۃ الأنعام إلا ما یتلی علیکم غیر محلی الصید وأنتم حرم (سورۃ المائدۃ: ۹۶، سورۃ المائدۃ: ۱)۔

وقولہ تعالی: ''وأحل اللہ البیع وحرم الربو'' (سورۃ البقرۃ: ۲۷۵)

وقولہ تعالی: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ وأحسنوا إن اللہ یحب المحسنین''، وہکذا فسر ہذا الأمر أحادیث کثیرۃ، مثلاً حدیث:''روی ابن عمر ؓنہی النبیﷺ عن أکل الجلالۃ وألبانہا، وحدیث:روی طارق بن سوید أنہ سأل النبیﷺ عن الخمر فنہاہ الخ، وحدیث:روی عن زاہر الأسلمی قال:إنی لأوقد تحت القدور بلحوم الحمر إذ نادی منادی رسول اللہﷺ ینہاکم عن لحوم الحمر، رواہ البخاری (مرقاۃ۸،۷۳)۔

وحدیث عن سلمان قال: سئل رسول اللہﷺ عن السمن والجبن والفراء فقال: الحلال ما أحل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فہو مما عفا عنہ، رواہ ابن ماجہ

والترمذى (مرقاة المصابيح٨،١٣١).

علم من هذا كله إن الله تعالى إنما أحل للإنسان ما هو غير مضر لجسده ولروحه أيضاً كما فى تحريم الربو وإنما حرم الله له ما هو مضر لهما من أى وجه أو قاتل للجسد كما يظهر من قوله تعالى:''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا إن الله يحب المحسنين'' (سورة البقرة: ١٩٥).

الغذاء الإنسانى الذييؤكل نوعان: نبات وحيوان، أما النبات المأكول: فكله حلال إلا النجس والضار والمسكر، أما النجس أو ما خالطته نجاسة (المتنجس) فلا يؤكل، لقوله تعالى: ''ويحرم عليهم الخبائث'' (الاعراف: ١٥٧) والنجس خبيث ولو تنجس طاهر كخل، ودبس ودهن ذائب وزيت حرم لقوله ﷺ فى الفأرة تقع فى السمن وتموت فيه: ''إن كان جامداً فألقوها وما حولها وكلوه، وإن كان مائعاً فأريقوه، فلو حل أكله لم يأمر بإراقته، وبالعكس لو تطهر متنجس بتبديل حقيقتهيحل. وأما المسكر فحرام لقوله تعالى:''فإنه'' رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه (المائدة: ٩٠). وأما الضار فلا يحل أكله كالسم والمخاط والمنى والتراب والحجر لقوله عزوجل:''ولا تقتلوا أنفسكم'' (النساء: ٢٩)، وقوله تعالى: ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (البقرة: ١٩٥)، وأكل هذه الأشياء تهلكة فوجب ألا تحل، ويحل أكل ما لا يضر كالفواكه والحبوب لقوله تعالى:''قل من حرم زينة الله التى أخرج لعباده والطيبات من الرزق''، وأما الحيوان فنوعان مائي وبري أما المائي فلا يحل منه إلا السمك غير الطافي عندنا أى الحنفية، وفى بدائع الصنائع والمراد من قول النبى عليه الصلاة والسلام ''الحل ميتته''السمك خاصة بدليل قوله ﷺ:''أحلت لنا ميتتان ودمان، الميتتان السمك والجراد والدمان الكبد والطحال''، فسر عليه الصلاة والسلام بالسمك والجراد، فدلّ أن المراد منها السمك، ويحمل الحديث على السمك وتخصيصه بما تلونا من الآية وروينا من الخبر'' (بدائع الصنائع ٤،١٤٥).

أما الحيوان البرى ففى البدائع:''وأما الذييعيش فى البر فأنواع ثلاثة:ما ليس له دم أصلاً، وما ليس له دم سائل، ومالـه دم سائل مثل الجراد والزنبور والذباب والعنكبوت والعضّابة والخنفساء والبغاثة والعقرب ونحوها لا يحل أكله إلا الجراد خاصة لأنها من الخبائث لاستبعاد الطباع السليمة إياها وقد قال الله تبارك وتعالى:''ويحرم عليهم الخبائث'' إلا أن الجراد خُصّ من هذه الجملة بقوله عليه الصلاة والسلام: ''أحلت لنا ميتتان'' فبقي على ظاهر العموم وكذلك ما ليس له دم سائل مثل الحية والوزغ وسامّ أبرص وجميع الحشرات وهوامّ الأرض من الفأر والقُراد والقنافذ والضبّ واليربوع وابن عرس ونحوها، ولا خلاف فى حرمة هذه الأشياء إلا فى الضب فإنه حلال عند الشافعى ..... أم المستأنس من البهائم فنحو الإبل والبقر والغنم بالإجماع وبقوله تبارك وتعالى:''والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون'' (سورة النحل: ٥).

وقوله سبحانه وتعالى: ''الله الذى جعل لكم الأنعام لتركبوا منها ومنها تأكلون'' (غافر: ٩)، واسم الأنعام يقع على هذه الحيوانات بلا خلاف بين أهل اللغة ولا تحل البغال والحمير عند عامة

العلماء رحمهم الله ..... ولنا قوله تبارک وتعالى:''والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة'' وسنذكر وجه الاستدلال بالآية إن شاء الله تعالى ..... وأما لحم الخيل فقد قال أبوحنيفةؒ: يكره،وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله: لا يكره ..... وأما السنة فما روى عن جابرؓ أنه قال: لما كان يوم خيبر أصاب الناس مجاعة فأخذوا الحمر الأهلية فذبحوها فحرم رسول اللهﷺ لحوم الحمر الإنسية ولحوم الخيل والبغال وكل ذى ناب من السباع وكل ذى مخلب من الطير، وحرم الخِلسة والنُهبة ..... وأما المتوحش منها نحو الظباء وبقر الوحش وحمر الوحش وإبل الوحش فحلال بإجماع المسلمين ولقوله تبارک وتعالى:''ويسألونک ما ذا أحل لهم قل أحل لكم الطيبات'' (المائدة: ۴) وقوله عز شأنه:''ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث'' (الاعراف:۱۵۷) وقوله سبحانه وتعالى: ''كلوا من طيبات ما رزقناكم'' (طه: ۸۱)، ..... وأما المستأنس من السباع وهو الكلب والسنّور الأهلي فلا يحل، وكذلک المتوحش منها المسمى بسباع الوحش والطير وهو كل ذى ناب من السباع وكل ذى مخلب من الطير لما روى فى الخبر المشهور عن رسول اللهﷺ ''أنه نهى عن أكل كلّ ذى ناب من السباع وكلّ ذى مخلب من الطير''..... وأما بيان ما يكره من الحيوانات فيكره أكل لحوم الإبل الجلالة وهى التى الأغلب من أكلها النجاسة لما روى أن رسول اللهﷺ نهى عن أكل لحوم الإبل الجلالة ولأنه إذا كان الغالب من أكلها النجاسات يتغير لحمها وينتن فيكره أكله كالطعام المنتن ..... ويكره الغراب الأسود الكبير لما روى عن عروةعن أبيه أنه سئل عن أكل الغراب فقال:من يأكل بعد ما سماه الله تبارک وتعالى فاسقاً عنى بذلک قول رسول اللهﷺ: ''خمس من الفواسق يقتلهن المحرم فى الحل والحرم'' ولأن غالب أكلها الجيف فيكره أكلها كالجلالة ولا بأس بغراب الزرع لأنه يأكل الحب والزرع ولا يأكل الجيف .

هكذا روى بشر بن الوليد عن أبييوسف قال:سألت أبا حنيفة عليه الرحمة عن أكل الغراب فرخص فى غراب الزرع وكره الغُداف فسألته عن الأبقع فكره ذلک، وإن كان غراباً يخلط فيأكل الجيف ويأكل الحب لا يكره فى قول أبى حنيفة عليه الرحمة'' (بدائع الصنائع ۴،۱۴۴-۱۵۵).

وفيه أيضاً: أما بيان شرط حل الأكل فى الحيوان المأكول البرى هو الذكاة فلا يحل أكله بدونها لقوله تبارک وتعالى:''حرمت عليكم الميتة والدم'' إلى قوله عزّ شأنه ''وما أكل السبع إلا ما ذكّيتم'' استثنى سبحانه وتعالى الذكيّ من المحرّم والاستثناء من التحريم إباحة (بدائع الصنائع ۴،۱۵۵).

قلت:علم من هذا كله إن الله تعالى قد أحل للإنسان من الطعام ما هو مصح لجسده ولروحه وحرم عليهم ما هو مضر لهما وقاتلهما فمعنى ''الطيبات'' فى قول الله تبارک وتعالى ''ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث'' ما هو مصح للروح والجسد ومعنى الخبائث فيه ما هو مضر لهما

وقاتلہما، ففی معارف القرآن للعلامۃ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی فی تفسیر قول اللہ عزوجل ‘‘الیوم أحل لکم الطیبات’’:

لغت میں طیبات صاف ستھری اور مرغوب چیزوں کو کہا جاتا ہے، اور خبائث اس کے بالمقابل گندی اور قابل نفرت چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے؛ اس لئے آیت کے اس جملہ نے یہ بتلادیا کہ جتنی چیزیں صاف ستھری مفید اور پاکیزہ ہیں وہ انسان کے لئے حلال کی گئیں، اور جو گندی قابل نفرت اور مضر ہیں وہ حرام کی گئی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انسان دوسرے جانوروں کی طرح نہیں ہے کہ اس کا مقصد زندگی دنیا میں کھانے پینے، سونے، جاگنے، اور جینے مرنے تک محدود ہو، اس کو قدرت نے مخدوم کائنات کسی خاص مقصد سے بنایا ہے اور وہ مقصد اعلی پاکیزہ اخلاق کےبغیر حاصل نہیں ہوسکتا؛ اسی لئے بداخلاق انسان درحقیقت انسان کہلانے کے قابل نہیں۔

اسی لئے قرآن کریم نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ‘‘بل ہم أضل’’یعنی وہ چوپاؤں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ اور جب انسان کی انسانیت کا مدار اصلاح اخلاق پر ہو تو ضروری ہے کہ جتنی چیزیں انسانی اخلاق کو گندہ اور خراب کرنے والی ہیں ان سے ان کا مکمل پرہیز کرایا جائے۔ انسان کے اخلاق پر اس کے گرد وپیش کی چیزوں اور اس کی سوسائٹی کا اثر بدیہی طور پر ہر شخص جانتا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جب گرد وپیش کی چیزوں سے انسانی اخلاق متاثر ہوتے ہیں تو جو چیزیں انسان کے بدن کا جزو بنتی ہیں ان سے اخلاق کس قدر متاثر ہونگے؛ اس لئے کھانے پینے کی ساری چیزوں میں ان کی احتیاط لازمی ہوئی، چوری، ڈاکہ، رشوت، سود، قمار، وغیرہ کی حرام آمدنی جس کے بدن کا جزو بنے گی، وہ لازمی طور پر اس کو انسانیت سے دور اور شیطنت سے قریب کردے گی۔ اسی لئے قرآن کریم کا ارشاد ہے: ‘‘یا أیہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا’’ عمل صالح سے اکل حلال کا حکم دیا گیا ہے؛ کیونکہ اکل حلال کے بغیر عمل صالح متصور نہیں۔

بالخصوص گوشت جو انسان کے بدن کا جزو اہم بنتا ہے اس میں اس کی احتیاط سب سے زیادہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا گوشت اس کی غذا میں داخل نہ ہو جو اس کے اخلاق کو خراب کرے، اسی طرح وہ گوشت جو جسمانی طور پر انسان کے لئے مضر ہے کہ بیماری اور ہلاکت کے جراثیم اس میں ہیں،اس سے انسان کے پرہیز کا ضروری ہونا تو سبھی جانتے ہیں۔ جتنی چیزیں شریعت نے خبائث قرار دی ہیں، وہ یقینی طور پر انسان کے جسم یا روح یا دونوں کو خراب کرنے والی اور انسانی جان یا اخلاق کو تباہ کرنے والی ہیں؛ اس لئے ان کو حرام کردیا گیا، اس کے بالمقابل طیبات سے انسان کے جسم وروح کی تربیت اور اخلاق فاضلہ کا نشو ونما ہوتا ہے ان کو حلال قرار دیا گیا۔ غرض قرآن پاک کے جملہ ‘‘أحل لکم الطیبات ’’ نے حلت وحرمت کا فلسفہ بھی بتلادیا اور اصول بھی ..... الخ (معارف القرآن ۳،۴۳-۴۶)۔

‘‘وفی تفسیر المنیر تحت قول اللہ عزوجل ‘‘ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث’’ الطیبات ما تستطیعہ الأنفس والطباع السلیمۃ من الأطعمۃ، ومعنی قولہ: ویحل لہم الطیبات أی مما حرم فی شرعہم (الخبائث) ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ وتنفر منہ کالمیتۃ والدم المسفوح، أویکونسبباً فی الضرر البدنی کالخنزیر الذییسبب أکلہ الدودۃ الوحیدۃ وغیرہا من المضار، أو الضرر الدینی کالمذبوح الذییتقرب بہ لغیر اللہ، والخبیث من الأموال: ما یؤیدہ بغیر حق کالربا والرشوۃ والسرقۃ والغصب ونحو ذلک من المکاسب الخبیثۃ (التفسیر المنیر۵،۱۲۵)۔

ونعلم من ہذا البحث المذکور قبل، ان معنی الحرمۃ فی الطعام وحلتہ ہو الضرر فی الجسم أو الروح أو فیہما، فالإضافات التی نستعمل الیوم فی طعامنا إن وجد ہذا المعنی فی أی شئی منہا أو لم یجد فالحکم فیہا ما حکم فی الطعام الأصلی، أی ان کان فی أی شئ من الأشیاء المضافات (Ingredeants) مع غذایا الإنسان صفۃ مضرۃ للجسم أو للروح أولہما فنحکم علیہ بالحرام، وإن لم یکن فیہ صفۃ مضرۃ لہما جمیعاً فنحکم علیہ بالحلال۔

فنبحث الآن علی ہذا الضرر حول الأمور التی تواجہنا الیوم فی شأن أطعمتنا علی ما ذکر فی ‘‘ورقۃ الأسئلۃ’’۔

وإن قلت مجملاً فی أحکام ہذہ الإضافات (Ingredeants) التی أعلنت من ورقۃ الأسئلۃ فأقول:کل الإضافات لا تجوز ولا تحل لأن فی کلہا صفۃ الضرر والقتل للجسم، لکن أبحث الآن حولہا علی حالات الضرورۃ والأمور العارضۃ اللتین تعرضتا فی حیوتنا علی حدۃ۔

أبین أولا أصلاً کلیاًیشتمل علی جمیع ما نبحث بعد، ہو أن المکونات إن کان شئ منہا یخلط فی الطعام والغذاء ما حل أصلیا بأن یکون حلالاً فی الشریعۃ الإسلامیۃ فیشرط لحلہا شرط أن یکون المقصد من الخلط حلالاً وجائزاً فی شریعتنا سواء تحقق وجودہ فی الواقع أم لایتحقق، وأیضاً شرط أن یکون الغذاء والطعام باقیا علی صفتہ الحلال بعد الخلط، کما فی خلط الملح فی الإدامات للطعم فأصل الملح الحل والمقصد من خلطہ کون الغذاء والطعام ذات طعم وذوق، وہو مقصد حلال ویکون الادام باقیا علی حالہ الحلال بعد الخلط وہذا إن کان علی قدریسیر کاف للطعم، فأما إن کان علی قدر غیر قلیل فہو مضر للعقل وللجسم فیکرہ أکل ہذا الادام دائماً أو غالباً للتولد منہ للعقل والجسم مضرۃً قلیلاً فقلیلا أی معہ شئ حلال فی الادام ، لأن الضرر الذی تولد من أکل الادام المخلوط بالملح الکثیر مثل الضرر الذییتولد من أکل الجلالۃ التی خلطت فی أکلہا الخبیث والطیب کما فی الجلالۃ التی خلطت فی أکلہا الخبیث مع الطیب فی قول أبییوسف (وہو لا یکرہ عند أبی حنیفۃ) ففی بدائع الصنائع: خمس من الفواسق یقتلہن المحرم فی الحل والحرم، ولأن غالب أکلہا الجیف فیکرہ أکلہا کالجلالۃ ولا بأس بغراب الزرع، لأنہ یأکل الحب والزرع ولا یأکل الجیف ..... (وإن کان غراباً یخلط فیأکل الجیف ویأکل الحب لا یکرہ فی قول أبی حنیفۃ علیہ الرحمۃ) وقال أبویوسف رحمہ اللہ: یکرہ لأن غالب أکلہ الجیف (بدائع الصنائع ۴،۱۵۴-۱۵۵)۔

لا یجری فیما حل جانب الضرورة لأنہ حلال فی غیر حالتہا فیکون فی حالتہا أی الضرورة حلالا بالأولی، ثم إن کان المکون والمضاف (Ingredeants)شیئاً أصلہ الحرمة وغیر الإباحة فلایحل أکلہ ولایجوز۔

ثم ہذا النوع یجوز ویحل أحیانا عند الضرورة المحتاجة إلی استعمالہ فہناک أیضاً شرطان، الاول أن یکون المقصد منہ مباحاً فی دیننا ویکون محتاجا شدید الحاجة والثانی أن یعلم تحقق المقصد والمنفعة والمطلوب منہ علماً یقینیاً بلا تردد ولا احتمال فیہ مثلاً الخمر حرام فمن لیس عندہ الا الخمر وہو محتاج إلیہ للعطش واضطر إلیہ بأن کان إن لم یشرب من الخمر یحضرہ الموت فہو فی حالة الضرورةیحل لہ الشرب من الخمر علی قدر الضرورة لأن المقصد حلال وتحقق انعدام العطش وانختامہ قد علم یقینا، فأما المرأ ان احتاج واضطر إلی الخمر أو الخنزیر (إلی جزء من أجزاءہ) للعلاج فلیس عندہ دواء للداء الماخوذ بہ إلا الخمر أو دواء تولد من أجزاء الخنزیر ولیس لہ علم تحقق الشفاء فیہیقینا فلا یحل الاستعمال ولا یباح، ہذا فی حالة انہ لم یستعمل ہذا الدواء یقع الموت یقینا وإلا فلا ضرورة فیہ أو کانت الحاجة حاجة لا تفضی إلی الموت أی غیر حاجة لا بد منہ فلا ضرورة ہناک أیضاً، کما فی شرب الخمر للنشاط، والمقصد ہناک حلال وتحقق النشاط یقین لکن لم تکن ہناک ضرورة ولا یکون مثل ہذہ الحاجات ضرورة فلا یحل الحرام لہا ، وفی جواہر الفقہ :

''ضرورت کی تعریفیہ ہے کہ اگر ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو یہ شخص ہلاک یا قریب الموت ہوجائے گا ، یہی صورت اضطرار کی ہے، اسی حالت میں حرام وممنوع چیز کا استعمال (چند شرائط کے ساتھ جو آگے آرہی ہیں) جائز ہوجاتا ہے۔ حاجت کے معنییہ ہیں کہ اگر وہ ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک تو نہیں ہوگا مگر مشقت اور تکلیف شدید ہوگی۔ یہ صورت اضطرار کی نہیں، اس لئے اس کے واسطے روزے، نماز، طہارت وغیرہ کے بہت سے احکام میں رعایت اور سہولتیں تو دی گئی ہیں مگر ایسی حالت میں حرام چیزیں نص قرآن کے تحت حلال نہیں ہونگی۔ منفعت یہ ہے کہ کسی چیز کے استعمال سے اس کے بدن کو فائدہ پہنچے گا لیکن نہ کرنے سے کوئی سخت تکلیفیا ہلاکت کا خطرہ نہیں، جیسے عمدہ قسم کے کھانے اور مقوی غذائیں، اس حالت کے لئے نہ کوئی حرام حلال ہوتا ہے نہ روزہ کا افطار جائز ہوتا ہے۔ مباح اور جائز طریقوں سے یہ چیزیں حاصل ہوسکیں تو استعمال کرے اور نہ حاصل ہوسکیں تو صبر کرے۔ زینت: جس سے بدن کو کوئی خاص تقویت بھی نہیں محض تفریح خواہش ہے، ظاہر ہے اس کام کے لئے کسی ناجائز چیز کے جائز ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (جواہر الفقہ ۳۵،۷)۔

''فإن الأشیاء المحرمةیحل استعمالہا حالة الضرورة عند استجماع الشرائط (شرائط الضرورة) کما ہی معلوم عندکم، ثم قلت:إن الشئ المحرم یجوز استعمالہ لعموم البلوی وہو یتحقق أحیاناً فی نفسہ وأحیاناً لتعامل الناس ولتناولہم إیاہ وہذا من أجزاء حالة الضرورة، أی أمر

محتاج إلیہ ولہ صورة جواز لکن فی الحال وفی الخارج إنما لہ صورة محظور وہو قد عمّ إلی حد لا یستطیع ولا یمکن الاحتیاط منہ والاحتراز عنہ بأن یعاملہ معاملة الجواز والمباح فیکون جائزاً فی صورتہ المحظورة لتعامل الناس أو لعموم البلوی أو علی أصل أنہ ''ما ضاق الأمر إلا اتسع'' کما فی بیع الثمار: ففی تکملة فتح الملہم:إن العرف إذا جری ببیع الثمار بعد بد ووصلاحہا بشرط الترک واشتدت إلیہ الحاجة کان قیاس قول محمد الجواز، وإن لم یتناہ عظم الثمار، لأنہ أجاز شرط الترک بعد ما تناہی عظمہا للعرف والضرورة، قلت کذلک أجاز محمد رحمہ اللہ بیع الثمار فی حین ظہر بعضہا ولم یظہر بعضہا للضرورة والعرف، کما قدمنا عن الفتح ورد المحتار، فکان قیاس قولہ الجواز عند الضرورة وإن لم یتناہ عظمہا (تکملة فتح الملہم۱،۳۷۹)۔

وفی رد المحتار علی الدر المختار نقلاً عن فتح القدیر وما ترشش علی الغاسل من غسالة المیت مما لا یمکنہ الامتناع عنہ ما دام فی علاجہ لا ینجسہ لعموم البلوی (رد المحتار علی الدر المختار ۱،۵۳۲)۔

والحاصل أن الذیینبغی أنہ حیث کان العفو للضرورة وعدم امکان الاحتراز أن یقال بالعفو وإن غلبت النجاسة ما لم یر عینہا لو أصابہ بلا قصد وکان ممن یذہب ویجیئ وإلا فلا ضرورة (رد المحتار علی الدر المختار ۱،۵۳۱)۔

إن المسألة الأولی إنما فیہا عموم البلوی لتعامل الناس وفی الثانیة والثالثة بنفسہ۔

فالآن تبحث علی البحث المذکور عن أمور مذکورة فی ورقة الأسئلة:

فأولاً ان الدواء المستعمل فی ہلاک الجراثیم وقتلہا التی تفسد وتہلک وتأکل النباتات والأشجار وثمارہا دون إرسالہا للنمو والنضج وأیضاً الدواء المستعمل لتزوید الأثمار طعماً وضخماً وأیضاً الدواء المستعمل لتکون الثمار ناضجة قبل أوان نضجہا ویبدو الصلاح قبل زمانہا فتنضج الثمار وتبدو صلاحہا فی وقت قصیر وزمن قلیل، ودواء آخر لتکون الثمار ذات خضارة بلا فساد ولا ہلاک أیاماً کثیرة ونحو ذلک، أقول إن مثل ہذہ الأدویة لیس استعمالہا جائزاً لکونہا محظورة فی الأصل لأن الکل سم قاتل ومہلک ومفسد لاجسام الناس ولقولہ تعالی:''لا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکة واحسنوا إن اللہ یحب المحسنین'' ولقولہ تعالی:''الیوم أحل لکم الطیبات'' والطیبات ہو ما لیس بمضر للجسم والروح کما قدمنا أثناء بحثنا۔

وأما حال الضرورة حول استعمال ہذہ الأدویة ہو أن الدواء المستعمل فی ہلاک الجراثیم المفسدة والمقصد منہ مقصد حلال وتحقق منفعتہ عُلِم علم یقینا لکن ہذا لیس ضرورة بل ہو حاجة من وجہ لأنہ لیس فی عدم استعمالہ مشقة کبیرة ولا منفعة محضة أیضاً فلا یجری فیہ الحل علی الضرورة، کما ہو ظاہر مما ذکرنا عن جواہر الفقہ۔

وأما الدواء المستعمل لتزوید الأثمار جسماً وضخماً غیر فطریین فالمقصد منہ مخلوط بالحظر والإباحة وجانب الحظر منہ أنہ یزود الناس الأثمار ضخماً لخدع المشترین بأن یزید

الثمر عند الوزن حالة العقد على قدر وزن يحصل له إن كان نموه فطرياً غير استعمال الدواء وأيضاً لترغيب المشترين فى شراءه سدا وبذا القصد ليس جائزا فى الإسلام كما ہو معلوم من صور بعض البيوع فى أحاديث رسول الله ﷺ فنہیﷺ عن تلک الصور لخدع أحد المتعاقدين فالخدع ليس بجائز فى الإسلام فلم يحلّ الحرام لہذا المقصد بوسيلة الضرورة، وأما جانب الإباحةمنه فہو أن يقصد حصول ثمر كبير الجسم والضخم لزيادة الأكل لكن ہذا القصد لا يفضى إلى الضرورة، كما ہو ظاہر مما قدمنا عن جواہر الفقه، فلم يكن حلالاً۔

وأما الدواء المستعمل لتزويد الثمار طعماً وذوقاً فإن كان المقصد منه حلالاً وتحقق الطعم أمرا يقينا لكن ہذا القصد لم يشتدت اليه الحاجة وأيضاً ہو منفعة مما بہ منه، فلا يجرى فيه حكم الضرورة كما ہو أيضاً معلوم مما أشرنا فى مقالتنا ہذه عن جواہر الفقه۔

وأما الدواء الذييستعمل فى الثمر ليكون ذا خضارة أياما بعد القطع من الأشجار بلا فساد ولا ہلاک وفيه أيضاً خداع المشترين بان يظن المشترى إذا رأى مثل ہذا الثمر المستعمل الدواء أنه صالح جديد وقطعه من الشجر فى أوان قريب فيرغب فيه ويشتريه ومع ذلک لم يجر الخسارة فى ماله بہلاک الثمار، وہذا أيضاً ليس بجائز من المقاصد فى ديننا فلا يحل له ما حرم بوسيلة الضرورة ۔

وأما الدواء التييستعمل فى تزويد اللبن وتوليده والمقصد منه حصول زيادة اللبن للشرب وللبيع وإن كان مباحاً فى الشريعة وتحققه أى زيادة قدر اللبن وتولده أمراً يقيناً لكن ليس أمر وحاجة يفضى إلى الاضطرار والشدة من الحاجة فلايتحقق ہنا ضرورة فلا يحل استعمال ہذا الدواء بجواز الضرورة۔

وكذلک حكم إطعام طعام متنجس وغير مباح للحيوانات لمقصد أن تكون الحيوانات تزيد ضخماً ونموّاً ونفوراً فى وقت قليل وزمن يسير الذى ليس زمان كبره وضخمه ونموه الفطرى وہذا أيضاً خارج عن دائرة الجواز بوسيلة الضرورة۔

ففى الجملة ان استعمال الأدوية المذكورة ليس بجائز بأية حال لعدم كون الحاجة إليہا ضرورة اضطر إليه بل كل ذلک من المنافع المحضة كما فى جواہر الفقه وقد كتبته مرة قبل أثناء ہذه المقالة من الفرق بين الضرورة والمنفعة والحاجة والزينة:

''ضرورت کی تعریفیہ ہے کہ اگر ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو یہ شخص ہلاک یا قریب الموت ہوجائے گا یہی صورت اضطرار کی ہے اسی حالت میں حرام وممنوع چیز کا استعمال (چند شرائط کے ساتھ جو آگے آرہی ہیں) جائز ہوجاتا ہے۔ حاجت کے معنییہ ہیں کہ اگر وہ ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک تو نہیں ہوگا مگر مشقت اور تکلیف شدید ہوگی،یہ صورت اضطرار کی نہیں ، اس لئے اس کے واسطے روزے، نماز، طہارت وغیرہ کے بہت سے احکام میں رعایت اور سہولتیں دی گئی ہیں مگر ایسی حالت میں حرام چیزیں نص قرآنی کے تحت حلال نہیں ہونگی (جواہر الفقہ۷،۳۵)۔

فليس فى استعمال الأدوية المذكورة صورة جواز لما قلنا ومع ذلک فى استعمالها ضرر للجسم وإلقاءه فى الهلاک وأيضاًيفوت من استعمالها فى الأثمار والخضروات تتقيد مصالح الجسد فيهما من الفيتامينات (Vitamins) والبروتينات (Proteins) فلا يجوز استعمالها فى الاثمار والخضروات للمقاصد المذكورة ولا يباح بحال لأنه قال الله تعالى:''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكةوأحسنوا إن الله يحب المحسنين''.

ثم إن أكل الثمار والخضروات التى استعمل فيها أى دواء من الأدوية المذكورة وإطعامها لغيره وبيعها وشراءها جائز للضرورة فيهما لتعامل الناس ولعموم البلوى أى إن معظم الأطعمة لمعظم الناس الخضروات والأثمار ولا يوجد هذه الأشياء اى الخضروات والثمار فى الأسواق والدكاكين إلا فى هذه الصفة أى مستعملاً فيها الأدوية المحظورة المذكورة وهى قد عمت إلى حد لا يمكن أن يحصل ثمراً أو شيئاً من الخضروات إلا مستعملا فيه دواء من هذه الأدوية فأما ان قلنا ''أنه ليس بجائز'' لتعسر المسلمون ويفوتهم الطعام والمعيشة فيجوز الأكل والإطعام والبيع والشراء للضرورة لتعامل الناس ولعموم البلوى الذى لا يمكن الاحتراز عنه وأيضاً على أصل أنه ''ما ضاق الأمر إلا اتسع'' كما هو معلوم لدينا، ونظير هذه المسئلة مسئلة بيع الثمار قبل بد والصلاح أو بشرط الترک ففى تكملة فتح الملهم للعلامة المفتى محمد تقى العثمانى:

''أن تباع سائر ثمار الشجر أو البستان فى حين ظهر بعضها ولم يظهر بعضها، وفيه خلاف بين مشايخنا الحنفية، فظاهر المذهب أنه لا يجوز أيضاً، ولكن أفتى شمس الأئمة الحلوانى رحمه الله بأنه لو كان الخارج أكثر جاز البيع فى الجميع وبه أفتى الإمام الفضلى، بل يظهر من عبارته أنه لا يشترط كون الخارج أكثر بل يجعل الموجود اصلا فى البيع ومايحدث بعد ذلک تبعاً له، ويقول: استحسن فيه لتعامل الناس فانهم تعاملوا بيع ثمار الكرم بهذه الصفة ولهم فى ذلک عادة ظاهرة وفى نزع الناس من عادتهم حرج حكاه ابن الهمام فى الفتح (١٠٥،٥)، ثم قال:''وقد رأيت رواية فى نحو هذا عن محمد رحمه الله، وهو بيع الورد على الأشجار ، فإن الورد متلاحق، ثم جوز البيع فى الكل بهذا الطريق، وهو قول مالک، والحاصل أن هذه الصورة وإن كانت غير جائزة فى أصل المذهب غير أن فيها سعة عند عموم البلوى، وفى هذه الصورةيقول العلامة ابن عابدين الشامى رحمه الله:''لا يخفى تحقق الضرورة فى زماننا، ولا سيما فى مثل دمشق الشام كثيرة الأشجار والثمار، فإنه لغلبة الجهل على الناس لا يمكن إلزامهم بالتخلص بأحد الطرق المذكورة .....وفى نزعهم عن عادتهم حرج كما علمت، ويلزم تحريم أكل الثمار فى هذه البلدان، إذ لا تباع إلا كذلک والنبىﷺ إنما رخص فى السلم للضرورة مع أنه بيع المعدوم، فحيث تحققت الضرورة هنا أيضاً آمكن إلحاقه بالسلم بطريق الدلالة فلميكن مصادماً للنص، فلذا جعلوه من الاستحسان، لأن القياس عدم الجواز، وظاهر كلام الفتح الميل إلى الجواز، ولذا أورد له الرواية عن محمد، بل تقدم أن الحلوانى رواه عن أصحابنا، وما ضاق الأمر إلا اتسع، ولايخفى أن هذا مسبوغ للعدول عن ظاهر الرواية، كما يعلم من رسالتنا المسماة ''نشر العرف فى

بناء بعض الأحكام على العرف" فراجعها، كذا فى رد المحتار (۴۳،۴) (تكملة فتح الملهم ۳۷۶،۱-۳۷۷).

وفيه أيضاً "أن تباع الثمار بعد ما تناهى عظمها وبدأ صلاحها ، فشرط الترك فى هذه الصورة جائز عند محمد رحمه الله، وبه أفتى كثير من المشائخ لعموم البلوى ..... قال العبد الضعيف عفا الله عنه: ويظهر من كلام ابن الهمام فيالفتح (۵ : ۱۰۳) أيضاً أن العرف إذا جرى ببيع الثمار بعد بدو صلاحها بشرط الترك واشتدت إليه الحاجة كان قياس قول محمد الجواز وإن لم يتناه عظم الثمار، لانه أجاز شرط الترك بعد ما تناهى عظمها للعرف والضرورة، قلت:كذلك أجاز محمد رحمه الله بيعالثمار فى حين ظهر بعضها ولم يظهر بعضها للضرورة والعرف، كما قدمنا عن الفتح ورد المحتار فكان قياس قوله الجواز عند الضرورة وإن لم يتناه عظمها (تكملة فتح الملهم ۳۷۷،۱-۳۷۸).

وفى رد المحتار على الدر المختار نقلاً عن الفتح وفى الفتح:وما ترشش على الغاسل من غسالة الميت مما لا يمكنه الامتناع عنه ما دام فى علاجه لا ينجسه لعموم البلوى (رد المحتار على الدر المختار ۵۳۲،۱).

وفى مكان آخر:"والحاصل أن الذييبغى أنه حيث كان العفو للضرورة وعدم إمكان الاحتراز أن يقال بالعفو وإن غلبت النجاسة ما لم ير عينها لو أصابه بلا قصد وكان ممن يذهب ويجيئ وإلا فلا ضرورة (رد المحتار على الدر المختار ۵۳۲،۱).

علم من هذا كله أنه قد تحقق فى مسألتنا (التى هى أكل الثمار والخضروات التى استعمل فيها من الأدوية المسمومة المحظورة المذكورة وبيعها وشراءها وإطعامها لغيره)الضرورة لتعامل الناس ولعموم البلوى فيجوز من هذا الطريق الأكل بنفسه والإطعام لغيره والبيع والشراء فى الثمار والخضروات المستعمل فيها دواء من الأدوية المذكورة المحظورة.

ثم إن شرب اللبن الذى تولد من استعمال الدواء المخترع غير فطرى لا يجوز ولا يباح على قول الأطباء أنه مضر للجسم وجالب المرض وليس فيه ضرورة لوجوه لأنه ليس للناس حاجة شديدة إلى شرب اللبن كما فى الخضروات والثمار وإن سلمنا أنه للناس حاجة إلى اللبن شديداًيمكن أن يحصل لبناً خالصاً من الدواء فليس فيه ضرورة لعموم البلوى أو لتعامل الناس.

فأما إن أتى حين لا يمكن فيه أن يحصل لبنا خالصاً من الدواء إلا لبناً مستعملاً فيه الدواء، واشتدت للناس حاجة إلى اللبن فيجوز حينئذ لعموم البلوى كما هو معلوم مما قدمنا أثناء بحثنا.

وأما لحوم الحيوانات التى تولّد وتنمى وتزود ضخماً من أطعمة مخترعة من نجاسة وحرام غير فطرى فحكمها عندى حكم الجلالة أى الذييأكل النجاسة من الحيوانات فحكمه مختلف عند الإمام أبى حنيفة ومحمد رحمهما الله فعند أبي حنيفة رحمه الله لايكره أكله إذ خلط بين الخبيث والطيب من الطعام من نجاسة وغيرها إنما يكره ما لا يأكل إلا الخبيث فعند أبييوسف

رحمہ اللہ یکرہ فی حالین وإن منع الجلالۃ عن أکل النجاسۃ والجیفۃ ونحوہا بالحبس وأطعمہا طعاماً طیباً حتییذہب عنہا أی عن لحومہا أثر النجاسۃ والجیفۃ ونحو ذلک فیحل أکلہ بعد ذلک، وکذلک إن المسألۃ لہا طریق البراءۃ منہا وہذا حکم لحوم الحیوانات التی تولد وتنمی وتزود ضخماً من أطعمۃ مخترعۃ بالنجاسۃ والحرام وأیضاًیجوز بیع الجلالۃ وشرائہا وہبتہا جائز فی حالتہ أی حالۃ کونہا موصوفۃ بالجلالۃ، ففی بدائع الصنائع:

وأما بیان ما یکرہ من الحیوانات فیکرہ أکل لحوم الإبل الجلالۃ وہی التی الأغلب من أکلہا النجاسۃ لما روی أن رسول اللہ ﷺ نہی عن أکل لحوم الإبل الجلالۃ ولأنہ إذا کان الغالب من أکلہا النجاسۃیتغیر لحمہا وینتن فیکرہ أکلہ کالطعام المنتن، وروی أن رسول اللہ ﷺ نہی عن الجلالۃ أن تشرب ألبانہا''؛ لأن لحمہا إذا تغیر تغیر لبنہا، وما روی أنہ علیہ الصلاۃ والسلام نہی عن أن یحج علیہا وأن یعتمر علیہا وأن یغزی وأن ینتفع بہا فیما سوی ذلک، فذلک محمول علی أنہا أنتنت فی نفسہا فیمتنع من استعمالہا حتی لا یتأذی الناس بنتنہا کذا ذکرہ القدوری رحمہ اللہ فی شرحہ ''مختصر الکرخی''، وذکر القاضی فی شرحہ ''مختصر الطحاوی'' أنہ لا یحل الانتفاع بہا من العمل وغیرہ إلا أن تحبس أیاماً وتعلف فحینئذ تحل، وماذکر القدوری رحمہ اللہ أجود ..... ہکذا روی عن محمد رحمہ اللہ أنہ قال: کان أبوحنیفۃ رحمہ اللہ لا یوقّت فی حبسہا وقال: تحبس حتی تطیب وہو قولہما أیضاً، وروی أبویوسف عن أبی حنیفۃ علیہ الرحمۃ، أنہا تحبس ثلاثۃ أیام، وروی ابن رستم رحمہ اللہ عن محمد فی الناقۃ الجلالۃ والشاۃ والبقر الجلالۃ أنہا إنما تکون جلالۃ إذا تفتتت وتغیرت ووجد منہا ریح منتنۃ فہي الجلالۃ حینئذ لایشرب لبنہا ولا یؤکل لحمہا وبیعہا وہبتہا جائز۔

ہذا إذا کانت لا تخلط ولا تأکل إلا العذرۃ غالباً، فإن خلطت فلیست جلالۃ فلا تکرہ لأنہا لا تنتن، ولا یکرہ أکل الدجاج المخلی وإن کان یتناول النجاسۃ لأنہ لا یغلب علیہ أکل النجاسۃ بل یخلطہا بغیرہا وہو الحب فیأکل ذاوذا..... .... والأفضل أن تحبس الدجاج حتییذہب ما فی بطنہا من النجاسۃ لما روی أن رسول اللہ ﷺ کانیحبس الدجاج ثلاثۃ أیام ثم یأکلہ، وذلک علی طریق التنزہ، وہو روایۃ أبییوسف عن أبی حنیفۃ علیہما الرحمۃ أنہا تحبس ثلاثۃ أیام کأنہ ذہب إلی ذلک للخبر، ولما ذکرنا أن ما فی جوفہا من النجاسۃیزول فی ہذہ المدۃظاہراً وغالباً، ویکرہ الغراب الأسود الکبیر، لما روی عن عروۃ عن أبیہ أنہ سئل عن أکل الغراب فقال: من یأکلہ بعد ما سماہ اللہ تبارک وتعالی فاسقاً، عنی بذلک قول رسول اللہ ﷺ خمس من الفواسق یقتلہن المحرم فی الحل والحرم، ولأن غالب أکلہا الجیف فیکرہ أکلہا کالجلالۃ ولا بأس بغراب الزرع لأنہ یأکل الحب والزرع ولا یأکل الجیف۔

ہکذا روی بشر بن الولید عن أبییوسف قال: سألت أبا حنیفۃ علیہ الرحمۃ عن أکل الغراب فرخص فی غراب الزرع وکرہ الغداف فسألتہ عن الأبقع فکرہ ذلک، وإن کان غراباً

یخلط فیأکل الجیف ویأکل الحبّ لا یکره فی قول أبی حنیفۃ علیہ الرحمۃ، قال: وإنما یکرہ من الطیرما لا یأکل إلا الجیف ولا بأس بالعقیق لأنہ لیس بذی مخلب ولا من الطیر الذی لا یأکل إلا الحب کذا روی أبویوسف أنہ قال: سألت أبا حنیفۃ رحمہ اللہ فی أکل العقیق فقال: لا بأس بہ فقلت: إنہ یأکل الجیف قال: إنہ یخلط فحصل من قول أبی حنیفۃ إن ما یخلط من الطیور لایکرہ أکلہ کالدجاج، وقال أبو یوسف رحمہ اللہ: یکرہ لأن غالب أکلہ الجیف'' (بدائع الصنائع ۴؍۱۵۳-۱۵۵)۔

قلت: ہذا أی الحبس وإطعام العلف الطیب حتییطیب لحمہا، إنما یستطیع إذا اشترناہا حیاً،فأما الیوم إنما یحصل الناس لحوم الحیوانات المحللۃ غالباً بعد الذبح والموت لحماً بالوزن، فلا یتحقق فیہ طریق إزالۃ الکراہۃ عن اللحم، لکن عند الضرورۃ والحاجۃ الشدیدۃ لتعامل الناس کما فی الدجاجۃ ینبغی أن یفتی بالجواز فی الأکل لأن لحم الدجاجۃ لا یحصل غالباً بل أغلب الأوقات إلا من الدجاجۃ النامیۃ بطعام خبیث غیر فطری فأما فی السمک لا یجری ہذا البأس والحرج لأن غالب ما یحصل لنا من الاسماک فی الأسواق والدکاکین ما نسمیہ بطعام فطری طیب لہ لا بطعام مخترع لہ خاصۃ من المحظورات فالسمک النامی بطعام مصنوع من عند الإنسان نادر فیمکن ویستطیع الاحتراز عنہ والاجتناب وہذا الاحتراز والاجتناب یمکن ویستطیع فی لحوم الماشیۃ والأنعام علی حد، کما ہو ظاہر الیوم۔

ففی الجملۃ مثل ہذہ اللحوم أی المتولدۃ بطعام غیر فطرییجوز إن کان لحم دجاجۃ لتعامل الناس إیاہ فی الصفۃ المحظورۃ فأما غیرہا لا یجوز بلیکرہ، وإن وجد فیہا مضرۃ أکثر منہا فی الجلالۃیفوق حکمہ من الکراہۃ إلی الحرام لقولہ تعالی: ''الیوم أحل لکم الطیبات'' ولقولہ تعالی:''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ وأحسنوا إن اللہ یحب المحسنین''، وبیعہ وہبتہ جائز کما ہو ظاہر من عبارات البدائع علی ما ذکر، ہذا ما عندی، واللہ أعلم بالصواب۔

***

چوتھا باب

مختصرتحریریں

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مفتی سلمان پالنپوری قاسمی•

خوراک ہر ذی روح کی ضرورت ہے، خواہ وہ دنیا پر حکمرانی کرنے والا انسان ہو، یا بے زبان چوپائیں، جنگلوں میں دھاڑنے والے شیر اور چیتا ہوں یا فضاؤں میں اڑنے والے چرند وپرند، ہر ایک کی بقا صالح اور صحت بخش خوراک پر ہی موقوف ہے، جن چیزوں سے خوراک کا تانا بانا تیار ہوتا ہے، وہ نباتات او رحیوانات ہیں، خوراک بننے کے لئے اللہ تعالی ہمیں نباتات کے ساتھ سورج کی شعاؤں، آسمانی بارش، اور زرخیز زمین سے نوازا ہے، چوپایوں کا انحصار نباتات پر، اور بعض جانوروں کا بعض جانوروں پر ہے، جب کہ انسانی خوراک دونوں پر منحصر ہوتی ہے، اللہ تعالی نے فطری طور پر انسانوں سے لے کر حیوانوں تک ہر ایک کو صاف ستھری، صحت بخش او رآلودگی سے پاک خوراک بہم پہنچائی ہے اور اناج غلے اگانے کے غیر مصنوعی طریقے بھی سکھلا دیئے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

''وأنزل من السماء ماء فأخرجنا بہ أزواجاً من نبات شتی کلوا وارعوا أنعامکم إن فی ذلک لآیات لأولی النہی'' (سورہ طہ: ۵۳-۵۴) ۔

(اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کئے، خود کھاؤ اور اپنے مویشی کو چراؤ، ان سب چیزوں میں اہل عقل کے واسطے نشانیاں ہیں) (بیان القرآن)۔

سورہ عنکبوت میں ہے:

''وکأین من دابۃ لا تحمل رزقہا اللہ یرزقہا وإیاکم'' (آیت: ۶۰)۔

(اور بہت سے ایسے جانور ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے، اللہ ہی ان کو روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی) (بیان القرآن)۔

بے شک آج انسان حیوانوں سے آگے نکل چکا ہے، خدائی نظام اور فطری نظام میں رخنے ڈال رہا ہے، مالی حرص کی وجہ سے خوراک کو فاسد اور ابتر کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے کوشاں ہے، اب تو اناج، غلے، جانوروں کے دودھ، گوشت، پھل، سبزیاں، سبھی کچھ آلودگی کے باعث مضر اور مہلک ہوتے جارہے ہیں، بالخصوص کیڑے مار دواؤں کے مرکبات، پارہ، کیڈمیم، سیسہ اور زہریلی مادے اور

• مفتی مدرسہ جامعہ خلیلیہ ماہی، پالنپور، گجرات۔

دھاتینخوراک میں شامل ہوگئی ہیں، نیز کیڑے مار دواؤں اور کیمیائی کھاد کی وجہ سے زمین کی زرخیزی ختم ہوتی جارہی ہے،جس کے نتیجہ میں خوراک کے ذخیرے آئے دن کم سے کم تر ہوتے جارہے ہیں۔

اسلامی تعلیمات اپنی ہمہ گیریت کی وجہ سے زندگی کے تمام گوشوں کو محیط ہیں، محض اپنے مادی فائدہ کے لئے خوراک کو مسموم اور آلودہ کرنا اسلامی نقطہ نظر سے غیر پسندیدہ اور قطعاً نامناسب فعل ہے، مذہب اسلام نے تو دیگر مخلوقات کی خوراک کو بھی مسموم، آلودہ اور گندہ کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے، تو بھلا اشرف المخلوقات کی خوراک کو مسموم، آلودہ اور فاسد کرناکیسے درست ہوسکتا ہے ، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب جنوں کا وفد آپﷺ کی خدمت میںاسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوا تو انہو ننے کہا:

''انہ أمتک أن یستنجوا بعظم أوروثۃ أو فحمۃ فإن اللہ عزوجل جعل لنا فیہا رزقاً'' (ابوداؤد شریف۱،۶ باب ما ینہی أن یستنجی بہ) (یعنی اپنی امت کو ہڈی، لید اور کوئلہ سے استنجاء کرنے سے منع کردیجئے، کیونکہ اللہ تعالی نے اسے ہمارا رزق بنایا ہے)، چنانچہ آپﷺ نے منع فرمادیا۔

شارحین حدیث لکھتے ہیں: ہڈی اور کوئلہ جنات کی غذا ہے اور لید جنات کے جانوروں کی غذا ہے (مرقات المفاتیح۱،۳۶۸)۔

فساد پھیلانے کی ممانعت:

خوراکی آلودگی ایک ہمہ گیر فساد ہے، جس کے دامن میں تباہی وبربادی کے سوا کچھ نہیں، قرآن کریم نے فساد پھیلانے سے بڑی تاکید کے ساتھ منع کیا ہے:

''ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحہا'' (سورہ اعراف: ۸۶)۔

(اور ملک میں اس کی درستی کے بعد فساد نہ مچاؤ) (تفسیر ماجدی)۔

ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا ہے:

''کلوا واشربوا من رزق اللہ ولا تعثوا فی الأرض مفسدین'' (سورہ بقرہ: ۶۰)۔

(کھاؤ پیو اللہ کے رزق سے اور زمین پر شرارتی بن کر نہ ابھرو) (تفسیر ماجدی)۔

پروردگار عالم نے خوراکی اشیاء کو اسباب معاش بنا کر نفع حاصل کرنے سے منع نہیں فرمایا، اس لئے کہ یہ بقائے زندگی کے لئے لازم ہے، مگر خوراک کو آلودہ اور فاسد کرنے سے ضرور روکا، اس لئے کہ یہ ایک ایسا ہمہ جہت فساد ہے کہ جس کا دھارا پھوٹنے کے بعد رک نہیں سکتا، دراصل فساد، نظام فطرت میں تبدیلی لانے، بگاڑ پیدا کرنے اور بقائے انسانیت کے لئے اللہ نے جو انتظام اور انصرام کیا ہے، اس کی خلاف ورزی کرنے کا نام ہے (دیکھئے: المدخل الفقہی العام ۲،۳۷۳، التفسیر الکبیر۳،۲۱۹)۔

نفس انسانی کا تحفظ:

یوں تو دنیا کے تمام مذاہب نے انسانی نفوس کی حفاظت کی تعلیم دی ہے، لیکن اسلام تمام گوشہ ہائے زندگی کی طرح اس مسئلے میں بھی خاص امتیازی مقام رکھتا ہے، اسلام کی انفرادی خصوصیت ہے کہ اس نے ایک فرد بشر کے قتل کو ساری انسانیت کے قتل سے تعبیر کیا ہے او رایک فرد کی جاں بخشی کو ساری انسانیت کو پروانہ آزادی وحیات دینے کے مماثل قرا ردیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''من أجل ذلک کتبنا علی بنی إسرائیل أنہ من قتل نفساً بغیر نفس أو فساد فی الأرض فکأنما قتل الناس جمیعاً ومن أحیاہا فکأنما أحیا الناس جمیعاً'' (سورہ مائدہ: ۳۲)۔

(اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلامعاوضہ دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کرڈالا اور جو شخص کسی شخص کو بچالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا) (بیان القرآن)۔

آج پیداوار میں اضافہ، پھلو ناور سبزیوں کو قبل ازوقت پکانے یا کیڑوں سے بچانے کے لئے کیمیکل اور زہر آلود مادوں کا استعمال کیا جاتا ہے، جو انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہیں، جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہے، اور کھانے والے بہت سے افراد بتدریج خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہورہے ہیں۔

اسلامی اصول:

اسلام کا ایک جامع اصول ''لا ضرر ولا ضرار '' ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ ایسے اسباب فراہم نہ کئے جائیں، جو کسی بھی درجہ میں اپنی ذات یا انسانیت کے لئے نقصان دہ ہوں، پیداوار میں اضافہ، پھلوں اور سبزیوں کو قبل ازوقت پکانے یا کیڑوں سے بچانے کے لئے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا، جس کے نتیجہ میں تباہ کن بیماریوں کا ظہور ہو اور خلق خدا ان میں مبتلا ہو، یہ اسلامی نقطہ نظر کے خلاف ہے، اس لئے کہ اسلام نے کبھی اس کی اجازت نہیں دی کہ اپنے مفاد کے پیش نظر عام مخلوق خدا کو گزند پہنچائی جائے، بلکہ اس کے برخلاف راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹادینے کو ایمان کا شعبہ قرار دیا ہے، پس لوگوں کے پیٹ میں تکلیف دہ چیزوں کے پہنچنے کا سبب بننا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

خلاصہیہ ہے کہ:

۱۔ پیداوار میں اضافہ یا پھلوں کو کیڑوں سے بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز نہیں جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو، او روہ بتدریج خطرناک امراض کا سبب بنتا ہو، فقہی اصول ہے: ''یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام'' ۔

۲۔ پھلوں کو جلد ازجلد پکانے کے لئے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے

وغیرہکے لئے زہریلی دواؤں یا انجکشن کا استعمال کرنا، ناجائز، فطری طریقہ کے خلاف اور مجرمانہ عمل ہے۔

(۳) انجکشن کے ذریعہ دودھ حاصل کرنا:

دودھ دینے والے حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے اور اگر جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہو، تو مصنوعی طو رپر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اس سے دودھ کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے، اس عمل کا محرک مالی حرص اور نفع کماؤ ذہنیت ہے، ایسا کرنے والوں کے پیش نظر صرف اپنا فائدہ ہوتا ہے، ان کے اس عمل سے کوئی مرے یا جئے قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوتی، چنانچہ وہ نہ جانور پر رحم کھاتے ہیں اور نہ انسانوں پر۔

مذکورہ طریقہ سے دودھ نکالنے کا حکم یہ ہے کہ اگر واقعییہ دودھ صحت انسانی کے لئے مضر ہے، تو مذکورہ تدبیروں کا استعمال جائز نہیں ہے؛ کیونکہیہ دودھ کو فاسد کرنا ہے، حاصل یہ کہ مشہور فقہی اصول ''لا ضرر ولا ضرار'' کے پیش نظر ایسی تدبیروں کا استعمال جس کا ضرر دوسروں تک پہنچتا ہو، جائز نہیں۔

(۴) حرام اشیاء کا جانوروں کی غذا میں شامل کرنا:

(الف): فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر چربی کا استعمال اس طرح ہو جیسے بعض پکوان میں گھی اور تیل ہوتا ہے، تو یہ اختلاط ہے نہ کہ انقلاب ماہیت، اس لئے خنزیر کی چربی ملائی ہوئی چیز حرام ہے حلال نہیں، کیونکہ پاک اور ناپاک کا اختلاط ہو، تو پاک جز بھی ناپاک ہوجاتا ہے، چنانچہ علامہ حلبی لکھتے ہیں:

''الماء والشراب إذا خلط وكان أحدهما نجساً فالطين الحاصل منها نجس لأن اختلاط النجس بالطاہر ينجسہ ہذا ہو الصحيح، كما ذكره قاضيخان وہو اختيار الفقيہ أبى الليث وكذا روى عن أبييوسف ذكره الخلاصة'' (حلبی،۱۸۸)۔

ایسے ہی اگر آٹا شراب سے گوندھا جائے، او را سکی روٹی پکائی جائے تو وہ روٹی حرام ہی رہے گی، حلال نہ ہوگی،یہ قلب ماہیت کی صورت نہیں، بلکہ انقلاب وصف کے قبیل سے ہے:

''إن الدبس ليس فيہ انقلاب حقيقة، لأنہ عصير جمد بالطبخ وكذا السمسم إذا درس واختلط دہنہ بأجزائہ ففيہ تغير ووصف فقط كلبن صار جبنا وبر صار طحينا وطحين صار خبزا بخلاف نحو خمر صار خلا وحمار وقع فى مملحة فصار ملحاً، فإن ذلك كلہ انقلاب حقيقة إلى حقيقة أخرى لا مجرد انقلاب وصف ، والله أعلم '' (رد المحتار ۵۱۹،۱)۔

جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذا دینا جس میں خنزیر کی چربییا کسی حرام چیز کے اجزاء شامل کئے گئے ہوں، جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں انقلاب ماہیت نہیں ہوتا، مجموعی شکل ضرور بدل جاتی ہے، مگر جملہ اجزاء اپنے خواص کے

ساتھ مطلوب ہوتے ہیں، جیسے ادویہ میں مختلف اجزاء ہوتے ہیں، پس اس غذا میں خنزیر کی چربی دوسری شکل کے باوجود ایک جزء کی حیثیت سے ہوتی ہے، اگر کیمیائی تحلیل کی جائے، تو چربی نمایاں ہوکر الگ ہوجائے گی، او رحرام ونجس چیز کو کھانا یا کسی کو کھلانا جائز نہیں، خواہ وہ جانور ہی کیوں نہ ہو۔

حاصلیہ کہ جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے، ان کی غذا میں خنزیر کی چربییا کسی حرام چیز کے اجزاء شامل کرنا او رجانوروں کو کھلانا جائز نہیں ہے، کیونکہیہ اختلاط ہے نہ کہ انقلاب ماہیت۔

(ب): ایسے جانوروں کا حکم جن کو حرام غذا کھلائی گئی ہو:

کتب فقہ مینیہ جزئیہ موجود ہے کہ حلال جانور جو نجاست خور ہوجائیں جن کو عربی میں ''جلالہ '' کہا جاتا ہے تو اس کے کھانے میں کراہت ہے، آپﷺ نے ایسے جانور کا گوشت کھانے اور اس کا دوھ پینے سے منع فرمایا (ترمذی عن ابن عمر ۴،۲)، بلکہ ایک روایت میں اس پر سوار ہونے سے بھی منع فرمایا ہے (نسائی عن عمروبن شعیب عن ابیہ عن جدہ ۲۰۹،۲)، اسی روایت کو سامنے رکھ کر فقہاء نے احکام مقرر کئے ہیں او روہ یہ کہ اگر کثرت نجاست خوری کی وجہ سے کسی بھی جانور گائے، بکری، مرغی کے اندر بدبو پیدا ہوجائے اور اس کے گوشت سے بو آنے لگے تو اس کو ایک مخصوص وقفہ کے بغیر ذبح کرنا جس مینیہ بو جاتی رہے مکروہ ہے (درمختار ۳۳۳،۵)۔

کتنے دن روکے رکھنے میں اس کے گوشت کی کراہت ختم ہوگی، اس سلسلہ میں بعض فقہاء نے اندازہ قائم کیا ہے اور دنوں کی تعیین کی ہے، لیکن صحیحیہی ہے کہ اس کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں کی جاسکتی، بلکہ جتنے دنوں میں بو کے ازالہ کا غالب گمان ہوجائے کراہت ختم ہوجائے گی، چنانچہ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

''کان أبوحنیفۃ لا یوقت فی حبسہا وقال تحبس حتی تطیب وہو قولہما أیضاً'' (بدائع الصنائع ۴۰،۵)۔

اور اگر ایسے جانور کے گوشت میں حرام غذا اور نجاست وغیرہ کھانے سے بدبو پیدا نہ ہوئی ہو، تو ایسے جانور کا گوشت حلال ہے، البتہ اگر خوراک میں غالب حرام ہو، تو بہتر ہے کہ ایسے جانور بند رکھ کر تین روز تک حلال غذا دی جائے، پھر ذبح کیا جائے۔

امداد الفتاوی میں ہے:

سوال: بکری کا بچہ جس نے سور کے دودھ سے پرورش پائی ہو حلال ہے یا نہیں؟ اور اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر لأن لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہ أثر فی ردالمحتار أن ابن المبارک قال معناہ إذا اعتلف أیاماً

بعد ذلک کالجلالۃ وفی شرح الوہبانیۃ أنہ یحل إذا ذبح بعد أیام وإلا فلا۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ وہ بچہ حلال ہے، لیکن کئی روز تک اس کو دوسرا چارہ دینا چاہئے، اس طرح قربانی بھی درست ہے، فقط واللہ اعلم (امداد الفتاوی۳،۵۴۰)۔

اوراحسن الفتاوی میں ہے:

سوال: مردار جانوروں کا گوشت بھاپ میں پکا کر مشینوں کے ذریعہ پیس کر سکھا کر باریک پاؤڈر بنالیا جاتا ہے اور مرغیوں کی خوراک میں استعمال کیا جاتا ہے، کبھی اس گوشت میں کتے کا گوشت بھی ہوتا ہے، کیا ان مرغیوں کا گوشت کھانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب:

ایسی مرغی کا گوشت حلال ہے، اگر خوراک میں غالب حرام ہو تو بہتر ہے کہ ایسی مرغی کو تین روز تک بند رکھ کر حلال غذا دی جائے، البتہ مرغی کے گوشت میں حرام غذا اور نجاست وغیرہ کھانے سے بدبوپیدا ہوجائے تو اس کو اتنی مدت بند رکھ کر حلال غذا دینا ضروری ہے کہ بدبوزائل ہوجائے، بدبو زائل ہونے سے قبل ذبح کردیا تو اس کا گوشت حلال نہ ہوگا، واللہ سبحانہ وتعالی اعلم (احسن الفتاوی۷،۴۰۸)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر کسی حلال جانور کو حرام غذا کھلائی گئی او راس کے گوشت میں حرام غذا کھانے سے بدبوپیدا ہوجائے ، تو بدبوزائل ہونے سے قبل ذبح کردیا تو اس کا گوشت حلا ل نہیں، مکروہ ہے اور اگر اس کے گوشت میں حرام غذا کھانے سے بدبو پیدا نہ ہوئی ہو، تو اس کا گوشت حلال ہے، البتہ غالب غذا حرام ہے تو بہتر ہے کہ ایسے جانور کو تین روز تک بند رکھ کر حلال غذا دی جائے پھر ذبح کیا جائے۔

(۵) غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے استعمال کا حکم:

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے استعمال سے غذا مسموم اور آلودہ ہوجاتی ہے، حالانکہ ہر جاندار کی بقا صالح اور صحت بخش غذا پر ہی موقوف ہے، غذا ہر ذی روح کی ضرورت ہے، غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے استعمال سے مضر اور مہلک اثرات پیدا ہوتے ہیں، اس وقت دنیا میں مختلف قسم کی آلودگیوں (غذائی، آبی، فضائی، صوتی) کے باعث قسم قسم کی مہلک اور لاعلاج بیماریاں جنم لے رہی ہیں، ان سب میں سب سے خطرناک غذائی آلودگی اور سمیت ہے، محض اپنے ادنی مفاد کی وجہ سے حیات انسانی کی سب سے اہم ضرورت کی چیز، غذا کو مضر صحت اشیاءکی آمیزش سے مسموم اور فاسد کردینا، ناجائز او رمجرمانہ عمل ہے، مذہب اسلام نے تو دیگر مخلوقات کی غذا کو مسموم اور آلودہ کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے، تو بھلا اشرف المخلوقات کی غذا کو مسموم اور مضر صحت بنادینا کیوں کر درست ہوسکتا ہے؟

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال ایک ہمہ گیر فساد ہے جس کے دامن میں تباہی وبربادی کے سوا کچھ نہیں، قرآن کریم نے فساد پھیلانے سے بڑی تاکید کے

ساتھ منع کیا ہے:

''ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحہا'' (سورہ اعراف: ۸۶) (اور ملک میں اس کی دررستی کے بعد فساد نہ مچاؤ)۔

ایک اور جگہ یوں ارشاد ہے:

''کلوا واشربوا من رزق اللہ ولا تعثوا فی الأرض مفسدین'' (سورہ بقرہ: ۶۰) (کھاؤ پیو اللہ کے رزق سے اور زمین پر شرارتی بن کر نہ پھرو)۔

اسلام کا ایک جامع اصول ''لا ضرر ولا ضرار '' ہے، جو اس کا متقاضی ہے کہ ایسے اسباب فراہم نہ کئے جائیں ، جو کسی بھی درجہ میں اپنی ذات یا انسانیت کے لئے نقصان دہ ہوں۔

حاصلیہ کہ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال، درحقیقت خلق خدا کو ضرر پہنچانا، اس پر ظلم کرنا، اس کو دھوکہ دینا ہے، او رکسی کو ضرر پہنچانا یا دھوکہ دینایا کسی پر ظلم کرنا حرام ہے اور جو عمل مذکورہ مفاسد پر مشتمل ہو، اس کا حرام ہونا بالکل ظاہر ہے، اوریہ ایسا ہمہ گیر مفسدہ ہے جس سے بچنا خلق خدا کے لئے ممکن ہی نہیں، کیونکہ عام لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کن کن غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا گیا ہے، جن غذائی مصنوعات کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہوجائے کہ ان میں مضر صحت اشیاء استعمال کا گیا ہے، تو ایسی غذائی مصنوعات کو خرید کر خود کھانا یا دوسروں کو کھلانا جائز نہیں۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال و حرام کے اصول

مولانامحفوظ الرحمن شاہین جمالی•

(۱) اس سلسلے میں قرآن مجید کے اصول سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے :

والسماء رفعها ووضع الميزان أن لّا تطغوا فی الميزان وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان (سورۃالرحمن : ۷،۸،۹)۔

(اور آسمان کو بلند کیا اور توازن (بیلنس) کو قائم کیا تاکہ تم توازن کے معاملہ میں سرکشی نہ کرو اور توازن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو اور توازن کو نہ بگاڑو)۔

زمینی پیداوار انسان کی اہم ترین غذائی ضرورت ہے، کھاد کے ذریعہ پیدا وار میں اضافہ انسانونکی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے اہم ضرورت ہے، اسی طرح سبزیوں اورپھلوں پرمناسب حد تک دواکا چھڑکاؤ بھی ضرورت ہے؛ کیونکہ اسکے بغیر فصلوں کی نقصان دہ کیڑوں سے حفاظت نہیں ہوتی،البتہ توازن کو توڑ کر مضر حد تک دواؤں کا استعمال قرآن مجید کے حکم کے خلاف ہے اور فقہی اصول '' الضرورات تتقدر بقدرالضرورۃ'' کے بھی خلاف ہے،اسلئے مضرت رسانحد تک زہریلی دوا اور کھاد کا استعمال ناجائز ہے ۔

حلال جانورکے ذبح اضطراری میں پوری طرح اخر اج دم نہیں ہو تا حالانکہ خون مینیورک ایسڈ کا زہریلا مادہ ملا رہتا ہے جس کا اخراج ضروری ہے، اور منخقہ ،مو قوذہ ،متردیہ ،نطیحہ اور میتہ کی حرمت کی اصل وجہ یہی ہے کہ خون کی زائد مقدار بدن میں جذب ہونے کے سبب سمیت کیبڑھتی ہوئی مقد ار صالح غذا کی فراہمی میں مانع ہے، اور ''إلاماذكيتم'' اس کا علا ج ہے ۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ مناسب حد تک سمّیت کو شریعت نے گوارہ کیا ہے ۔

(۲) پھلوں پر زہریلے کیمیکل کا استعمال ان کو خوشنما بنانے ،یا جلد از جلد اور قبل از وقت پکانے یا مٹھاس پیداکرنے کے لئے بالکل ناجائز ہے، ا س میٹھے زہر کو گوارہ کرنے کا کوئی اصولی جواز موجود نہیں ،اسی طرح ترکاریونکے بڑھانے کے لئے انجکشن لگانا یا زہریلی دوا کا استعمال کرنا ''ألا تطغوا فی الميزان'' کے حکمِ ربانی کے خلاف ہے اس لئے بالکل ناجائز ہے؛ کیونکہیہ فوڈ بیلنس کو بگاڑنے اور غذا کی صالحیت میں بلا ضرورت سمّیت پیداکرنے کے ہم معنی ہے ۔

(۳) حضرت مفتی رشید احمد صاحب د ا مت برکاتہم تحریرفرماتے ہیں :

• شیخ الحدیث مدرسہ امدادالاسلام میرٹھیوپی۔

''یہ طریقہ بلا شبہ جائز ہے ۔اللہ تعالی نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے ان سے انتفاع مینانکو کچھ تکلیف بھی ہوتو کچھ حرج نہیں '' (احسن الفتاوی۸، ۲۲۳)۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے جواز کااشارہ دیا ہے (فتاوی محمودیہ۶،۲۱۸)،اور فتاوی عالمگیری (۱،۵۷۳) کے جملہ ''ویکرہ ترک الحلب أیضاً''سے غالباًجوازکو مستنبط کیاہے۔

ان دونوں فتوئوں میں ''مضر صحت ''کے پہلوکو نظر انداز کر دیاگیاہے ،حقیر راقم سطور کا خیال ہے کہ دوا میں زہرکے مقدار قلیل کو مثلاً افیون اورالکحل کو ضرورۃً جائز رکھا گیاہے ۔

حضرت مفتی رشیداحمد صاحبؒ لکھتے ہیں:

''چونکہ افیون دوامیں قدر مسکرسے کم میں جائز ہے اس لئے اسکی کاشت اوراجرت جائز ہے (احسن الفتاوی۷،۳۱۹) شرب البنج للتداوی لابأس بہ (خلاصۃ الفتاوی۴،۲۰۴) (بھنگ سے علاج میں کوئی حرج نہیں)۔

اس سے ثابت ہوا کہ کم مضر حدتک دودھ اتارنے کے لئے جائز ہے اورزیادہ مضر مقدار کااستعمال ناجائزہے ۔

جواب (۴) الف: حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

''ایسی غذا کی خرید و فروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں '' (احسن الفتاویٰ۸،۱۲۶)۔

لیکن فارمی مرغیوں کی حلت پر جب تمام فقہاء متفق ہیں اور بڑے پیمانے پر یہ مسلمانوں کی تجارت کا حصہ بن چکا ہے تو مرغی دانہ کھلائے بغیریہ کاروبار چل نہیں سکتا، اس لئے حرام اور نجس غذا ہونے کے باوجود اس کی خرید و فروخت اور اس کو مرغیوں کو کھلانا بدرجۂ مجبوری جائز قرار دینا ہوگا۔اس کی نظیر سبزی ترکاری کے کھیتوں کو نجس پانی سے سیراب کرنے کا جواز ہے۔

قال العلامۃ ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ (فروع)فی أبی السعود الزروع المسقیۃ بالنجاسات لاتحرم ولاتکرہ عند أکثر الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ (ردالمحتار ۵،۲۱۷)۔

(علامہ ابن عابدین کہتے ہیں کہ ابوالسعود میں ہے کہ نجس پانی سے سیراب کردہ سبزیاں اکثر فقہاء کے نزدیک نہ حرام ہیں اور نہ مکروہ ہیں)۔

جواب (۴) ب: نجس غذا کھلانے کے باوجود اس کا گوشت حلال ہے، اس میں کوئی حرمت یا کراہت نہیں؛ البتہ نجس خوراک کی بدبو اس کے گوشت میں اس قدر سرایت کر جائے کہ گوشت کے قریب کھڑا ہونے پر محسوس ہو تو اس حال میں اس کو کھانا علامہ زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول مکروہ تنزیہی ہوگا، اور اگر دو، تین شب وروز اس کو

باندھ کر رکھا جائے تو یہ کراہت بھی نکل جائے گی، فقہاء کی تصریحات درجِ ذیل ہیں:

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ (وکرہ لحم الجلالۃ التی تأکل العذرۃ) أی فقط حتی أنتن لحمہا قال فی شرح الوہبانیۃ وفی المنتقی الجلالۃ المکروہۃ التی اذا قربت وجدت منہا رائحۃ فلا تؤکل، ولا یشرب لبنہا ولایحمل علیہاوتلک حالہاویکرہ بیعہاوہبتہاوتلک حالہا۔ وذکر البقالی أن عرقہا نجس وقدمناہ فی الذبائح (ردالمحتار ۲۱۶،۵)۔

وقال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ وتحبس الجلالۃ حتییذہب نتن لحمہاوقدربثلاثۃ أیّام لدجاجۃ وأربعۃ لشاۃٍ وعشرۃ لإبل وبقر علی الأظہرولو أکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل أکل جدی غذّی بلبن خنزیر لأن لحمہٗ لایتغیروما غذّی بہٖ یصیرمستہلکاً لا یبقی لہٗ أثر۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (قولہٗ حلت) وعن ہذا قالوا لا بأس بأکل الدجاج لأنہ یختلط ولایتغیر لحمہٗ وروی أنہٗ علیہ الصلٰوۃ والسلام کان یأکل الدجاج وماروی أن الدجاجۃ تحبس ثلاثۃ أیام ثم تذبح فذلک علی سبیل التنزہ۔ زیلعی۔ (ردالمحتار ۲۱۷،۵)۔

(علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے (کرہ لحم الجلالۃ التی تأکل العذرۃ) کے تحت فرمایا کہ یہ اس جانور کا حکم ہے جس کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے۔ ‘‘وہبانیہ ’’ میں المنتقی کے حوالے سے کہا گیا کہ جلالۂ مکروہہ سے مراد وہ جانور ہے جس کے نجاست کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت میں ایسی بدبو پیدا ہو جائے کہ اس کے قریب ہونے پر محسوس ہونے لگے تو ایسے جانور کو نہیں کھایا جائے گا نہ اس کادودھ پیا جائے گا نہ اس پر سوار ہونا درست ہو گا جب تک یہ حالت بر قرار رہے، اور اس حالت میں اس کی خرید و فروخت اور ہبہ کرنا بھی مکروہ ہوگا۔ اور بقالی نے فرمایا کہ اس کا پسینہ بھی ناپاک ہوگا۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جلالہ (نجاست کھالینے والے جانور) کو اس وقت تک باندھ کر رکھا جائے گا جب تک اس کے گوشت کی بدبو دور نہ ہو جائے، اور مرغی میناس کا اندازہ تین دن کا ہے، بکری بکرے میں چار دن کا، اونٹ اور گائے بیل میں دس دن کا، ظاہرالروایۃ کے مطابق ایسا ہی ہے۔ اور اگر وہ جانور نجاست بھی کھائے اور اس کے علاوہ بھی اس طرح کہ اس کے گوشت میں بدبو نہ پیدا ہو تو اس کا کھانا حلال ہے جیسا کہ ایسی بکری کا گوشت کھانا حلال ہے جس کو سور کے دودھ کی غذا دی گئی ہو؛ اس لئے کہ دودھ گوشت میں گڈمڈ ہوگیا اور اس کا گوشت متغیر نہیں ہوا گویا اس کو جو حرام خوراک ملی وہ بدن میں گھل مل کرنا پید ہو گئی اور اس کا گوشت پر کوئی اثر باقی نہیں رہا ۔

اور علامہ ابن عابدینؒ نے فرمایا (قولہ حلت)اسی دلیلِ حلت کی وجہ سے علماء نے فرمایا کہ مرغی کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں؛ اس لئے کہ نجاست بدن میں مخلوط ہوجاتی ہے (اسکی حقیقت باقی نہیں رہتی)اور اس کے گوشت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا

اور رسو ل اللہ ﷺسے روایت ہے کہ آپ مرغی کاگوشت تناول فرماتے تھے، اور جو روایت کی گئی کہ تین دنونتک قید رکھا جائے پھر ذبح کیا جائے تو یہ صفائی ستھرائی کے لئے ہے۔ زیلعی مینیہی ہے) (ردالمحتار۵،۲۱۷) ۔

علامہ شامی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ بخاری میں اس طرح ہے :

عن زھدم قال کنا عند أبی موسی الأشعریؓ وکان بیننا وبین ھذاالحیّ من جرم إخاء فأتی بطعام فیہ لحم دجاج وفی القوم رجل جالس أحمرفلم یدن من طعامہ ، قال: ادنُ، فقد رأیتُ النبیﷺیأکل منہ، قال إنی رأیتُہیأکل شیئاً فقذرتہ فحلفت أن لا آکلہ، فقال ادنُ، أخبرک أو أحدثک إلیٰ آخرالحدیث (صحیح البخاری، حدیث: ۵۰۳۴ باب لحم الدجاج)۔

زھدم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، ہمارے اور قبیلہ جرم کے درمیان بھائی بندی کا معاہدہ تھا ،اسی درمیان حضرت ابو موسیاشعریؓ کے پاس کھانا لایا گیا جس میں مرغ کا گوشت تھا ،اور لوگونمیں ایک سرخ رنگ کا آدمی بیٹھا ہوا تھا، وہ انکے کھانے کے قریب نہیں ہوا، تو انہوننے کہا: آجائو قریب ہوکر کھائو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت کھا تے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے مرغ کو گندگی کھاتے ہوئے دیکھا جس سے مجھے گھن آگئی اور میں نے قسم کھالی کہ مرغ نہیں کھائو ں گاحضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا: قریب ہوجائو کھائو، میں تمہیں پورا واقعہ سناتا ہوں، پھرانہوں نے قسم توڑنے کا واقعہ بیان کیا۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں :

فیہ جواز أکل الدجاج إنسیۃ ووحشیۃ وہوبالاتفاق إلا عن المتعمقین علی سبیل الورع، إلا أن بعضھم استثنٰی الجلالۃ، وہوما یأکل إلا قذراً، قال أبوحنیفۃ ؒ:الدجاجۃیخلط والجلالۃ لایأکل غیرالقذر (حاشیہ صحیح بخاری۳،۱۲۸۱۔مطبوعہ الیکٹرانک ممبئی)۔

اس حدیث سے پالتواورجنگلی دونوں قسم کے مرغ کھانے کا جواز ثابت ہوتا ہے، یہ حکم بالاتفاق ہے ،مگر بعض متشددین سے بطور پرہیزگاری عدم جواز منقول ہے ،مگر بعض علماء نے اس جوازسے جلالہ کو مستثنی رکھاہے ،اور جلالہ وہ مرغ ہے جو نجاست کھاتا ہے ،امام ابو حنیفہ ؒ فرماتے ہیں کہ مرغ مخلوط خوراک کھاتا ہے اور جلالہ صرف نجاست خور ہے ۔

اس وضاحت سے ظاہر ہے کہ دیسی مرغی اورجنگلی مرغی مخلوط خوراک کھاتی ہے اور اسی کو حضرت ابو موسی اشعریؓ کھا رہے تھے، اور جن صحابی نے گندگی کھانے کی وجہ سے کھانے سے پرہیز کیا تھا وہ بھی مخلوط خوراک کھانے والی مرغی ہوگی جس کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے کھانے سے استدلال کرتے ہوئے جائز قرار دیاتھا ۔آج کل کے فارم کی مرغیونکا اس دور میں کوئیوجود نہینتھا جسکا انحصار صرف نجس خوراک پر ہے؛ اس لئے تقوی کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے کھانے سے پرہیز رکھاجائے،اگرچہ فتویٰ کی رو سے اس کو جائز قرار دیا جائے ۔

(۵)اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کااستعمال قلیل مقدار میں ہو تو جائز ہے۔ اس کی خریداری بھی جائز ہے، اور خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا بھی جائز ہے؛ البتہ زیادہ مقدار میں استعمال جو زیادہ مضر صحت ہو حرام ہے ،اور خریدنے، خود کھانے دوسروں کو کھلانے کا بھییہی حکم ہے جیسا کہ پیچھے اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کا شرعی ضابطہ

مفتی ابوبکر قاسمی•

جس طرح انسان اپنے جسم وبدن کی بقا کے لئے ہوا پانی کا محتاج ہے، اسی طرح اس کے جسم کو غذا کی بھی ضرورت ہے، لیکن اس کے جسم کے لئے کون سی غذا منفعت بخش ہے اور کون سی غذا مضر صحت اور ضرر رساں ہے، اس سے انسانی عقل کما حقہ واقف نہیں ہے اس لئے اللہ رب العزت نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے حضرات انبیاء کو بھیج کر اور بصیرت افروز کتاب نازل کرکے مسائل حلت وحرمت کو تفصیل سے بیان فرمایا اور اس کے رہنما اصول کو اجمالاً قرآن کریم کی متعدد آیات میں ذکر فرما کر مسلمانوں کو خصوصاً اور سارے انسانوں کو عموماً حلال وپاکیزہ چیزوں کے کھانے کی تاکید وتلقین فرمائی، چنانچہ جہاں سورہ بقرہ کی آیت۱۷۲ میں مومنون سے خطاب کرکے فرمایا گیا ہے: ''یا أیہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم''، وہیں اس سے قبل آیت۱۶۸ میں سارے انسانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ''یا أیہا الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً'' (اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے حلال وپاکیزہ چیزوں کو کھاؤ)۔

اور سورہ مومنون کی آیت۵۱ میں بعینہیہی حکم رسولوں کو بھی دیا گیا ہے، ساتھ ہی پاکیزہ چیزوں کے کھانے کا حکم دینے کے ساتھ نیک عمل کرنے کا بھی تاکیدی حکم دیا گیا ہے، ''یا أیہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً''۔

اور مسلمانوں کو پاکیزہ چیزوں کے کھانے کا حکم دینے کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ ''واشکروا للہ إن کنتم إیاہ تعبدون'' (اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کے بندے ہو)۔

ان آیات کو بغور پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حلال وپاکیزہ چیزوں کے کھانے سے جہاں دل کو سرور حاصل ہوتا ہے وہیں حلال کھانے سے اخلاق رذیلہ سے نفرت اور اخلاق فاضلہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے، نیز عبادت میں جی لگتا ہے، اور گناہ کرنے سے دل گھبراتا ہے، اس کے برعکس حرام کھانے سے اخلاق رذیلہ پیدا ہوتے ہیں، اور عبادت الہی کا ذوق ختم ہوجاتا ہے گویا نیک عمل کے کرنے میں رزق حلال کو بڑا دخل ہے، نیز دعا کی قبولیت میں حلال کھانا معین بنتا ہے اور حرام کھانا دعا کی مقبولیت میں رکاوٹ ومانع بنتا ہے، چنانچہ حدیث نبوی ہے کہ بہت سے لوگ طویل السفر پریشان حال اللہ تعالی کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یا رب یا رب پکارتے ہیں مگر

• مدرسہ اسلامیہ شکرپور، بھرواڑہ، دربھنگہ۔

ان کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، غذا حرام، ان حالات میں ان کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے (صحیح مسلم وترمذی)۔

مذکورہ آیت وروایت کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مذہب نے حلال وپاکیزہ کھانا کھانے کی تاکید کیوں کی ہے، یہانیہ بات اچھی طرح ذہن نشیں رہے کہ انسانوں کی غذائی مصنوعات میں نباتات کا بھی استعمال ہوتا ہے اور حیوانات کے اجزاء بھی استعمال میں لائے جاتے ہیں، لیکن نباتات کے استعمال میں حیوانات کے مقابلہ میں زیادہ توسع ہے، چنانچہ نباتات سے تیار شدہ چیزوں میں صرف سکر اور سمّیتیعنی نشہ اور ضرر رساں چیزوں کے استعمال سے منع کیا جاتا ہے اور بقیہ چیزوں کے استعمال کی عام اجازت ہوتی ہے، لیکن حیوانات کے سلسلہ میں خنزیر، مردار، خون اور غیر اللہ کے نام پر بطور تقرب کے ذبح کئے گئے جانوروں کے استعمال کو صراحت کے ساتھ حرام وممنوع قرار دیا گیا ہے، (ملاحظہ ہو: سورۃ البقرہ: ۱۷۳، سورہ مائدہ: ۳، سورہ نحل: ۱۱۵)۔

اسی طرح درندے جانور، پنجوں سے شکار کرنے والے پرندے، نجاست خور جانور جسے حدیث نبوی میں جلالۃ کہا گیا ہے، ان سب جانور کے حرام وممنوع ہونے کی صراحت حدیث پاک میں وارد ہے، نیز حلال جانور گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، دنبہ، اونٹ وغیرہ کے سات اجزاء کو حدیث پاک میں مکروہ قرار دیا گیا ہے، ''عن ابن عباسؓ قال: نہی رسول اللہﷺ عن کل ذی ناب من السبع وعن کل ذی مخلب من الطیر'' (رواہ مسلم فی الصید والذبائح،۱۹۳۴)۔

''عن مجاہد کرہ رسول اللہﷺ من الشاۃ سبعاً :الذکر والأنثیین والقبل والغدۃ والمرارۃ والمثانۃ والدم'' (البحر الرائق ۳۵۸،۸، اعلاء السنن ۱۲۹،۱۷، کتاب الآثار لمحمد ،۳۳۳)۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضور اکرمﷺ نے بکرا اور بکری کے حسب ذیل اجزاء کو ناپسند فرمایا: (۱) بکرے کا عضو تناسل، (۲) خصیتین، (۳) بکری کا فرج، (۴) گلٹی، (۵) پتہ، (۶) پیشاب کی تھیلی، (۷) اور دم غیر مسفوح، کیونکہ دم مسفوح (بہنے والا خون) کا حرام ہونا قرآن کریم میں مصرح ہے۔ بعض حضرا ت نے غدہ کا ترجمہ حرام مغز سے کیا ہے، لیکنیہ ترجمہ صحیح نہیں ہے، بلکہ اس کا صحیح ترجمہ گلٹی ہے، رہا حرام مغز تو اس کو عربی میں نخاع الصلب کہتے ہیں، حرام مغز کی حرمت یا کراہت حدیث پاک میں مذکور نہیں ہے، حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی میں لکھا ہے کہ حرام مغز نہ حرام ہے اور نہ مکروہ ہے، یونہی بے چارہ خواہ مخواہ بدنام ہوگیا ہے (کفایۃ المفتی: جلد نہم، جواب نمبر ۱۰۹،۳ کتاب الحظر والاباحہ)۔

الغرض حیوان ماکول اور غیر ماکول کی مفصل بحث نیز حیوان ماکول کے اجزائے ممنوعہ کا تذکرہ حدیث وفقہ کی کتابوں میں وارد ہوا ہے، نیز حیوان ماکول کے حلال ہونے

کے لئے مذہب اسلام نے شرعی طریقہ کے مطابق اللہ تعالی کا نام لے کر ذبح کرنے یا نحر کرنے کی تلقین کی ہے اس کی خلاف ورزی کی صورت میں ذبیحہ حلال نہ ہوگا، سورہ انعام میں خداوند قدوس کا فرمان ہے: ‘‘فکلوا مماذکر اسم اللہ علیہ’’(آیت: ۱۱۸) (پس اس جانور کا گوشت کھاؤ جس کو اللہ تعالی کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے)، ‘‘وما لکم أن لا تأکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ’’ (آیت: ۱۱۹) (اور تم کو کیا ہوگیا ہے کہ جس کو اللہ تعالی کا نام لے کر ذبح کیا گیا اس کو نہیں کھاتے ہو)، ‘‘ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وإنہ لفسق’’ (آیت: ۱۲۱) (اور جس پر اللہ کا نام لے کر ذبح نہیں کیا گیا ہے اس کونہ کھاؤ، کیونکہ یہ کھلی ہوئی نافرمانی ہے)۔

دور حاضر میں مختلف کمپنیوں نے مختلف اغراض کے تحت غذائی مصنوعات کو تیار کرنے میں حلا ل وحرام اور نفع نقصان کی تمیز کئے بغیر نباتی اور حیوانی اشیاء کو ملا کر غذا اور دوا کے نت نئے طریقے ایجاد کرلیے ہیں جو انسانی صحت اور ان کی دینی زندگی کے لئے سخت نقصان کا باعث بنتے ہیں، لہذا اس پس منظر میں ایک سچے انسان اورپکے مومن کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ ان نئی ایجادات کو کھانے یا دوا کے طور پر استعمال کرنے سے قبل ان کا شرعی حکم جانے اور معلوم کرلے تاکہ ان کے استعمال سے جو دینی ودنیوی نقصان ہوتا ہے، ان سے انسان حتی الامکان محفوظ رہ سکے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی نے چوبیسویں سمینار کے لئے جو تیسرا سوالنامہ جاری کیا ہے وہ غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول سے متعلق ہے، ذیل میں اس کا جواب لکھا جاتا ہے۔

(۱) پیداوار بڑھانے کے لئے کھاد کا استعمال:

پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں کھاد کی اتنی مقدار ڈالی جاسکتی ہے جس سے تیار غذا انسانی صحت کے لئے ضرر رساں نہ ہو،ہاں اگر کھاد کی اتنی زیادہ مقدار کھیت میں ڈالدیا جو غذا میں اثر انداز ہوکر مضر صحت بن جائے تو پھر ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اور اس قسم کی مضر صحت غذا کو فروخت کرنا پھر اس کا کھانا شرعاً جائز نہ ہوگا ، چنانچہ قرآن کریم نے شراب وجوا میں منافع کو تسلیم کرنے کے باوجود کثرت گناہ اور اس کی غذائی مضرت کے سبب اس کی حرمت کا اعلان کیا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

‘‘یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما إثم کبیر ومنافع للناس وإثمہما أکبر من نفعہما’’ (سورہ بقرہ: ۲۱۹) (لوگ آپ سے شراب وجوا کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ ان کو بتادیجئے کہ دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے بہت سے فائدے ہیں، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھا ہوا ہے)۔

اس آیت قرآنی سے معلوم ہوا کہ جس چیز میں نفع سے زیادہ نقصان کا پہلو ہو شرعاً اس سے رکنا اور بچنا ضروری ہے۔

(۲) پھلوں کو پکانے یا ترکاری کے حجم کو بڑھانے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال:

پھلوں کو قبل ازوقت جلد سے جلد پکانے یا ترکاریوں کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کی غرض سے اگر زہریلی دواؤں یا مضر صحت کیمیکل کا استعمال کیا جاتا ہے او رمیڈیکل کے ماہرین اس طرح پکائے گئے پھل یا تیار کی گئی سبزیوں کو مضر صحت بتاتے ہیں تو پھر جہاں سرکار کو چاہئے کو اس قسم کے عمل پر پابندی لگائے وہیں لوگوں پر بھی واجب ہے کہ بازاروں میں ایسے ایسے پھل یا ایسی مضر صحت ترکاری کو فروخت نہ کریں، تاکہ ایسی مضر صحت اشیاء کے استعمال سے عام لوگ رکیں، ''قال اللہ تعالی: ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحہا'' (سورہ اعراف: ۵۶،۸۵)، ''ولا تبغ الفساد فی الأرض إن اللہ لا یحب المفسدین'' (سورہ قصص: ۷۷) ، اور زمین میں سدھار کے بعد بگاڑ وفساد نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالی فساد پیدا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے، واللہ اعلم۔

(۳) انجکشن دے کر دودھ کی مقدار بڑھانا یا خشک دودھ کو جاری کرنا:

دودھ دینے والے حلال جانورکے دودھ کی مقدار کو بڑھانے کی غرض سے انجکشن دینےیا فطری طریقے سے دودھ دینے والے جانور کے دودھ خشک ہوجانے کے بعد مصنوعی طریقہ سے انجکشن کے ذریعہ دودھ جاری کرنے سے جو دودھ برآمد ہوتا ہے اگر وہ بچوں کی صحت کے لئے یا بڑوں کی صحت کے لئے مضر ہے اور ڈاکٹروں کو لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد ان کے مضر صحت ہونے کا یقین ہے، تو ان کا دینی واخلاقی فرض ہے کہ حکومت کو مطلع کرکے مضر صحت دودھ تیار کرنے اور ان کو بازار میں فروخت کرنے پر پابندی لگوائیں۔

(۴) پولٹری فارم کی مرغییا تالاب کی مچھلی کی غذا میں خنزیر کی چربی ملانے کا حکم:

پولٹری فارم کی مرغی کو فربہ کرنے یا اس کے بچوں کو تیزی سے بڑھانے یا تالاب کی مچھلی کو بڑھانے کی غرض سے جو خوراک سپلائی کی جاتی ہے اگر اس کی تیاری میں صرف نباتاتی اشیاء شامل کی جاتی ہینیا حیوان ماکول کے جائز اجزاء کو شامل کرکے تیارکیا ہے تو ایسی خوراک کا مرغییا مچھلی کی پرورش کے لئے استعمال کرنا جائز ہے لیکن اگر اس میں سور کی چربی ملا کر غذا تیار کی جاتی ہے تو شرعاً اس کا بائیکاٹ ضروری ہے، اور جانوروں کو ایسی غذا سے باز رکھنا لازم ہے؛ تاہم اگر کسی نے مرغییا مچھلی کو ایسی غذا استعمال کرادیا تو ایسی صورت میں اس قسم کی مرغییا مچھلی کا حکم جلالہ جانور کے مطابق ہوگا۔ فقہاء نے اس قسم کے جانور کے گوشت کو مکروہ لکھا ہے اگر کثرت نجاست خوری کے سبب اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہوگئی، ہاں اگر کچھ دنوں پرہیز کرانے کے بعد اس کے گوشت سے بدبو کے ازالہ کا غالب گمان ہوجائے تو پھر اس کا کھانا درست ہوگا (حلال وحرام از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ،۱۲۶)۔

(۵) غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے استعمال کا شرعی حکم:

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے، حدیث پاک میں حضور اکرمﷺ کا فرمان ہے: ‘‘من غشنا فلیس منا’’ ۔

قال اللہ تعالی: ‘‘یحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث’’ (اعراف: ۱۵۷) (لوگوں کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور ناپاک ومضر چیزیں حرام ہیں)۔

اسی طرح حدیث نبوی ہے: ‘‘لا ضرر ولا ضرار’’ (رواہ ابن ماجہ)۔

مضر صحت اشیاء کا خریدنا، استعمال کرنا، کھانا، دوسروں کو کھلانا حکم خداوندی ‘‘کلوا مما فی الأرض حلالاًطیباً’’ (سورہ بقرہ: ۱۶۸) کے خلاف ہونے اور تعاون علی الاثم والعدوان ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، قال اللہ تعالی: ‘‘ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان’’ (سورہ مائدہ: ۲)، ہذا ما عندی واللہ سبحانہ وتعالی أعلم۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے شرعی احکام

مفتی عارف کنجروی•

سوال اول وثانی کا جواب:

غذا انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور اس پر اس کی زندگی موقوف ہے، لیکن انسان کو مضرت سے بچانا شریعت کا بنیادی مقصد ہے ، اسی وجہ سے شریعت کے رمزشناس او راس کے مزاج ومذاق سے آگاہ علماء نے لکھا ہے کہ بنیادی طور پر احکام شرع کے پانچ مقاصد ہیں:(١) جان کی حفاظت، (٢) دین کی حفاظت، (٣) عقل کی حفاظت، (٤) عزت وآبرو کی حفاظت، (٥) مال کی حفاظت۔

شریعت کے جتنے بھی احکام ہیں خواہ وہ مرضیات ہوں یا منہیات، او ران کا کیا جانا مطلوب ہو یا ان کا ترک کرنا مقصود ہو، بہرحال انہی پانچ مقاصد کی تکمیل ہے۔

ان مقاصد پنجگانہ میں سے جان کی حفاظت ہے جس کی اشد ضرورت ہے، اور ان چیزوں کے احتیاط کئے بغیر جان کی حفاظت ممکن نہیں جو انسان کے لئے مہلک اور خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

جان کی حفاظت سے مراد بدنی صحت ہے اور بدنی صحت سے مراد یہ ہے کہ جن کے ساتھ انسانی افعال طبعی طور پر جاری ہوتے ہیں، بہرحال صحت وتندرستی شرعاً مطلوب ہے اور شریعت اسلامیہ نے اپنے ماننے والوں کو ان چیزوں کے استعمال سے منع کیا ہے جو صحت کے لئے مضر اور نقصان دہ ہیں، اور ان چیزوں سے منع کیا ہے جو اسے فوراً یا آہستہ آہستہ ہلاک کردے۔

اسی وجہ سے نبی کریمﷺ نے بیماریوں سے پناہ مانگی ہے، ''اللہم إنی أعوذبک من منکرات الأخلاق والأعمال والأہواء والأدواء'' (کنز العمال٢،٨٢، رقم الحدیث: ٣٦٦٨، السنن الترمذی٢،١٩٩، کتاب الدعا،دعاء ام سلمہ، رقم الحدیث: ٣٥٩١)۔

اور قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے: ''ولا تقتلوا أنفسکم إن اللہ کان بکم رحیماً'' (سورہ نساء: ٢٩)۔

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (سورہ بقرہ: ١٩٥)۔

ابیہاں مختلف احادیث مبارکہ کو ذکر کیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان

• جامعہ قاسمیہ کھروڈ، بھروچ، گجرات۔

کی صحت کتنی مطلوب ہے:

(١) ''لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام'' (مجمع الزوائد ١٣٨،٤، البیوع باب لا ضرر ولا ضرار، ابن ماجہ ١٥٩، الاحکام، التمہید٢٨٤،٤)۔

(٢) ''المؤمن القوی خیر وأحب إلی اللہ تعالی من المؤمن الضعیف'' (الصحیح لمسلم ٣٣٨،٢، باب الایمان بالقدر، رقم الحدیث: ٢٦٢٦، موسوعۃ فتح الملہم:٣٩٣،١١)۔

اب کچھ عبارات کو نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو ہلاک کرنے والی اشیاء سے احتیاط کرنا چاہئے، البحر الرائق مینابوحیان الغرناطی فرماتے ہیں کہ: ''والظاہر أنہم نہوا عن کل ما یؤول بہم إلی الہلاک فی غیر طاعۃ اللہ .... ولا تجعلوا أنفسکم إلی التہلکۃ فتہلک'' (١١٩،٢، ١٢٠)۔

اور روضۃ الطالبین میں ہے : ''ویحرم ما یضر من البدن والعقل'' (٢٨١،٣، کذا فی المسائل المہمۃ٢٤٥،٢)۔

بہرحال ایسی اشیاء کا استعمال کرنا جس کا اثر کھانے والے تک پہنچتا ہو انسان کو حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے؛ کیونکہ ہم اس مسئلہ کی دوسری نظیر پیش کرتے ہیں جو عام طور پر کتب فتاوی کے اندر موجود ہیں، جیسا کہ ماء مشمس کا مسئلہ ہے کہ: ایسے پانی کو استعمال کرنے سے نبی کریمﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو منع فرمایا: ''لقولہ علیہ السلام لعائشۃ رضی اللہ عنہا حین سخنت الماء بالشمس لا تفعلیہا حمیراء فإنہ یورث البرص''۔

اور علامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت ہم پیش کرتے ہیں:

''فقد علمت أن المعتمد الکراہۃ عندنا لصحۃ الأثر وأن عدمہا روایۃ والظاہر أنہا تنزیہیۃ عندنا أیضاً'' (رد المحتار ٣٢٥،١، شامی بیروت)۔

ان نصوص واحادیث اور عبارات مختلفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان زہریلی دواؤں یا ایسے زہر آلود کیمیکل کے استعمال کرنے سے میڈیکل ماہرین کی تحقیق کے مطابق جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو یا ان اشیاء کے کھانے سے بتدریج کینسر،یا صحت کو نقصان دینے والی دوسروں بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں، تو حتی الامکان ایسی چیزوں کے استعمال سے احتیاط کیا جائے، اور ایسی چیزوں کے کھانے کو مکروہ کہا جاسکتا ہے۔

سوال ثالث کا جواب:

''والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون'' (سورہ نحل: ٥)۔

آج کل مویشی رکھنے والوں نے بھینس کا دودھ بڑھانے یا مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے نئی نئی تدابیر کا استعمال کیا ہے تو کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہوگا؟ جہانتک سوال ہے ایسی تدبیروں کے استعمال کرنے کا جو انسان کے لئے فائدہ مند ہو تو انسان ایسی تدبیروں کو استعمال کرسکتا ہے ، کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے، اسی لئے ان سے انتفاع میں ان کو کچھ

تکلیف بھی ہو تو کوئی حرج نہیں،یہی وجہ ہے کہ گوشت کی بہتری کی غرض سے حیوان کا خصی کرنا بالاتفاق جائز ہے، آپﷺ نے خصی دنبوں کی قربانی کی ہے جبکہ خصی کرنے کی تکلیف انجکشن لگانے سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔

سوال رابع کا جواب:

اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ اس نے تمام ضرر رساں اور خبیث چیزوں کو مخلوق پر شفقت کے پیش نظر حرام قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

''ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث'' (سورہ اعراف: ١٥٧)۔

''یاأیہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً'' (سورہ مومنون: ٥١)۔

شریعت مطہرہ نے حلال کھانے اور حرام سے بچنے پر زور دیا ہے، نیز ہمیں حلال کھانے اور حرام سے بچنے کا حتی الامکان اہتمام کرنا چاہئے، نیز عبادتوں کی قبولیت کے لئے بھی اکل حلال کا اہتمام ضروری ہے، اگر کوئی شخص حرام مال کا ایک لقمہ بھی کھاتا ہے تو چالیس دن تک اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی، نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے:

''من أکل لقمۃ من حرام لم تقبل لہ صلوۃ أربعین لیلۃ ولم تستجب لہ دعوۃ أربعین صباحاً وکل لحم نبت من الحرام فالنار أولی بہ، وإن اللقمۃ من الحرام لتنبت اللحم'' (الدیلمی عن ابن مسعود ٨٫٤ کتاب البیوع، رقم الحدیث: ٩٢٦٢)۔

ابیہاں سوال درپیش ہے کہ ایسی غذائیں دے سکتے ہیں جن غذاؤں میں حرام جانور کے اجزاء شامل ہوں؟ پولٹری فارم کی مرغیوں کی پرورش جن دانوں سے ہوتی ہے وہ دانہ خنزیر کی چربی سے تیار ہوتا ہے اسی لئے وہ چالیس دنوں میں اتنی صحت مند ہوجاتی ہیں۔

اگر ان دانوں میں خنزیر وغیرہ کی چربی ملا کر کیمیائی شکل سے اس کی حقیقت وماہیت تبدیل نہ کی گئی ہو اور شرعی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوجائے تو اس پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔

اور اگر تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس کی ماہیت مکمل طور پر تبدیل کردی گئی اورایسی اشیاء کے کھانے سے گوشت میں تبدیلی نہیں آئی او راس کی اصلی اور نظری بدبو تبدیل بھی نہ ہوتی ہو تو اس کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

لیکن اگر اس کا گوشت متغیر ہوگیا اوراس کی بدبوبدل جائے تو پھر اس وقت اس کا استعمال درست نہیں ہوسکتا۔

''وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا وقدر بثلاثۃ أیام لدجاجۃ وأربعۃ لشاۃ وعشرۃ لإبل وبقر علی الأظہر ولو أکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر لأن لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہ أثر'' (درمختار)، ''وفی الشامیۃ: لأن لحمہ لا یتغیر کذا فی الذخیرۃ، وہو موافق لما مرّ من أن المعتبر النتن .... وفی

شرح الوہبانیۃ عن القنیۃ راقما أنہ یحل إذا ذبح بعد أیام وإلا لا" (۴۱۴،۹، ۴۱۵ کتاب الحظر والاباحہ، دیوبند)۔

اب ہم اسی مسئلہ کو ایک دوسرے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں:

آیا خنزیر کے بال کا استعمال کرنا کیسا ہے، حالانکہ خنزیر کا سراپا نجس ہوناقرآن پاک میں مذکور ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''قل لا أجد فیما أوحی إلیّ محرما علی طاعم یطعمہ إلا أن یکون میتۃ أو دماً مسفوحاً أو لحم خنزیر فإنہ رجس" (سورہ انعام: ۱۴۵)۔

اس آیت میں ''فإنہ رجس" کی ضمیر غائب کا مرجع تفسیر کے اعتبار سے خنزیر ہے، اس آیت کی رو سے خنزیر سراپا نجس ہے، سورہ بقرہ کی آیت: ۳۷۱ کے ذیل میں خنزیر کی حرمت پر کلام کرتے ہوئے امام ابوبکر جصاص رازی لکھتے ہیں:

''فنص فی ہذہ الآیات علی تحریم لحم الخنزیر والأمۃ عقلت من تأویلہ ومعناہ مثل ما عقلت من تنزیلہ، واللحم وإن کان مخصوصاً بالذکر فإن المراد جمیع أجزائہ وإنما خص اللحم بالذکر لأنہ أعظم منفعتہ وما یبتغی منہ کما نص علی تحریم قتل الصید علی المحرم والمراد حظر جمیع أفعالہ فی الصید وخص القتل بالذکر لأنہ أعظم ما یقصد بہ الصید ....کذلک خص لحم الخنزیر بالنہی تاکیدا لحکم تحریمہ وحظرا لسائر أجزائہ .... وإن کان النص خاصاً فی لحمہ " (احکام القرآن للجصاص ۱۵۳،۱)۔

(ان آیات میں خنزیر کا گوشت حرام کرنے کی صراحت کی گئی ہے، امت نے اس آیت کے الفاظ کی طرح اس آیت کا معنی، مقصد نزول بھی سمجھا، یا د رکھا۔ خنزیر کے گوشت کا ذکر اگرچہ خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے لیکن مراد خنزیر کے تمام اجزاء ہیں، گوشت کو خاص طور سے اس لئے ذکر کیا ہے کہ خنزیر کی سب سے بڑی منفعت اور مقصد اس کا گوشت ہی ہے، جس طرح احرام والے شخص کے لئے شکار کو قتل کرنے کی حرمت کی صراحت کی گئی ہے ، حالانکہ مراد شکار کے بارے میں اس کے سارے کاموں کی ممانعت ہے، قتل کو خاص طور سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ شکار کے عمل میں سب سے اہم مقصد قتل کرنا ہی ہے، اسی طور پر خنزیر کے گوشت کی خاص طور سے ممانعت کی گئی اس کے حکم حرمت کو پختہ کرنے کے لئے اور اس کے تمام اجزاء کو ممنوع قرار دینے کے لئے اگرچہ نص میں خاص طور سے گوشت کا ذکر ہے)۔

قرآن کریم کی رو سے تمام اجزاء کے حرام اور نجس ہونے کے باوجود متعدد فقہاء اسلام نے چمڑے کے موزوں کی سلائی خنزیر کے بال سے کرنے کی اجازت دی ہے، اور ان موزوں کو پہن کر نماز ادا کرنے کی بھی اجازت دی ہے، بعض فقہاء نے اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی لکھا ہے کہ اگر موزہ سلنے والوں کو خنزیر کے بال مفت نہ ملتے ہوں تو ان کے لئے خنزیر کا بال خریدنا جائز ہے، اس کی علت یہی لکھی ہے کہ چونکہ چمڑے

کے موزوں اور جوتوں کی سلائی کا یہ کام زیادہ بہتر اور مضبوط طریقہ پر خنزیر کے بالوں ہی سے ہوتا ہے اس لئے اس کے استعمال کی ضرورت ہے، اس پر پابندی عائد کرنے میں موزوں اور جوتوں کی سلائی کرنے والے اور انہیں استعمال کرنے والوں کے لئے حرج ومشقت ہے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

''ولایجوز بیع شعر الخنزیر لأنہ نجس العین فلا یجوز بیعہ إہانۃ لہ ویجوز الانتفاع بہ للخرز للضرورۃ فإن ذلک العمل لا یتأتی بدونہ ویوجد مباح الأصل''۔

علامہ ابن ہمام ''یوجد مباح الاصل '' کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہویوجد مباح الأصل فلا حاجۃ إلی بیعہ .... حتییجوز، وعلی ہذا، قال الفقیہ أبو اللیث فلو لم یوجد إلا بالشراء جاز شرائہ لشمول الحاجۃ إلیہ، وقد قیل أیضاً إن الضرورۃ لیست ثابتۃ فی الخرز بہ بل یمکن أن یقام بغیرہ، وقد کان ابن سیرین لایلبس خفا خرز بشعر الخنزیر فعلی ہذا لا یجوز بیعہ ولا الانتفاع بہ، وروی أبویوسف کراہۃ الانتفاع بہ لأن ذلک العمل یتأتی بدونہ کما ذکرنا، إلا أن یقال: ذلک فرد تحمل مشقۃ فی خاصۃ نفسہ فلا یجوز أن یلزم العموم حرجاً مثلہ '' (فتح القدیر ۶،۴۲۵)۔

(خنزیر کا بال مباح الاصل ہے، لہذا اس کی فروختگی کو جائز کہا جائے، اسی بنا پر فقیہ ابو اللیث نے کہا ہے کہ اگر خنزیر کا بال خرید کر ہی مل سکتا ہے تو خریدنا جائز ہے؛ کیونکہ اس صورت میں خریدنا بھی حاجت کے دائرہ میں آگیا،یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے جوتے کی گنٹھائی کرنے میں ضرورت ثابت نہیں ہے بلکہ خنزیر کے بال کے علاوہ سے بھییہ کام ہوسکتا ہے، ابن سیرین ایسا موزہ استعمال نہیں کرتے تھے جو خنزیر کے بال سے گانٹھا گیا ہو، اس بنیاد پر خنزیر کے بال کو بیچنا اور اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔ امام ابویوسف سے مروی ہے کہ خنزیر کے بال سے انتفاع مکروہ ہے؛ کیونکہیہ کام اس کے بغیر بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ ہم ذکر کرچکے ہیں، الا یہ کہ کہا جائے کہ انہوں نے اپنی ذات کے سلسلہ میں انفرادی طور پر مشقت جھیل لی، اس طرح کی تنگی جھیلنے پر عوام کو مجبور کرنا جائز نہیں ہے)۔

خلاصہ کلام اس بحث کا یہ نکلاکہ اگر دورحاضر میں بکثرت ان اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے او ران اشیاء کا کوئی بدل نہیں ہے منفعت میں تو ضرورت کے پیش نظر بظاہر ایسی غذا کے استعمال کی گنجائش نکل سکتی ہے، واللہ سبحانہ وتعالی أعلم۔

سوال خامس کا جواب:

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے متعلق سوال اول وثانی کے جواب میں اس کے متعلقات کو بیان کردیا لیکن اس کی ممانعت حرام تو نہیں کہہ سکتے؛ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے:

''عن النعمان بن بشیر ؓ قال: قال النبیﷺ: الحلال بین والحرام بین وبینہماأمور مشتبہۃ إلی آخر الحدیث (صحیح بخاری۱،۲۷۵، کتاب البیوع، باب الحلال بین والحرام بین وبینہما مشتبہات، رقم الحدیث: ۲۰۵۱)، تو اس حدیث کی رو سے ہم حرام تو نہیں کہہ سکتے لیکن دوسری دلیل ماء مشمس سے آپ نے منع فرمایا تو ہم ایسے عمل کو کراہت پر محمول کرسکتے ہیں۔

***

پیداوار میں اضافہ کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی•

جسم وجان اور صحت وتندرستی ایک گرانقدر نعمت اور امانت ہے، جس کی حفاظت اور نگہداشت ایک شرعی فریضہ ہے، اور اس میں کسی طرح کی کوتاہی اور غفلت جرم ہے، اللہ عزوجل کاارشاد ہے:

''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکۃ'' (سورہ بقرہ: ١٩٥) (اور خود کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو)۔

نیز فرمایا گیا ہے کہ:

''ولا تقتلوا أنفسکم إن اللہ کان بکم رحیماً'' (سورہ نساء: ٢٩) (اور اپنے آپ کو قتل مت کرو، بلاشبہ اللہ تعالی تم پر بہت مہربان ہیں)۔

اور صحت جسمانی کی حفاظت کے پیش نظر قرآن میں مردار، خون، اور خنزیر وغیرہ کو حرام قرار دیا گیا ہے، اور اللہ کے رسولﷺ کا ارشا دہے:

''من تردی من جبل فقتل نفسہ فہو فی نار جہنم یتردی فیہ خالداً مخلداً فیہا أبداً ومن تحسی سما فقتل نفسہ فسمہ فیدہیتحساہ فی نار جہنم خالداً مخلداً فیہا أبداً ومن قتل نفسہ بحدیدۃ فحدیدتہ فیدہیجأ بہا فی بطنہ فی نار جہنم خالداً مخلداً فیہا أبداً'' (صحیح بخاری: ٥٧٧٨، صحیح مسلم: ١٧٥) (جو کوئی خود کو پہاڑ سے گرا کر مار ڈالے تو اسے جہنم کی آگ میں پہاڑ سے گرایا جائے گا اور جو کوئی زہر کھا کر خود کو ہلاک کرلے تو جہنم کی آگ میں ہمیشہ اپنے ہاتھ میں زہر لے کر اسے کھاتا رہے گا اور جو کوئی کسی دھاردار ہتھیار سے خود کشی کرلے تو جہنم کی آگ میں ہمیشہ اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا)۔

اسلام کی روح عبادت ہے، لیکن صحت جسمانی کی حفاظت کے پیش نظر اس میں بہت زیادہ انہماک سے منع کیا گیا ہے؛ چنانچہ حدیثوں میں ہے کہ رسول اللہﷺ نے رات ودن کچھ کھائے پیئے بغیر لگاتار روزہ رکھنے سے ممانعت فرمائی ہے، ایک صحابی سے آپ نے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دن میں مسلسل روزے رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں، میرا مقصد زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنا ہے، آپ نے فرمایا: ایسا مت کرو، کیونکہ:

''فإنک إذا فعلت ذلک ہجمت عینک ونفہت نفسک'' (صحیح بخاری٢،٤٩ کتاب التہجد)

• جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڈھ یوپی۔

(تم ایسا کروگے تو تمہاری نگاہ کمزور ہوجائے گی، او رتمہارا نفس اکتا جائے گا)۔

او رایک روایت میں ‘‘نکہت ’’ (فتح الباری۳۸،۳) کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اس کی وجہ سے تم کمزور اور لاغر ہوجاؤگے، اور شراب کی حرمت کی ایک وجہ انسانی جسم کے لئے اس کا نقصان دہ ہونا بھی ہے، اسی لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ کسی چیز کے کھانے، پینے کی حرمت کی ایک وجہ اس کا ضرر رساں ہونا ہے، چنانچہ مولانا عبد الحی فرنگی محلی لکھتے ہیں:

کسی چیز کے کھانے، پینے کے حرام ہونے کی وجہ کبھی اس کا نقصان دہ ہونا ہوتا ہے، جیسے کہ زہر، اور کبھی نشہ آور ہونا جیسے کہ شراب، یا نجس ہونا جیسے کہ پیشاب وپاخانہ، یا عقل کو ماؤف کردینا جیسے کہ بھانگ، یا گھناؤنا اور گندا ہونا ہوتا ہے، جیسے کہ لعاب، ناک کیریزش وغیرہ (ترویح الجنان ،۳۴)۔

اور علامہ شامی رقمطراز ہیں:

.... یہی حکم ان جامد چیزوں کا بھی ہے جو عقل وغیرہ کے لئے ضرر رساں ہوں، ایسی چیزوں کا اتنی مقدار میں استعمال کرنا حرام ہے جو نقصان دہ ہو اور کم مقدار جو مفید ہو وہ حرام نہیں ہے؛ کیونکہ اس کی حرمت ذاتی نہیں ہے بلکہ اس کے نقصان کی وجہ سے ہے (رد المحتار ۴۰،۱۰)۔

اوربھانگ وافیون کے اختلاط سے بنی ہوئی ‘‘برش’’ نامی چیز کے متعلق کہتے ہیں کہ:

اس کے بکثرت استعمال سے جسم خراب اور عقل فاسد ہوجاتی ہے، بھوک اور شہوانی قوت ختم ہوجاتی ہے، رنگ پھیکا پڑجاتا ہے، اور قوت میں کمی آجاتی ہے اور اس کے علاوہ بہت سے نقصانات ہیں (حوالہ مذکور ۴۱،۱۰)۔

اور فتاوی ہندیہ میں ہے:

‘‘إذا کان یخاف علی نفسہ أنہ لو أکلہ أو رثہ ذلک علۃ أو آفۃ لا یباح لہ التناول وکذلک ہذا فی کل شیء’’ (فتاوی ہندیہ۲۴۰،۵)۔

اور علامہ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

نباتاتی اشیاء جو کھائی جاتی ہوں سب حلال ہیں مگر یہ کہ وہ نجس، نقصان دہ یا نشہ آور ہوں، نقصان دہ چیزیں جیسے زہر، ناک کی ریزش، منی ،مٹی، پتھر وغیرہ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵۰۶،۳)۔

مذکورہ آیتوں ، روایتوں اور فقہی عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱، ۲، ۳) پیداوار میں اضافہ یا پھلوں کو کیڑوں سے بچانے یا دودھ کی مقدار بڑھانے یا جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو اور وہ بتدریج خطرناک بیماریوں کا سبب بنتا ہو جیسے کہ کینسر وغیرہ۔

البتہ بعض حالات میں پیداوار میں اضافہ یا اسے کیڑے مکوڑوں سے بچانا اس کے بغیر دشوار ہوتا ہے، ایسی صورت مینیہ دیکھنا ہوگا کہ کیا نقصان دہ پہلو غالب ہے کہ عام طور پر لوگ اس کی وجہ سے کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہوجاتے ہینیا بہت کم لوگ اس کی زد میں آتے ہیں، جیسے کہ بعض دواؤں کے ضرر رساں پہلو کی وجہ سے کچھ لوگوں کے گردے فیل ہوجاتے ہیں، ایسی صورت میں اس کے غالب فائدے کا اعتبار ہوگا، اور ضرورت کے پیش نظر اسے گوارا کیا جائے گا، جیسا کہ فقہی ضابطہ ہے کہ عمومی ضرر کو ختم کرنے کے لئے خصوصی ضرر کو برداشت کیا جائے گا، پیداوار میں اضافہ نہ کرنے یا انہیں نہ بچانے کی وجہ سے عمومی نقصان ہوگا، اور لوگ غذائی قلت کا شکار ہونگے، علامہ وہبہ زحیلی نے فقہ حنبلی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

زہریلی دوا کے پینے کی وجہ سے عام طور پر لوگ ہلاک یا پاگل ہوجاتے ہیں تو اس کا پینا حلال نہیں ہے، اور اگر عام طور پر لوگ صحیح وسالم رہتے ہیں، اور اس سے کوئی فائدہ وابستہ ہو تو اس کا پینا جائز ہے، تاکہ اس سے زیادہ خطرناک چیز کو ختم کیا جاسکے (الفقہ الاسلامی وادلتہ۳،۵۳۸)۔

(۴) جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں جن میں نجس وحرام چیزوں کی آمیزش ہو بشرطیکہیہ چیزیں مغلوب ہوں، نیز ان کے اثرات ان میں منتقل نہ ہوں، چنانچہ رسول اللہﷺ سے مرغی کا گوشت کھانا ثابت ہے، حالانکہ یہ ان جانوروں میں سے ہے جو نجس چیزیں بھی کھاجاتے ہیں، امام بخاری وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ:

''عن أبی موسی قال جاء رجل وہو یأکل دجاجاً فتنحی فقال: إنی حلفت أن لا آکلہ، إنی رأیتہیأکل شیئاً قذراً فقال: ادنہ فقد رأیت رسول اللہ یأکلہ'' (مسند احمد ۳۲،۳۲۶، ط: الرسالہ، صحیح بخاری: ۵۵۱۸)۔

(حضرت ابوموسی اشعریؓ مرغی کا گوشت کھارہے تھے، اتنے میں ایک آدمی آیا اور ایک کنارے جاکر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا کہ میں نے اسے نہ کھانے کی قسم کھارکھی ہے، حضرت ابوموسی اشعری نے فرمایا کہ قریب آجاؤ اور کھاؤ، میں نے اللہ کے رسولﷺ کو اس کا گوشت تناول کرتے ہوئے دیکھا ہے)۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہے:

اگر کوئی جانور دیگر چیزوں کے ساتھ نجاست بھی کھائے لیکن اس کی وجہ سے اس کے گوشت میں بدبو پیدا نہ ہو تو اس کا کھانا حلال ہے جیسے کہ بکری کے اس بچے کو کھانا درست ہے جس کی پرورش خنزیر کے دودھ سے ہوئی ہو، اس لئے کہ اس کی وجہ سے اس کے گوشت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور جو غذا اسے دی گئی ہے وہ ختم ہوچکی ہے اس کا کوئی اثر باقی نہیں ہے (الدر المختار مع الرد۹،۴۹۲)۔

لیکنیہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس کے اثرات گوشت میں منتقل نہ ہوں، اور اگر حرام او رنجس جانوروں کے اثرات غذا کے ذریعہ اس میں منتقل ہوجائیں تو اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہوگا (حوالہ مذکور ۴۹۱،۹)۔ چنانچہ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ:

''نہی رسول اللہ ﷺ عن أكل الجلالة وألبانها'' (سنن ابوداؤد: ۳۷۸۵، نسائی: ۴۴۴۷، ترمذی: ۱۸۲۴) (رسول اللہ ﷺ نے جلالہ جانور کے کھانے اور اس کے دودھ کے پینے سے منع فرمایا ہے)۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''نہی رسول اللہ ﷺ عن الجلالة فی الإبل أن یرکب علیها أو یشرب من ألبانها'' (سنن ابوداؤد وغیرہ: ۳۷۸۷) (رسول اللہ ﷺ نے جلالہ اونٹ پر سوار ہونے اور اس کے دودھ کے پینے سے منع فرمایا ہے)۔

علامہ شوکانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گندگی اور گوبر کھانے والے جانور کو جلالہ کہا جاتا ہے .... بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر وہ نجس چیزوں کو زیادہ کھاتا ہو تو اسے جلالہ کہا جائے گا، او راگر غالب غذا پاک چیزوں پر مشتمل ہو تو وہ جلالہ نہیں ہے .... صحیحیہ ہے کہ اس میں کم یا زیادہ کھانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ اس میں معیار بدبو ہے، اگر اس کی وجہ سے شوربہ، گوشت، ذائقہ یا رنگ میں تبدیلی واقع ہوجائے تو وہ جلالہ ہے، اور ''نہی '' اپنی حقیقت کے اعتبار سے حرمت پر دلالت کرتی ہے، اس سے مذکورہ حدیثوں سے بظاہر ایسے جانور کے گوشت کی حرمت معلوم ہوتی ہے (نیل الاوطار ۱۴۰،۸)۔

ماضی میں اثرات کے منتقل ہونے کا علم اس کے گوشت میں بدبو وغیرہ کے ذریعہ ہوتا تھا، آج اس سلسلہ میں جدید ذرائع سے بھی مدد لے کر دیکھنا ہوگا کہ اس کے مضر اثرات وخصوصیات اس میں منتقل ہوئے ہینیا نہیں؟ محض گوشت میں تبدیلی کے ہونے پر اکتفا نہیں کیا جائے گا۔

(۵) غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال ممنوع ہے، اگر اس کا نقصان دہ ہونا یقینی اور عام ہو تو حرام ہوگا ورنہ مکروہ، اور ایسی چیزوں کی خریدوفروخت، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا درست نہیں ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ:

''إن ما قامت المعصیة بعینهیکره بیعه تحریماً وإلا فتنزیهاً'' (رد المحتار ۵۶۱،۹)۔

***

غذائی مصنوعات میں مضر صحت ادویہ اور کیمیکل کا استعمال

حضرت مولانا محمد طیب الرحمن صاحب•

اسلامی شریعت کی بنیاد ہی بندو نکی مصلحت پر ہے، چنانچہ شریعت کے ہر احکام مکمل عدل، مکمل رحمت، کامل ترین مصلحت اور مکمل حکمت کا مظہر ہے، انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت غذا ہے، چنانچہ انسان کے اس شفیق پروردگار نے انسان کی تخلیق کے ساتھ ساتھ غذا کا بھی انتظام کردیا، مختلف قسم کے حیوانات اور نباتات اللہ تعالی نے حلال کیے تاکہ انسان توانائی حاصل کرے اور مختلف قسم کے امراض سے محفوظ رہ سکے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ کچھ حیوانات اور نباتات کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا، البتہ اس حرمت کی کچھ بنیادیں ہیں:

الف: خبث: وہ چیز حرام قرار دی گئی جو خبیث ہو؛ کیونکہ انسانی زندگی کا امتیاز جسم وروح کی پاکیزگی میں رکھا گیا ہے۔

ب: اسکار: وہ چیزیں جو نشہ پیدا کرنے والی ہوں، اس میں شراب او ر تمام وہ منشیات ہیں جو انسانیت کی تباہی کا باعث ہیں۔

ج: ضرر: اللہ تعالی نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا جو جسم انسانی کے لئے باعث ضرر ہوں، چنانچہ جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ خنزیر میں نہایت مہلک قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔

د: نجاست: چونکہ سلیم الفطرت انسان اس سے کدورت محسوس کرتا ہے ا س لئے شریعت نے ہر نجس اشیاء کو بھی حرام قرار دیا۔

اس بنیادی تصور کو اگر ہم سامنے رکھینگے تو مسئلہ بالکل آسان ہوجائے گا، چنانچہ کاشت کاری اور زرعی پیداوار کے سلسلہ میں بھی شریعت کا یہی مزاج ہے کہ ان کو قدرتی طریقے سے حاصل کیا جائے، نیز پیداوار کے بڑھانے کے لئے مختلف طریقے بھی اپنائے جاسکتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے تابیر نخلہ کی اجازت دی تھی، لیکن پیداوار بڑھانے کے لئے کوئی ایسی چیز نہ استعمال کی جائے جو انسانیت کے لئے مضر ہو، اسی طرح پھل ہو یا جانور کا دودھ ہو وہ بھی قدرتی طریقے سے حاصل کرے، کوئی ایسا طریقہ نہ اختیار کیا جائے جو انسانیت کو ہلاکت تک پہنچائے، اللہ تعالی نے فرمایا:

• امیر شریعت شمال مشرقی ہند، آسام۔

''ولا تقتلوا أنفسكم، إن الله كان بكم رحيماً'' (النساء: ٢٩)۔

نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (البقرہ: ١٩٥)۔

اسی لئے فقہاء کرام نے زہر کے استعمال کو حرام قرار دیا، کوئی اگر زہر جان بوجھ کر استعمال کرے تو حدیث میں وعید بھی آئی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''من تحسى سماً فقتل نفسه فسمه فيديهيتحساهيوم القيامة خالداً مخلداً فيها أبداً'' (صحیح البخاری، کتاب الطب، حدیث نمبر: ٥٤٤٢)۔

رہایہ مسئلہ کہ غذائی اشیاء میں مضر صحت اشیاء کے استعمال کی ممانعت کو کس درجہ میں رکھا جائے، قدیم کتابوں مینیہ مسئلہ موجو دنہیں، البتہ اس کی ایک نظیر ملتی ہے، وہ ہے تمباکو، تمباکو کے سلسلہ میں تین طرح کے نقطہاء نظر پائے جاتے ہیں:

١- بعض اس کی حرمت کے قائل ہیں، ان کے نزدیک اس حرمت کی بنیاد اسکار، ضرر اور اسراف ہیں۔

٢- بعض اباحت کے قائل ہیں اور یہ حضرات ان بنیادوں کا انکار کرتے ہیں۔

٣- بعض کراہت کے قائل ہیں (تفصیل موسوعہ فقہیہ میں ہے ١٠،١٢٢)۔

جو حضرات اباحت کے قائل ہیں ان کا مدار اس بات پر ہے کہ اس میں نہ نشہ ہے اور نہ نقصان؛ چنانچہ علامہ شامی اپنے استاذ حضرت عبد الغنی النابلسی، جو کہ اباحت کے قائل ہیں، کی طرف سے لکھتے ہیں:

''وأقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة أو بالكراهة فإنهما حكمان شرعيان لا بد لهما من دليل ولا دليل على ذلك فإنه لم يثبت إسكاره ولا تفتيره ولا إضراره، بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الأصل فى الأشياء الإباحة'' (رد المحتار ١٠،٤٢، دار الكتب العلميہ)۔

چنانچہ علامہ شامی نے پرزور انداز میں اباحت ثابت کرنے کی کوشش کییہاں تک کہ آخر میں فرمایا:

''والأكثرون إلى أنها مباحة وانعقد الإجماع على ذلك''۔

لیکن اگر اس نقطہ نظر پر غور کیا جائے تو اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ مسکر اور مضر نہیں ہے، لیکن ہمارے دور میں تمباکو اگرچہ مسکر نہیں ہے مگر جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ تمباکو انتہائی درجہ کی مضر ہے؛ اس لئے یہ نقطہ نظر آج کے دور میں قابل قبول نہیں ہے۔

اور جو حضرات کراہت کے قائل ہیں وہ اس کے مضر ہونے کو تو تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس بنیاد پر مکروہ کہتے ہیں کہ اس کی حرمت پر کوئی نص صریح موجود نہیں، نیز اس میں ابتلاء عام بھی ہے، چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

''عدم ثبوت أدلة التحريم، فهى تورث الشک، ولا يحرم شئ بمجرد الشک، فيقتصر على الكراهة لما أورده القائلون بالحرمة'' (الموسوعۃ الفقہیہ ١٠،١٠٧)۔

بہرحال قائلین کراہت بھی اصلاً حرمت کے قائل ہیں، تو ان وجوہات کی بنیاد پر اس عاجز کی رائے یہ ہے کہ پیداوار بڑھانے کے لئے زہریلے کھاد کا استعمال یا پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے کے لئے کیمیکل کا استعمال یا مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے جانور کو انجکشن لگانا اگر یہ صحت کے لئے انتہائی مضر ہے یہاں تک کہ کینسریا اس طرح کے مشکل امراض پیدا ہونے کے امکانات ہوں تو ان چیزوں کا استعمال ناجائز اور حرام ہے۔

جہاں تک ان چیزوں کو خریدنےیا خود کھانے یا دوسروں کو کھلانے کا تعلق ہے تو مسلمانوں کے لئے مناسب نہیں ہے کہ ایسی غذاؤں کا استعمال کریں جو صحت کے لئے مضر ہوں، ایسی چیزوں سے ازحد ممکن گریز کرنا چاہئے، او رقدرتی طور پر غذاؤں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، لیکن آج کے دور میں خصوصاً شہری معاشرے میں قدرتی طور پر حاصل شدہ غذاؤں کا تصور ختم ہوچکا ہے اور شاید ہی کوئی ایسی غذا ملے جو بغیر کیمیکل کے پیدا کی گئی ہو، اس لئے ایسی غذاؤں کے استعمال کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور ابتلاء عام کی بنیاد پر (جہاں تک اس عاجز کا خیال ہے) کراہت کا پہلو بھی ختم ہوجائے گا۔

جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے دواؤں اور حرام غذاؤں کا استعمال:

آج کل جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے کئی طرح کی دواؤں نیز حرام جانو رکے اجزاء ملے ہوئے غذاؤں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ غیر فطری طریقے سے جانور کو موٹا کرنے کے لئے ان ادویات کا استعمال نقصان سے خالی نہیں ہوگا، نیز جدید تحقیقات سے ثابت ہوچکا ہے کہ وہ صحت کے لئے نقصان دہ ہیں، اور ان سے کئی طرح کے امراض بھی پھیلتے ہیں، ماضی قریب میں تیزی سے پھیلنے والا وبائی مرض برڈ فلو اس کی واضح مثال ہے، اس لئے جانوروں کو غیر فطری طور پر موٹا کرنا اور اس کو اس طرح کی مضر ادویہ دینا اور حرام جانور کے اجزاء کھلانا شرعاً درست نہیں۔

پھر اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی جائے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ اس سلسلہ میں فقہ کی کتابوں میں جلالہ کا مسئلہ ملتا ہے۔ جلالہ اس جانور کو کہاجاتا ہے جو نجس کھاتا ہو، حدیث میں جلالہ کے بارے میں نہی وارد ہوئی ہے: ''نہی رسول اللہ ﷺ عن أکل الجلالۃ''۔ لیکن قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کا کھانا ممنوع نہ ہو؛ کیونکہ جو نجس کھاتا ہے وہ خود ناپاک نہیں ہوتا، اسی بنیاد پر حنفیہ اور شافعیہ اس نہی کو کراہت تنزیہی پر محمول کرتے ہیں، وہ بھی اس صورت میں جب گوشت میں کسی قسم کا تغیر آئے، مثلاً بدبوپیدا ہوجائے، چنانچہ اگر گوشت میں تغیر نہ آئے تو اس کا کھانا مکروہ نہیں، اسی طرح ایک اور مسئلہ ملتا ہے کہ اگر کسی بکری کے بچے کو خنزیر کا دودھ پلایا جائے تو اس بچے کا کھانا حلال ہے، اور مکروہ نہ ہونے کی بنیاد گوشت کے متغیر نہ ہونے کو بتایا گیا ہے، علامہ حصکفی نے فرمایا:

‘‘وکرہ لحمہما أی لحم الجلالۃ والرمکۃ ..... ولو أکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر، لأن لحمہ لا یتغیر، وما غذی بہ یصیر مستہلکاً لا یبقی لہ أثر’’ (الدر المختار مع رد المحتار ۴۹۱،۹، دار الکتب العلمیہ)۔

بہرحال آج کے دور میں جانوروں کو جو خوراک دیا جارہا ہے اس میں صرف تنہا حرام جانو رکے اجزاء نہیں ہوتے؛ بلکہ اس کو دوسری غذاؤں کے ساتھ ملا کر خوراک تیا رکیا جاتا ہے، پھر اس کے کھانے سے گوشت میں بھی تغیر پیدا نہیں ہوتا؛ اس لئے حرام غذا کی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت پیدا نہیں ہوگی، اس کاکھانا حلال ہوگا۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مفتی عبد الرحیم قاسمی•

جواب (١): پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں زہریلی کھاد ڈالی جائے اور زمین کے واسطے سے وہ سمیت پودوں میں شامل ہو جائے نیز پھلوں اور کیڑے مارنے کے لئے زہریلی دوا ڈالی جائے جو خطرناک بیماریوں کینسر و غیرہ کا سبب بنیں تو پودوں اور پھلوں پر ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال جائز نہیں،اور ایسے پودوں کی سبزی اور پھل کھانا حرام ہے۔

وإباحۃ الطیبات ھو من أجل تکریم الإنسان وتحریم الخبائث وبعض أنواع لحوم الحیوان ھو من أجل حفظ الصحۃ وعدم مصادمۃ الطبع السلیم والبعد عن کل ما یلحق بالجسد والعقل من الأضرار وصنوف الأذیٰ۔

(پاک چیزوں کو حلال کرنا انسان کی عزت کی وجہ سے اور خبیث چیزوں کو اور بعض جانوروں کے گوشت کو حرام کرنا صحت کی حفاظت کیوجہ سے اور طبع سلیم کے موافقت نہ کرنے کی وجہ سے ہے، اور دور رکھنا ہے ہر اس چیز سے جو جسم اور عقل کے لئے نقصان دہ ہو اور اس سے قسم قسم کی تکلیفیں پہنچیں)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یأیھا الناس کلوا مما فی الأرض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین'' (سورہ بقرہ ١٦٨،٢)۔

(اے انسانوں زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو یقینا وہ تمہارے لئے کھلا دشمن ہے)۔

اور حضور ﷺ فرماتے ہیں: لا ضرر ولا ضرار، نہ نقصان اٹھانا ہے اور نہ نقصان پہنچانا ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہٗ ٣٨٥،٩)۔

الاشباہ میں ہے:إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام یتخرج علیھا ما أشکل حالہ فمنھا الحیوان المشکل أمرہ والنبات المجھول سمیتہ''۔

(جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب ہوگا، اسی اصول سے یہ مسئلہ نکلے گا کہ جس جانور کا معاملہ مشکل ہو اور جس سبزی کا زہریلا ہونا معلوم نہ ہو تو حرمت کو غالب مان کر حرام ہونے کا حکم لگایا جائے گا) (الاشباہ والنظائر، ١١٥)۔

جواب (٢): قبل از وقت پھل پکانے یا بڑھانے کے لئے استعمال کئے جانے والے

• امیر مرکز دعوت وارشاد وافتاء وناظم جامعہ حسینیہ خیر العلوم، بھوپال۔

کیمیکل اگر انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہوں جیسا کہ میڈیکل ماہرین کا خیال ہے تو پھلوں کو پکانے یا ترکاری کا حجم اور سائز بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے ایسی زہریلی دواؤں کا استعمال جائز نہیں۔

إذا کان یخاف علیٰ نفسہ أنہ لو أکلہ أورثہ ذلک علۃ وآفۃ لایباح لہٗ التناول وکذلک ہذا فی کل شیئ''۔

(جب اس کو اپنی جان پر اندیشہ ہو کہ اگر اس کو کھائے گا تو وہ چیز بیماری پیدا کرے گییا آفت میں مبتلا کرے گی تو اس کو کھانا مباح نہیں، اسی طرح ہر چیز کا حکم ہے) (فتاویٰ عالمگیری۵، ۳۴۰)۔

''وحرم أیضا الدم المسفوح ولحم الخنزیر لما فیہما من سمیات أودیدان أو أضرار صحیۃ أو معنویۃ''۔

(اور بہتا ہوا خون اور خنزیر کا گوشت بھی اسی وجہ سے حرام ہیں کہ ان میں زہریلے مادے یا کیڑے ہینیا صحت کے لئے نقصان دہ اور معنوی طور پر نقصان دہ چیزیں ہیں)(الفقہ الاسلامی وادلتہ۹، ۳۸۹)۔

جواب (۳): حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار بڑھانے یا دودھ جاری کرنے کے لئے انجکشن لگا کر دودھ دوہنا مکروہ ہے ۔

''ویکرہ الاستقصاء فی حلب البھیمۃ إذاکان مضرا بھا لقلۃ العلف ویکرہ ترک الحلب أیضا''۔

(جانوروں کا دودھ نکالنے کی انتہائی کوشش کرنا جو اسکے لئے نقصان دہ ہو چارہ و غیرہ کم ہونے کی وجہ سے تو مکروہ ہے، اور دودھ دوہنا چھوڑنا بھی مکروہ ہے، انسان کے لئے وہ دودھ نقصان دہ ہو تب بھی مکروہ ہوگا)۔

جواب (۴) الف: پولٹری فارم کی مرغیوں کو بڑھانے کے لئے حرام چیزوں جیسے خنزیر وغیرہ کی چربی شامل کی جاتی ہوتو اس غذا کو کھلانے سے بچنا چاہئے، لیکن اس غذا کو کھلانے سے وہ جانور حرام نہیں ہوگا۔

''لوعلفھاعلفا حراما لم یحرم لبنھا و لحمھا'' (الاشباہ والنظائر ، ۱۷۵)۔

ب: جس حلال جانور کو حرام غذا ہی کھلائی گئی ہے وہ جلالہ کے حکم میں ہے، پلیدی کھانے والی مرغی کو تین دن روک کر اور بکری کو چار دن روک کر اور اونٹ اور گائے کو دس دن روک کر ذبح کیا جائے گا تاکہ انکے گوشت کی بدبو ختم ہوجائے۔

وتحبس الجلالۃ حتییذھب نتن لحمھا و قدر ثلا ثۃ أیام لدجاجۃ وأربعۃ لشاۃ و عشرۃ لإبل و بقر علی الأظھر'' (در مختار علی ہامش رد المحتار ۵، ۲۱۷)۔

اگر اس غذا کے ساتھ دوسری غذا بھی دی جاتی ہے تو اس جانور کا گوشت بلا کراہت حلال ہے۔

ولو أکلت النجاسۃ و غیرہا بحیث لم ینتن لحمھا حلت کما حل أکل جدی غذّی بلبن خنزیر

لأن لحمہ لا یتغیر وما غذّی بہ یصیر مستھلکا لا یبقی لہ أثر۔

(اگر نجاست کو اور اسکے علاوہ دوسری چیزوں کوبھی کھائے اسطرح کہ اسکا گوشت بدبودار نہ ہو تو وہ حلال ہے جیسے بکری کا بچہ جسکو خنزیر کے دودھ سے غذا دی گئی اسکو کھانا حلال ہے؛ کیونکہ اسکا گوشت نہیں بدلتا اور جسکے ذریعہ غذا دی گئی وہ ختم ہوجائے گا، اس کا اثر باقی نہیں رہے گا) (درمختار علیٰ ہامش رد المحتار۵، ۲۱۷)۔

اسی طرح مرغی کے متعلق لکھا ہے: قالوا لا باس بأکل الدجاج لأنہ یخلط ولا یتغیر لحمہ وروی أنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یأکل الدجاج وماروی أن الدجاجۃ تحبس ثلاثۃ أیام ثم تذبح فذلک علی سبیل التنزہ۔

(مشائخ نے کہا ہے کہ مرغی کو کھانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ ملا جلا کھاتی ہے اور اسکا گوشت نہیں بدلتا ، حضور ﷺ سے مرغی کا گوشت کھانا روایت کیا گیا ہے، اور مرغی کو تین دن روک کر ذبح کرنے کی روایت احتیاط کے طور پر ہے) (شامی۲، ۲۱۷)۔

جواب (۵): غذائی اشیاء میں مضر صحت اشیاء کا استعمال جائز نہیں،اور جن مصنوعات میں مضر صحت اشیاء شامل ہوں انکو کھانا حرام ہے، ایسی چیزوں کو خریدنا دوسروں کو کھلانا سب حرام ہے؛ کیونکہیہ اعانت علی الحرام ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

‘‘وتعاونو علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان’’ (نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرو گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو)۔

فإن الغایۃ من المنع واحدۃ وھی وجود الضرر أو المفسدۃ القبیحۃ فی الحرام و ھکذا نجد أن سبب کل ما حرم فی الإسلام ھو من أجل وجود أضرار شخصیۃ أو اجتماعیۃ أو دینیۃ۔

(منع کرنے کی ایک ہی غرض ہے اور وہ نقصان دہ ہونا ہے، یا حرام چیز میں کوئی خرابییا برائی کا پایا جانا ہے، اسی طرح ہم پاتے ہیں کہ اسلام میں جو چیزیں حرام کی گئی ہیں انکو حرام کرنے کا سبب شخصییا اجتماعییا دینی نقصان کا پایا جانا ہے) (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹،۳۸۹)۔

معارف القرآن میں ہے: جن جانوروں کا گوشت انسان کے لئے مضر ہے خواہ جسمانی طور پر کہ اس سے انسان کے بدن میں بیماری کا خطرہ ہے، یا روحانی طور پر کہ اس سے انسان کے اخلاق اور قلبی کیفیات خراب ہونے کا خطرہ ہے ان کو قرآن نے خبائث قرار دیا اور حرام کر دیا، اور جن جانوروں میں کوئی جسمانییا روحانی مضرت نہیں انکو طیب اور حلال قرار دیا (معارف القرآن ۳، ۲۸)۔ واللہ اعلم بالصواب

***

غذائی مصنوعات میں حلال و حرام کے اصول

قاضی محمد ریاض ارمان القاسمی•

پیداوار میں زہر آلود مادوں کا استعمال:

پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود ما دوں کا استعمال کرنا جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو اور وہ بتدریج خطرناک مثلا کینسر جیسی بیماری کا سبب بنتا ہو درست نہیں ہے جیسا کہ کتاب الفتا وی میں ہے کہ صحت انسانی بھی اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے اور اس کی حفاظت شرعی فریضہ ہے۔ اگر کوئی چیز سڑ جائے اور اس میں بدبو پیدا ہوجائے تو اس کی وجہ سے وہ ناپاک نہیں ہوتی؛ البتہ اگر اس سے نقصان پہنچ سکتا ہو تو اس کا کھانا حرام ہو گا ،اس لیے کہ صحت انسانی بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے ،اور اس کی حفاظت شرعی فریضہ ہے ،اسی لیے فقہاء نے سڑے ہو ئے گوشت کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے، اور گھی ،دودھ ،تیل وغیرہ کو حرام نہیں کہا ہے ''واللحم إذا أنتن حرم أكله والسمن واللبن والزيت والدهن إذا أنتن لا يحرم (الفتاوی الهندیہ۵٫۳۳۹)، البتہ فقہاء نے گوشت اور دودھ وغیرہ کا جو فرق کیا ہے وہ ان کے عہد کی معلومات پر مبنی ہے، موجودہ دور میں آج کی میڈیکل معلومات کی روشنی میں ہیہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ کون کون سی چیزیں سڑ نے کے بعد صحت انسانی کے لیے مضر ہو جاتی ہیں ،ایسی تمام چیزیں حرام سمجھی جائیں گی (کتاب الفتاوی۶٫۱۸۱-۱۸۲)۔

پھلوں کو پکانے اور اس کے حجم کو بڑھانے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال:

پھلوں کو جلد پکانے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کر نے کے لیے زہریلی مضر صحت دواؤں کا استعمال حرام ہے جیسا کہ درج جزئیہ سے روشنی ملتی ہے: ''اصل چونا مٹی کے قبیل سے ہے اور فقہاء نے مٹی کھانے سے منع فرمایا ہے اس لیے کہ وہ صحت کے لئے مضر ہے اور صحت اللہ تعالی کی امانت ہے ،اس کی حفاظت ہر انسان کا اسلامی اور انسانی فریضہ ہے ،لیکن اس کی اتنی مقدار جو صحت کے لیے مضر نہ ہو،کھالی جا ئے تو گناہ نہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: ''وإن كان يتناول منه قليلا أو كان يفعل ذلك أحيانا لا بأس به (الفتاوی الہندیہ۵٫۳۴۰)، غالبا قدیم زمانہ میں بخارا کی مٹی بعض لوگ کھاتے تھے ،چنانچہ فقہاء نے اس کی اتنی مقدار کی اجازت دی ہے کہ صحت کو نقصان نہ پہنچے :وسئل عن بعض الفقهاء عن أكل طين البخاریٰ ونحوه قال: لا بأس بذلك مالم

• قاضی شریعت دار القضاء ہریانہ (آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)۔

یضرہ (الفتاویالھندیہ۵،۳۴۱) (بعض فقہاء سے بخارا کی مٹی کھانے کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر نقصان نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں)، مولانا عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی نے ''نصاب الاحتساب ''سے صراحت کے ساتھ پان میں چونا کھانے کی اجازت نقل فرمائی ہے، فرماتے ہیں:'' یباح أکل النورۃ مع الورق المأکول فی دیار الھند ،لأنہ قلیل نافع فان الغرض المطلوب من الورق المذکور لا یحصل بدونھا (فتاوی عبدالحی، ص: ۴۱۳) ہندوستان میں کھائے جانے والے پتے (پان) کے ساتھ چونا کھانا مباح ہے، اس لئے کہ وہ کم مقدار میں ہے اور وہ مفید ہے اور مذکورہ پتے کا مقصد اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتا،پس پان میں چونا کھانا جائز اور درست ہے (کتاب الفتاوی۶،۱۸۲،۱۸۳)۔

ان عبارتوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ زہر آلود ما دہ مضر صحت نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہو گا ورنہ حرام، جیسا کہ سڑے ہو ئے کھانے کا حکم ابھی مذکور ہوا ،اسی طرح دودھ میں اضافہ کے لئے ایسا انجکشن لگانا جو مضر صحت ہو تو اس کا استعمال بھی درست نہیں ہوگا ۔

جانوروں کو خنزیر کی چربی ملی ہوئی خوراک کا دینا:

جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لیے خنزیر کی چربی سے بنی ہوئی خوراک یا حرام اشیاء سے تیار خوراک کا دینا شرعا درست نہیں ہے جیسا کہ احسن الفتاوی میں ہے: ''ایسی غذا کی خرید و فروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں'' (احسن الفتاوی ۱۲۶،۸ کتاب الحظر والاباحۃ)، اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی گئی ،تو اب اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہو گا، حرام غذا کی وجہ سے حرمت اور کراہت جب پیدا ہوگی جب گوشت کے اندر بدبو پائی جائے اور ایسا ہو تا نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہ حرام چیزیں جانور کے کھانے کے بعد فنا اور ختم ہو جاتی ہیں، اور یہ حکم جب ہے جبکہ جانور کو یہ حرام غذا مستقل طور پر دی جائے، لیکن اگر دوسری حلال خوراک بھی کھائے تو پھر گوشت حلال ہی رہے گا؛ البتہ ایسی مرغیاں حلال ہیں ،گوشت کی حرمت کے لئے شرط یہ ہے کہ نجس غذا کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے ،جس کا مفقود ہو نا یہاں مشاہد ہے، ''قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قولہ وکرہ لحم الجلالۃ التی تأکل العذرۃ) أی فقط حتی أنتن لحمھا قال فی شرح الوھبانیۃ وفی المنتقی الجلالۃ المکروھۃ التی إذا قربت وجدت منھا رائحۃ فلا تؤکل ولا یشرب لبنھا ولایعمل علیھا وتلک حالھا ویکرہ بیعھا وھبتھا وتلک حالھا وذکر البقالی أن عرقھا نجس اھ وقدمناہ فی الذبائح (ردالمحتار ۲۱۶،۵)، وقال العلامۃ الحصکفی ؒ: وتحبس الجلالۃ حتییذھب نتن لحمھا وقدر بثلاثۃ أیام لدجاجۃ وأربعۃ لشاۃ وعشرۃ لإبل وبقر علی الأظھر ولو أکلت النجاسۃ وغیرھا بحیث لم ینتن لحمھا حلت کما حل أکل جدی غذّی بلبن خنزیر لأن لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستھلکا لا یبقی لہ أثر ،وقال العلامۃ ابن عابدین ؒ (قولہ حلت) وعن ھذا قالوا لا بأس بأکل الدجاج لأنہ یخلط ولا یتغیر لحمہ

وروی أنہ علیہ الصلوۃ والسلام کان یأکل الدجاج وما روی أن الدجاجۃ تحبس ثلاثۃ أیام ثم تذبح فذلک علی سبیل التنزہ زیلعی (رد المحتار ۲۱۷،۵،بحوالہ احسن الفتاوی۱۲۶،۸) ۔

اگر غذائی مصنوعات میں مہلک مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا گیا ہو تو یہ عمل حرام ہوگا، اور غیر مہلک معمولی مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا گیا ہو تو یہ مکروہ ہوگا، اور اسی طرح سے جس کا حکم حرام کا ہے اس کا خریدنا، کھانا اور کھلانا حرام ہوگا، اورجس کا حکم مکروہ ہے تو اسکا خریدنا، کھانا، کھلانا مکروہ ہوگا ۔

خلاصہ:

پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال جو مضر صحت ہو ں جائز نہیں ہے۔ پھلوں کو جلد پکانے یا کسی ترکاری کا حجم بڑھانے کے لیےیا جلد تیار کرنے کے لیے مضر صحت دواؤں کا استعمال درست نہیں ہے۔ اسی طرح غیرفطری طریقہ پر انجکشن کے ذریعہ دودھ بڑھانا جو مضر صحت ہو تو ناجائز ہے۔جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لیے حرام اشیاء سے تیار شدہ غذا کا جانور کو کھلانا جائز نہیں ہے ،اگر یہ غذا کھلائی گئی تو جانور کا گوشت حلال ہوگا الا یہ کہ گوشت بدبو دار ہو جائے اور جانور کو صرف حرام غذا ہی دی گئی ہو۔غذائی مصنوعات میں مضر صحت دوائی اگر مہلک ہو تو اسکا ملانا حرام ہے، اگر معمولی مضر صحت ہوتو مکروہ ہو گاپھر ایسی چیزوں کا کھانا، کھلانا، خریدنا احکام کے اعتبارسے حرام اور مکروہ ہونگے۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کا اصول

مولانا عبد المنان صاحب•

جواب١-پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں جو کھاد استعمال کی جاتی ہے جس میں سمیت ہوتی ہے ایسی کھاد کا زمین میں استعمال ناجائز نہیں ہے؛ لیکن پھلوں میں چھڑکاؤ کی دوصورتیں ہیں:

(١) پھلوں کی ابتدائی حالت میں کیڑوں سے حفاظت کے لئے زہریلی دوا کا استعمال ممنوع نہیں ہوگا۔

(٢) پھل پکنے کے وقت یا اتارنے کے وقت زہریلی دوا کا استعمال کراہیت سے خالی نہیں ہوگا۔

جواب٢- پھلوں کو پکانے کے لئے جو کیمیکل استعمال کیا جاتا ہے کہ پھل وقت سے پہلے پک جائینیا وہ دیکھنے میں خوشنما نظر آئیں،یا بعض اوقات انجکشن دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ تیزی سے پک جاتا ہے اور ایک درجہ میں اسے مٹھاس بھی پیدا ہوجاتی ہے نیز کاٹنے کے بعد وہ پھل اس طرح نظر آتا ہے جیسا کہ فطری طور پر پکی ہوئی حالت میں ہوتا ہے، شرعاً یہ ناجائز نہیں ہونا چاہئے کہ اس میں ابتلاء عام ہے۔

جواب٣- دود ھ دینے والے حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار بڑھانے کے لئے یا جانور نے دودھ دینا بند کردیا ہو تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اس سے دودھ کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں اگر جانور کا خاص نقصانیا صحت پر خاص اثر نہ پڑتا ہو تو یہ ناجائز نہیں ہوگا۔

جواب٤- جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے حرام یا ناپاک غذا کھلائی جائے تو اس کی دوصورتیں ہیں:

(١) اگر کبھی کبھار ناپاک غذا کھلائی جاتی ہو تو اس جانور کا گوشت حرام نہیں ہوگا، لیکن ناپاک، حرام غذا کھلانا ناجائز ہے۔

(٢) اگر دائمی طور پر ناپاک وحرام غذا کھلائی جاتی ہو اور ناپاک وحرام چیز کی بو اس جانور کے بدن میں محسو س ہوتی ہے تو پاک وحلال غذا اتنے دن تک کھلائی جائے کہ ناپاک وحرام غذا کی بو ختم ہوجائے تو اس جانور کا گوشت ممنوع نہیں رہے گا ورنہ اس کا گوشت کھانا مکروہ ہوگا۔

• دار الحدیث پرمائی وٹی، نوگاؤں آسام۔

جواب۵- اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا جائے غذائی اشیاء تادیر باقی ومحفوظ کرنے کے لئے جو اس وقت عموم بلوی کی شکل اختیار کرگیا ہے، تو یہ ناجائز نہیں ہے، اور یہ اشیاء خود کھانا دوسروں کو کھلانا، خریدوفروخت کرنا ناجائز نہیں ہوگا۔

***

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام -اسلامی نقطہ نظر سے

مفتی لطیف الرحمن •

(۱، ۲) سبزی ترکاریا پھلوں کی پیداوار بڑھانے کے لئے اس میں زہریلی کھاد استعمال کرنا یا ان پھلوں میں اضافہ کے لئے زہریلے انجکشن دینا اس کی ہرگز اجازت نہیں، اور یہ پوری صحت انسانی کے ساتھ کھلواڑ کے مرادف ہے، اور صحت انسانی کا ضیاع اور ہلاکت ہے، او راگر اس میں کچھ فوائد بھی ہیں تو نقصان زیادہ اور شدید ہے، اور فقہ کا مسلمہ قاعد ہ ہے کہ مفاسد کو دفع کرنا مصالح کی تحصیل سے مقدم ہے، ''وہی درء المفاسد أولی من جلب المصالح فإذا تعارضت مفسدۃ ومصلحۃ قدم دفع المفاسد غالباً'' (نور البصائر شرح الاشباہ ۱۴۹،۱)۔

لہذا حکومت پر لازم ہے کہ ایسے کیمیکل اور دوائیوں پر سخت پابندی عائد کرے تاکہ پوری صحت انسانی کی حفاظت ہوسکے۔

(۳) آج بازار میں بھینسوں کے تبیلوں کے مالک اور دودھ کا کاروبار کرنے والے دودھ کی مقدار میں اضافہ کی خاطر لازمی طور پر اپنی گائے اور بھینس کو دوہنے سے قبل انجکشن مارتے ہیں لہذا یہ انجکشن کا مارنا اگر جانور کی صحت اور صحت انسانی کے لئے مضر نہ ہو تو اجازت ہے ورنہ ازروئے شرع اس کی بھی اجازت نہیں ہوگی، اس لئے کہ فقہ کا مسلمہ اصول ہے: نقصان پہنچا کر نقصان کا ازالہ نہیں کیا جائے گا، ''الضرر لا یزال بالضرر '' (الاشباہ والنظائر)۔

(۴) شریعت مطہرہ میں تجارت اور خریدوفروخت کا اصول یہ ہے کہ جس شئی سے انتفاع ممکن ہو اس چیز کی تجارت جائز ہے اور جس چیز سے انتفاع ممکن نہ ہو اس کی تجارت جائز نہیں، لہذا اگر مرغیوں اور مچھلیوں کی خوراک میں کیڑے مکوڑے ملا کر فروخت کئے جاتے ہیں اور یہ خوراک ان جانوروں کو کھلانے کے کام آتی ہیں تو ایسے کیڑے مکوڑے کی تجارت جائز ہے؛ اس لئے کہ شریعت میں حشرات الارض کیڑے مکوڑے جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہے اس کی بیع جائز ہے۔

رد المحتار میں ہے:

''فینبغی جواز بیعہا کبیع السرقین والعذرۃ المختلطۃ بالتراب کما یأتی مع أن ہذہ الدودۃ إن لم یکن لہا نفس سائلۃ تکون میتتہا طاہرۃ کالذباب والبعوض'' (۵۱،۵، بحوالہ فتاوی

• ممبئی۔

زکریا۵،۱۵۴)۔

لیکن اگر واقعی میں ان جانوروں کی خوراک میں خنزیر کی چربی کی آمیزش ہوتی ہے تو خنزیر اور اس کے اجزاء سے تیار شدہ خوراک میں بیع ہی منعقد نہیں ہوگی او راس کی خریدوفروخت حرام ہوگی، اور وہ بیع باطل ہے؛ اس لئے کہ خنزیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ نجس العین ہے (فتاوی زکریا۵،۱۶۴)۔

تبیین الحقائق میں ہے: ''لم یجز بیع المیتۃ والدم والخنزیر .... لعدم رکن البیع وہو مبادلۃ المال بالمال وبیع ہذہ الأشیاء باطل'' (۴۶۲،۴)۔

(الف) لہذا جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی خوراک (جس میں خنزیر کی چربی کی آمیزش ہو) نہیں دی جاسکتی۔

(ب) البتہ حلال جانور کو اگر یہ حرام خوراک کھلا دی گئی تو حلال جانور کے گوشت کے بارے میں تفصیل اس طرح ہے کہ ایسی مرغی او رایسے جانوروں کا گوشت حلال ہوگا، لیکن اگر خوراک میں غالب حرام ہو تو بہتر ہے کہ ایسی مرغی کو تین روز تک بند رکھ کر حلال غذا دی جائے، او رپھر ذبح کیا جائے؛ البتہ اگر مرغی کے گوشت میں حرام غذا اور نجاست کے کھانے کی وجہ سے بدبو پیدا ہوجائے تو اس کو اتنی مدت تک بند رکھ کر حلال غذا دینا ضروری ہے کہ بدبو زائل ہوجائے اور اگر بدبوزائل ہونے سے قبل ذبح کرایا تو اس کا گوشت حلال نہ ہوگا (مستفاد احسن الفتاوی۷،۴۰۸)۔

اور آج ان فارمی مرغیوں کو بند رکھ کر حلال غذا دینے کی کوئی صورت نہیں ہے؛ لہذا حرام غذا سے پرہیز کراتے ہوئے ایسی خوراک سے پرورش کی جائے جس سے گوشت کی مقدار میں اضافہ بھی ہو اور گوشت لذید آور بھی ہو۔

فتاوی شامی میں ہے:

(ولبن الجلالۃ التی تأکل العذرۃ) أی فقط حتی انتن لحمہا (وفی المنتقی) الجلالۃ المکروہۃ التی إذا قربت وجدت منہا رائحۃ فلا تؤکل ولا یشرب لبنہا ولا یعمل علیہا وتلک حالہا ویکرہ بیعہا وہبتہا، ذکر البقالی أن عرقہا نجس (۴۱۴،۹، کتاب الحظر والاباحۃ، وہکذا فی الفتاوی الہندیہ۵،۸۹)۔

(۵) اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا جائے تو یہ ممانعت حرام کے درجہ کی ہوگی او رایسی اشیاء کی خریدوفروخت حرام او رناجائز ہوگی، واللہ تعالی أعلم بالصواب۔

***

حصہ دوم

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

باب اول
تمہیدی امور

سوالنامہ:

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

جانوروں کے اجزاء اب نہ صرف روایتی کھانوں میں استعمال ہوتے ہیں؛ بلکہ بسکٹ، مشروبات، چیونگم، آئس کریم، بریڈیہاں تک کہ کاسمیٹک اشیاء، ٹوتھ پیسٹ، صابن وغیرہ میں بھی استعمال ہونے لگے ہیں،یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت میں بہت سے جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ہے، ان کے اجزاء کسی بھی صورت میں استعمال ہوں، اگر ان کی ماہیت تبدیل نہیں ہوتی ہے تو اس کو حرام ہی سمجھا جائے گا، یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ نہ صرف مشرقی ممالک میں بلکہ مغربی ملکوں میں آباد مسلمانوں کے اندر بھی دین سے وابستگی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں شریعت اسلامی کے پابند رہیں۔

اسی پس منظر میں ایسے اداروں کی ضرورت پڑی، جو مناسب تحقیق کے بعد حیوانی اجزاء سے تیار کی جانے والی مصنوعات کے بارے میں حلال ہونے کی سرٹیفکٹ دیں، بنیادی طور پر حلال ہونے کی سرٹیفکٹ چار باتوں کو شامل ہے:

الف: یہ کسی حرام جانور کے اجزاء سے تیار نہیں کیا گیا ہے۔

ب: اس حلال جانور کو شرعی طور پر ذبح بھی کیا گیا ہے، اس میں مردار یا غیر شرعی ذبیحہ کے اجزاء شامل نہیں ہیں۔

ج: شرعی ذبیحہ کا کوئی ایسا جز بھی شامل نہیں ہے، جس کے کھانے یا استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

د: اگر حرام جانور یا غیر شرعی ذبیحہیا شرعی ذبیحہ کا حرام جز صنعت میں استعمال کیا گیا ہے، تو اب وہ اس میں اپنی حقیقت وماہیت کے ساتھ باقی نہیں ہے اور اس کی ماہیت مکمل طور پر تبدیل ہوچکی ہے۔

ہندوستان میں چونکہ برادران وطن عام طور پر نباتی غذا کا ہی استعمال کرتے ہیں ، اس لئے حلال وحرام کے زیادہ مسائل پیدا نہیں ہوتے تھے، لیکن گلوبلائزیشن نے پوری دنیا کو ایک تجارتی منڈی میں تبدیل کردیا ہے، اس لئے اب ہندوستان میں بھی لحمی اجزاء پر مشتمل مصنوعات تیار ہونے لگی ہیں اور تجارتی اعتبار سے یہ نہایت نفع بخش کاروبار بن چکا ہے، مغربی ملکوں میں وہاں کے حالات کے تحت دیندار مسلمانوں نے حلال سرٹیفکٹ کے ادارے بہت پہلے سے قائم کررکھے ہیں اور بعض ملکوں میں حکومتیں بھی اس کو معتبر قرار دیتی ہیں، مسلم ممالک نے بھی خاص کر ایسی مصنوعات کو امپورٹ کرنے

کے لئے حلال سرٹیفکٹ کا نظام قائم کیا ہے اور اس کے لئے مختلف غیر مسلم ملکوں میں اپنے نمائندے مقرر کئے ہیں۔

ہندوستان کے مخصوص حالات کے پس نظر مینیہاں ایسے اداروں کی زیادہ ضرورت نہیں محسوس کی گئی اور اس کی طرف کم توجہ دی گئی؛ لیکن اب جبکہ ہندوستان کے بارے میں محسوس کیا جاتا ہے کہ وہ معاشی دنیا میں ایک سوپر طاقت کی حیثیت سے ابھرنے والا ہے اور تجارتی اعتبار سے اس کی پیش رفت کو قابل رشک نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے، ایسے اداروں کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے جو شرعی اصولوں کے مطابق تحقیق وتجزیہ کے بعد سرٹیفکٹ جاری کرے، بعض ادارے اس سلسلہ میں پیش رفت کرنے کے خواہش مند ہیں، اس کام کو صحیح طور پر انجام دینے کے لئے بظاہر دوچیزوں کی ضرورت ہے، ایک: اس موضوع سے اچھی طرح آگاہ علماء، ارباب افتاء، دوسرے: ایسی لیبارٹری اور تجزیہ کے ماہرین جو ان مصنوعات میں شامل اجزاء کے بارے میں درست معلومات فراہم کرسکیں،ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں رہنمائی کرنا اور خطوط کار تیار کرنا شریعت اسلامی کے ماہر علماء اور صورت مسئلہ سے آگاہ فنی ماہرین کی ذمہ داری ہے، اس پس منظر مینیہ بات دریافت طلب ہے کہ:

١ :حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟

٢ :ان مصنوعات کے سلسلہ میں کن لوگوں کی خبر معتبر سمجھی جائے گی؟ کیا اس سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیاجائے گا یا بظاہر معتبر غیرمسلموں کی خبر کو بھی قبول کیاجاسکتا ہے؟

٣ :اس سلسلہ میں مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کا کیا درجہ ہوگا؟ کیا ایسے ادارے کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط ضروری ہوگا؟

امید کہ پیدا ہونے والے حالات کی روشنی میں اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالینگے۔

* * *

تجاویز:

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

١-شریعت میں حلال وحرام سے متعلق واضح احکام موجود ہیں، ان پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور اس سے تساہل نہ صرف شدید گناہ ہے بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی دوسری نیکیاں بھی ضائع ہوجاتی ہیں، اس لئے مسلمانوں کو اس سلسلہ میں پوری احتیاط برتنی چاہئے، اور جو مسلمان ادارے حلال سرٹیفکٹ جاری کرتے ہیں وہ پوری تحقیق اور تیقظ کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو انجام دیں۔

٢-لحمی غذائی مصنوعات کا استعمال کرنا جائز ہے، بشرطیکہ جانور کا حلال ہونا اور شرعی طریقہ پر ذبح کیا جانا متحقق ہوجائے۔

٣-جن مصنوعات میں حرام اجزاء کا استعمال بھی کیا جاتا ہے ان کے لئے حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کا اختیار صرف احکام شریعت کے واقف کار اور فنی مہارت رکھنے والے دیندار، معتبر افراد ہی کو ہوگا، کسی غیر مسلم یا غیر واقف کار کی تصدیق و خبر کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

٤-غذائی مصنوعات کے اجزاء کی تحقیق کے لئے مسلمانوں کو خود اپنی لیبارٹری کا انتظام کرنا چاہئے، تاہم اپنی لیبارٹری نہ ہونے کی صورت میں غیر مسلموں کے زیر نگرانی کام کرنے والی معتبر لیبارٹری کی رپورٹ پر بھی اعتبار کرکے سرٹیفکٹ جاری کرنے کی گنجائش ہے۔ تاہم حتی المقدور اس بات کی کوشش ہونی چاہئے کہ تحقیق وتجزیہ کا یہ عمل کسی معتبر مسلمان شخص کی نگرانی میں ہو۔

٥-حلال سرٹیفکٹ جاری کرنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے، یہ کام وہی ادارہ انجام دے سکتا ہے جو خدا ترس، احکام شریعت پر گہری نظر رکھنے والے علماء و اصحاب افتاء اور معتبر مسلمان ماہرین پر مشتمل ہو، اور اس ادارہ کے نمائندے ذبح وغیرہ کے مراحل میں موجود رہ کر پوری تحقیق کے بعد سرٹیفکٹ جاری کریں اور مسلسل نگرانی رکھیں۔

***

تلخیص مقالات:

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی•

آج کی تیز رفتار ترقی نے دنیا کو ایک گاؤں کی طرح (گلوبل ویلیج) بنا دیا ہے، موجودہ دور کی نئی ٹکنالوجی اور آلات و وسائل نے پوری دنیا کے مقامات وافراد سے رابطہ آسان کردیا ہے، اور دنوں اور گھنٹوں کے فاصلے کو منٹوں اور سکنڈوں میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے، جیسا کہ کسی گاؤں کے افراد کو آپس میں رابطہ کرنے میں وقت لگتا ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں نہ صرف یہ کہ ظاہری استعمال کی چیزیں اور مصنوعات بلکہ کھانے پینے کی چیزیں اور پروڈکٹس بھی ایک ملک سے دوسرے ملک میں ایکسپورٹ اور امپورٹ ہو رہی ہیں، اور یہ چیزیں عام لوگوں تک پہنچ رہی ہیں؛ چونکہ یہ مصنوعات غیر ممالک کی غیر مسلم کمپنیاں تیار کر رہی ہیں، اور مسلمان جنہیں حرام کے استعمال سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، ان مصنوعات کے اجزاء کے سلسلے مینیہ جاننا چاہتے ہیں کہ آیایہ حلال ہے یا حرام؟ اگر کوئی اس کی تفصیلات بتا بھی دے تو اس کی تصدیق وتائید کون کرے گا، تو ایسے حالات میں ایک ایسے معتمد ادارہ کی تشکیل کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے جیسا کہ دوسرے بعض ممالک میں ایسے ادارے ہیں، جو ہندوستانی مسلمانوں کی بھی اس سلسلہ میں رہنمائی کرسکے، اسی ضرورت کے پیش نظر اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اپنے۲۴ ویں فقہی سمینار (منعقدہ ۳-۱؍ مارچ ۲۰۱۵ء اوچیرہ، کولم، کیرالا) کا ایک موضوع ''حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات '' بھی رکھا، تاکہ بحث ومناقشہ کے بعد اس سلسلہ میں کوئی حتمی فیصلہ کرکے امت مسلمہ ہندیہ کی شرعی رہنمائی کی جاسکے۔ اس سلسلہ میں اکیڈمی نے ایک سوالنامہ جاری کیا جس کے جواب میں اکیڈمی کو اب تک ۱۴؍ افراد کی طرف سے مقالے موصول ہوچکے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی (شانتا پورم، کیرالا)، مفتی ابو بکر قاسمی (دربھنگہ)، قاضی محمد حسن ندوی (بھروچ)، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی (کایم کلم)، مفتی لطیف الرحمن (ممبئی)، مولانا اختر امام عادل قاسمی (سمستی پور)، مفتی اخلاق حسین قاسمی (یمنا نگر)، مفتیمحمد مقصود (رامپور)، مفتی محمد عثمان بستوی (جونپور)، مفتی عبد المنان

• شعبہ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

(آسام)، مفتی انور علی اعظمی (مئو)، مفتی عبد الرحیم قاسمی (بھوپال)، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی(حیدرآباد)، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی (ہریانہ)۔

ان تمام مقالات کی تلخیص پیش کی جارہی ہے تاکہ ہر ایک مقالہ نگار کی رائے سے استفادہ آسان ہوسکے، اس سوالنامہ میں اکیڈمی نے تفصیلی تمہید کے بعد تین سوالات قائم کئے ہیں، جن میں سے پہلا سوال ہے:

١- حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارہ کی نوعیت:

سوال: حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟

اکثر مقالہ نگار حضرات کا کہنا ہے کہ اس ادارہ کے تشکیلی ڈھانچہ کی نوعیت شورائی ہونی چاہئے، ''وشاورہم فی الأمر'' (آل عمران ، ١٥٩)، ''وأمرہم شوری بینہم'' (الشوری ، ٣٨)، البتہ مفتی محمد شاہجہان ندوی کہتے ہیں کہ اس کی نوعیت حلال وحرام کی خبر دینے والے قانونیو اعتباری وجود سے متصف ادارہ کی ہے، اس کی تائید میں وہ لکھتے ہیں کہ اسلامی حکومت ایک معنوییا اعتباری شخصیت ہے جس کی نمائندگی حاکم وقت ایک امین کی حیثیت سے مسلمانوں کے منتخب کرنے کے بعد ان کی نیابت میں کرتا ہے۔ اسی طرح اس حدیث: ''المسلمون تتکافأ دمائہم، ویسعی بذمتہم أدناہم، وہم ید علی من سواہم'' (ابو داؤد، حدیث نمبر: ٢٧٥١، ابن ماجہ، حدیث نمبر: ٢٦٨٣) کو پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ مسلم جماعت کی اعتباری شخصیت ہے جس کی نمائندگی ایک شخص بھی کرسکتا ہے، اور اس سے جاری ہونے والی امان تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔

اس ڈھانچہ / ادارہ کے مشتملات میں تقریباً تمام ہی مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ اس میں اصحاب نظر واصحاب تقوی اور ارباب افتاء ہوں، اسی طرح اس میں ماہرین فن بھی ہوں تاکہ وہ مصنوعات میں شامل کئے گئے اجزاء سے ہونے والے اثرات کا شرعی اور فنی طور پر جائزہ لیکر اس کا تجزیہ کرسکیں، اور پھر اس کے بعد سرٹیفکٹ جاری کیا جائے۔

اس ضمن میں قاضی محمد حسن ندوی کا کہنا ہے کہ اس ادارہ میں ممتاز اہل علم میں سے سات یا دس افراد پر مشتمل شورائی کمیٹی ہونی چاہئے، اور ان ہی کے ذریعہ ایک تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی جائے جن میں دینی شعور رکھنے والے اور ماہرین فن مسلمان ہوں، پھر آگے لکھتے ہیں کہ اگر اس فن کے ماہرین میں مسلمان نہ ہوں تو غیر مسلم کی تحقیق سے استفادہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ قابل اعتماد اور قابل اعتبار ہوں۔

جبکہ مفتی محمد شاہجہان ندوی لکھتے ہیں کہ اس کے اندر دو ماہر شریعت مفتیان کرام، دو مسلم ماہرین فن، اور انتظامی سہولت کے پیش نظر ایسی ٹیم ہو جو حلال سرٹیفکٹ طلب کرنے والی کمپنی کی طرف سے دی گئی معلومات کا مطالعہ اور اس کی مصنوعات

اور اس کے خام حیوانی مواد کے حرام اور ناپاک اجزاء سے خالی ہونے کا تیقن کرسکے۔

اسی کو مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے اس طرح تعبیر کیا ہے کہ اس میں معاملہ فہم افراد، باخبر علماء اور جانکار ماہرین ہونے چاہئیں، ان تینوں جہات کے اتفاق اور تصدیق کے بعد حلال وحرام کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے؛ جبکہ قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی اور مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی کا کہنا ہے کہ حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والا ادارہ اسلامی ملکوں میں ہو اور حکومت اس کی نگرانی کرے، اور اگر غیر مسلم ملک میں ہو تو مسلمانوں کا خاص ادارہ ہو جو مسلمانوں کے لئے اسلامی طریقہ پر کام کرے۔

شرائط:

مولانا محمد عثمان بستوی نے گوشت کے بارے میں حلت وحرمت کا حکم لگانے والے بورڈ کے ارکان میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری قرار دیا ہے:

١- تمام ارکان کا قابل اطمینان متدین مسلمان کا ہونا؛ کیونکہیہ باب دیانات کے قبیل سے ہے جس میں کسی کافر یا فاسق کی خبر کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ خبر الواحد یقبل فی الدیانات إذا کان مسلما عادلاً الخ (ہندیہ: ٣٠٨،٥)۔

٢- ذبح کا عمل ان ارکان کی نگرانی میں انجام پائے یا ان کے معتبر مسلم نمائندہ کی نگرانی میں انجام پائے۔

٣- ذبح سے لیکر پیکنگ تک کے تمام مراحل ان مسلم ارکان بورڈ کے اپنے سامنے یا ان کے کسی مسلمان معتمد نمائندہ کی موجودگی میں انجام پائیں۔

لیکن اگر گوشت کی حلت وحرمت کا حکم نہ لگانا ہو بلکہ گوشت کے علاوہ کسی دوسری چیز کی حلت وحرمت کا حکم لگانا ہو تو اس کے بورڈ کے ارکان میں درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

١- بورڈ کے ارکان کا مسلمان ہونا ، ٢- کسی بھی اطمینان بخش طریقے سے ان اشیاء میں حرام چیز کے شامل نہ ہونے کا اطمینان کرلینا خواہ اطمینان لیبارٹری جانچ سے حاصل کی جائے یا اپنے کسی مسلم نمائندہ کے ذریعہ۔ خبر الواحد یقبل فی الدیانات کالحل والحرمۃ والطہارۃ والنجاسۃ إذا کان مسلما عادلاً ذکراً أو أنثی (ہندیہ: ٣٠٨،٥)۔

مولانا محمد عثمان بستوی اور مفتی لطیف الرحمن نے لحمی اور غیر لحمی مصنوعات کے درمیان تفصیل کرتے ہوئے ان کے احکام میں فرق کیا ہے ان اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے کہ ''إن وجدتہ غریقا فی الماء فلا تأکل فإنک لاتدری الماء قتلہ أو سہمک'' (مسلم، کتاب الصید) اور ''الأصل فی الأشیاء الإباحۃ'' (الأشباہ للسیوطی، ١٣٣)۔

ان کا کہنا ہے کہ گوشت میں اصل حرمت ہے جب تک کہ اس کے حلال ہونے پر دلیل نہ قائم ہوجائے، اور گوشت کے علاوہ اشیاء میں اصل حلت ہے جب تک کہ اس کے حرام

ہونے پر کوئی دلیل نہ قائم ہوجائے۔ حلت وحرمت کے بارے مینیہ اہم اصول ہے جسے کسی شئی کے تعلق سے حلال وحرام کا فیصلہ کرنے میں ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ آگے یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز میں شک وشبہ پیدا ہوجائے تو اس شک کی وجہ سے اس حلال چیز کو حرام قرار دے کر اس کا استعمال ترک نہیں کیا جائے گا۔

مولانا محمد عثمان بستوی نے مؤطا امام مالک کے حوالہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ایک بیابان سے گزر رہے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ بھی ساتھ تھے، راستے میں وضو کے لئے ایک حوض پر رکے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے دیکھا کہ حوض کا مالک آرہا ہے تو پوچھ لیا کہ: ''یا صاحب الحوض ہل ترد حوضک السباع''؟ اس سے پہلے کہ وہ مالک کوئی جواب دیتا حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''یا صاحب الحوض لاتخبرنا'' یعنی ہمیں مت بتانا کہ اس حوض پر درندے آتے ہینیا نہیں۔ حضرت عمرؓ کے اس عمل سے یہ معلوم ہوا کہ ایسی چیز جو حلال ہو اور اس کے استعمال میں عموم بلوی ہو تو کسی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی کھود کرید میں لگ جائے کہ اس میں کیا حرام چیز شامل ہے، اس لئے کہ شریعت نے شک کے باوجود کسی چیز کے استعمال کی اجازت دی ہے تویہ ناواقفیت بھی ایک طرح کی نعمت ہے جسے تحقیق کرکے زائل نہیں کیا جانا چاہئے۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے جاری کئے جانے والے تصدیق نامہ یا سرٹیفکٹ کے مشمولات پر بھی بات کی ہے وہ کہتے ہیں کہ سرٹیفکٹ میں درج ذیل امور پر توجہ دی جانی چاہئے:

١- مصنوع مذکور میں کسی بھی حرام شئی کی آمیزش نہیں ہے۔

٢- اس کی تیاری میں حرام چربی وغیرہ کا استعمال خواہ کسی غرض سے ہو، نہیں ہوا ہے۔

٣- اگر لحمی اجزاء پائے جاتے ہیں تو وہ حلال جانور کے ہیں جن کو شریعت کے ضابطے کے مطابق ذبح کیا گیا ہے۔

٤- حلال جانور کا کوئی ایسا جز بھی شامل نہیں ہے جس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

٥- اگر حرام جز، یا حرام لحمی اجزاء سے بنانے میں مدد لی گئی ہے تو کیا اس کی ماہیت وحقیقت مکمل طور پر ختم ہوچکی ہے؟ اس کی مکمل طور پر جانچ پڑتال کرلی گئی ہے۔

٢- مصنوعات کے سلسلہ میں خبر دینے والے کی معتبریت:

سوال: ان مصنوعات کے سلسلہ میں کن لوگوں کی خبر معتبر سمجھی جائے گی؟ کیا اس سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیا جائے گا یا بظاہر معتبر غیر مسلموں کی خبر کو بھی قبول کیا جاسکتا ہے؟

اکثر مقالہ نگار حضرات کا کہنا ہے کہ اس سلسلہ میں دیندار مسلمان کے ساتھ معتبر غیر مسلم کی خبر کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال: اشتریت اللحم من کتابی فیحل، أو قال: اشتریتہ من مجوسی فیحرم ولا یردہ بقول الواحد، وأصلہ إن خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فیالدیانات وعلیہیحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃیعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی (رد المحتار ٥،٢٤٢، کتاب الحظر والاباحۃ)۔

من أرسل أجیرا لہ مجوسیاً أو خادماً فاشتری لحماً فقال: اشتریتہ من یہودی أو نصرانی أو مسلم وسعہ أکلہ، وإن کان غیر ذلک لم یسعہ أن یأکل منہ (فتاوی ہندیہ٥،٣٠٨، کتاب الکراہیۃ)۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کا کہنا ہے کہ خبر کے باب میں وسعت ہے، ہر معاملہ میں ایک عادل مسلمان کی خبر معتبر ہوتی ہے، اسی طرح معاملات میں تو کافر کا قول معتبر ہے ہی، اگر دیانات کا باب ہے لیکن معاملات کے ضمن میں ہے یعنی خالص دیانت کا مسئلہ نہیں ہے تو اس میں بھی فقہاء نے کافر کا قول معتبر مانا ہے۔

لایقبل قول الکافر فی الدیانات إلا إذا کان قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبولہ فی الدیانات فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات فیقبل قولہ فیہا ضرورۃ (فتاوی ہندیہ٥،٣٠٨، کتاب الکراہیۃ)۔

قاضی محمد حسن ندوی نے بھی ''الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید '' کے حوالہ سے یہی بات کہی ہے (٥،٣٢٢)۔

اسی طرح مولانا محمد عثمان بستوی کا کہنا ہے کہ اگر ان مصنوعات میں شامل اجزاء کی اطلاع فراہم کرنا ہے، حلت وحرمت یا نجاست وطہارت کا حکم لگانا نہیں ہے اور چونکہ اجزائے ترکیبیہ کی اطلاع فراہم کرنا دیانات کے قبیل سے نہیں ہے، لہٰذا اس میں غیر مسلم کی خبر معتبر مانی جائیگی (شامی٩،٤٩٧)۔ تقریباًیہی بات مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی بھی کہتے ہیں، مولانا عثمان بستوی نے اس کا بھی اضافہ کیا ہے کہ مخبر کا خبر دینے کے لئے سامنے موجود ہونا ضروری نہیں ہے، لہٰذا اس کی خبر میں تحریر وغیرہ بھی معتبر ہوگی، بشرطیکہ اس تحریر کا مخبر کی طرف سے ہونے کا ظن غالب ہوجائے۔

بعض مقالہ نگار حضرات کا کہنا ہے کہ غذائی مصنوعات کے سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر اعتماد کیا جائے گا، اس لئے کہ اس میں حلت وحرمت کا مسئلہ ہے اور یہ دیانات کے باب میں سے ہے، اور دیانات کے باب میں غیر مسلموں کی خبر قابل قبول نہ ہوگی۔

ولأن الحل والحرمۃ من الدیانات، ولا یقبل قول الکافر فی الدیانات، وإنما یقبل قولہ فی المعاملات خاصۃ للضرورۃ، ولأن خبرہ صحیح لصدورہ عن عقل ودینیعتقد فیہ حرمۃ الکذب، والحاجۃ ماسۃ إلی قبول قولہ لکثرۃ وقوع المعاملات، ولایقبل فی الدیانات لعدم الحاجۃ (تبیین

الحقائق۶،۱۲، کتاب الکراہیۃ)۔

مولانا اختر امام عادل قاسمی اور مولانا محمد شاہجہان ندوییہ بھی کہتے ہیں کہ اگر مسلم ماہرین دستیاب نہ ہوں تب ضمنی طور پر غیر مسلم کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں، اور ان کی خبر پر ضرورتاً اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

ولایقبل فی الدیانات لعدم الحاجۃ إلا إذا کان قبولہ فی المعاملات یتضمن قبولہ فی الدیانات فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات فیقبل قولہ فیہا ضرورۃ ... (تبیین الحقائق ۶،۱۲، نیز دیکھئے: فتاوي ہندیہ، کتاب الکراہیۃ۵،۳۰۸)۔

لیکن مفتی انور علی اعظمی کا کہنا ہے کہ حکم کا مدار عادل مسلمان کا قول ہوگا، کافر کے قول سے تائید ہوسکتی ہے، اس کے قول کو فیصلہ کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

اور مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے تین معتبر غیر مسلم ماہرین کی شرط لگائی ہے، اس لئے کہ کم از کم تین افراد سے جماعت بنتی ہے، نیز تین ہونے کی صورت میں غلط بیانی اور سودے بازی کا احتمال کم ہوجاتا ہے۔

لیکن مفتی محمد عارف باللہ قاسمی کا کہنا ہے کہ فقہی تصریحات کے مطابق کافر کے قول کو قبول کرنے کی گنجائش تو ہے لیکن موجودہ زمانہ میں اپنے مفاد کی خاطر مسلمان جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے تو کافر کا کیا بھروسہ؟ اور ایسے بھی واقعات ہیں کہ حقیقت اقرار کے برعکس پائیگئی، اس لئے بہرحال اس میں احتیاط ضروری ہے۔

۳- مشینوں سے حاصل شدہ معلومات کا درجہ:

سوال: اس سلسلہ میں مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کا کیا درجہ ہوگا؟ کیا ایسے ادارے کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط ضروری ہوگا؟

بعض مقالہ نگار حضرات کا مشینی آلات کے ذریعہ حاصل شدہ معلومات کے بارے میں کہنا ہے کہ صحیح تسلیم کیا جائے گا، اور وہ قابل قبول ہوں گی؛ لیکن اس میں کام کرنے والے مسلمان ماہرین فن ہونے چاہئیں، اور اگر مسلمان نہ ہوں تو کم از کم اس کی تصدیق کرنے والے مسلمان ہوں، جیسا کہ یہ رائے ہے مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، اور مفتی لطیف الرحمن فلاحی کی؛ جبکہ دوسری طرف مفتی انور علی اعظمی، مفتی ابو بکر قاسمی اور مولانا محمد شاہجہاں ندوی کا کہنا ہے کہ مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کو صحیح قرار دینے کے لئے مسلمان ماہرین فن کا ہونا ضروری ہے؛ کیونکہ حلت وحرمت کے مسائل میں عادل مسلمان کا قول معتبر مانا جائے گا، مفتی ابو بکر قاسمی نے ایسی کمپنی کی کمیٹی میں حلال وحرام سے واقف علماء کی شمولیت کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی اور مولانا اختر امام عادل قاسمی نے مشینی آلات سے

حاصل ہونے والی معلومات کو قرینہ کے درجہ میں رکھا ہے، اور بقول مولانا اختر امام عادل قاسمیہ اسباب حکم میں سے ایک سبب ہے، یہاں معاملہ صرف خبر کا ہے اس لئے قرائن قطعیہ سے استفادہ کی اجازت ہے، مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے اس کا اضافہ کیا کہ وہ ہر طرح کی جعل سازی سے بھی پاک ہوں۔ دونوں حضرات نے قرینہ قاطعہ کو فیصلہ کا ایک ذریعہ قرار دینے کے لئے مجلۃ الاحکام العدلیہ کی اس عبارت کو بطور دلیل پیش کیا ہے:

القرینۃ القاطعۃ ہی الإمارۃ البالغۃ حد الیقین مثلا إذا خرج أحد من دار خالیۃ خائفا مدہوشا وفییدہ سکین ملوثۃ بالدم فدخل فی الدار ورؤی فیہا شخص مذبوح فی ذلک الوقت، فلا یشتبہ فی کونہ قاتل ذلک الشخص، ولا یلتفت إلی الاحتمالات الوہمیۃ الصرفۃ کأن یکون الشخص المذکور ربما قتل نفسہ (مجلۃ الأحکام العدلیۃ۱؍۳۵۳، دفعہ: ۱۷۴۱)۔

ان دونوں حضرات کے برعکس مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی اور مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی کا کہنا ہے کہ مشینی آلات کے ذریعہیقینی نہیں بلکہ ظن غالب کا فائدہ ہوتا ہے؛ چونکہ اس میں صرف مشین پر انحصار نہیں ہوتا بلکہ اس رپورٹ پر انحصار ہوتا ہے جسے مشین چلانے والا تیار کرتا ہے۔

اس سوال کی دوسری شق کے بارے میں تقریباً تمام ہی مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ ایسے ادارہ کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام ضروری ہوگا، اور اگر نہیں ہے تو مصنوعات کے تجزیہ کی ضرورت کی وجہ سے کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط لازمی ہوگا۔

لیکن مفتی انور علی اعظمی کا کہنا ہے کہ ادارہ اپنی لیبارٹری قائم کرے اور اس میں عادل مسلمان ماہرین کو رکھے؛ تاکہ حلال سرٹیفکٹ کا اجراء شرعی اصول اور صحیح معیار پر ہو۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی کا کہنا ہے کہ حلال اور پاک مواد کا تیقن حاصل کئے بغیر حلال سرٹیفکٹ دینا دھوکہ بازی اور امانت میں خیانت ہے؛ لہٰذا معلومات اخذ کرنے والے آپریٹر کا دیندار مسلمان ہونا ضروری ہے۔

جبکہ مولانا محمد عثمان بستوی کا کہنا ہے کہ لیبارٹری کی رپورٹ سے اگر حلت وحرمت کا حکم لگانا ہے تو اپنی لیبارٹری کا انتظام ضروری ہے، اور اگر صرف اجزائے ترکیبیہ کو معلوم کرنا ہے تو کسی بھی معتبر لیبارٹری سے ارتباط کافی ہے، مزیدیہ بھی لکھتے ہیں کہ غیر مسلم لیبارٹری کے اجزائے ترکیبیہ کی رپورٹ پر اگر مسلم ارکان بورڈ کو اطمینان ہو تو ان کے لئے اس لیبارٹری کی رپورٹ کی بنیاد پر حلت وحرمت اور نجاست وطہارت کا فیصلہ کرنا جائز ہے۔

* * *

عرض مسئلہ:

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

مفتی محمد عثمان بستوی•

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے شرائط ومعیارات کے موضوع پر عرض مسئلہ کی ذمہ داری اس احقر کے حوالے کی گئی تھی، اس موضوع سے متعلق فقہ اکیڈمی کے توسط سے احقر کو کل بارہ علمائے کرام ومفتیانِ عظام کی آراء اور مقالات موصول ہوئے، جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مفتی ابوبکر قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی فروغ احمد قاسمی، مفتی لطیف الرحمن، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی اخلاق حسین قاسمی، مفتی محمد مقصود، مفتی عبدالمنان، مفتی انور علی اعظمی، مفتی عبدالرحیم قاسمی صاحبان اور احقر محمد عثمان بستوی۔

ان میں سے بعض مقالات انتہائی مختصر ہیں جب کہ سوالنامہ کے اخیر میں تفصیلی روشنی ڈالنے کی درخواست کی گئی تھی، معلوم نہیں کیوں ان حضرات نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔

بہرحال جو بھی مقالات مفصل ومختصر موصول ہوئے ہیں اگر ان کا تجزیہ کیا جائے تو کل تین نقاط زیر بحث لائے گئے ہیں:

(١) حلال سرٹیفکٹ کی ضرورت وعدم ضرورت۔ (٢) سوالنامہ میں درج جزئیات کے جوابات۔ (٣) سرٹیفکٹ کے مندرجات۔

اب ہم اولاً سوالنامہ کی ترتیب کے مطابق مقالات کا تجزیہ کرتے ہیں، بعدہٗ انشاء اللہ اس کی ضرورت وافادیت پر بھی کچھ عرض کرنے کی کوشش کرینگے۔

سوال نمبر(١) حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارے کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟

اس کے لیے ضروری امور کی طرف خود سوالنامہ میں رہنمائی کی گئی ہے اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اکثر مقالہ نگار حضرات نے ضروری قرار دیا ہے کہ تشکیلی امور شریعت کے ماہرین اور علم الحیوانات سے واقف اور جدید ذرائع ووسائل میں مہارت

• مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی جونپور یوپی۔

رکھنے والے افراد پر مشتمل ہو، اس کی تفصیل کے لیے مفتی فروغ احمد قاسمی اور ڈاکٹر محمد شاہ جہاں ندوی کا مقالہ قابل ذکر ہے، مولانا اختر امام عادل صاحب کا مقالہ ‘‘خیر الکلام ماقل ودل ’’ کا مصداق ہے اور مفتی انور علی صاحب وغیرہم نے بھی تقریباً وہی باتیں اختصار کے ساتھ درج کی ہیں، البتہ قاضی محمد حسن ندوی صاحب نے مسلم پرسنل لا بورڈ وامارت شرعیہ وغیرہ کے طرز پر ادارہ تشکیل دے کر اس کی نگرانی میں اصحابِ افتاء وفنی ماہرین پر مشتمل بورڈ کے قیام کا مشورہ دیا ہے، نیز ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی اور مفتی فروغ احمد قاسمی صاحبان نے کچھ دوسرے مفید مشورے بھی دیئے ہیں، مثلا سرٹیفکٹ جاری کرنے کے بعد کمپنی کے طور طریقوں کی نگرانی کے لیے معتمد، فعال رجال کار کی شمولیت اور ایسی تنظیموں سے ارتباط کو ضروری قرار دیا ہے جن کی مدد سے جعل سازی پر قابو پایا جاسکے، لیکن بندہ نے زیادہ تفصیل نہ کرکے صرف دوباتوں کا مشورہ دیا ہے:

(١) تمام ارکان قابل اطمینان متدین مسلمان ہوں (لأن الحل والحرمۃ من باب الدیانات) والخبر فی الدیاناتیقبل إذا کان مسلما عادلاً ذکرا کان أو أنثی (فتاوی ہندیہ۵ ٫۳۰۸)۔

(٢) کسی بھی اطمینان بخش طریقے سے مصنوعات میں حرام اشیاء کے شامل نہ ہونے کا اطمینان کرنے کے بعد سرٹیفکٹ جاری کیے جائیں،یہ اطمینان خواہ لیبارٹری جانچ کے ذریعہ حاصل ہو یا اپنے کسی مسلم نمائندہ کے ذریعہ، لأن العمل بغالب الرأی جائز فی الدیانات والمعاملات (فتاویٰ ہندیہ۵٫۳۱۳) ولأن المدار علی غلبۃ الظن فلینظر المبتلی القرائن (شامی۹٫۴۹۸)۔

بندہ نے انھیں دونوں باتوں پر اکتفا کیا اور عالم کی شرط اس لیے نہیں ذکر کی کہ غیرعالم متدین مسلمان کے لیے حرام جانور اور حرام اجزاء کو معلوم کرلینا خواہ کتابوں کی مدد سے ہو یا اہل علم سے استفسار کے ذریعہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، اس لیے ارباب افتاء وغیرہ کی قید زائد معلوم ہوتی ہے؛ البتہ معاملہ چونکہ حلت وحرمت کا ہے اس لیے اسلام کی قید بہرحال لازم ہوگی، نیز حلت وحرمت کے باب میں غلبہ ظن موجب عمل ہوتا ہے، اور غلبۂ ظن خواہ علامات وقرائن سے حاصل ہو یا کسی مسلم عادل کی خبر سے، شریعت میں دونوں معتبر ہے، اپنا مشاہدہ لازم وضروری نہیں، ان دونوں قیدوں کے علاوہ جتنی بھی قیودات ہونگی وہ سب تحسینی وتحفظاتی تو ہوسکتی ہیں لیکن لازمی نہیں۔

سوال نمبر(٢) ان مصنوعات کے سلسلے میں کن لوگوں کی خبر معتبر سمجھی جائے گی؟ کیا اس سلسلے میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبر پر اعتماد کیا جائے گا یا بظاہر معتبر غیرمسلموں کی خبر بھی قبول کی جائے گی؟

سوال نمبردو کے جواب میں کل تین طرح کی آراء سامنے آئی ہیں:

(١) صرف مسلمانوں کی خبر معتبر ہوگی، اس کے قائلین کے اسمائے گرامیہ ہیں:

مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی، مفتی عبدالمنان اور مولانا قاضی حسن ندوی صاحبان۔

چنانچہ مفتی اختر امام عادل قاسمی فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ حلت وحرمت کا ہے اور دیانات کی قبیل سے ہے اور باب دیانات میں غیرمسلم کی خبر قابل قبول نہیں، ''لأن الحل والحرمۃ من الدیانات ولایقبل قول الکافر فی الدیانات '' (تبیین الحقائق ۱۲،۶) ۔

اور مفتی انور علی اعظمی صاحب نے بھیبہی دلیل پیش کی ہے۔

(۲)دوسری رائے ضرورت کے وقت غیرمسلم کی خبر بھی معتبر ہوسکتی ہے۔

اس رائے کے حاملین کے اسمائے گرامیہ ہیں:

مفتی محمد مقصود، ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مفتی محمد اخلاق حسین اور مفتی لطیف الرحمان صاحبان۔

ان حضرات نے ہندیہ کی اس عبارت کو پیش نظر رکھا ہے: ''من أرسل رسولا مجوسیا أو خادما فاشتری لحما فقال اشتریت من یہودی أو نصرانی أو مسلم وسعہ أکلہ وإن کان غیر ذلک لم یسعہ أن یاکل منہ معناہ إذا کان ذبیحۃ غیر الکتابی والمسلم لماقبل، قولہ فی الحل أولیٰ أنیقبل فی الحرمۃ''۔

اور بعض حضرات نے درمختار کی اس عبارت کو پیش نظر رکھا ہے:''ویقبل قول کافر ولومجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم، ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃیعنی الحاملین فی ضمن المعاملات لامطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی''۔

(۳)تیسری رائے اگر خبر کا تعلق مصنوعات کے اجزائے ترکیبیہ سے ہے تو غیرمسلم کی خبر بھی معتبر ہوسکتی ہے اور اگر خبر کا تعلق حلت وحرمت سے ہے تو خبر کے لیے عادل متدین مسلمان کا ہونا لازم ہے، بندہ بھی اسی تفصیل کا قائل ہے کہ اگر خبر کا تعلق صرف اجزائے ترکیبیہ سے ہے تو قابل اطمینان غیرمسلم کی خبر پر بھی اعتماد کیا جاسکتا ہے؛ کیونکہ اجزائے ترکیبیہ کی خبر یہ خالص دنیوی معاملہ ہے، لہٰذا اس کے لیے اسلام کی شرط لازم نہ ہوگی، اگرچہ اس کی خبر سے ضمنا طہارت ونجاست، حلت وحرمت کا بھی علم ہوجائے؛ البتہ اگر خبر کا تعلق بلاواسطہ حلت وحرمت، طہارت ونجاست کے حکم سے ہو تو غیرمسلم کی خبر کا اعتبار ہرگز نہ ہوگا؛ کیونکہیہ باب دیانات کی قبیل سے ہے، جس کے لیے عادل مسلمان کا ہونا شرط ہے۔(کماھو مصرح فی الفقہ)

اور اسی کے قائل مفتی فروغ احمد بھی ہیں؛ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ فیکٹری وکمپنی میں اجزائے مصنوعات کی تحقیق وتفتیش خالص دیانات کا باب نہیں ہے بلکہ اصلاً معاملات میں سے ہے جو دیانات کو متضمن ہے، اس لیے صرف مسلمان کے قول کو ہی نہیں بلکہ معتبر، قابل اعتماد غیرمسلم کا قول بھی قابل قبول ہونا چاہئے، اور یہ عبارت پیش کرتے ہیں:''لایقبل قول الکافر فی الدیانات الا اذا کان قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبولہ فی الدیانات فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات فیقبل قولہ فیہا ضرورۃ'' (عالمگیری۲۰۸،۵ کتاب الکراھیۃ)۔

عارض کا خیال ہے کہ آراء کے اختلاف کا سبب سوال کا اجمال ہے نہ کہ اختلاف

دلیلوبرہان، اس لیے اس معاملہ میں ترجیح اور تطبیق وغیرہ کی کوئی حاجت وضرورت نہیں۔

سوال نمبر (۳) اس سلسلہ میں مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کا کیا درجہ ہوگا؟ کیا ایسے ادارے کے لیے اپنے لیباٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط ضروری ہوگا؟

تیسرے سوال کے جواب میں بھی مقالہ نگار حضرات کی آراء مختلف گوشوں میں بٹی ہوئی ہیں:

(۱) بعض حضرات نے کہا کہ لیبارٹری جانچ ایسے قرینہ کا حکم رکھتی جو ظن غالب کا سبب بنتا ہے، ان حضرات کے اسمائے گراميہ ہیں:

مفتی فروغ احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مفتی اخلاق حسین، ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی صاحبان اور احقر عارض۔

ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی اور مولانا اختر امام عادل صاحبان نے ''مجلۃ الاحکام العدلیہ'' کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے:''القرینۃ القاطعۃ ہی الامارۃ البالغۃ حد الیقین مثلاً إذا خرج أحد من دار خالیۃ خائفاً مدہوشاً وفییدہ سکین ملوثۃ بالدم فدخل فی الدار ورئي فیہاشخص مذبوح فی ذلک الوقت فلایشبہ فی کونہ قاتل ذلک الشخص ولایلتفت الی الاحتمالات الوہمیۃ الصرفۃ کأن یکون الشخص المذکور الخ ''۔

مفتی فروغ احمد نے ہندیہ کییہ عبارت نقل کی ہے: ''یجب أن یعلم بأن العمل بغالب الرأی جائز فی باب الدیانات وفی باب المعاملات '' (۳۱۳،۵)۔

ہندیہ کی اس عبارت میں ظن غالب کا مفید حکم ہونا مذکور ہے لیکن اس میں کسی علامت اور قرینہ کے مفید ظن ہونے کا بیان نہیں؛ لہٰذا اس سے لیبارٹری جانچ کے حکم پر استدلال محل نظر ہے، اور بندہ عارض نے اس سلسلہ میں شامی کییہ عبارت نقل کی ہے:''لایتحری إن لم یکن ہناک علامۃ تعلم بہا ذکیۃ فإن کانت فعلیہ الأخذ بہا... قالوا من علامۃ المیتۃ انہا تطفو فوق الماء والذکیۃ لا، والأصح أن علامۃ الذکاۃ خلو الأوداج من الدم وعلامۃ المیتۃ امتلاء ہامنہ'' (۱۵۹،۱۰)۔

(۲) بعض حضرات نے کہا کہ لیبارٹری جانچ کا اعتبار اس وقت ہوگا جب کہ کسی ماہر دیندار مسلمان کے تجربہ وغیرہ سے اس کی تائید وتوثیق ہوجائے، ان حضرات کے اسمائے گراميہ ہیں:

مولانا قاضی محمد حسن ندوی، مفتی عبدالمنان اور مفتی ابوبکر قاسمی صاحبان۔

مولانا قاضی محمد حسن ندوی نے دلیل میں تکملہ بحرالرائق کی عبارت پیش کی ہے:''فلذا الکافر یعتقد أن المسلم علی دین باطل فیقصد الإضرار للعداوۃ فترجح الکذب فی خبر فلا یجب التحری بل یستحب'' (۳۴۳،۸)۔

لیبارٹری جانچ کے سلسلہ میں بندہ نے جو مختصر سی بات لکھی ہے وہ یہ ہے کہ

مشینی جانچ میں چونکہ آثار وعلامت اور قرائن سے فیصلہ ہوتا ہے اور حلت وحرمت کے باب میں قرائن کا شرعاً اعتبار ہے لہٰذا اگر مشینی معلومات پر اطمینان ہو تو اس کی رپورٹ کے ذریعہ حلت وحرمت کا حکم لگانا جائز ہے؛ البتہ اگر جانچ کنندگان خود حلت وحرمت کا حکم لگائیں تو ان کا مسلمان ہونا بہرحال لازم ہوگا لیکن اگر جانچ کنندگان خود حلت وحرمت کا حکم نہ لگائیں بلکہ مصنوعات کے اجزاء کی صرف اطلاع ورپورٹ فراہم کریں تو متدین مسلمان ہونا احوط ہے لازم نہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر لیبارٹری کے افراد کے ذمہ حلت وحرمت کا حکم لگانا ہے تو اپنی لیبارٹری کا قیام لازم ہے ورنہ کسی بھی معتبر لیبارٹری سے ارتباط کافی ہے۔

حلال سرٹیفکٹ کے مندرجات:

(۱) مصنوع مذکور میں کسی بھی حرام شئ کی آمیزش نہیں ہے۔

(۲) اس کی تیاری میں حرام چربی وغیرہ کااستعمال کسی بھی غرض سے نہیں ہوا ہے۔

(۳) اگر لحمی اجزاء پائے جاتے ہیں تو حلال جانور کے ہیں جن کو شریعت کے ضابطہ کے مطابق ذبح کیا گیا ہے۔

(۴) حلال جانور کا کوئی ایسا جزو بھی شامل نہیں ہے جس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

(۵) اگر حرام جزو یا حرام لحمی اجزاء سے بنانے میں مدد لی گئی ہے تو اس کی ماہیت وحقیقت مکمل طور پر ختم ہوچکی ہے۔

درج بالا سرٹیفکٹ کے مندرجات کو مفتی فروغ احمد صاحب کے علاوہ کسی اور نے ذکر نہیں کیا ہے۔

حلال سرٹیفکٹ کی ضرورت وافادیت:

اس نقطہ پر صرف پانچ مقالہ نگار حضرات نے روشنی ڈالی ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا اختر امام عادل، ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مفتی لطیف الرحمان، مفتی فروغ احمد قاسمی صاحبان اور بندۂ عاجز، لیکن عارض کے سوا بقیہ حضرات نے اس کو ضروری ومفید قرار دیا ہے چنانچہ ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی رقمطراز ہیں کہ حتی الامکان ہر مومن کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کے پیٹ میں حلال لقمہ جائے؛ چنانچہ اسی وجہ سے حیوانی اجزاء سے تیار کی جانے والی مصنوعات اور دیگر مصنوعات کے بارے میں حلال ہونے کا سرٹیفکٹ جاری کرنے والے اداروں کی ضرورت پڑی۔

مولانا اختر امام عادل صاحب فرماتے ہیں کہ غذائی مصنوعات جن علاقوں میں تیار ہوتی ہیں ان علاقوں میں ایسے ادارے کی ضرورت ہے جو پوری دیانت اور باخبری کے ساتھ اس کی رپورٹ تیار کریں، اور مفتی لطیف الرحمان صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی ایسا لائحہ عمل متعین فرمائیں تاکہ امت کے تمام افراد حرام مصنوعات سے بچتے ہوئے حلال کو اختیار فرمائیں۔

ان حضرات کے برعکس بندہ عارض نے اس کی عدم افادیت پر اولاً اصولی گفتگو کی اس کے بعد ایک اہم نوٹ کے عنوان سے چند سطور تحریر کی ہیں، کہ گوشت کے علاوہ مارکیٹ میں ملنے والی دوسری غذائی مصنوعات ومشروبات کی حلت وحرمت، نجاست وطہارت کا فیصلہ کرنے کے لیے کسی بورڈ کی تشکیل عقلاً وشرعاً مناسب نہیں، شرعاً ضرورت اس لیے نہیں کہ کہ جہالت اس باب میں ایک نعمت ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر ''إن عمر بن الخطاب خرج فی رکب فیہم عمرو بن العاص حتی وردوا حوضا فقال عمرو بن العاص لصاحب الحوض: یا صاحب الحوض ہل ترد حوضک السباع؟ فقال لہ عمر بن الخطاب:لا تخبرنا، فانا نرد علی السباع وترد علینا '' (موطا امام مالک، ص: ٨) سے معلوم ہوا اور بورڈ کی تشکیل سے اس نعمت کی ناقدری ہوگی اور مسلمان غذائی مصنوعات ومشروبات میں تنگی کے شکار ہونگے، جب کہ ضرورت حرج وتنگی دور کرنے کی ہے نہ کہ حرج وتنگی پیدا کرنے کی ''المشقۃ تجلب التیسیر الحرج مدفوع، الدینیسر '' کا یہی تقاضا ہے نیز اس کی تحقیق وتفتیش میں غلو فی الدین ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا واقعہ اسی سلسلہ میں منقول ہے کہ یمن سے کپڑے آتے تھے ان کے بارے میں مشہور تھا کہ ان کو پیشاب میں رنگا جاتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو یمن بھیج کر تحقیق کرنے کا ارادہ کیا پھر فرمایا: ''نہینا عن التعمق فی الدین '' کہ ہمیں دین میں تعمق سے منع کیا گیا ہے؛ لہٰذا نہیں بھیجا (انعام الباری٦،٩٨)، اسی طرح امام بخاری نے ''باب الصلوۃ فی الجبۃ الشامیۃ'' کے تحت یہ نقل کیا ہے: ''وقال الحسن فی الثیابینسجہا المجوسی:لم یر بہا باسا، وقال معمر:رأیت الزہرییلبس من ثیاب الیمن ماصبغ بالبول وصلی علي فی ثوب غیر مقصور''، اس میں حضرت امام زہری اور خاص طور سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں زیادہ تشکیک وتدقیق سے کام نہیں لینا چاہئے، ''إن أسواق المسلمین لا تخلوا من المحرم المسروق والمغصوب ومع ذلک یباح التناول اعتمادا علی الغالب وفی الأصل یتوضأ من الحوض الذییخاف أن یکون فیہ قذر ولیس علیہ أن یسئل ولایدع التوضئ منہ، وعلی ہذا الضیف إذا قدم إلیہ طعام لیس للضیف أن یسئلہ من أین لک ہذا الطعام من الغصب أو من السرقۃ؟'' (خلاصۃ الفتاوی١،٥)، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو عمل کرنا ہے تو احتیاط کو اپنی ذات تک محدود رکھے دعوت وتبلیغ کا موضوع نہ بنائے۔

إذا أنت لم تشرب مرارا علی القذی
ظمئت وأی الناس تصفو مشاربہ

* * *

تعارفی تحریر:

حلال سرٹیفکٹ کیسے حاصل کیاجائے

ڈاکٹر زیڈ اے آر اے آزاد•

دنیا میں ایک ارب تیس کروڑ مسلمان ہیں، جنوب مشرقی ایشیاء میں۲۰۵ ملین (۲۵کروڑ) مسلمان ہیں (ہندوستان میں۱۷۲ ملین یعنی۱۷ کروڑ ۲۰ لاکھ)مسلمان ہیں، جو حلال خوراک استعمال کرتے ہیں، لہذامتعلقہ کمپنیوں کو ہندوستانی مسلمانوں اور دنیا کے دیگر ممالک میں آباد مسلمانوں کی حلال غذائی مطلوبات کی فراہمی کے لئے یہ بہت ہی بڑا موقع ہے، انڈونیشیا، ملیشیا، سنگا پور، عرب ممالک میں سرکاری حکم کے تحت صرف تصدیق شدہ حلال غذائی اشیاء ہی درآمد کی جاسکتی ہیں، حال ہی میں جنوب مشرقی ایشیا کے دیگر ممالک مثلاً تھائی لینڈ اور فلپائن نے حلال غذائی اشیاء کی درآمد اور برآمد کو فروغ دینے کے لئے ضابطے مرتب کرنے شروع کئے ہیں، ان ممالک میں حلال اشیاء کو معیار اور صحت کی معتبر علامت سمجھا جاتا ہے، مسلم اور غیر مسلم ہرطبقہ پر یہ اعتبار قائم ہے۔

ملیشیا میں۱۹۸۰ء کی دہائی کے آغاز میں جبکہ حلال،حرام ایکٹ پاس ہوا اور ملیشیائی حلال،حرام ضوابط کے تحت ایک اعلی سطحی سرکاری کمیٹی قائم کی گئی، گوشت اور گوشت کے علاوہ دیگر غذائی اشیاء کومنظور شدہ حلال اتھارٹی کی جانب سے حلال کا سرٹیفکٹ دیاجاتا ہے، اسلامی امور سے متعلق ملیشیائی محکمہ نے دو کمیٹیاں تشکیل دی ہیں جو ملیشیا کو دیگر ممالک کی جانب سے برآمد کئے جانے والے گوشت اور پولٹری(مرغ) سے متعلق امور کی نگرانی کرتی ہیں:(۱)منظور شدہ اسلامی تنظیم(۲)گوشت اورپولٹری کے لئے منظور شدہ ذبیحے۔

انڈونیشیا حلال پروگرام ۱۹۹۰ء کی دہائی کے آغاز میں شروع ہوا اور اب یہ دنیا میں سب سے زیادہ سخت پروگرام ماناجاتا ہے۔

یہ پروگرام ایک تنظیم کے تحت چلتا ہے جس کا نام ایسسمنٹ انسٹی ٹیوٹ برائے خوراک، ادویہ اور ذاتی آرائش(کاسمیٹک) (LP-POM)ہے، یہ ادارہ انڈونیشیا کی کونسل برائے علماء (ICU)کے اختیارات کے تحت کام کرتا ہے جسے عام طورپر مجلس علماء انڈونیشیا(MUI)کہاجاتا ہے، اس انسٹی ٹیوٹ کو حکومت کے مختلف محکموں اور

• ڈپارٹمنٹ آف فوڈ پروسیسنگ ٹیکنالوجی، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی۔

ایجنسیونکی تائید حاصل ہے، ملیشیا ، سنگاپور ، انڈونیشیا اور تھائی لینڈ نے غذائی خوردہ فروخت اور غذائی سروس کے لئے اپنے اپنے الگ حلال علامتی نشان (لوگو)وضع کرلئے ہیں، عالمیحلال کا تصور مختلف ممالک کے مسلمانوں میں الگ ہے، مشرق وسطی کے مسلمان صرف گوشت اور پولٹری کو ہی حلال سے متعلق مانتے ہیں جبکہ جنوبی ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمانوں کا کہنا ہے کہ غذائی اور دیگر تمام خوردونوش کی اشیاء حلال زمرے کے تحت آتی ہیں،یہ لوگ کہتے ہیں کہ گوشت اور پولٹری کسی مسلمان کے ذریعہ ذبح کی جانی چاہئے، گذشتہ ۳۰ سال کے دوران متعدد حلال مارکیٹ ، اسٹور اور ریسٹورینٹ وجود میں آگئے ہیں،یہ خاص طور پر بڑے شہروں میں ہیں، ان اسٹورز پر بطور حلال ذبیحہفروخت کی جانے والی غذائی اشیاء گوشت اور پولٹری اور درآمد شدہ متعلقہ اشیاء تازہ ہوتی ہیں۔

ہندوستان کی خوراکی صنعت نے اکثر اس زمرہ کے افراد کو نظر انداز کیا ہے اور مقامی طور پر تیار کی جانے والی اشیا پر توجہ مرکوز کی ہے؛ لیکن مسلم ممالک کو برآمد کی جانے والی غذائی اشیاء کے تازہ رجحان نے اس خوراکی صنعت کو مجبور کیا ہے کہ وہ ان غذائی اشیاء کو حلال طریقہ سے تیار کرے اور ان کے لئے حلال سرٹیفکٹ بھی حاصل کرے، برآمد کی جانے والی غذائی اشیاء کی طرح اب مقامی طور پر بھی حلال سرٹیفکٹ حاصل کرنے کا رجحان مقبول ہورہا ہے۔

حلال سرٹیفکٹ کیا ہے:

حلال سرٹیفکٹ وہ دستاویز ہے جو ایک مسلم تنظیم کی جانب سے جاری کی جائے اور اس میں اس بات کی تصدیق کی جائے کہ اس غذائی شے میں جن چیزوں کی فہرست دی گئی ہے وہ ان اسلامی تغذیہ ہدایات کے مطابق ہیں جن کی تعبیر وتشریح سرٹیفکٹ دینے والے ادارے کی جانب سے کی گئی ہے۔

حلال سرٹیفکٹ کی قسمیں(انواع):

۱-متعلقہ مقام کے رجسٹریشن کا سرٹیفکٹ- اس نوعیت کے سرٹیفکٹ کے تحت یہ بتایاجاتا ہے کہ غذائی اشیاء تیار کرنے والے پلانٹ، فیکٹری، مذبحہ اور ان غذائوں کو تیار کرنے سے متعلق دیگر مقامات کی جانچ کر لی گئی ہے اور انہیں ان حلال غذائی اشیاء کی فراہمی اور فروخت کی منظوری دی جاتی ہے، لیکن اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس فیکٹری میں تیار ہونے والی تمام غذائی اشیاء کو حلال سرٹیفکٹ دے دیاگیا ہے، کسی متعلقہ مقام کے بارے میں جاری کردہ سرٹیفکٹ غذائی اشیاء کے حلال سرٹیفکٹ کے طور پر استعمال نہیں کیاجانا چاہئے ۔

۲-کسی مخصوص غذائی اشیاء کو ایک مخصوص مدت کے لئے حلال سرٹیفکٹ-اس سے مراد یہ ہے کہ متعلقہ غذائی اشیاء کے سلسلے میں ان ہدایات کی پابندی کی جانی

چاہئے جو حلال سرٹیفکٹ دینے والے ادارے نے مرتب کی ہیں، اس نوعیت کا سرٹیفکٹ کسی خاص مدت کے لئے یا کسی خاص مقدار کی غذائی اشیاء کے لئے جاری کیاجاسکتا ہے جو کسی مخصوص سپلائیبا درآمد کے لئے تیار کی جائے۔اگر یہ سرٹیفکٹ کسی مخصوص مقدار کے لئے ہے تو اسے بیچ سرٹیفکٹ (Batch Certificate) یا جہاز کے ذریعہ بھیجی جانے والی غذائی اشیا ء کے بارے مینسرٹیفکٹ کہاجاسکتا ہے، گوشت اور پولٹری سے متعلق غذائی اشیاء جن کے لئے بیچ(Batch)یابھیجے جانے والے سامان کا سرٹیفکٹ دینا ہوتا ہے انہیں عموما بیچ سرٹیفکٹ دیاجاتا ہے۔

٣-سالانہ سرٹیفکٹ:سالانہ جانچ اور حلال سرٹیفکٹ جاری کئے جانے کی فیس ادا کرنے پر یہ سرٹیفکٹ خود بخود جاری کیاجاسکتا ہے۔

سرٹیفکٹ کی مدت:

یہ سرٹیفکٹ کس مدت تک کے لئے ہے اس کا انحصار غذائی اشیاء کی قسم (نوعیت) پر ہے۔

ہر ایک بھیجے جانے والے غذائی اشیاء کے سامان کو دیاگیا سرٹیفکٹ اس وقت تک کارآمد ہے جب تک کہ وہ بیچیا لاٹ بازار میں فروخت کی جارہی ہے، عموما ان غذائی اشیاء کے ختم ہوجانے یا ان کے استعمال کئے جانے کی تاریخ تک یہ کارآمد رہتا ہے۔

اگر سرٹیفکٹیافتہ اشیاء مقررہ معیار کے مطابق تیار کی جاتی ہیں تو انہیں ایک، دو یا تین سال تک کے لئے سرٹیفکٹ دیاجاسکتا ہے، اگر غذائی اشیاء منظور شدہ اور طے شدہ معیار کے مطابق تیار اور فروخت کی جاتی ہیں تو جب تک یہ اپنے معیار پر پوری اترتی ہیں ان کا سرٹیفکٹ کارآمد رہے گا، اکثر ایک اعلان شدہ معائنہ بھی پلانٹ کا کیاجاتا ہے؛ تاکہ پلانٹ کی حالت اور کارکردگی کی جانچ اور تصدیق کی جاسکے۔

حلال سرٹیفکٹ کو ن جاری کرسکتا ہے؟

کوئی مسلمان، کوئی اسلامی تنظیمیا ایجنسییہ سرٹیفکٹ جاری کرسکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ درآمد کئے جانے والے ملک یا اس ایجنسی کے نزدیک جس کے لئے یہ سرٹیفکٹ جاری کیاجارہا ہے قابل قبول ہو، مثال کے طورپر ملیشیا اور انڈونیشا کو برآمد کی جانے والی غذائی اشیاء کے لئے حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارہ کا دونوںممالک میں بطور منظور شدہ ادارہ تسلیم کیاجانا ضروری ہے، غذائی اشیاء تیار کرنے والی صنعت کو مختلف ممالک میں حلال کے معیار کو سمجھنا اور حلال سے متعلق اصولوں کو جاننا ضروری ہے، بلکہ تنظیموں کے مزاج کو بھی سمجھنا ضروری ہے جو ان کی مطلوبات کا سرٹیفکٹ جاری کریں گی۔یہ تنظیمیں عالمی پیمانے پر ان کی مصنوعات کی تصدیق کرسکتی ہیں جو درآمد و برآمد کرنے والے ممالک میں تسلیم شدہ ہیں، ملیشیا اور انڈونیشیا ایسے ممالک ہیں جہاں حلال سرٹیفکٹ کی منظوری دینے والی باضابطہ

تنظیمینموجودہیں، دیگر ممالک جیسے سعودی عرب، سنگا پور،کویت، متحدہ عرب امارات، بحرین، مصر بھی مخصوص مصنوعات اور مقصد کے لئے ایسی تنظیموں کی منظوری دیتے ہیں، حلال کو تسلیم کرنے کے بارے میں بعض عالمی سطح کے ادارے مندرجہ ذیل ہیں:

جباتن کین جوان اسلام ملیشیا (JAKIM)ملیشیا۔
مجلس علماء انڈونیشیا(MUI)انڈونیشیا۔
مجلس اوگانا اسلام سنگا پور(MUIS)سنگاپور۔
مسلم ورلڈ لیگ(MWL)سعودی عرب۔

کن مصنوعات کو سرٹیفکٹ دیاجاسکتا ہے:

ایسی غذائی مصنوعات جنہیں مسلمان استعمال کرتے ہوں انہیں سرٹیفکٹ دیاجاسکتا ہے، خواہ یہ اشیاء اندورنی طور پر استعمال ہوں یا جسم پر انہیں لگایاجاتا ہو، متعدد ممالک میں ایسی مصنوعات جو بطور دوا استعمال کی جاتی ہوں ان کے لئے حلال سرٹیفکٹ مطلوب نہیں ہوتا، لیکن جو لوگ اس معاملہ میں حساس ہیں وہ ان دوائوں کے اجزاء میں حلال اشیاء کو دیکھتے ہیں، لہذا اگر دوائوں پر بھی حلال سرٹیفکٹ ہو تو بہتر ہوتا ہے۔

حلال سرٹیفکٹ دینے کا عمل:

حلال سرٹیفکٹ کا عمل اس ادارہ کے انتخاب سے شروع ہوتا ہے جس سے مصنوعات کے فروخت کے لئے سرٹیفکٹ حاصل کرنا ہے، اگر سامان کسی خاص ملک کو بھیجنا ہے تو بہتر ہوگا کہ ایسے ادارہ سے رجوع کیاجائے جو منظور شدہ ہو اوراس متعلقہ ملک میں بھی تسلیم شدہ ہو، اگر ان مصنوعات کومتعد دممالک یا عالمی سطح پر فروخت کرنا ہے تو ایسے ادارہ سے رابطہ قائم کیاجائے جو بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ ہو، سرٹیفکٹ حاصل کرنے کا عمل ایک درخواست پیش کرنے سے شروع ہوتا ہے، اس درخواست مینمصنوعات تیار کرنے کے طریقے، ان اشیاء کا نام جن کے لئے سرٹیفکٹمطلوب ہے، اور وہ ملک یا علاقہ جہاں ان مصنوعات کو فروخت کرنے کے لئے بھیجا جائے گا، نیز ان مصنوعات کی تیاری میں استعمال ہونے والی اشیاء ، خام مواد اور انہیں تیارکرنے کا طریقہ اور اس فیکٹری میں تیار ہونے والی دیگر مصنوعات کے بارے میں معلومات ہونی چاہئے، بیشتر ادارے درخواست میں دی گئی معلومات کا جائزہ لیتے ہیں اور فیکٹری کا معائنہ کراتے ہیں، حساب کتاب کی جانچ کراتے ہیں، اس موقع پر مناسب ہے کہ مطلوبہ فیس اور متعلقہ امور کے بارے میں درخواست دہندہ سے معاملہ طے کرلیاجائے، جانچ پڑتال کے اس عمل کے دوران مصنوعات میں شامل اجزاء میں سے کسی ایسے جز(خام مادہ) کو بدلنے کی بات بھی کہی جاسکتی ہے جو سرٹیفکٹ جاری کرنے کی بابت ہدایات،معیار پر پورے نہ اترتے ہوں، عام طور پر درخواست دہندہ کمیٹی اور سرٹیفکٹ

جاری کرنے والے ادارہ کے درمیان ایک ہمہ جہت معاہدہ پر دستخط کئے جاتے ہیں جو نگرانی کے بارے میں ہوتے ہیں،اس کے بعد اس چیز کو جہاز سے بھیجنے اور چند ماہ یا چند سال کے لئے حلال سرٹیفکٹ دے دیاجاتا ہے، مجموعی طور پر غذائی مصنوعات کے بارے میں حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے میں کوئی پیچیدگی حائل نہیں ہوتی۔

حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کے بارے میں مطلوب اقدامات:

* حلال سرٹیفکٹ دینے کے بارے میں متعلقہ ادارہ کو درخواست دینا۔
* اس متعلقہ ادارہ کی جانب سے پیش کردہ اطلاعات کی جانچ بالخصوص مصنوعات میں شامل مواد کی جانچ کرنا۔
* فیکٹری کا معائنہ اور اس کی منظوری-جانچ میں مصنوعات تیار کرنے والی مشینوں کا معائنہ، مصنوعات میں شامل کئے گئے مرکبات(خام مواد) کی جانچ، صاف کئے جانے کا عمل، صفائی کابندوبست، اور آلودگی سے حفاظت۔
* مذبح کے معائنے میں اس جگہ کا معائنہ، جانور کو بے ہوش کرنے کا عمل، ذبح کا عمل، ذبح کرنے سے پہلے کے امور اور اس کے بعد کا عمل وغیرہ شامل ہیں۔
* مالیت کا تعین اور فیس بینر اور کنٹریکٹ پر دستخط
* فیس اور اخراجات کی ادائیگی۔
* حلال سرٹیفکٹ کا اجراء۔

حلال کے نشان کا استعمال:

جب مصنوعات کو حلال سرٹیفکٹ دیاجاتا ہے تو اس چیز کے پیکٹ پر ایک خاص نشان چھاپ دیاجاتا ہے، مثال کے طور پر امریکہ کی اسلامی کونسل برائے خوراک اور تغذیہ(آئی ایف اے این سی اے) ہرے رنگ کے ''ایم ''نشان کا استعمال کرتی ہے، اس سے مراد ہے کہ یہ مسلمانوں کے لئے بہتر(قابل قبول) ہے، کچھ کمپنیاں ایک مخصوص نشان ''ہلال'' (چاند) کے دائرہ میں عربی میں حلال لکھتی ہیں، یہ نشان کسی ادارے سے منظور شدہ بھی ہوتا ہے اور اس کے بغیر بھی، تاہم اگر غذائی مصنوعات میں سے کسی پر کسی مشہور ادارے کی جانب سے حلال سرٹیفکٹ کا نشان ہوتومسلمان اسے زیادہ رغبت سے قبول کرتے ہیں، حلال کے بعض نشان اور علامتیں جو مختلف ممالک اور تنظیموں کی جانب سے دیئے جاتے ہیں ان کی نقل اس مقالہ کے آخری صفحہ میں دی گئی ہے۔

اس طرح کسی بااختیار ادارے کی جانب سے جاری کردہ سرٹیفکٹ سے خریدار کو اطمینان ہوتا ہے کہ ان سرٹیفکٹ حاصل شدہ مصنوعات میں:

١-کوئی ایسی شے یا مرکب شامل نہینہے جس کاکھانا مسلمان کے لئے ازروئے شرع جائز نہ ہو اور اس غذائی مصنوعات کو شرعی طریقے سے ذبح کیاگیا ہے۔

٢-کوئی ایسامرکب شامل نہیں ہے جو شریعت کے تحت ممنوع ہو۔

۳-اسے ایسے آلات یا مشین کے ذریعہ تیار نہیں کیا گیا جو شریعت کے معیار کے مطابق جائز نہ ہو۔

۴-اس کی تیاری، بنانے یا اسٹور کرنے کے درمیان اسے کسی ایسی شے کے قریبیا اس کے ساتھ نہیں رکھا گیا جو اوپر ۱،۲ اور ۳ کے تحت مذکور تفصیل کے مطابق نہ ہو۔

۵-اس میں ایسی شئ،مرکب نہیں ہے جو شریعت کے تحت ممنوع،حرام ہو۔

حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کا عمل:

۱-درخواست،۲-فیکٹری اور حلال کا عمل،۳-جانچ کے لئے میٹنگ،۴-طریقہ کار کی سفارش، ۵-مرکبات کی تبدیلی،۶-فیکٹری کی منظوری،۷-مصنوعات کی جانچ، ۸-تیار کرنے کے عمل کی جانچ،بیچ کا عمل، ۹-مجموعی عمل، ۱۰-سالانہ سرٹیفکٹ اجراء، ۱۱-ادارے کو بھیجا گیا ریکارڈ،۱۲-ریکارڈ کی جانچ، ۱۳-بیچ سرٹیفکٹ کا اجرا۔

حوالہ جات:۔

۱- چودھری ایم ایم۲۰۰۲، حلال سرٹیفکٹ حاصل کرنے کا عمل -بازار کا نظریہ،۲۰۰۲ عالمی ماحول میں مصر کی غذائی برآمد کی صنعت کے بارے مینکانفرنس، قاہرہ، کورنیلیونیورسٹی کا سروے، اپریل۲۰۰۲، امریکن مسلمانونکے بارے میں مطالعہ، برج ٹی وی آرچرڈ پارک نیویارک کی جانب سے کرایا گیا سروے۔

۲- مجلس علماء انڈونیشیا۲۰۰۱، اے آئی ایف ڈی سی-آئی سییو کی جانب سے منظور شدہ مسلم تنظیموں کی فہرست-جکارتہ انڈونیشیا، صفحہ ۱۔

۳- ریاض ، ایم، این۲۰۰۲، حلال اشیاء کی تیاری، معیار اور مشینوں کامعائنہ، حلال غذائی اشیا ء کے بارے مینانٹرنیشنل کانفرنس میں پڑھا گیا مقالہ-موضوع: عصر حاضر اور مستقبل میں حلال سے متعلق مسائل،ٹورنٹو کناڈا، اپریل۲۳-۲۱۔

۴ -یو ایس ڈی اے ۲۰۰۳، ایکسپورٹ لائبریری-قابل قبول مشینوں کی فہرست ملائشیا، حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کے لئے منظور شدہ اسلامی تنظیمیں۔

***

باب دوم
مقالات

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی•

تمہید:

غذا پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے؛ چنانچہ کوئی مادی جسم رکھنے والا انسان اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے، اور ساتھ ہییہ بھی حقیقت ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی (Density of Population) کی وجہ سے مختلف غذائی مصنوعات کو تیار کرنے کی ضرورت پڑی؛ تاکہ مسلسل بڑھتی ہوئیآبادی کی غذائی حاجت پوری ہو، نیز گلوبلائزیشن کے نتیجہ میں بڑھتی ہوئی انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے بھی وقت کی کمی کے پیش نظر مختلف قسم کے تیار کھانوں کی ضرورت پیدا ہوئی؛ چونکہ ایک مومن انسان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ ہرحال میں شریعت کے دائرہ میں اپنی زندگی گزارے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''یاأیہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون'' (آل عمران: ١٠٢) (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور نہ مرو تم مگر اس حال میں کہ اسلام پر ہو)۔

اور نبی کریمﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوذرؓ کو ہدایت کی:

''اتق اللہ حیثما کنت'' (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ٧٨٩١، المعجم الکبیر للطبرانی ٢٠٫٢٩٧-٢٩٨، اور دونوں کی سند حسن درجہ کی ہے) (جہاں کہیں رہو اللہ سے ڈرتے رہو)؛ لہذا ہر مومن کو حتی الامکان یہی کوشش کرنی چاہئے کہ اس کے پیٹ میں حلال لقمہ جائے؛ چنانچہ اسی پس منظر میں حیوانی اجزاء سے تیار کی جانے والی مصنوعات اور دیگر مصنوعات کے بارے میں حلال ہونے کی سرٹیفکٹ جاری کرنے والے اداروں کی ضرورت پڑی۔

اس مختصر تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

جواب (١):

حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والا ادارہ ایک اعتباری اور قانونی وجود اور شخص ہے، اور کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات سے اعتباریہا معنوی شخصیت کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وأمرہم شوری بینہم'' (الشوری: ٣٨) (اور ان

• جامعہ اسلامیہ، شانتاپورم پٹیکاد، مالا پورم، کیرالہ۔

کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں)۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ اسلامی حکومت ایک معنوییا اعتباری شخصیت ہے جس کی نمائندگی حاکم وقت ایک امین کی حیثیت سے مسلمانوں کے منتخب کرنے کے بعد ان کی نیابت میں کرتا ہے۔

اور عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ‘‘المسلمون تتکافأ دماؤہم، ویسعی بذمتہم أدناہم، وہم ید علی من سواہم’’ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۷۵۱، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۶۸۳، مسند احمد، حدیث نمبر: ۹۵۹، او راس کی سند صحیح ہے) (تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں، اور کمتر شخص بھی ان کا عہد باندھ سکتا ہے، اور وہ دیگر قوموں کے تعلق سے ایک جماعت ہیں)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ مسلم جماعت کی اعتباری شخصیت ہے جس کی نمائندگی ایک شخص بھی کرسکتا ہے، اوراس سے جاری ہونے والی امان تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔

اور قدیم فقہاء کے یہاں بھییہ صراحت ملتی ہے کہ اعتباری شخصیت کا اسلامی شریعت میں وجود ہے، چنانچہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: ‘‘إن علی بیت المال نفقۃ من لا عائل لہ من الفقراء’’ (ابن تیمیہ: السیاسۃ الشرعیۃ، ص: ۵۱، ط: ۳، العلمیہ، کردستان، ماوردی: الاحکام السلطانیہ، ص: ۱۲۲، المطبعۃ المحمودیۃ التجاریۃ، مصر، شیرازی شافعی: المہذب ۱۶۷،۲، مطبعۃ البابی الحلبی) (بیت المال کے ذمہ فقراء میں سے اس شخص کا نفقہ ہے جس کی کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو)۔ اور یہ واضح ہے کہ بیت المال پر وجوب اعتباری شخصیت کی بنا پر ہے۔

اسی طرح مسجد اعتباری شخصیت کی بنا پر عطیہ وغیرہ کی مالک بنتی ہے، اور دیگر وقف بھی معنوی شخصیت کی بنا پر ہدیہ وغیرہ کا مالک بنتا ہے۔

لہذایہ امر قابل غور ہے کہ اس ادارہ کی نوعیت اور حیثیت گواہ کی ہے یا مخبر کی، میرے نزدیک اس کی حیثیت ونوعیت مخبر کی ہے جو حلال وحرام مصنوعات کی تفصیلات سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے۔ عام طور سے فقہاء نے دینی معاملات کے سلسلہ میں ایک عادل مسلمان کی خبر کو کافیقرار دیا ہے، چنانچہ ‘‘عالمگیری’’ میں ہے:

‘‘خبر الواحد یقبل فی الدیانات کالحل والحرمۃ، والطہارۃ والنجاسۃ، إذا کان مسلماً عدلاً ذکراً أو أنثی، حراً أو عبداً، محدوداً أو لا، ولا یشترط لفظ الشہادۃ والعدد’’ (الہندیہ، کتاب الکراہیہ۳۰۸،۵) (دینی امور جیسے حلال وحرام، اور پاکی ونجاست کے سلسلہ میں ایک شخص کی خبر مقبول ہے جبکہ مسلمان اور عادل ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، زنا کی تہمت لگانے کے سلسلہ میں سزا یافتہ ہو یا نہ ہو، اور اس میں لفظ شہادت اور عدد شرط نہیں ہے)۔

اور ہدایہ میں ہے:

‘‘ولایقبل فی الدیانات إلا قول العدل’’ (الہدایہ۴؍۳۶۴، دا ر الاحیاء، بیروت) (دینی امور میں صرف عادل شخص کا قول مقبول ہے)۔

اور ابن مودود موصلی حنفی (م: ۶۸۳ھ) رقمطراز ہیں:

‘‘ولایقبل فی الدیانات إلا قول العدل، حراً کان أو عبداً، ذکراً أو أنثی’’ (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الکراہیہ۴؍۱۶۳، مطبعۃ الحلبی،۱۳۵۶ھ) (دینی امور میں صرف عادل شخص کا قول مقبول ہے، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت)۔

اور ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں:

‘‘ولایقبل فی الدیانات قول المستور فی ظاہر الروایۃ، وعن أبی حنیفۃ أنہ یقبل، ویقبل فی الدیانات قول العبد والإماء إذا کانوا عدولاً لترجح جانب الصدق فی خبرہم ’’ (البحر الرائق، کتاب الکراہیہ۸؍۲۱۳) (اور دینی امور میں ظاہر الروایہ کے مطابق مستور الحال کا قول مقبول نہیں، اور امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ مستور الحال کا قول مقبول ہے، اور دینی امور میں غلام اور باندی کا قول مقبول ہے، جبکہ عادل ہوں، ان کی خبر میں صدق کے پہلو کے راجح ہونے کی وجہ سے)۔

اور علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

‘‘خبر الواحد فی باب الدیانات مقبول، إذا کان عدلاً’’ (بدائع الصنائع ۱؍۳۰۲) (دینی امور کے باب میں ایک شخص کی خبر مقبول ہے جبکہ وہ عادل ہو)۔

اور امام نووی شافعی فرماتے ہیں:

‘‘کما إذا أخبرہ عدل بولوغ کلب، فإنہ یرجح الظاہر، وہو قول العدل، ویحکم بالنجاسۃ قولاً واحداً’’ (المجموع۱؍۱۶۹) (جیسے کہ اگر عادل شخص پانی میں کتے کے منہ ڈالنے کی خبر دے، لہذا ظاہر یعنی عادل شخص کے قول کو ترجیح دی جائے گی، اور پانی کے ناپاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اس سلسلہ میں مذہب کے اندر ایک ہی قول ہے)۔

اور چونکہ حلال وحرام کا مسئلہ انتہائی سنگین نوعیت کا حامل ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالی نے جہاں تمام مسلمانوں کو پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

‘‘یاأیہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم، واشکروا للہ إن کنتم إیاہ تعبدون’’ (البقرہ: ۱۷۲) (اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو بخشی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ ہی کے شکر گزار بنو، اگر تم اس کی بندگی کرنے والے ہو)۔

اور ارشاد ہے:

‘‘وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً واتقوا اللہ الذی أنتم بہ مؤمنون’’ (المائدہ: ۸۸) (اللہ نے تمہیں جو حلال وپاکیزہ چیزیں بخشی ہیں، ان کو برتو، او راس سے ڈرتے رہو، جس پر تم ایمان لائے ہو)۔ وہیں اللہ سبحانہ نے تمام انسانوں کو بھی پاکیزہ چیزیں ہی استعمال کرنے

کے لئے کہا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

''یا أیہا الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً، ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین'' (البقرہ: ۱۶۸) (اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال وپاکیزہ ہیں ان کو کھاؤ، اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمﷺ نے حرام خوری کو دعا قبول نہ ہونے کا سبب قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

''الرجلیطیل السفر أشعث أغبر، یمدّیدیہ إلی السماء، یا رب، یا رب، ومطعمہ حرام، ومشربہ حرام، وملبسہ حرام، وغذی بالحرام، فأنییستجاب لذلک'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۱۵) (ایک شخص لمبے سفر کرتا ہے جبکہ پراگندہ حال اور گرد آلود ہوتا ہے، اس حال میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے، اے پروردگار! اے پروردگار! کہہ کر پکارتا ہے جبکہ اس کا کھانا، پینا اور لباس حرام ہوتا ہے، اور حرام سے اس کی پرورش ہوتی ہے، سو ایسے شخص کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے؟)۔

لہٰذا حلال وحرام کی اس زبردست اہمیت کے پیش نظر حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کے تشکیلی ڈھانچہ کی نوعیت حلال وحرام مصنوعات کی خبر دینے والے ادارہ کی ہے۔

اور چونکہ یہ زمانہ جھوٹ، فریب، دھوکہ بازی، قومی مصلحت پر ذاتی مصلحت کی تقدیم اور سودا بازی کا ہے، لہٰذا اس ادارہ میں درج ذیل افراد ہونے چاہئیں:

۱۔ دو ماہر شریعت مفتیان کرام، کیونکہیہ امر مخفی نہیں ہے کہ علماء ہی حلال وحرام کی واقفیت رکھتے ہیں، چنانچہ حلال وحرام کی تفصیل وہی بتاسکتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالی نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: ''فاسألوا أہل الذکر إن کنتم لا تعلمون'' (النحل: ۴۳) (تو اہل علم سے پوچھ لو، اگر تم نہیں جانتے) او راس کی تفسیر میں علامہ آلوسی رقمطراز ہیں:

''واستدل بہا أیضاً علی وجوب المراجعۃ للعلماء فیما لا یعلم'' (روح المعانی۱۰،۱۷۲) (اور آیت سے جو بات معلوم نہ ہو اس کے سلسلہ میں اہل علم کی طرف رجوع کرنے کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے)۔

۲۔ اس ادارہ کے اندر دومسلم ماہرین فن ہوں جو غذائی مصنوعات کے تجزیہ پر مکمل قدرت رکھتے ہوں، جو کسی بھی کمپنی کی مصنوعات کے سلسلہ مینیہ فیصلہ لینے کی حالت میں ہوں کہ وہ خنزیر کے گوشت او راس کے دیگر اجزاء،مردار، خون، شراب، الکحل، نشہ آور اشیاء، منشیات، کیڑے مکوڑے اور دیگر حرام جانوروں کے اجزاء سے پاک ہیں، نیز حلال جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہے، اور وہ مصنوعات ہر طرح

کے ناپاک اور مضر مادوں سے پاک ہیں۔

۳۔ اس ادارہ کے اندر ہی ایک ایسی ٹیم ہو جو حلال سرٹیفکٹ طلب کرنے والی کمپنی کی طرف سے دی گئی معلومات کا مطالعہ، اس کی چھان بین اور تفتیش کرسکے، او راس کے خام حیوانی مواد، زائدحیوانی میٹریل اور نازک اجزاء ترکیبی کے حرام او رناپاک اجزاء سے خالی ہونے کا تیقن کرسکے، اور الکحل پرمشتمل مصنوعات کا تجزیہ کرسکے، اور مصنوعات کے خام مواد کے سلسلہ میں کمپنی کی معلومات کی صحت کا جائزہ لے سکے، اور ضرورت پڑنے پر لیبارٹری ٹسٹ کرسکے، ساتھ ہی اس بات کا یقین حاصل کرسکے کہ کمپنی کے اندر موجود مسلم کوآرڈی نیٹر نے حلال ڈائرکٹریکے اندر حلال اشیاء کی فہرست باریکی کے ساتھ مرتب کی ہے، اور یہ جان سکے کہ کمپنی اپنی مصنوعات کے ڈبوں پر حلال مارکہ لگاتی ہے، اور تیار شدہ چیزکے اجزاء ترکیبی کی وضاحت ڈبہ پر کرتی ہے، اور عمدگی اور نظافت کے مطلوبہ معیار کا خیال رکھتی ہے۔

نیز حلال سرٹیفکٹ دینے کے بعد ہر سال کی تکمیل پر اس کی مصنوعات کا جائزہ لے سکے، تاکہ پتہ چل سکے کہ کمپنی حلال غذا کی شرطوں اور ضابطوں کی خلاف ورزی تو نہیں کررہی ہے، اور اس سلسلہ میں وہ کبھی کبھار بغیر اطلاع کے کمپنی کا دورہ کرے، اس کی مصنوعات کا جائزہ لے، نئی دستاویزات کے بارے میں پوچھ تاچھ کرے اور بوچڑ خانہ (مذبح) میں کیمرہ کے نظام کی چھان بین کرے، اور حلال غذا کی شرطوں کی خلاف ورزی کی صورت میں سرٹیفکٹ کینسل (Cancel)کردے۔

جواب (۲):

عام حالات میں کسی کمپنی کی مصنوعات کے سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ‘‘أفمن كان مؤمنا كمن كان فاسقا’’ (السجدہ: ۱۸) (تو کیا وہ جو مومن ہے اس شخص کی مانند ہوجائے گا جو فاسق ہے، دونوں یکساں نہیں ہوسکتے)۔

اللہ تعالی نے کفار کو فاسق قرار دیا ہے، اس لئے کہ وہ اعتقادی اعتبار سے دین صحیح کے دائرہ سے باہر ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

‘‘ولا تكونوا كالذين نسوا الله فأنساهم أنفسهم أولئك هم الفاسقون’’ (الحشر: ۱۹) (اور تم ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ، جو اللہ کو بھول بیٹھے، تو اللہ نے ان کو خود ان کی جانوں سے غافل کردیا،یہی لوگ اصلی فاسق ہیں)۔

اور فرمان باری تعالی ہے:

‘‘ولقد أنزلنا إليك آيات بينات وما يكفر بها إلا الفاسقون’’ (البقرہ: ۹۹) (اور ہم نے تمہارے اوپر نہایت واضح دلیلیں اتاری ہیں، ان کا انکار صرف فاسق لوگ ہی کرسکتے ہیں)۔

نیز ایک جگہ ارشاد ہے:

‘‘ومن کفر بعد ذلک فأولئک ہم الفاسقون’’ (النور: ۵۵) (اور جو اس کے بعد کفر کرینگے تو درحقیقت وہی لوگ فاسق ہیں)۔

اور فرعون اوراس کی قوم کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

‘‘إنہم کانوا قوماً فاسقین’’ (النمل: ۲۱) (وہ بڑے ہی فاسق لوگ تھے)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

‘‘وأما الذین کفروا فیقولون ما ذا أراد اللہ بہذا مثلاً، یضل بہ کثیراً ویہدی بہ کثیراً، وما یضل بہ إلا الفاسقین’’ (البقرہ: ۲۶) (رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تو وہ کہتے ہیں کہ اس تمثیل کے بیان کرنے سے اللہ کا کیا منشا ہے؟ اللہ اس چیز سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے، اور وہ گمراہ نہیں کرتا، مگر ان ہی لوگوں کو جو نافرمانی کرنے والے ہیں)۔

او ریہ بات مخفی نہیں کہ فاسق کی خبر مقبول ومعتبر نہیں ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

‘‘یا أیہا الذین آمنوا إن جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا’’ (الحجرات: ۶) (اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی اہم خبر لائے، تو اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو)۔

اور امام جصاص رازیؒ اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

‘‘مقتضی الآیۃ إیجاب التثبت فی خبر الفاسق، والنہی عن الإقدام علی قبولہ، والعمل بہ، إلا بعد التبین والعلم بصحۃ مخبرہ.... فاقتضی ذلک النہی عن قبول شہادۃ الفاسق مطلقاً، إذ کان کل شہادۃ خبراً، وکذلک سائرأخبارہ، فلذلک قلنا: شہادۃ الفاسق غیر مقبولۃ فی شئ من الحقوق، وکذلک إخبارہ فی الروایۃ عن النبیﷺ، وکل ما کان من أمر الدینیتعلق بہ من إثبات شرع أو حکم، أو إثبات حق علی إنسان’’ (أحکام القرآن للجصاص ۵۳۰٫۳، ط: ۱، العلمیہ، بیروت،۱۴۱۵ھ۱۹۹۴ء) (اس آیت کا تقاضا فاسق کی خبر میں اچھی طرح تحقیق کا وجوب ہے، نیز اچھی طرح تحقیق اور اس کی خبر کی صحت جانے بغیر اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کے اقدام کی ممانعت ہے .... لہذا اس کا تقاضا ہے کہ ہر حال میں فاسق کی شہادت کو قبول کرنا ممنوع ہے؛ کیونکہ ہر شہادت خبر ہے، اور فاسق کی دیگر خبروں کا بھییہی حکم ہے، چنانچہ اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ حقوق میں سے کسی حق میں فاسق کی شہادت مقبول نہیں ہے، او رایسے ہی نبی کریمﷺ کی جانب سے روایت کے اندر اس کا خبر دینا مقبول نہیں ہے، اور ہر اس چیز میں اس کی خبر مقبول نہیں، جو دینی معاملات سے ہو، جس سے کسی قانون یا حکم کا اثبات وابستہ ہو یا کسی انسان پر کسی حق کو ثابت کرنا متعلق ہو)۔

اور جب مومن فاسق کی خبر دینی امور میں معتبر نہیں، تو کافر کی بدرجہ اولی معتبر نہ ہوگی، چنانچہ فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے، جیسا کہ ‘‘عالمگیری’’ میں ہے:

''ولایقبل قول الکافر فی الدیانات، إلا إذا کان قبول قول الکافر فی المعاملات یتضمن قولہ فی الدیانات، فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات، فیقبل قولہ فیہا ضرورۃ'' (ہندیہ۵،۳۰۸) (دینی امور میں کافر کا قول مقبول نہیں، مگر یہ کہ معاملات کے اندر کافر کے قول کو قبول کرنا دینی امور میں اس کے قول کو شامل ہو، تو اس وقت دینی امور معاملات کے ضمن میں داخل ہونگے، اور اس کا قول دینی امور میں بدرجہ مجبوری مقبول ہوگا)۔

اور زیلعی حنفی رقمطراز ہیں:

''ولایقبل قول الکافر فی الدیانات، وإنما یقبل قولہ فی المعاملات خاصۃ للضرورۃ، ولأن خبرہ صحیح لصدورہ عن عقل ودینیعتقد فیہ حرمۃ الکذب، والحاجۃ ماسۃ إلی قبول قولہ لکثرۃ وقوع المعاملات، ولا یقبل فی الدیانات لعدم الحاجۃ'' (تبیین الحقائق، کتاب الکراہیہ۶،۱۲) (او ردینی امور میں کافر کا قول مقبول نہیں، اور اس کا قول تو بس خاص طور سے بوجہ مجبوری معاملات میں قبول کیا جاتا ہے، او راس لئے بھی قبول کیا جاتا ہے کہ اس کی خبر صحیح ہے؛ کیونکہ اس کا صدور عقل سے متصف اور ایسے دین کے پیرو شخص سے ہے جس دین میں جھوٹ کے حرام ہونے کا اعتقاد ہے، اور معاملات کے بہ کثرت پیش آنے کی وجہ سے اس کے قول کو قبول کرنے کی سخت ضرورت ہے، اور ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے دینی امور میں مقبول نہیں)۔

اور آگے تحریر کرتے ہیں:

''وکذا الکافر والصغیر متہمان، ولأنہما لا یلتزمان الحکم، فلیس لہما أن یلزما غیر ہما، بخلاف المعاملۃ؛ لأنہا جائزۃ معہما، ومن ضرورۃ جوازہا معہما قبول قولہما؛ لأنہا لا تتہیأ إلا بقبول قولہما '' (حوالہ سابق ۶،۱۲) (او رایسے ہی کافر اور نابالغ بچہ متہم ہے، او راس لئے کہ کہ وہ دونوں حکم کے پابند نہیں، لہذا دونوں کو اختیار نہیں کہ دوسروں کو پابند بنائیں، برخلاف کاروبار کے، اس لئے کہ وہ دونوں کے ساتھ جائزہے، اور ان دونوں کے ساتھ اس کے جائز ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے قول کو قبول کیا جائے، اس لئے کہ کاروبار ان کے قول کو قبول کئے بغیر نہیں ہوسکتا ہے)۔

اور درمختار میں ہے:

''وأصلہ أن خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات'' (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ۶،۳۴۵)(اور اس کی اصل یہ ہے کہ کافر کی خبر معاملات کے اندر بالاتفاق مقبول ہے اور دینی امور میں مقبول نہیں)۔

اور تقی الدین حسینی شافعی لکھتے ہیں:

''فلایقبل قول الکافر قطعاً وکذا الفاسق'' (کفایۃ الاخیار، ص: ۹۵، دمشق، دار الخیر،۱۹۹۴ء) (اور قبلہ کے سلسلہ میں کافر کا قول قطعی طور سے مقبول نہیں، اور ایسے ہی فاسق کا)۔

اور حنابلہ کا بھیبہی مسلک ہے (دیکھئے: ابن قدامہ: الشرح الکبیر ۴۹۲،۱، حجاوی حنبلی: الاقناع ۱۰۲،۱، بہوتی حنبلی : کشاف القناع ۳۰۷،۱، سعاد زرزور: فقہ العبادات، ص: ۱۷۲)۔

اور شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

''وإن أشكل شئ من ہذہ الأمراض، رجع فیہ إلی نفسین من أطباء المسلمین، ولا یقبل فیہ قول الكافر'' (المہذب ۳۴۷،۲، العلمیہ، بیروت) (اور اگر ان امراض میں سے کوئی مرض مشتبہ ہوجائے کہ خوفناک ہے یا نہیں تو دو مسلم طبیب کی طرف رجوع کیا جائے گا، او راس سلسلہ میں کافر کا قول مقبول نہ ہوگا)۔

البتہ اگر مسلم ماہرین دستیاب نہ ہو ں تو تین معتبر غیر مسلم ماہرین فن کی خبر پر ضرورتاً اعتماد کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ دو ماہر شریعت مفتیان کرام کو ان کی خبرپر اطمینان اور انشراح حاصل ہوجائے، چنانچہ ''عالمگیری '' میں ہے:

''من أرسل رسولا مجوسیا أو خادما، فاشتری لہما فقال: اشتریتہ من یہودی أو نصرانی أو مسلم، وسعہ أكلہ، وإن كان غیر ذلک لم یسعہ أن یأكل منہ، معناہ: إذا كان ذبیحۃ غیر الكتابی والمسلم؛ لأنہ لما قبل قولہ فی الحل أولی أن یقبل فی الحرمۃ '' (الہندیہ، کتاب الکراہیۃ۳۰۸،۵) (کوئی شخص مجوسی قاصد یا خادم کو بھیجے، اور وہ گوشت خرید لائے، اور کہے کہ میں نے اسے یہودییا نصرانییا مسلم سے خریدا ہے تو اس کے لئے اسے کھانا جائز ہے، اور اگر اس کے برعکس ہو تو اس کے لئے کھانا جائز نہیں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ کتابی اور مسلم کے علاوہ کا ذبیحہ ہو تو اس کے لئے کھانا جائز نہیں؛ کیونکہ جب حلال ہونے کے سلسلہ میں اس کا قول مقبول ہو تو بدرجہ اولی حرام ہونے کے سلسلہ میں اس کا قول مقبول ہوگا)۔

اگرچہ صاحب ہدایہ اسے معاملات سے متعلق قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لأن قول الكافر مقبول فی المعاملات؛ لأنہ خبر صحیح لصدورہ عن عقل ودینیعتقد فیہ حرمۃ الكذب، والحاجۃ ماسۃ إلی قبولہ لكثرۃ وقوع المعاملات '' (الہدایہ مع البنایہ، کتاب الکراہیہ۷۳،۱۲) (اس لئے کہ کافر کا قول معاملات میں مقبول ہے، اس لئے کہ وہ صحیح خبر ہے؛ کیونکہ وہ عقل اور ایسے دین سے متصف شخص سے صادر ہے جس دین میں جھوٹ کی حرمت کا عقیدہ ہے، اور معاملات کے بکثرت پیش آنے کی وجہ سے اس کے قول کو قبول کرنے کی سخت ضرورت ہے)، لیکن عام طور سے فقہاء غیر مسلم کی خبر قبول نہ کرنے کی وجہ معاملات کی طرح دینی امور میں ضرورت نہ ہونا قرار دیتے ہیں؛ چنانچہ زیلعی حنفی رقمطراز ہیں: ''ولا یقبل فی الدیانات لعدم الحاجۃ'' (تبیین الحقائق، کتاب الکراہیہ۱۲،۶) (اور دینی امور میں ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے کافر کا قول مقبول نہیں)، سو اگر ایسی صورت ہو کہ مسلم ماہرین فن دستیاب نہ ہوں، تو ضرورتاً غیر مسلم ماہرین کی تحقیق پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ قلیوبی شافعی نے لکھا ہے:

‘‘ویجوز اعتماد قول الکافر فی الطب ما لم یخالف الشرع’’ (حاشیۃ قلیوبی۱،۴۰۳، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۵ھ۱۹۹۵ء) (طب کے سلسلہ میں کافر کے قول پر اعتماد جائز ہے جبکہ شریعت کے مخالف نہ ہو)۔

اور بدر الدین زرکشی شافعی (م: ۷۹۴ھ) تحریرفرماتے ہیں:

‘‘حکی الخطابی وجہاً أنہ یجوز العدول عن الوضوء إلی التیمم بقول الطبیب الکافر، کما یجوز شرب الدواء من یدہ، وہو لا یدری: أہو داء أم دواء، حکاہ الرافعی فی باب الوصیۃ، وہو یرد قول النووی فی ‘‘المجموع’’ واتفقوا علی أنہ لا یقبل خبر الکافر’’ (خبایا الزوایا، ص: ۶۱، ط: ۱، وزارۃ الاوقاف، الکویت،۱۴۰۲ھ) (خطابی نے ایک صورت یہ نقل کی ہے کہ کافر طبیب کے قول پر وضو سے تیمم کی طرف منتقل ہونا جائز ہے، جس طرح اس کے ہاتھ سے دوا پینا جائز ہے، حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ بیماری ہے یا دوا، اس پہلو کو رافعی نے وصیت کے باب میںنقل کیا ہے، او راس سے ‘‘المجموع ’’ کے اندر امام نووی کے قول کی تردید ہوتی ہے کہ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کافر کی خبر مقبول نہیں)۔

اور تین معتبر غیر مسلم ماہرین فن کی شرط ہم نے اس لئے لگائی ہے کہ کم ازکم تین افراد سے جماعت بنتی ہے، چنانچہ حضرت حسن بصری، عطاء، زہری اور قتادہ نے تین کو جماعت قرار دیا ہے (دیکھئے: مصنف عبد الرزاق، حدیث نمبر: ۲۰۲۴، ۳۸۸۲، ۳۸۸۶)، نیز تین ہونے کی صورت میں غلط بیانی اور سودے بازی کا احتمال کم ہوجاتا ہے۔

جواب (۳):

(الف): مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات قرینہ کے درجہ میں ہیں بشرطیکہ وہ ہر طرح کی جعل سازی سے پاک ہوں، چنانچہ فقہاء نے قرینہ قویہ کا اعتبار کیا ہے، اور ‘‘مجلۃ الاحکام العدلیہ ’’ میں قرینہ قاطعہ کو فیصلہ کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے، او راس کی تعریف اس میں اس طرح کی گئی ہے: ‘‘القرینۃ القاطعۃ ہی الأمارۃ البالغۃ حد الیقین’’ (مجلۃ الاحکام ، دفعہ نمبر:۱۴۷۱) (قطعی قرینہیقین کی حد کو پہنچنے والی علامت ہے)۔

اور اس کی مثال یوں دی ہے:

‘‘إذا خرج أحد من دار خالیۃ خائفاً مدہوشاً، وفییدہ سکین ملوثۃ بالدم، فدخل فی الدار، ورئی فیہا شخص مذبوح فی ذلک الوقت، فلا یشتبہ فی کونہ قاتل ذلک الشخص، ولا یلتفت إلی الاحتمالات الوہمیۃ الصرفۃ، کأن یکون ذلک الشخص ربما قتل نفسہ’’ (مجلۃ الاحکام، ص: ۳۵۳، دفعہ: ۱۷۴۱) (اگر کوئی شخص ویران گھر سے دہشت زدہ اور ڈرا ہوا نکلے، اور اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری ہو، سو گھر میں جایا گیا، اور اسی وقت میں اس کے اندر ایک ذبح کئے ہوئے شخص کو دیکھا گیا، تو اس میں کوئی اشتباہ نہیں کہ یہی اس شخص کا قاتل ہے، اور خالص وہمی احتمالات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ ہوسکتا ہے کہ

اس شخص نے خود اپنے کو قتل کیا ہو)۔

اور علامہ شامی نے واضح قرائن کی تعریف اس طرح کی ہے:

''القرائن الواضحۃ التی تصیر الأمر فی حیز المقطوع بہ'' (رد المحتار، کتاب القضاء ۳۵۴،۵) (واضح قرائن وہ ہیں جو معاملہ کو قطعیت کے مقام پر لاکھڑا کریں)۔

ایسے ہی فقہاء نے قرینۂ فراش کو اس بات کی دلیل قرار دیا ہے کہ منکوحہ جس بچہ کو جنم دے، اس کا نسب اس کے شوہر سے قائم ہوجائے گا؛ چنانچہ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

''فالقوی فراش المنکوحۃ حتییثبت النسب من غیر دعوۃ، ولا ینتفی إلا باللعان'' (بدائع الصنائع ۲۴۳،۶) (چنانچہ قوی فراش منکوحہ کا فراش ہے یہاں تک کہ اس سے ہونے والے بچہ کا نسب بغیر دعوی کے ثابت ہوجائے گا، اور نسب کی نفی لعان کے بغیر نہ ہوسکے گی)۔

اسی طرح علامت اور قرینہ کے ظاہر ہونے کی حالت میں ملزم کو قید میں رکھا جاسکتا ہے۔

نیز شب زفاف میں جس دوشیزہ کو اس کے حوالہ کیا گیا، وہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اس کی بیوی ہے، خواہ دوعادل گواہ اس کی گواہی نہ دیں (علی حیدر (م: ۱۳۵۳ھ): درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام ۴۸۵،۴، ط: ۱، دار الجیل،۱۴۱۱ھ۱۹۹۱ء)۔

چنانچہ مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کی بنیاد پر فیصلہ لے سکتے ہیں، جبکہ وہ ہر طرح کی جعل سازی سے محفوظ ہوں، نیز اس بات کا یقین حاصل کرلیا گیا ہو کہ مشین ہر طرح کے خلل اور فساد سے محفوظ ہے، اور معلومات صحت کے ساتھ فراہم کررہی ہے، اور معلومات حاصل کرنے والا آپریٹر ذہین، عقلمند، دیندار اور مخلص مسلمان ہو۔

(ب): حلال سرٹیفکٹ دینے والے ادارے کے لئے اپنی لیبارٹری (Laboratory) کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط ضروری ہے؛ اس لئے کہ اس ادارہ کو حلال سرٹیفکٹ طلب کرنے والی کمپنی کی مصنوعات کا جائزہ لینا ہوگا، اور اس بات کا یقین حاصل کرنا ہوگا کہ کمپنی حلال مصنوعات تیار کرتی ہے، اور اس کے خام مواد جس سے مصنوعات تیار ہوتی ہیں، ہر طرح کے حرام اور ناپاک اجزاء سے پاک ہیں، چنانچہ لیبارٹری ٹیسٹ کی ضرورت پڑسکتی ہے، اور ایسی صورت میں حلال اور پاک مواد کا تیقن حاصل کئے بغیر حلال سرٹیفکٹ دینا دھوکہ بازی میں شامل ہے، او رامانت میں خیانت ہے، اور اللہ تعالی نے امانت میں خیانت سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

''یا أیہا الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا أماناتکم وأنتم تعلمون'' (الانفال: ۲۷) (اے ایمان والو! اللہ ورسول سے بے وفائی اور اپنی امانتوں میں خیانت جانتے بوجھتے نہ کرو)۔

اور ارشاد ہے:

''إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أہلہا'' (النساء: ۵۸) (اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من غشنا فلیس منا'' (صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ۱۰۲) (جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم مینسے نہیں)۔

اور فقہی ضابطہ ہے:

''الحکم علی الشئ فرع عن تصورہ'' (کسی چیز پر حکم لگانا اس کے تصور کا نتیجہ ہوتا ہے) تو جب لیبارٹری ٹسٹ کے بغیر مصنوعات کی حقیقت کا پتہ نہ چلے تو ا س پر حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

خلاصہ بحث:

۱-حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کے تشکیلی ڈھانچہ کی نوعیت حلال وحرام کی خبر دینے والے قانونی واعتباری وجود سے متصف ادارہ کی ہے، لہذا اس کے اندر دو ماہر شریعت مفتیان کرام، دو مسلم ماہرین فن اور انتظامی سہولت کے پیش نظر ایسی ٹیم ہو جو حلال سرٹیفکٹ طلب کرنے والی کمپنی کی طرف سے دی گئی معلومات کا مطالعہ او راس کی مصنوعات او راس کے خام حیوانی مواد کے حرام اور ناپاک اجزاء سے خالی ہونے کا تیقن کرسکے۔

۲-عام حالات میں کسی کمپنی کی مصنوعات کے سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیا جاسکتا ہے، البتہ اگر مسلم ماہرین فن دستیاب نہ ہوں، تو تین معتبر غیر مسلم ماہرین فن کی خبر پر ضرورتاً اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

۳-مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات قرینہ کے درجہ میں ہیں، بشرطیکہ وہ ہر طرح کی جعل سازی سے پاک ہوں، لہذا ان کی بنیاد پر فیصلہ لے سکتے ہیں؛ لیکن معلومات اخذ کرنے والے آپریٹر کا دیندار مسلمان ہونا ضروری ہے۔

۴-حلال سرٹیفکٹ دینے والے ادارے کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط ضروری ہے؛ کیونکہ کبھی مصنوعات کے تجزیہ کے لئے اس کی ضرورت پڑتی ہے، واللہ اعلم بالصواب وعلمہ أتم واحکم۔

***

حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کی شرائط

مفتی شبیر احمد قاسمی•

(۱) حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟

الجواب وباللہ التوفیق: تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر مسلم کی خبر معاملات میں معتبر ہے۔ اور سبھی فقہاء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ غیر مسلم کی خبر دیانات میں معتبر نہیں،یعنی حلت وحرمت کے ثبوت وعدم ثبوت میں غیر مسلم کی خبر معتبر نہیں ہے؛ لیکن سارے ہی فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ معاملات کے ضمن میں اگر دیانات کی بات بھی آجاتی ہے، تو حلت وحرمت کے مسئلہ میں ضمنی طور پر غیر مسلم کی خبر بھی معتبر ہوجاتی ہے، اس سلسلے میں اولاً فقہاء کے چند جزئیات ملاحظہ ہوں:

ویقبل قول کافر ولو مجوسیا، قال: اشتریت اللحم من کتابي، فیحل، أو قال:اشتریتہ من مجوسي، فیحرم ولا یردہ بقول الواحد، وأصلہ أن خبر الکافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الدیانات، وعلیہیحمل قول الکنز: ویقبل قول الکافر في الحل والحرمۃ،یعني الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ، کما توہمہ الزیلعي (الدرالمختار مع الشامي، زکریا۹/ ۴۹۷، کراچی۶/ ۳۴۴)۔

آگے چل کر علامہ شامیؒ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے سوال وجواب کے طور پر صاف الفاظ میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

وشرط العدالۃ في الدیانات، فإن من الدیانات الحل والحرمۃ کما إذا أخبر بأن ہذا حلال أو حرام، وقد شرط العدل، والمراد بہ المسلم المرضي، وہنا قولہ:شریتہ من کتابي الخ:معناہ أنہ حلال أو حرام، وقد قیل: فیہ خبر الکافر، ولو مجوسیا، والجواب أن قولہ: شریتہ من المعاملات، وثبوت الحل والحرمۃ فیہ ضمني، فلما قبل قولہ فی الشراء ثبت ما في ضمنہ (شامي، کراچی۶/ ۳۴۵، زکریا۹/ ۴۹۷)۔

ولایقبل قول الکافر في الدیانات إلا إذا کان قبول قول الکافر في المعاملات یتضمن قبولہ في الدیانات، فحینئذ تدخل الدیانات في ضمن المعاملات، فیقبل قولہ فیہا ضرورۃ (ہندیۃ۵/ ۳۰۸)۔

اور ''تبیین الحقائق '' میں علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مزید وضاحت کے ساتھ نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

• جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، یوپی۔

ولايقبل قول الكافر في الديانات، وإنما يقبل قوله في المعاملات خاصة للضرورة، ولأن خبره صحيح لصدوره عن عقل ودينيعتقد فيه حرمة الكذب والحاجة ماسة إلى قبول قوله لكثرة وقوع المعاملات، ولا يقبل في الديانات لعدم الحاجة إلا إذا كان قبوله في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فيقبل قوله فيها ضرورة (تبيين الحقائق، زكريا ديوبند۷/ ۲۷)۔

حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے کی حیثیت:

حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے افراد یا ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ یہ ہونا چاہئے کہ اگر تصدیق کرنے والے افراد ہیں، کوئی ادارہ نہیں ہے، تو ایسی صورت میں ان تمام افراد کا مسلمان ہونا لازم ہے، اور اگر فردِ واحد ہے، تو اس فرد کا دیانتدار، ثقہ اور معتبر مسلمان ہونا بھی ضروری ہے؛ لہٰذا غیر مسلم افراد کا حلال سرٹیفکٹ جاری کرنا شرعاً معتبر نہ ہوگا، اسی طرح اگر حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے افراد کی شکل میں نہیں ہیں؛ بلکہ ادارہ اور کمپنی کی شکل میں ہیں، تو اس ادارہ اور کمپنی کا مسلم ادارہ اور مسلم کمپنی ہونا لازم ہے، اور اس ادارہ اور کمپنی میں کام کرنے والے افراد کا معتبر مسلمان ہونا بھی لازم ہے، اور ان اداروں کے ذمہ داروں کا بھی مسلمان ہونا ضروری ہے۔

حاصلیہ نکلا کہ حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے افراد کا دیانتدار مسلمان ہونا بھی لازم ہے، اس طرح معتبر دیانتدار مسلمانوں پر مشتمل ادارہ اور کمپنی کی طرف سے جاری کردہ حلال سرٹیفکٹ جائز اور درست ہوسکتا ہے، اور غیر مسلم افراد اور ادارہ کی طرف سے جاری کردہ حلال سرٹیفکٹ کا اعتبار نہ ہوگا، جیسا کہ حسب ذیل فقہی عبارت سے واضح ہوتا ہے:

من اشترى لحما فعلم أنه مجوسي وأراد الرد، فقال: ذبحه مسلم يكره أكله، ومفاده أن مجرد كون البائع مجوسيايثبت الحرمة، فإنه بعد اخباره بالحل بقوله: ذبحه مسلم، كره أكله، فكيف بدونه؟ (شامي، زكريا۹/ ۴۹۷، كراچى۶/ ۳۴۴)۔

اس کو قاضی خان وغیرہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

مسلم اشترى لحما وقبضه، فأخبره مسلم ثقة أنه ذبيحة المجوسي، فإنه لا ينبغي للمشتري أن يأكل ولا يطعم غيره؛ لأن المخبر أخبره بحرمة العين وبطلان الملك، وحرمة العين حق الله تعالىٰ، فيثبت بخبر الواحد (فتاوى قاضيخان۳/ ۴۱۶، شامي، كراچى۶/ ۳۴۴، زكريا۹/ ۴۹۷)۔

(۲) مستور الحال کی خبر:

حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے کا مسلمان، عادل اور ثقہ ہونا لازم ہے؛ لہٰذا ایسا شخص حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کا اہل نہیں بن سکتا جس کے حالات مستور اور مخفی ہوں، اس کے بارے میں واضح طور پر معلوم نہ ہو کہ وہ آدمی دیانتدار ہے یانہیں؟ لہٰذا ایسے مستور الحال شخص کا حلال سرٹیفکٹ جاری کرنا معتبر نہ ہوگا؛ اس لئے کہ دیانات

میں فاسق اور کافر کی خبر معتبر نہیں ہوتی، اس کو ''بنایہ '' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

لایقبل فیہا قول المستور في ظاہر الروایۃ (وتحتہ فی البنایۃ): أي في الدیانات، وہي الذي لا یعلم ما حالہ، ولم یظہر عدالتہ ولا فسقہ (ہدایۃ مع البنایۃ، مطبع أشرفیہ۱۲/ ۷۶)۔

ہدایہ کی عبارت اس سلسلے میں بہت صاف ستھری، واضح اور مدلل ہے، ملاحظہ ہو:

ویقبل في المعاملات قول الفاسق، ولا یقبل في الدیانات إلا قول العدل -إلی قولہ- أما الدیانات فلا یکثر وقوعہا حسب وقوع المعاملات، فجاز أن یشترط فیہا زیادۃ شرط، فلا یقبل فیہا إلا قول المسلم العدل؛ لأن الفاسق منہم والکافر لا یلتزم الحکم، فلیس لہ أن یلزم المسلم بخلاف المعاملات (ہدایہ أشرفي ۴/ ۴۵۴، البنایۃ مع الہدایۃ، اشرفیہ۱۲/ ۷۶)۔

(۳) مشینی آلات کے ذریعہ حلال سرٹیفکٹ جاری کرنا:

حلال سرٹیفکٹ کو مشینی آلات کے ذریعہ جاری کرنا اس وقت درست ہوگا جب کہ مشینی آلات ابتداءً مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاری ہوں، بعد میں غیر مسلموں کا واسطہ ہوجائے، تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا، مثلاً: فیکس مشین، ای میلیا انٹرنیٹ کے ذریعہ معلوماتی سرٹیفکٹ جاری کیا جائے، تو ابتداءً ان آلات کے استعمال کرنے والوں کا مسلمان ہونا لازم ہے۔ اور ایسے ادارہ کے لئے تجرباتی لیبارٹری کا انتظام اپنے مناسب حالات کے اعتبار سے کرنا چاہئے، اور سرٹیفکٹ ایسے اداروں کے ذریعہ جاری کرنا مناسب ہے جن کا معتبر ہونا دنیا میں متعارف ہوچکا ہے، جیسا کہ جمعیۃ علماء ہند اور مسلم پرسنل لاء بورڈ، اس طرح کے اداروں سے دنیا واقف ہے؛ لہٰذا ایسے واقف کار اداروں سے سرٹیفکٹ جاری ہونا چاہئے، غیر مشہور اداروں کی طرف سے سرٹیفکٹ جاری نہ ہونا چاہئے۔

ومن الدیانات: الحل والحرمۃ إذا لم یکن فیہ زوال الملک، أي یقبل خبر الواحد العدل في الحرمۃ إذا لم یکن فیہ زوال الملک، کما أخبر بہ من الحرمۃ متضمنا زوال الملک، فأما إذا تضمنہ قیل: لا یقبل ... أما الاخبار بالحرمۃ التي لا تتضمن زوال الملک مثل الإخبار بحرمۃ الطعام والشراب، یقبل فیہ خبر الواحد (التاتارخانیہ۱۸/ ۱۹-۱۸، رقم: ۲۷۸۹۵-۲۷۸۹۴)۔

ہندیہ کی عبارت میں بہت ہی اختصار کے ساتھ واضح الفاظ میں حکم شرعی کو مدلل کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ولایقبل قول المستور في الدیانات في ظاہر الروایات، وہو الصحیح، کذا في الکافي (ہندیۃ، کوئٹہ ۵/ ۳۰۹)۔

مقالہ کا خلاصہ:

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر مسلم کی خبر معاملات میں معتبر ہے، اور دیانات اور حلت وحرمت میں معتبر نہیں ہے؛ اس لئے حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے کا مسلمان ہونا لازم ہے، ہاں البتہ معاملات کے ضمن میں اگر دیانات کی بات آتی ہے تو

ضمنی طور پر غیر مسلم کی خبر بھی مان لی جاتی ہے؛ لہٰذا حلال مصنوعات کی تصدیق کے لئے سرٹیفکٹ جاری کرنے والے اگر افراد کی حیثیت سے ہیں تو ان افراد کا مسلمان ہونا ضروری ہے اور عادل، ثقہ اور معتبر ہونا بھی لازم ہے؛ لہٰذا ایک معتبر اور ثقہ مسلمان کی خبر بھی معتبر ہوجاتی ہے۔

اور مستور الحال شخص جس کی دیانتداری ظاہر نہیں ہے، ایسے شخص کی خبر معتبر نہیں ہے، اسی طرح فاسق کی خبر بھی معتبر نہیں؛ اس لئے مستور الحال اور فاسق شخص کے سرٹیفکٹ کا اعتبار نہ ہوگا، اور اگر سرٹیفکٹ جاری کرنے والا کوئی ادارہ یا کمپنی ہے تو اس کے افراد اور ذمہ داروں کا مسلمان ہونا لازم ہے۔

اگر مشینی آلات کے ذریعہ سے حلال سرٹیفکٹ جاری کیا جائے تو ان مشینی آلات کے استعمال کرنے والے افراد کا مسلمان اور ثقہ ہونا بھی لازم ہے۔

***

حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارے: معیار اور شرائط

مولانا اختر امام عادل قاسمی•

موجودہ غذائی نظام میں جبکہ ساری دنیا سمٹ کر خوان واحد میں تبدیل ہوچکی ہےاور دنیا کی ہر شےہر مقام پر پہنچنے لگی ہے، بہت سی نئی چیزیں جن کا پہلے تصور بھی نہیں تھا آج وہ ضرورت کا درجہ اختیار کرچکی ہیں ،انہی میں حلال سرٹیفیکٹ جاری کرنے والے ادارے بھی ہیں، آج ایسی غذائیں تیار ہورہی ہیں جن میں مختلف جانوروں کے لحمی اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں ،جن سے صحت وطاقت کے مختلف فوائد حاصل کئے جاتے ہیں اور وہ غذائیں بآسانی روئے زمین کے ہر حصے میں پہنچ رہی ہیں ،اس لئے ایسے اداروں کی شدید ضرورت ہے جو تحقیق کے بعد اس کے حلال ہونے کی سند جاری کریں اور مسلمان ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان غذائی مصنوعات سے استفادہ کریں ۔

ضرورت وافادیت :

* ایسے اداروں کی آج ہر علاقے میں ضرورت ہے جہاں غذائی مصنوعات تیار ہوتی ہوں اورلحمی اجزاء کی شمولیت کی بناپران کے لئے حلال سرٹیفیکٹ کی ضرورت ہو،ہر ادارہ مقامی سرگرمیوں پر نگاہ رکھے ،اور پوری دیانت وباخبری کے ساتھ ان کی رپورٹ تیارکرے۔

ادارتی بورڈ:

*ادارہ ایسے افراد پر مشتمل ہو جن میں علم شریعت کے ماہرین بھی ہوں ،علم الحیوانات کے فضلاء بھی ہوں ،جدید ذرائع ووسائل سے واقف فنی ماہرین بھی ہوں ،جو صورت مسئلہ کو بھی بخوبی سمجھتے ہوں ، معاملہ کی نزاکت سے بھی آگاہ ہوناوردیانت وتقوی[1] کے بھی حامل ہوں۔

غیرمسلم کی خبرقابل قبول ہے یا نہیں :

* غذائی مصنوعات کے سلسلے میں اصولی طور پر صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیا جاسکتا ہے ،اس لئے کہ یہ مسئلہ حلت وحرمت کاہے ،اور دیانات کے باب میں غیر مسلم کی خبر قابل قبول نہیں ہے ،خواہ وہ ذاتی طور پر کتنا ہی معتبر ہو؛البتہ اس کی خبر معاملات میں قابل قبول ہوگی ،اس لئے کہ بکثرت اس کی ضرورت پڑتی ہے ،فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے :

وَلِأَنَّ الْحِلَّ وَالْحُرْمَةَ من الدِّيَانَاتِ ,وَلَا يُقْبَلُ قَوْلُ الْكَافِرِ في الدِّيَانَاتِ,وَإِنَّمَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ في الْمُعَامَلَاتِ خَاصَّةً لِلضَّرُورَةِ ---------- وَالْحَاجَةُ مَاسَّةٌ إلَى قَبُولِ قَوْلِهِ لِكَثْرَةِ وُقُوعِ الْمُعَامَلَاتِ

• جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور، بہار۔

(تبيينالحقائق شرح كنز الدقائق ٦ ،١٢، فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي الحنفي.الناشر: دار الكتب الاسلامي ، القاہرہ، ١٣١٣ھ، البحر الرائق شرح كنز الدقائق ٨ ،٢١٢، زين الدين ابن نجيم الحنفي، الناشر: دار المعرفة،بيروت، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر٤ ،١٨٨، عبد الرحمن بن محمد بن سليمان الكليبولي المدعو بشيخي زاده، تحقيق: خليل عمران المنصور، الناشر: دار الكتب العلمية لبنان، بيروت، ١٤١٩ھ١٩٩٨ء)۔

(حلت وحرمت دیانات کے قبیل سے ہے ،اور دیانات میں کافر کا قول قابل قبول نہیں ہے،اس کا قول خاص طور سے معاملات میں قابل قبول ہے اس لئے کہ معاملات میں اس کی بہت ضرورت ہے)۔

البتہ ضمنی طور پر کسی غیرمسلم صاحب علم وفہم کی خدمات حاصل کی جائیں اور کوئی دیندار مسلمان اس فن میں میسر نہ ہو تو وقتی طور پر ثانوی درجہ کا ملازم اس کو رکھا جاسکتا ہے جس میں بنیادی فیصلہ کا اختیاردیندار مسلمانوں کو ہی حاصل رہے،اس لئے کہ فقہاء نے غیرمسلم کی ایسی خبروں کو قابل قبول قرار دیا ہے جو گو دیگر معاملہ سے متعلق ہو لیکن اس سے ضمناً حلت وحرمت کا بھی ثبوت ہوتا ہو، متعدد کتب فقہیہ مینیہ جزئیہ موجود ہے :

وَلَا يُقْبَلُ في الدِّيَانَاتِ لِعَدَمِ الْحَاجَةِ إلَّا إذَا كان قَبُولُهُ في الْمُعَامَلَاتِ يَتَضَمَّنُ قَبُولَهُ في الدِّيَانَاتِ فَحِينَئِذٍ تَدْخُلُ الدِّيَانَاتُ في ضِمن الْمُعَامَلَاتِ فَيُقْبَلُ قَوْلُهُ فيها ضَرُورَةً، وَكَمْ من شَيْءٍ يَصِحُّ ضِمْنًا، وَإِنْ لم يَصِحَّ قَصْدًا، أَلَا تَرَى أَنَّ بَيْعَ الشُّرْبِ وَحْدَهُ لَا يَجُوزُ، وَتَبَعًا لِلْأَرْضِ يَجُوزُ، فَكَذَا هُنَا يَدْخُلُ حتى إذَا كان له خَادِمٌ أو أَجِيرٌ مَجُوسِيٌّ فَأَرْسَلَهُ لِيَشْتَرِيَ له لَحْمًا فقال اشْتَرَيْته من يَهُودِيٍّ أو نَصْرَانِيٍّ أو مُسْلِمٍ وَسِعَهُ أَكْلُهُ ، وَإِنْ قال اشْتَرَيْته من مَجُوسِيٍّ لَا يَسَعُهُ أَكْلُهُ لِأَنَّهُ لَمَّا قَبِلَ في حَقِّ الشِّرَاءِ منه لَزِمَهُ قَبُولُهُ في حَقِّ الْحِلِّ وَالْحُرْمَةِ ضَرُورَةً لِمَا ذَكَرْنَا، وَإِنْ كان لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ فيه قَصْدًا بِأَنْ قال هذا حَلَالٌ، وَهَذَا حَرَام (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ٦ ،١٢)۔

(دیانات میں غیر مسلم کی خبر قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ اس کی ضرورت نہیں ہے؛البتہ معاملات کے ضمن میں دیانات کی کوئی صورت داخل ہو تو اس میں بوجہ ضرورت اس کی خبر قبول کی جائے گی؛کیونکہ کتنی ہی چیزیں ضمناً صحیح ہوتی ہیں اوراصالۃً صحیح نہیں ہوتیں ،مثلاً تنہا حق شرب کی بیع جائز نہیں ہے لیکن زمین کے تابع ہوکر جائز ہے ،اسی طرح یہاں پر اگر کسی کے پاس غیر مسلم خادم یا مزدور ہو اور وہ اس کو گوشت خریدنے کے لئے بھیجے اور وہ کہے کہ میں نے یہودییا نصرانییا مسلمان سے خریدا ہے تو اس کے لئے کھانے کی گنجائش ہے ،اور اگر کہے کہ میں نے مجوسی سے خریدا ہے تو اس کے لئے وہ گوشت کھا نا جائز نہ ہوگا ،اس لئے جب خرید کے معاملے میں اس کی بات قبول کی گئی تو حلت وحرمت کے حق میں بھی ضرورتاً اس کی بات قبول کی جائے گی ؛جبکہ اصالتاً اگر وہ یہ کہتا کہ یہ حلال ہے یایہ حرام ہے تو اس کی بات قبول نہیں کی جاسکتی تھی)۔

مشینوں سے حاصل شدہ معلومات :

مشینی آلات کے ذریعہ اس سلسلے میں جو معلومات حاصل ہوں ،وہ اگر قابل قبول،قابل اعتماد ،دیندار مسلمان ہاتھوں میں ہو یا کم ازکم ان کا مرکزی کردار مسلمان ہو تو یہ معلومات قابل قبول ہونگی ،خواہ وہ ادارہ کی اپنی لیبارٹری سے حاصل ہوئی ہوں یا دوسری مسلم لیبارٹری سے ،اس لئے کہ فقہاء نے یقینی قرائن کے ذریعہ حاصل شدہ معلومات کا اعتبار کیا ہے اور اسباب حکم میں سے اسے ایک سبب تسلیم کیا ہے ،یہاں تو صرف خبر کا معاملہ ہے، فقہاء نے حدود وقصاص کے ضمن میں بھی قرائن قطعیہ سے استفادہ کرنے کی اجازت دی ہے ، متعدد فقہی کتابوں میں یہ جزئیہ موجود ہے:

(مادة ١٧٤٠) القرينة القاطعة أحد أسباب الحكم، (١٧٨٦) القرينة القاطعة أيضا

(مادة١٧٤١) القرينة القاطعة هي الأمارة البالغة حد اليقين مثلا إذا خرج أحد من دار خالية خائفا مدهوشا وفي يده سكين ملوثة بالدم فدخل في الدار ورؤي فيها شخص مذبوح في ذلك الوقت فلا يشتبه في كونه قاتل ذلك الشخص ولا يلتفت إلى الاحتمالات الوهمية الصرفة كأن يكون الشخص المذكور ربما قتل نفسه، راجع مادة٧٤، أنظر أيضاً المادتين٤ و٧٢، والباب الثالث في بيان التحليف ١٦٨١ و١٧٤٢ و١٧٥٢ (مجلة الأحكام العدلية ٣٥٣،١، تحقيق: نجيب هواويني، الناشر: كارخانه تجارت كتب، درر الحكام شرح مجلة الأحكام ٤٣١،٤، علي حيدر ،تحقيق وتعريب: المحامي فهمي الحسيني، الناشر: دار الكتب العلمية لبنان، بيروت، حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار، ٣٥٤،٥، ابن عابدين، الناشر:دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت١٤٢١هـ٢٠٠٠م، البحر الرائق شرح كنز الدقائق ٢٠٥،٧، زين الدين ابن نجيم الحنفى، الناشر: دار المعرفة، بيروت)۔

(اسباب حکم میں ایک قرینۂ قاطعہ بھی ہے ،قرینۂ قاطعہ سے مراد ایسی واضح علامات ہیں جن سے انسان حد یقین تک پہونچ جائے ،مثلاً کوئی شخص خالی مکان سے گھبرایا ہوابرآمد ہو ،جس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری ہو،اور اس گھر میں جاکر دیکھا گیاتو وہاں کوئی مقتول شخص پڑا ہے ،ظاہر ہے کہ اس شخص کے قاتل ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے، اس صورت میں ان وہمی احتمالات پر توجہ نہیں دی جائے گی کہ شاید اس شخص نے خود کشی کی ہو وغیرہ)۔

موجودہ دور میں مشینوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ کسی درجہ میں عہد قدیم کے ان قرائن اور امارات سے کمتر نہیں ہیں جن کا فقہاء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، بلکہ ان سے بدرجہا بہتر ہیں ،اس لئے موجودہ دور میں مشینی ذرائع کو بھی ایک سبب حکم کا درجہ دیا جا سکتا ہے ۔ھٰذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم

***

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء سے متعلق احکام

مولانا محمد عثمان بستوی•

اصل جواب سے قبل چند اصولی باتیں ذکر کی جارہی ہیں:

(۱) گوشت میں اصل حرمت ہے، جب تک اس بات پر دلیل قائم نہ ہوجائے کہ یہ جانور مشروع طریقے پر ذبح کیا گیا ہے اس وقت تک اس گوشت کو خرید کر کھانا ہمارے لئے جائز نہیں، لہذا گوشت کو حلال کہنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، حلت وحرمت کے بارے مینیہ بہت اہم اصول ہے جو ذہن میں رہنا چاہئے۔

''إن وجدتہ غریقاً فی الماء فلا تأکل فإنک لا تدری الماء قتلہ أو سہمک'' (مسلم، کتاب الصید، حدیث نمبر: ۹۷۳)۔

یہ حدیث بھی اس اصول پر دلالت کرتی ہے کہ گوشت کے اندر اصل حرمت ہے، جب تک یقینی طور پر یہ ثابت نہ ہوجائے کہ وہ حلال ہے، یہی اصول کئی فقہاء کرام نے بیان فرمایا ہے (فقہی مقالات ۴؍۲۰۸-۲۰۷)۔

(۲) مسلمانوں کے علاقوں میں جو گوشت فروخت ہورہا ہو اگر اس کے ذابح کے بارے میں علم نہ ہو تو اس کو یہ سمجھا جائے کہ یہ شرعی طریقے کے مطابق ذبح شدہ ہے اور اس گوشت کا کھانا حلال ہے، الا یہ کہ اس گوشت کے بارے مینیہ معلوم ہوجائے کہ اس کے ذبح کرنے والے نے اس کو شرعی طریقے پر ذبح نہیں کیا ہے تو اس صورت میں اس گوشت کا کھانا حلال نہیں ہوگا، اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث ہے جو ''اعراب'' کے ذبح کے بارے میں منقول ہے:

''إن قوماً قالوا للنبیﷺ: إن قوما یأتوننا بلحم لا ندری أذکر اسم اللہ علیہ أم لا؟ فقال سموا علیہ أنتم وکلوہ، قال: وکانوا حدیثی عہد بالکفر'' (بخاری، حدیث نمبر: ۵۵۰)۔

''وقال الحافظ: ویستفاد منہ أن ما یوجد فی أسواق المسلمین محمول علی الصحۃ'' (فتح الباری۹؍۶۳۵، فقہی مقالات ۸؍۲۴۹)۔

(۳) گوشت کے علاوہ دوسری اشیاء میں اصل حلت اور اباحت ہے، لہذا دوسری اشیاء اس وقت تک جائز اور مباح سمجھی جائینگی جب تک ان میں دلیل حرمت یقینی طور پر نہ پائی جائے، مثلاً روٹی کے اندر اصل حلت اور اباحت ہے چاہے روٹی آپ نے کسی کافر سے خریدی ہو، اس روٹی کو کھانا آپ کے لئے حلال ہے جب تک کہ یہ ثابت نہ

• مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جونپور۔

ہوجائے کہ کوئینجس او رحرام چیز اس میں شامل کی گئی ہے، البتہ جب یہ ثابت ہوجائے کہ اس میں فلاں حرام یا نجس چیز شامل کی گئی ہے تو اس وقت وہ روٹی حرام ہوجائے گی (درس ترمذی۵،۱۲۷)۔

(۴) آج کل غیر مسلم ممالک میں خاص طور پر یہ بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے، او راللہ بچائے اب تو مسلم ملکوں میں بھی مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، وہ یہ کہ غیر مسلم ممالک میں بہت سی ایسی اشیاء فروخت ہوتی ہیں جن کے اندر کسی نجس یا حرام چیز کے شامل ہونے کا احتمال ہوتا ہے، لہذا ان اشیاء میں مندرجہ بالا اصول سے یہ مسئلہ نکل آئے گا کہ اگر گوشت کے علاوہ کوئی چیز ہے اور اس چیز کے بارے میں شک ہورہا ہے کہ اس میں کوئی ناجائز چیز تو نہیں ملی ہوئی ہے تو جب تک اس میں کوئی ناجائز یا حرام چیز کے شامل ہوجانے کا یقین حاصل نہ ہوجائے اس وقت تک اس چیز کو کھانا جائز ہے، مثلاً ڈبل روٹی ہے، بعض ڈبل روٹیوں کے بارے مینیہ سننے میں آیا ہے کہ اس میں کوئی نجس یا حرام چیز شامل ہوتی ہے، مثلاً بعض اوقات ڈبل روٹی پر مردار کی چربی لگادیتے ہیں، لیکن ڈبل روٹی میں اصل حلت ہے؛ لہذا جب تک ہمینیقین سے یہ معلوم نہ ہوجائے گا کہ اس ڈبل روٹی میں فلاں حرام اور نجس چیز شامل ہے اس وقت تک ڈبل روٹی کھانے کی گنجائش ہے، اور ناواقفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ڈبل روٹی کو کھاسکتے ہیں اور بہت زیادہ کنج کاؤ میں پڑنے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر یقین سے یہ معلوم ہوجائے کہ بازار میں کوئی بھی ڈبل روٹی ایسی نہیں ہے جو کسی نہ کسی نجس اور حرام چیز کی آمیزش سے خالی ہو تو اس صورت میں ڈبل روٹی کھانا جائز نہیں ہوگا (درس ترمذی۵،۱۲۵)۔

(۵) زیادہ تحقیق میں نہیں پڑنا چاہئے، جن اشیاء میں اصلاً اباحت ہوتی ہے ان میں صرف شک وشبہ کی وجہ سے حرمت نہیں آتی جب تک کہ حرمت کا یقین نہ ہوجائے؛ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کا مؤطا امام مالک میں مشہور واقعہ آیا ہے کہ آپ ایک جنگل وبیابان سے گذر رہے تھے، راستے میں وضو کے لئے پانی کی ضرور ت پیش آئی تو ایک حوض راستے میں نظر آیا، حضرت عمرو بن عاصؓ بھی ساتھ میں تھے، حضرت عمرو بن عاصؓ نے دیکھا کہ سامنے سے حوض کا مالک آرہا ہے اس سے آپ نے یہ پوچھنا شروع کردیا کہ ''یا صاحب الحوض! ہل ترد حوضک السباع''؟ اس سے پہلے کہ وہ حوض والا کچھ جواب دیتا، حضرت فاروق اعظمؓ نے اس سے فرمایا: ''یا صاحب الحوض لا تخبرنا'' یعنی ہمینیہ مت بتانا کہ اس حوض پر درندے آتے ہینیا نہیں؟

اس سے معلوم ہوا کہ اشیا ء مباحہ میں اگر شک پیدا ہوجائے تو اس شک کی وجہ سے وہ چیز حرام نہیں ہوتی اور حضرت فاروق اعظمؓ کے اس عمل سے یہ پتہ چلا کہ کسی چیز کی بہت زیادہ تحقیق اور کاوش کرنا بھی ضروری نہیں کہ انسان ہر چیز کی کھود کرید میں لگ جائے کہ اس چیز کے اندر کیا حرام چیز شامل ہے؟ فلاں چیز میں کیا اجزاء

ہیں؟اس لئے کہ جب شریعت نے تمھیں شک کے باوجود اس چیز کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے تو پھر یہ ناواقفیت بھی ایک نعمت ہے، اس نعمت کو تحقیق کرکے زائل کرنے کی کوشش مت کرو، بعض لوگ ہر چیز کی بال کی کھال نکالنے کیفکر میں لگے رہتے ہیں، مثلاً یہ کہ ڈالڈا گھی میں فلاں چیز شامل ہے اور اب اس کی تحقیق کے پیچھے پڑگئے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے پاس ایک شخص آیا کرتے تھے، وہ اس تحقیق میں لگے ہوئے تھے کہ ڈالڈا گھی میں ایسی چیز شامل ہے جو نجس یا حرام ہے ، روزانہ حضرت مفتیصاحبؒ کے پاس کبھی اخبار لاکر دکھاتے کبھی کچھ لاکر دکھاتے، اور بتاتے کہ دیکھئے اخبار مینیہ آیا ہے، فلاں رسالے مینیہ آیا ہے، حضرت مفتی صاحب فرماتے کہ میں اس کو نہیں پڑھتا اس کو واپس لے جاؤ، تم خود پڑھ لینا، بہرحال ان اشیاء میں عموم بلوی ہے، ساری قوم اس کے اندر مبتلا ہے، او رہم اس کے مامور بھی نہیں کہ بلا وجہ بہت زیادہ کھود کرید کریں؛ اس لئے کہ اگر بہت زیادہ کھود کرید کی جائے گی تو دنیا میں کوئی چیز حلال نہیں رہے گی (درس ترمذی۵؍۱۲۹)۔

(۶) وہ خبر جو دیانات سے متعلق ہو مثلاً حلت، حرمت، طہارت، نجاست، نکاح، طلاق وغیرہ، اس میں باتفاق فقہاء مسلم عادل ثقہ کی خبر معتبر ہوگی، کافر فاسق کی خبر شرعاً غیر معتبر ہے۔

''وشرط العدالۃ فی الدیانات وہی التی بین العبد والرب کالخبر عن نجاسۃ الماء'' (شامی۹؍۴۹۸)۔

(۷) اور جو چیزیں معاملات دنیویہ کے قبیل سے ہوں جیسے بیع، شراء، ہبہ، کفالہ، حوالہ، وکالہ وغیرہ، اس میں خبر واحد معتبر ہے خواہ مخبر عادل ہو یا فاسق، مسلم ہو یا کافر، بشرطیکہ سامع کو مخبر کی صدق پر اطمینان ہوجائے، اس میں اسلام کی شرط نہیں اگرچہ ضمناً اس خبر دنیویہ سے کوئی دینی مسئلہ اور حکم بھی معلوم ہوجائے۔

''یقبل قول کافر ولو مجوسیاً قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل أو قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم، ولا یردہ بقول الواحد وأصلہ أن خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات، وعلیہیحمل قول الکنز، ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ،یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی '' (شامی۹؍۴۹۷)۔

(۸) جب حلال وحرام دونوں قسم کی اشیاء موجود ہوں اور حلال کا صحیح علم نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر اکثر حلال ہے تو تحری کے ذریعہ فیصلہ کرنا جائز ہے، اور اگر اکثریت حلال چیزوں کی نہیں ہے تو تحری سے فیصلہ کرنا جائز نہیں، لیکن علامات وقرائن کے ذریعہ حلال وحرام کی تعیین جائز ہے اور علامات کے ذریعہ فیصلہ شرعاً معتبر ہے۔

''غنم مذبوحۃ ومیتۃ، فإن کانت المذبوحۃ أکثر تحری وأکل وإلا بأن کانت المیتۃ أکثر أو

استویا لایتحری لو فی حالۃ الاختیار بأن یجد ذکیۃ وإلا تحری وأکل مطلقاً (فی الشامیۃ)، لا یتحریأی إن لم یکن ہناک علامۃ تعلم بہا ذکیۃ فإن کانت فعلیہ الأخذ بہا کما فی الدر المنتقی، قال فی غایۃ البیان قالوا: من علامۃ المیتۃ أنہا تطفو فوق الماء والذکیۃ لا، والأصح أن علامۃ المذکاۃ خلو الأوداج من الدم وعلامۃ المیتۃ امتلاؤہا منہ (شامی۱۰،۴۵۹)۔ أقول أن المدار علی غلبۃ الظن فلینظر المبتلی القرائن (شامی۹،۳۹۸)، یجب أن یعلم أن العمل بغالب الرأی جائز فی الدیانات وفی باب المعاملات (ہندیہ۵،۳۱۳)، ولنا أن الغلبۃ تنزل منزلۃ الضرورۃ فی إفادۃ الإباحۃ، ألا تری أن أسواق المسلمین لا تخلو عن المحرم المسروق والمغصوب ومع ذلک یباح التناول اعتماداً علی الغالب، وہذا لأن القلیل لا یمکن الاحتراز عنہ ولا یستطاع الامتناع منہ فسقط اعتبارہ دفعاً للحرج کقلیل النجاسۃ وقلیل الانکشاف بخلاف ما إذا کانا نصفین أو کانت المیتۃ أغلب لأنہ لا ضرورۃ فیہ'' (فتح القدیر۱۰،۵۶۱)۔

(۹) اور مخبر کا خبر دینے کے لئے سامنے موجود ہونا ضروری نہیں، لہذا اس کی خبر میں تحریر وغیرہ بھی معتبر ہوگی، بشرطیکہ اس تحریر کا مخبر کی طرف سے ہونے کا ظن غالب ہوجائے (تفصیل کے لئے دیکھئے: احسن الفتاوی۴،۴۱۸۔۴۲۰)۔

لیبارٹری جانچ کا حکم:

لیبارٹری جانچ میں اشیاء کے آثار وعلامات دیکھ کر اس کے وجود وعدم وجود کا فیصلہ کیا جاتا ہے، لہذا وہ زمانہ قدیم کے قیافہ شناس اور رمز شناس اطباء کے خبروں کے حکم میں ہوگی، او راس کی رپورٹ پر شرعاً وہ احکام مرتب ہونگے جو قرائن وعلامات پر احکام مرتب ہوتے ہیں:

''القیافۃمصدر قاف بمعنی تتبع أثرہ لیعرفہ،یقال:فلان یقوف الأثر ویقتافہ قیافۃ، وفی لسان العرب:أن القائف ہو الذییتتبع الآثار ویعرفہا، ویعرف شبہ الرجل بأخیہ وأبیہ، ولا یخرج المعنی الاصطلاحی للقیافۃ ومشتقاتہا عن المعنی اللغوی المتعلق بتتبع الأثر ومعرفۃ الشبہ، ففی التعریفات للجرجانی وفی دستور العلماء أن القائف ہو الذییعرف النسب بفراستہ ونظرہ إلی أعضاء المولود'' (موسوعہ ۳۴،۹۲)، القرینۃ فی الاصطلاح: العلامۃ الدالۃ علی شئ مطلوب'' (موسوعہ ۳۴،۹۴)۔

غنم مذبوحۃ ومیتۃ فإن کانت المیتۃ أکثر لا یتحری إن لم یکن ہناک علامۃ تعلم بہا ذکیۃ فإن کانت فعلیہ الأخذ بہا کما فی الدر المنتقی، قال فی غایۃ البیان قالوا: من علامۃ المیتۃ أنہا تطفو فوق الماء والذکیۃ لا، والأصح أن علامۃ المذکاۃ خلو الأوداج من الدم وعلامۃ المیتۃ امتلاؤہا منہ'' (شامی۱۰،۴۵۹)، یجب أن یعلم أن العمل بغالب الرأی فجائز فی الدیانات وفی باب المعاملات (ہندیہ۵،۳۱۳) أقول أن المدار علی غلبۃ الظن فلینظر المبتلی القرائن '' (شامی۹،۴۹۸)۔

لیبارٹری جانچ میں اگر مصنوعات کے اجزاء ترکیبیہ کے بارے میں معلومات دی

جائیں تو ایسی صورت میں قابل اعتماد کسی بھی لیبارٹری کی رپورٹ پر عمل کرنا جائز ہے، کیونکہ اس وقت یہ رپورٹ باب دیانات کی قبیل سے نہ ہوگی؛ لیکن اگر اجزاء ترکیبیہ کو معلوم کرکے اسی لیبارٹریمیں حلت اور حرمت کا حکم لگایا جائے تو اس وقت جانچ کنندگان کا مسلمان ہونا لازم ہوگا، کما فی الشامیہ (۹،۴۹۷-۴۹۸)۔

خلاصۂ جواب:

گوشت کے علاوہ دوسری تمام غذائی اشیاء خواہ وہ مصنوعات ہوں یا غیر مصنوعات ان میں اصل حلت اور طہارت ہے، حرمت ونجاست کے شک وشبہ سے یہ چیزیں حرام ونجس نہیں ہونگی، اور حضرت عمر فاروقؓ کا ''یا صاحب الحوض لا تخبرنا '' والا واقعہ اس باب میں نص ہے کہ کسی چیز کے بارے میں بہت زیادہ تحقیق وکاوش کرنا ضروری نہیں کہ انسان ہر چیز کی کھود کرید میں لگ جائے کہ اس چیز کے اندر کوئی حرام شامل ہے یا نہیں، فلاں چیز میں کیا کیا اجزاء شامل ہیں، اس لئے کہ جب شریعت مطہرہ نے شک کے باوجود استعمال کرنے کی اجازت دی ہے تو پھر یہ ناواقفیت بھی ایک نعمت ہے اور اس نعمت کو تحقیق کرکے زائل کرنے کی کوشش کرنا نعمت کی ناقدری ہے، جیسا کہ اس سلسلہ میں تفصیلی بحث گذر چکی ہے۔

''أن عمر بن الخطاب خرج فی رکب فیہم عمرو بن العاص حتی وردوا حوضاً فقال عمرو بن العاص لصاحب الحوض: یا صاحب الحوض ہل ترد حوضک السباع؟ فقال لہ عمر بن الخطاب:یا صاحب الحوض لا تخبرنا فإنا نرد علی السباع وترد علینا'' (مؤطا امام مالک،۸)۔

جواب۱- گوشت کے بارے میں حلت وحرمت کا حکم لگانے والے بورڈ کے ارکان میں مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا لازم ہے:

(۱) تمام ارکان کا قابل اطمینان متدین مسلمان ہونا؛ کیونکہیہ باب دیانات کے قبیل سے ہے جس میں کسی کافر یا فاسق کی خبر کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، ''خبر الواحد یقبل فی الدیانات إذا کان مسلماً عادلاً الخ'' (ہندیہ،۵،۳۰۸)۔

(۲) ذبح کا عمل ان ارکان کی نگرانی میں انجام پائے یا ان کے معتبر مسلم نمائندہ کی نگرانی میں انجام پائے۔

(۳) ذبح سے لے کر پیکنگ تک کے تمام مراحل ان مسلم ارکان بورڈ کے اپنے سامنے یا ان کے کسی مسلمان معتمد نمائندہ کی موجودگی میں انجام پائیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: نظام الفتاوی،۳،۴۹۰)؛ لیکن اگر گوشت کی حلت وحرمت کا حکم نہ لگانا ہو بلکہ گوشت کے علاوہ کسی دوسری چیز کی حلت وحرمت کا حکم لگانا ہو تو اس کے بورڈ کے ارکان میں درج ذیل شرائط کا موجود ہونا لازم ہے:

(۱) بورڈ کے ارکان کا مسلمان ہونا، (۲) کسی بھی اطمینان بخش طریقے سے ان اشیاء میں حرام چیز کے شامل نہ ہونے کا اطمینان کرلینا، خواہ اطمینان لیبارٹری جانچ سے

حاصل کی جائے یا اپنے کسی مسلم نمائندہ کے ذریعہ۔

''خبر الواحد یقصد فی الدیانات کالحل والحرمۃ والطہارۃ والنجاسۃ إذا کان مسلماً عادلاً ذکراً أو أنثی '' (ہندیہ۵،۳۰۸)۔

''یجب أن یعلم بأن العمل بغالب الرأی فی الدیانات وفی باب المعاملات'' (ہندیہ۵،۳۱۳)۔

جواب۲- مصنوعات کے بارے میں اگر حلال اور حرام ، پاک وناپاک کی خبر دینا ہے تو ان کی خبر معتبر ہونے کے لئے ثقہ مسلمان کا ہونا شرط ہے۔ حلت وحرمت اور نجاست وطہارت میں کسی غیر مسلم کی خبر باتفاق فقہاء غیر معتبر ہے؛ لیکن اگر ان مصنوعات میں شامل اجزاء کی اطلاع فراہم کرنا ہو، حلت وحرمت اور نجاست وطہارت کا حکم لگانا نہیں ہو یعنی بورڈ کے ارکان کی ذمہ داری صرف اجزائے ترکیبیہ کو بتلانا ہو اس کی حلت وحرمت سے قطع نظر تو اس اطلاع میں غیر مسلم کی خبر پر بشرط اطمینان عمل کرنا جائز ہے؛ کیونکہ اجزاء ترکیبیہ کی اطلاع فراہم کرنایہ دیانات کے قبیل سے نہیں ہے گرچہ ضمناً اجزائے ترکیبیہ کے علم سے حکم شرعی کا بھی پتہ چل جائے گا، لیکن جب براہ راست حکم شرعی نہیں لگایا گیا تو دیانات کے قبیل سے نہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلم کی خبر بھی معتبر ہوگی۔

''ویقبل قول کافر قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل، وأصلہ أن خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات وعلیہیحمل قول الکنز، ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ: یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی'' (شامی۹،۴۹۷)۔

جواب۳- مشینی جانچ میں چونکہ آثار وعلامات اور قرائن سے فیصلہ ہوتا ہے اور حلت وحرمت میں قرائن سے فیصلہ کرکے عمل کرنا جائز ہے؛ اس لئے اگر مشینی معلومات پر اطمینان ہو تو اس کی رپورٹ کے مطابق عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ جانچ کنندگان معتبر مسلمان ہوں۔

جواب۴ - مصنوعات کی اجزائے ترکیبیہ کی بابت اطلاع فراہم کرنے والے لیبارٹری کے ارکان کا مسلمان ہونا بہرحال احوط ہے؛ لیکن اگر صرف اجزائے ترکیبیہ کو معلوم کرنا ہو تو لیبارٹری کے افراد کا مسلمان ہونا لازم نہیں، اور غیر مسلم لیبارٹری کی اجزائے ترکیبیہ کی رپورٹ پر اگر مسلم ارکان بورڈ کو اطمینان ہو تو ان کے لئے اس لیبارٹری کی رپورٹ کی بنیاد پر حلت وحرمت، نجاست وطہارت کا فیصلہ کرنا جائز ہے؛ لیکن لیبارٹری کی رپورٹ سے اگر حلت وحرمت کا حکم لگانا ہے تو اپنی لیبارٹری کا انتظام ضروری ہے، اور اگر صرف اجزائے ترکیبیہ کو معلوم کرنا ہے تو کسی بھی معتبر لیبارٹری سے ارتباط کافی ہے۔

ایک اہم نوٹ:

گوشت کے علاوہ مارکیٹ میں ملنے والی دوسری غذائی مصنوعات ومشروبات کی

حلت وحرمت، نجاست وطہارت کا فیصلہ کرنے کے لئے کسی بورڈ کی تشکیل عقلاً وشرعاً مناسب نہیں، شرعاً اس لئے نہیں کہ جہالت اس باب میں ایک نعمت ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کے اثر سے معلوم ہوا، اور اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے اور بورڈ کی تشکیلسے اس نعمت کی ناقدری ہوگی اور مسلمان غذائی مصنوعات ومشروبات میں تنگی کے شکار ہونگے؛ جبکہ ضرورت حرج وتنگی کو دور کرنے کی ہے نہ کہ حرج وتنگی کو پیدا کرنے کی، ''المشقۃ تجلب التیسیر، الحرج مدفوع، الدین یسر''۔ البتہ گوشت کی حلت وحرمت کا پتہ لگانے کے لئے بورڈ کی تشکیل کی ضرورت ہے؛ کیونکہ اس میں اصل حرمت ہے، لہذا شک وشبہ سے حلت ثابت نہیں ہوسکتی۔ فقط واللہ اعلم۔

***

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی•

آج دنیا جس تیزی سے اپنا رخ بدل رہی ہے کہ کہنا مشکل ہورہا ہے: کیا حلال ہے اورکیا حرام، غذائی وخوردنی اشیاء تو کجا استعمالی مصنوعات بھی اس شبہ سے پاک وصاف نہیں رہیں، مغربی طرز فکر، نام نہاد حریت وآزادی کا پروپیگنڈہ نے آوارہ گردی کو جس قدر ہوا دیا ہے کہ الامان والحفیظ۔

انسان گوشت وپوست کے لحاظ سے ایک ڈھانچہ رہ گیا، روح ومعنی کے لحاظ سے حیوان سے بھی بدتر ہورہا ہے، جو چاہا کھالیا، جس چیز کی خواہش ہوئی استعمال کرلیا، ذہن ودماغ مینیہ تصور تک باقی نہیں رہا کہ جو چیز استعمال کررہا ہے وہ جسمانی لحاظ سے بھی مضر ہے یا نہیں، شریعت سے ہم آہنگ ہے یا نہیں۔

لیکن اس باد خزاں کے جھونکوں میں امید بہاراں بھی ہے، نہیں کہا جاسکتا تھا کہ یورپ ومغرب میں آباد مسلمان دین وایمان کو اتنا گلے لگائینگے جو اسلامی ماحول میں رہنے والے باشندوں کو حیران وششدر کردے گا، ایسے ممالک جہاں الحاد ولادینیت ہی اساس وبنیاد ہے وہاں حلال وحرام کی تمیز کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، لیکن پھر بھی ان مسلمانوں کی ایمانی غیرت ہے کہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام باور کرانے کے لئے ہمہ وقت کوشاں ہیں اور ان کی کوشش بار آور بھی ہے، رفتہ رفتہ لوگوں کے دل ودماغ قبول کرنے لگے ہیں، کسی بھی چیز کو ہاتھ لگانے سے پہلے ان کی نگاہ اس مہر پر جاتی ہے جو حلال کمپنیوں کی طرف سے لگایا جاتا ہے، اگر معتبر کمپنی کی جانب سے سیل ہے تو لیتے ہیں ورنہ اٹھانے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کرتے۔

آج جبکہ ہندوستان بھی عالمی منڈی میں عالمی وتجارتی وقار بنا رہا ہے، عجب نہیں کہ یہاں کی فضا بھی مغرب زدہ ہوکر مسموم ہوجائے بلکہ بعض خطے اس سے متاثر ہوچکے ہیں، ضرورت ہے کہ ایسی تنظیم قائم ہو جو کہ اپنے اعمال وکردار کے لحاظ سے لوگوں میں اعتماد ووثوق پیدا کرسکے، اس کے خطوط وسطور ایسی تیار ہوں کہ کسی کو شرعی نقطہ نظر سے اشکال کا موقع نہ ہو، اور اس کی تصدیق وتائید کو مقبولیت بھی ہو۔

ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ:

تصدیق کرنے والے ادارے کے ذمہ بنیادی طور پر تین کام ہونگے:

(۱) اس بات کی تحقیق کہ کمپنیوں میں کن کن اجزاء سے مصنوعات تیار کی جاتی ہیں۔

• استاذ حدیث مدرسہ حسنیہ کایم کولم، کیرالہ۔

(۲) ان اجزاء کا حکم شریعت اسلامی میں کیا ہے، اس کی تشریح وتحلیل کس طرح ہوگی۔

(۳) جو اجزاء شامل ہیں اگر حرام ہیں تو وہ اس مصنوع میں اپنی حقیقت وماہیت کھو چکی ہے یا ان میں وہ اجزاء بعینہ موجود ہیں؛ اس لئے کہ حرام اشیاء بھی انقلاب ماہیت کے بعد حلال ہوجاتی ہیں، اس لئے کسی بھی حکم کو مرتب کرنے سے پہلے اس نوعیت سے غورکرنا بھی ضروری ہے۔

ان تینوں ذمہ داریوں کو کماحقہ ادا کرنے کے لئے حسب ضرورت افراد رکھے جائیں، لہذا اس بات کی جستجو کہ مصنوع کن اجزاء سے تیار ہوا ہے، اس کام کے لئے معتمد اور فعال رجال کار کی ضرورت ہے، جو ایسی فیکٹریوں کا دورہ کرسکیں جہاں وہ مصنوعات تیار کی جاتی ہیں، وہاں جاکر ضروری معلومات فراہم کریں، اور ضرورت محسوس ہو تو ان اجزاء کو خود دیکھیں، اس کام کے لئے علماء کا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ معاملہ فہم انسان کا ہونا کافی ہوگا۔

ان اجزاء کا شرعی حکم تلاش کرنے اور معلوم کرنے کے لئے باخبر علماء کی شمولیت ضروری ہے، جن سے مذکورہ بالا حضرات اجزاء کی تفصیل بیان کرینگے اور وہ علماء اس کا حکم بیان کرینگے۔

نیز ان مشمولہ اجزاء کی حقیقت وماہیت تبدیل ہوئی ہے یا نہیں اس کے لئے جانکار ماہرین کا ہونا بھی ضروری ہے جو انقلاب ماہیت کی حقیقت سے واقف ہوں، او راپنے فن اور تجربے سے فیصلہ کرنے کی قدرت رکھتے ہوں، ضرورت پڑنے پر مشینی آلات کو بھی استعمال کرنے کی صلاحیت ہو تاکہ اس کے ذریعہ صحیح رہنمائی مل سکے۔

ان تینوں جہات کے اتفاق، اور تصدیق کے بعد حلال وحرام کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

ادارہ کا کام یہاں پر ختم نہیں ہوا، بلکہ اس کی ذمہ داری ہے کہ ہر مرتبہ سامان کی تیاری کے موقع پر متعلقہ افراد کو متحرک رکھے، صرف ایک مرتبہ تحقیق حال کرکے مطمئن ہوجانا ٹھیک نہیں ہے، ایسے واقعات وحوادث سامنے آئے ہیں کہ جب انکوائری ہوئی تو چیزیں ٹھیک ٹھاک تھیں، بعد میں صورت حال بد گئی۔

نیز ادارہ کو چاہئے کہ اپنا مونو گرام بنائے، اور ہر پیکٹ اور ڈبہ پر اسٹیکر کے ساتھ مونوگرام بھی چسپاں کرے، نیز برابر نگرانی رہے کہ اس کا غلط استعمال تو نہیں ہورہا ہے، اس لئے کہ قوم مسلم نے اسی اسٹیکر پر اعتماد کیا ہے، تھوڑی سی کوتاہی ان کو حرام میں مبتلا کردے گی۔

اسی طرح ایسے ادارہ کے لئے مناسب ہے کہ مسلمانوں کی بڑی تنظیموں سے مل کر اپنا طریقہ کار بتائے، اور ان کی تصدیق وتوثیق حاصل کرے، تاکہ ان تنظیموں کی سرپرستی حاصل رہے، اگر اس طرح کیا گیا تو بہت سے فتنوں کا سد باب بھی ہوگا، اور سرٹیفکٹ جاری کرنے میں کوئی قباحت بھی نہیں ہوگی۔

سرٹیفکٹ مندرجہ ذیل امور پر مرکوز ہونی چاہئے:

(١) مصنوع مذکور میں کسی بھی حرام شئی کی آمیزش نہیں ہے۔
(٢) اس کی تیاری میں حرام چربی وغیرہ کا استعمال خواہ کسی غرض سے ہو، نہیں ہوا ہے۔
(٣) اگر لحمی اجزاء پائے جاتے ہیں تو وہ حلال جانو رکے ہیں جن کو شریعت کے ضابطے کے مطابق ذبح کیا گیا ہے۔
(٤) حلال جانور کا کوئی ایسا جز بھی شامل نہیں ہے جس کا کھانا جائز نہیں ہے۔
(٥) اگر حرام جز یا حرام لحمی اجزاء سے بنانے میں مدد لی گئی ہے تو اس کی ماہیت وحقیقت مکمل طور پر ختم ہوچکی ہے، اس کی مکمل طور پر جانچ پڑتال کرلی گئی ہے، مختلف جہتوں سے اس پر اطمینان کرلیا گیا ہے۔

کن لوگوں کی خبروں کو قبول کیا جائے:

شہادت وخبر دوچیزیں الگ الگ ہیں، شہادت کے سلسلہ میں بہت احتیاط برتا گیا ہے، ہر شخص کی شہادت کو قبول نہیں کیا گیا، جبکہ خبر کی بابت بہت سی چیزوں کو گوارہ کرلیا گیا ہے، لیکن گواہی وشہادت کے باب میں بھی بعض اوقات ان حضرات کی شہادت قبول کرلی جاتی ہے، جن کی شہادت عام حالات میں قابل قبول نہیں ہوتی ہے، مثلاً عورتوں کی شہادت عام طور پر اس وقت قبول ہوتی ہے جبکہ ان کے ساتھ مرد بھی ہوں، بلکہ بعض اوقات عورتوں کو شہادت کے میدان سے بالکلیہ الگ رکھا جاتا ہے، لیکن وہ معاملات جن میں آگاہی عورتوں پر ہی موقو ف ہو جیسے بکارت وثیوبت، حیض وحمل، اسقاط، اور عورتوں کے عام پوشیدہ عیوب میں صرف ایک عورت کی گواہی پر فیصلہ ہوتا ہے۔

''لا تقبل شہادۃ النساء بانفرادہن فیمایطلع علیہ الرجال بالإجماع، وما لا یطلع فیہ الرجال یقبل فیہ شہادۃ المرأۃ الواحدۃ، فإن کانت امرأتان أو ثلاث فذلک أحب إلیّ'' (فتاوی تارتارخانیہ۱۱،۴۱۹، کتاب الشہادۃ، الفصل الثانی: أقسام الشہادۃ، ط: زکریا)۔

(صرف عورتوں کی گواہی ان امور میں جن پر مرد بھی مطلع ہوسکتے ہیں بالاتفاق مقبول نہیں ہے، اور جہاں مرد کو اطلاع نہیں ہوسکتی وہاں ایک عورت کی شہادت بھی مقبول ہے ، اگر وہ دویا تین ہوں تو زیادہ بہتر ہے)۔

خبر کے باب میں وسعت ہے، ہر معاملہ میں ایک عادل مسلمان کی خبر معتبر ہوتی ہے، اسی طرح معاملات میں تو کافر کا قول معتبر ہے ہی اگر دیانت کا باب ہے لیکن معاملات کے ضمن میں ہے یعنی خالص دیانت کا مسئلہ نہیں ہے تو اس میں بھی فقہاء نے کافر کا قول معتبر مانا ہے۔

''لایقبل قول الکافر فی الدیانات إلا إذا کان قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبولہ فی الدیانات فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات فیقبل قولہ فیہا ضرورۃ'' (عالمگیری۵،۳۰۸، کتاب الکراہیہ، الباب الاول فی العمل بخبر الواحد، بیروت)۔

(دینی امور میں کافر کا قول مقبول نہیں ہے الا یہ کہ معاملات کی بابت کافر کا قول

متضمن ہو دیانات میں قبول کرنے کو، تو اس وقت دیانات، معاملات میں داخل ہونگے او رضرورتاً اس کا قول مقبول ہوگا)۔

اس کی مثال بھی فقہاء پیش کرتے ہیں:

‘‘من أرسل أجیراً لہ مجوسیاً أو خادماً فاشتری لحماً فقال: اشتریتہ من یہودی أو نصرانی أو مسلم وسعہ أکلہ، وإن کان غیر ذلک لم یسعہ أن یأکل منہ ....’’ (عالمگیری۵،۳۰۸، کتاب الکراہیہ، الباب الاول فی العمل بخبر الواحد)۔

(کسی نے اپنے مجوسی مزدور یا خادم کو بھیجا، پس اس نے گوشت خریدا اور کہا: میں نے اسے کسییہودییا نصرانییا مسلمان سے خریدا ہے تو اس کو کھانا جائز ہے، او راگر اس کے علاوہ ہو تو کھانا جائز نہیں ہے)۔

ظاہر ہے کہ کسی فیکٹری وکمپنی میں اجزاء مصنوعات کی تحقیق وتفتیش خالص دیانت کا باب نہیں ہے؛ بلکہ اصلاً معاملات میں سے ہے جو دیانت کو متضمن ہے، اس لئے صرف مسلمان کے قول کو ہی نہیں بلکہ معتبر قابل اعتماد غیر مسلم کا قول بھی قابل قبول ہونا چاہئے۔

مشینی آلات سے معلومات:

بعض اوقات تحقیق وتفتیش میں جدید آلات بہت مفید ہوتے ہیں، مثلاً اشیاء خوردنی میں حرام اجزاء مخلوط ہے، اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کے وہ مخصوص اوصاف جن کی وجہ سے اس کی شناخت ہے کیا بعینہ موجود ہیں یا تبدیل ہوچکی ہیں، جن پر انقلاب ماہیت منحصر ہے، تو ایسے وقت میں مشین کے ذریعہ بآسانی معلوم ہوسکتا ہے، خبر کے سلسلہ میں ایک بنیادی بات یہ ہے کہ اس وقت عمل کرنا جائز ہوتا ہے جبکہ مخبر کا صادق ہونا ظن غالب ہو۔

‘‘یجب أن یعلم بأن العمل بغالب الرأی جائز فی باب الدیانات وفی باب المعاملات’’ (عالمگیری۵،۳۱۳، کتاب الکراہیہ، الباب الثالث فی العمل بغالب الرأی، بیروت)۔

(ظن غالب پر عمل کرنا دیانات ومعاملات کے باب میں جائز ہے)۔

مشینی آلات سے کم ازکم ظن غالب کی کیفیت تو ضرور پیدا ہوجاتی ہے، پھر صرف مشین پر انحصار نہیں ہوتا ہے، بلکہ رپورٹ جو کہ مشین چلانے والا تیار کرتا ہے ا س پر انحصار ہوتا ہے، اس لئے ایسے آلات سے مدد لی جائے گی، لہذا اس بات کو کسی ادارے کے لئے ضروری قرار نہیں بھی دیا جائے تو کم ازکم بہتر اور احسن تو ضرور ہونا چاہئے، کہ وہ یا تو خود انتظام کرے، یا کسی معتبر لیباریٹری سے رابطہ رکھے تاکہ ضرورت کے وقت اس سے مدد لی جاسکے۔

***

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

مفتی انور علی اعظمی•

سوال (۱): حلال مصنوعات کی تصدیق کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟

جواب: حلال سرٹیفکٹ کا اجراء ایک اہم مذہبی ذمہ داری ہے، اور اس وقت ایسے ادارہ کا قیام جو اس کو ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ انجام دے سکے، ہندوستانی مسلمانوں کی ایک بنیادی ضرورت ہے، اس لئے کہ کھانے پینے کے سامانوں کے علاوہ ٹوتھ پیسٹ ، صابون اور آرائش وزیبائش کے سامانوں میں طرح طرح کے شکوک وشبہات لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحقیق وتفتیش کے بعد عوام الناس کو صحیح صورت حال سے باخبر کریں، ایسے ادارہ کے تشکیلی ڈھانچہ میں اس موضوع سے آگاہ علماء اور ارباب افتاء کی ضرورت ہے، اور ایسے ہیئہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کی اپنی لیبارٹری ہو، جس کے ذریعہ ماہرین ان مصنوعات کے اجزاء کا واقعی تجزیہ کرسکیں۔ باہر سے آنے والے سامان اور اندرون ملک تیار کئے جانے والے سامان جس میں بھی شبہ ہو اس کی جانچ کرنا اور حلال وحرام کے احکام سے آگاہ کرنا علماء کا کام ہے اور اس کی حیثیت فرض کفایہ کی ہے۔

سوال (۲): ان مصنوعات کے سلسلہ میں کن لوگوں کی خبر معتبر سمجھی جائے گی؟

جواب: حرام وحلال کا مسئلہ دیانات کے قبیل سے ہے، معاملات میں تو سب کی باتوں کا اعتبار کیا جاتا ہے، لیکن دیاناتیعنی دینی امور میں صرف عادل مسلمان کا قول معتبر ہے (ہدایہ۴،۴۳۸)۔

''ویقبل فی المعاملات قول الفاسق ولا یقبل فی الدیانات إلا قول العدل .... ووجہ الفرق أن المعاملات یکثر وجودہا بین أجناس الناس فلو شرطنا شرطاً زائداً یؤدی إلی الحرج فیقبل قول الواحد فیہا عدلاً کان أو فاسقاً، کافراً کان أو مسلماً، عبداً کان أو حراً، ذکراً کان أو أنثاً دفعاً للحرج، أما الدیانات لا یکثر وقوعہا حسب وقوع المعاملات فجاز أن یشترط فیہا زیادۃ شرط فلا یقبل فیہا إلا قول المسلم العدل لأن الفاسق متہم والکافر لا یلتزم الحکم فلیس لہ أن یلزم المسلم''۔

(معاملات میں قبول کیا جائے گا فاسق کا قول اور دیانات میں نہیں قبول کیا جائے گا مگر صرف عادل مسلمان کا قول .... دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ معاملات کا وجود انسانوں کی مختلف قسموں کے درمیان ہوتا ہے، پس اگر ہم کوئی زائد شرط لگائیں تو یہ

• مفتی دار العلوم مئو۔

چیزحرج تک پہنچادے گی، اس لئے معاملات میں ہر ایک شخص کا قول معتبر ہوگا، چاہے وہ عادل ہو یا فاسق، کافر ہو یا مسلمان، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، حرج کو دفع کرنے کے لئے، رہے دینی امور تو ان کا وقوع معاملات کی طرح بکثرت نہیں ہوتا، اس لئے دیانات میں زائد شرط لگانا جائز اور درست ہے، لہذا دیانات میں صرف عادل مسلمان کا قول معتبر ہوگا، کیونکہ فاسق متہم ہے، او رکافر خود حکم شرع کی پابندی نہیں کرتا، اس لئے اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو پابند بنائے)۔

صاحب ہدایہ (۴،۴۳۹-۴۳۸) آگے تحریر فرماتے ہیں:

''فمن المعاملات ما ذکرنا ومنہا التوکیل ومن الدیانات الإخبار بنجاسۃ الماء .... ومنہا الحل والحرمۃ''۔

(پس معاملات کے قبیل سے وہ چیزیں ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا اور معاملات ہی کے قبیل سے وکیل بنانا بھی ہے، اور دیانات کے قبیل سے پانی کے پاک ناپاک ہونے کی خبر دینا ہے ....اور دیانات ہی کے قبیل سے حل وحرمت بھی ہے)۔

اس لئے حلال وحرام کے مسئلہ میں عادل مسلمان کا قول معتبر ہوگا، کافر کے قول کا اعتبار نہیں ہوگا، جو بظاہر معتبر معلوم ہوتے ہوں۔

حکم کا مدار عادل مسلمان کا قول ہوگا، کافر کے قول سے تائید ہوسکتی ہے، اس کے قول کو فیصلہ کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

سوال (۳): اس سلسلہ میں مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کا کیا درجہ ہوگا؟ کیا ایسے ادارہ کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط ضروری ہوگا؟

جواب: کھانے پینے آرائش وزیبائش کے سامانوں میں بنیادی اجزاء کا پتہ لیبارٹری جانچ کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ ان مصنوعات میں شامل اجزاء کا پتہ لگانے کے لئے اپنی لیبارٹری کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر محض تخمین اور اندازہ کا کوئی اعتبار نہیں، اور اس بنیاد پر کوئی فیصلہ کرنا مناسب بھی نہیں ہوگا، اسی طرح اپنی لیبارٹری کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں کام کرنے والے ماہرین مسلمان ہوں۔

غیر مسلم کی لیبارٹرییا غیر مسلم ماہرین کے ذریعہ اگر یہ کام انجام دیا جائے گا تو وہ شرعاً درست نہیں ہوگا، کیونکہ حل وحرمت کے مسائل میں عادل مسلمان کا قول معتبر ہے، غیرمسلم کا نہیں۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ بڑی کمپنیاں اپنے سامان پر حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے رشوت دے کر بھی ان کے اجزاء کی واقعی تحلیل وتجزیہ پر پردہ ڈال سکتی ہیں، اس لئے مسلمانوں کا جو ادارہ یہ کام کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی لیبارٹری قائم کرے اور اس میں ایسے مسلمان ماہرین کو رکھے جو عادل ہوں، تاکہ حلال سرٹیفکٹ کا اجراء شرعی اصول اور صحیح معیار پر ہو ، ہذا ما عندی، واللہ أعلم بالصواب۔

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط

قاضی محمد حسن ندوی•

سوال (۱) کا جواب:

تصدیقی ادارہ کا قیام باہمی مشورے اور ایک دوسرے کے تعاون سے ہوگا، اور اس کے لئے حسب ذیل طریق کار کو پیش نظر رکھنا ہوگا:

۱۔ عہد رسالت اور عہد صحابہ اور عثمانیہ حکومت میں جس طرح اسلامی نظام قائم ہوا اور اسلامی عدالت اور دار الافتاء کا قیام ہوا اور اس وقت بھی عالم عرب اور ہندوستان کے دار العلوم ومدارس کی ماتحتی میں دار الافتاء، مسلم پرسنل لا بورڈ اور امارت شرعیہ پٹنہ کی سرکردگی میں دار القضاء قائم ہے اور امت مسلمہ کو رہنمائی مل رہی ہے اسی طرح یہ تصدیقی ادارہ قائم کیا جائے۔

۲۔ پورے ملک کے چیدہ اور ممتاز اہل علم میں سے سات یا دس افراد پر مشتمل ایک شورائی کمیٹی کا انعقاد ہو جن کی رائے اور مشورے سے اس ادارہ کا ہدف ومنشور اور لائحہ عمل تیار کیا جائے۔

۳۔ او ران ہی حضرات کے مشورہ سے ایک تحقیقی کمیٹی کا انتخاب ہوجو ایک طرف دینی شعور کے مالک ہوں تو دوسری طرف اس فن کے ماہر ہوں، اگر اس فن کے ماہرین میں مسلمان نہ ہوں تو غیر مسلم کی تحقیق سے استفادہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ قابل اعتماد اور قابل اعتبار ہوں۔

۴۔ اسی طرح آگاہ علماء، ارباب افتاء، اور باشعور نوجوان فضلاء پر مشتمل ایک کمیٹی کا انعقاد ہو جو نصوص شرعیہ کی روشنی میں او رارکان شوری کے مشورہ سے حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرسکے۔

استدلال:

جہاں تک دلائل کا تعلق ہے تو تصدیقی ادارہ کے تعلق سے قرآن وحدیث میں صراحۃً کوئی بات نہیں ہے؛ البتہ اسلامی حکومت کے تعلق سے تین اصولی باتیں ملتی ہیں: اثبات عدل، شوری اور اولو الامر کی اطاعت، اثبات عدل کے بارے میں قرآن مجید کی کئی آیات میں وضاحت وصراحت ہے، یہاں بطور نمونہ کے چند آیات پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

''وإن حكمت فاحكم بينهم بالقسط إن الله يحب المقسطين'' (مائدہ: ۴۲)۔

• استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ماٹلی والا بھروچ گجرات۔

(اگر فیصلہ کرو تو لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں)۔

''وأما القاسطون فكانوا لجهنم حطباً'' (جن: ١٥) (بے انصافی کرنے والے جہنم کے ایندھن ہیں)۔

اور شوری کی اہمیت وضرورت کے تعلق سے تو اس کے بارے میں اللہ تعالی نے رسول کو حکم دیا ہے اور مشورے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

''وشاورہم فی الأمر'' (آل عمران: ١٥٩) (آپ پیش آمدہ امور میں صحابہؓ سے مشورہ کیجئے)۔

جس حادثہ کے بارے میں کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو اس کے بارے میں شوری کو ایک عام اصول قرار دیا ہے، فرمان الہی ہے:

''وأمرہم شوری بینہم'' (شوری: ٣٨) (وہ اپنے امور مشورہ سے طے کرتے ہیں)۔

اسی طرح اولو الامر کی اطاعت نص قرآنی سے ثابت ہے، ارشاد ربانی ہے:

''یا أیہا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم فإن تنازعتم فی شئ فردوہ إلی اللہ والرسول'' (نساء : ٥٩) (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو اولو الامر ہیں ان کی اطاعت کرو پھر اگر کسی معاملہ میں اختلاف ہوجائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف مراجعت کرو)۔

عہد رسالت میں مشورہ، اور غیر منصوص فیہ مسائل میں فیصلہ کا طریقہ:

اوپر کی آیات سے یہ بات عیاں ہوئی کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو بھی مشورہ کا مکلف بنایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے حکم خداوندی کی تعمیل میں صحابہ کرام سے جس طرح مشورہ کیا ہے اس طرح آنحضور ﷺ سے زیادہ مشورہ کرنے والا کوئی نہیں تھا، اور حضور ﷺ کا یہ عمل اس بنیاد پر تھا کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''فاعف عنہم واستغفرلہم وشاورہم فی الأمر فإذا عزمت فتوکل علی اللہ'' (آل عمران: ١٥٩) (تو آپ ان کو معاف کردیں، ان کے لئے استغفار کریں، پھر آپ کام کا عزم لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں)۔

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو تین باتوں کا حکم دیا ہے کہ ان کو معاف فرمادیں، ان کے لئے پروردگار سے مغفرت کی دعا کریں اور معاملہ میں ان سے مشورہ فرمایا کریں۔

امام فخر الدین رازیؒ ان تینوں صیغوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''إیجاب للعفو علی الرسول ﷺ.... أمر لہ بالاستغفار .... وشاورہم یقتضی الوجوب''

(تفسیر کبیر۵،۶۹-۶۷)۔

(اس صیغہ میں رسول اکرمﷺ پر صحابہ کرام کو معاف کرنا واجب کیا گیا ہے.... اور استغفار کا حکم دیا ہے ....اور ‘‘شاورہم ’’ وجوب کا تقاضا کرتا ہے)۔

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ منصوص فیہ مسائل میں شوری کی ضرورت نہیں تھی اور نہ ان میں مشورہ جائز تھا، اس لئے آپﷺ نے ان مسائل میں مشورہ نہیں کیا، البتہ غیر منصوص فیہ مسائل میں آپ نے مشورہ کیا ہے۔

مجمع الزوائد میں ہے:

‘‘عن معاذ بن جبل أن رسول اللہﷺ لما أراد أن یسرح معاذاإلی الیمن فاستشار ناساً من أصحابہ فیہم أبوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ وزبیر وأسید بن حضیر فاستشارہم فقال أبوبکر: لو لا إنک استشرتنا ما تکلمنا، فقال: إنی فیما لم یوح إلیّ کأحدکم قال فتکلم کل إنسان برأیہ الخ’’ (مجمع الزوائد،۱۷۸)۔

(حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے جب حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام سے مشورہ کیا جن میں حضرت ابوبکر وعمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور اسید بن حضیررضی اللہ عنہم تھے، ان حضرات سے مشورہ کیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اگر آپ ہم سے مشورہ نہیں کرتے تو ہم کچھ عرض نہ کرتے، آپﷺ نے فرمایا: جن معاملات میں میرے پاس وحی نہیں آتی ان میں میں تم میں سے کسی ایک کے برابر ہوں؛ چنانچہ اس کے بعد ہر ایک نے اپنی رائے بیان کی۔

بہرحال اس کی دوشکلیں ہیں:

الف: ایک صورت یہ ہے کہ رائے ایک شخص کی ہو لیکن تمام صحابہ نے تائید کردی ہو، تو آپﷺ نے اس کے مطابق فیصلہ کیا، اس کی کئی مثالیں ہیں، غزوہ خندق کے موقع پر تنہا حضرت سلمانؓ کی رائے تھی، لیکن بعد میں تمام صحابہ نے اس رائے کو قبول کیا اور اسی کے مطابق عمل بھی ہوا، اسی طرح اذان کے مسئلہ میں بھی حضرت عبد اللہ بن زیدؓ نے اپنے خواب کو بیان کیا تو رسول اللہﷺ نے وحییا اجتہاد سے ان کے خواب کی تصدیق کی اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا (ابوداؤد شریف۱،۷۲ مطبع مکتبہ تھانوی دیوبند)۔

ب: دوسری صورت یہ کہ امر مشورہ میں اہل رائے کا اختلاف ہو تو رسول اکرمﷺ نے کثرت رائے کے مطابق فیصلہ کیا، جیسے اسیران بدر کو فدیہ لے کر رہا کرنے کے مسئلہ میں،یا غزوہ احدکے موقع پر مدینہ طیبہ سے نکل کر مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں، چنانچہ بیری میں مذکور ہے:

‘‘ففی البیری علی الاشباہ أن المقرر عن المشائخ أنہ متی اختلف فی المسألۃ فالعبرۃ بما قالہ الأکثر’’ (شرع عقود رسم المفتی ، ۸۹) (یعنی جب مسئلہ میں اختلاف ہو تو اعتبار اکثر حضرات کی رائے کا ہوگا)۔

عہد صحابہ میں مشورہ:

عہد رسالت کے بعد خلافت کا انعقاد بھی شوری سے ہوا، اورخلافت کے تمام امور مشورہ سے انجام پاتے رہے، حتی کہ حضرت ابوبکرؓ نے نئے مسائل میں شوری کی پابندی فرمائی، اپنے آخری وقت میں انہوں نے صحابہ کرام سے مشورہ کرکے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا، اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی آخری وقت میں چھ سات نفری شوری مقرر فرمایا، اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کا انتخاب کیا، اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی اپنے پورے عہد خلافت میں شوری پر عمل فرماتے رہے (شوری کی شرعی حیثیت ۱۲۵،۱)۔

جہاں عراق اور شام کی زمین کا مسئلہ آیا تو غور وخوض کے لئے حضرت عمرؓ نے مہاجرین وانصار کے نمائندوں پر مشتمل شوری منعقد کی او راس موقع پر ارشاد فرمایا:

‘‘فلما اجتمعوا حمد اللہ فأثنی علیہ بما ہو أہلہ ثم قال: إنی لم أزعجکم إلا أن تشترکوا فی أمانتی فیما حمّلت من أمورکم فإنی واحد کواحدکم’’(کتاب الخراج: قاضی ابویوسف، ص۱۴)۔

جب سب جمع ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے باری تعالی کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ میں نے آپ حضرات کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ آپ اس بار امانت میں شریک ہوں جو میرے اوپر ڈال دیا گیا ہے اور اس مجلس شوری میں میری حیثیت بھی تم میں سے کسی ایک فرد کے برابر ہے۔

سوال (۲) کا جواب:

خبر کا لفظ بہت ہی جامع ہے، اس کے معنی اطلا ع دینے کے ہیں، اخبار اس کی جمع ہے، ‘‘الخبیر ’’ اللہ تعالی کے اسماء حسنی میں سے ہے، جس کا معنی خبر دینے والا ہے، خبر کے ذریعہ کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کا علم ہوتا ہے، فن حدیث میں خبر سے حدیث مراد ہوتی ہے، علامہ ابن حجر کے حوالہ سے صاحب موسوعہ لکھتے ہیں:

‘‘قال ابن حجر العسقلانی الخبر عند علماء الفن مرادف للحدیث فیطلقان علی المرفوع وعلی الموقوف والمقطوع’’ (الموسوعۃ الفقہیہ۱۹،۱۳)۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ فن حدیث کے علماء کے یہاں خبر حدیث کے مترادف ہے، اور دونوں (خبر اور حدیث) مرفوع، موقوف اور مقطوع پر استعمال ہوتے ہیں۔

البتہ بعض محدثین نے حدیث اور خبر میں فرق کیا ہے کہ حدیث وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ مروی ہے اور خبر وہ ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ (صحابہؓ سے) مروی ہو۔

‘‘وقیل الحدیث ما جاء عن النبي والخبر ما جاء عن غیرہ’’ (حوالہ سابق)۔

لیکن خبر کا لفظ فن فقہ میں دوسرے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اگر اس کا تعلق معاملات سے ہوتا ہے تو اس خبر کے ذریعہ کسی کو خریدوفروخت کا وکیل بننے کا اختیارحاصل ہوتا ہے، تجارت کی اجازت ملتی ہے، اگر خبر کا تعلق دیانات سے ہوتا ہے تو کسی چیز کے پاک یا ناپاک ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔

بہرحال خبر میں بہت زیادہ تنوع اور توسع ہے، اسی وجہ سے شریعت نے کچھ حدود وشرائط مقرر کی ہیں کہ کس صورت میں کس کی خبر معتبر ہوگی، او رکس صور ت میں کس کی خبر معتبر نہ ہوگی؟

اس سلسلہ میں قرآن وحدیث اور فقہاء کی تصریحات کو جب ہم سامنے رکھتے ہیں تو ہمیں مخبر عنہ کے اعتبار سے دونوں کے حکم میں بڑا فرق معلوم ہوتا ہے، اب یہاں سب سے پہلے دونوں کی تعریف اور فرق کو واضح کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

معاملات:

اس سے وہ آپسی معاملات مراد ہیں جن میں کسی پر کوئی چیز لازم قرار نہ دی جائے، اور نہ اس میں نزاع کی صورت ہو جیسے کسی کو خریدوفروخت کا وکیل بنایا جانا، تجارت کی اجازت دینا، کسی کا دوسرے کی طرف سے تحفہ پیش کرنا، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے:

''کل شئ لیس فیہ إلزام ولا ما یدل علی النزاع فہو من المعاملات'' (۸،۱۸۷)۔

وہ معاملات جس میں کسی پر کوئی چیز لازم نہ قرار دی جائے اور نہ اس میں نزاع کی صورت ہو ان امور میں مسلمان، کافر، فاسق، نابالغ ذی شعور کی خبریں قبول کی جائینگی۔

صاحب تکملۃ البحر الرائق لکھتے ہیں:

''والأصل أن المعاملات یقبل فیہا خبر کل ممیز حراً کان أو عبداً، مسلماً کان أو کافراً لعموم الضروریۃ'' (۸،۳۴۲)۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے معاملات میں ہر ایک کی خبر مانی جاتی ہے، چاہے آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا کافر، صغیر ہو یا کبیر۔

دیانات:

معاملات کے برعکس دیانات ہے، اس میں ایک دوسرے پر حقوق متعلق ہوتے ہیں، اور اس میں نزاع کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے خبر دینے والے کا معتبر اور مسلمان ہونا ضروری ہے، اس میں کافر اور بچہ کی خبر معتبر نہیں ہوتی۔

تکملۃ البحر الرائق میں ہے:

''وإن کان فیہ شئ من ذلک لا یقبل فیہ الواحد'' (حوالہ سابق)۔

اگر اس میں کوئی چیز لازم ہوتی ہے او رنزاع کا اندیشہ ہے (تو وہ دیانات کے قبیل سے ہے) لہذا اس میں ایک شخص کی خبر معتبر نہیں ہوگی۔

الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید میں ہے:

''وأصل ما ذکر من ثبوت الحل والحرمۃ أن خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات'' (الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید۵؍۳۳۲ مطبع دار القلم)، (حلت وحرمت کے سلسلہ میں اصل بات یہ ہے کہ کافر کی خبر معاملات میں بالاتفاق معتبر ہے لیکن دیانات میں نہیں)۔

غرضیہ کہ خدا اور بندوں کے درمیان حقو ق سے متعلق جو احکام ہیں وہ دیانات کے قبیل سے ہیں ان میں صرف معتبر مسلمان کی خبر معتبر ہوگی، اسی طرح کھانے پینے سے متعلق احکام بھی دیانات کے باب سے ہیں، لہذا ان میں معتبر مسلمان کے علاوہ کافر اور فاسق کی خبر معتبر نہ ہوگی، البتہ کوئی تصرف اصلاً معاملہ ہو مگر ضمناً دیانات کے قبیل سے ہو تو اس میں کافر کی خبر معتبر ہوگی، ''کما إذا أخبر بأن ہذا حلال أو حرام وقد قبل فیہ خبر الکافرولو مجوسیاً.... (الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید۵؍۳۳۲)۔

تکملۃ فتح القدیر میں بہت صریح جزئیہ ہے:

''لأن الحل والحرمۃ من الدیانات ولا یقبل قول الکافر فی الدیانات'' (۸؍۳۴۷)۔

وجہیہ ہے کہ حلت وحرمت (کے احکام) دیانات کے قبیل سے ہیں اس لئے اس میں کافر کا قول معتبر نہیں ہوگا۔

سوال (۳) کا جواب:

اسلام ایک آفاقی اور عالمی مذہب ہے، اس کی تعلیمات ہر دور، ہر خطہ کے لئے ہے، اس کے اصول وقوانین کی روشنی میں ہر عہد کے نت نئے مسائل اور جدید آلات کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے، قرآن میں ارشاد ہے:

''وأعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ''(انفال: ۶۰)۔

اس کے تحت ضرورت اور مقاصد کی بجاآوری کے لئے ہر ممکن جائزذریعہ ووسیلہ کا استعمال کرنادرست ہے۔

قرآن وحدیث میں جگہ جگہ پر رزق حلال کے استعمال کی تاکید کی گئی ہے بلکہ اسی کو عمل صالح کے لئے بنیاد قرار دیا ہے۔

''یا أیہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً إنی بما تعملون علیم'' (مومنون: ۵۱) (اے پیغمبروں تم نفیس چیز کھاؤ، اور نیک کام کرو، میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں)۔

دوسری طرف دشمنان اسلام کی طرف سے مصنوعات، ماکولات اور مشروبات میں حلال وحرام کی تمیز ختم کرنے کے لئے ایک منظم کوشش چل رہی ہے، ایسے حالات میں ان مصنوعات کی تحقیق کرکے تصدیقی سرٹیفکٹ جاری کرنا علماء اور فقہاء کے فریضہ میں داخل ہے، اس کے لئے آلات جدیدہ (لیبارٹری) کا استعمال درست ہے۔

دوسرا رخ:

اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ آلات جدیدہ اور مشین کے ذریعہ جو علم حاصل ہوتا ہے وہ قطعیات پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ وہ ظنیات پر مبنی ہوتا ہے، اس لئے صرف مشین کی تحقیق کی بنیاد پر تصدیق جاری کرنا درست نہ ہوگا، ضروری ہوگا کہ معتبر اشخاص کے ذریعہاس کی تحقیق کی جائے، اگر اس کے مطابق آلات اور لیبارٹری کی تحقیق ہے تو اسے بطور تائید کے پیش کی جائے، پھر تصدیق جاری کی جائے؛ کیونکہ آج سارے آلات جدیدہ اور مشینوں پر یہود ونصاری کا تسلط ہے اور وہ اپنے ناپاک ارادہ کے تحت مسلمانوں کے خلاف ان آلات کو استعمال کرتے ہیں، اس لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام اولی اور بہتر ہوگا؛ تاکہ معتبر دیندار مسلمانوں کی سرکردگی میں مصنوعات کی تحقیق ہوسکے، فتاوی خانیہ کے حوالہ سے تکملۃ البحر الرائق میں ذکر ہے:

''وفی الخانیۃ أی لأن الکافر یعتقد أن المسلم علی دین باطل فیقصد الإضرار للعداوۃ فترجح الکذب فی خبرہ فلا یجب التحری بل یستحب'' (۳۴۳،۸)۔

اور فتاوی خانیہ میں ہے کہ کافر کا اعتقاد یہ ہے کہ مسلمان دین باطل پر ہے، لہذا وہ عداوت میں مسلمان کو ضرر پہنچانے کا قصد رکھتا ہے اور (کافر کی) خبر میں کذب (جھوٹ) کو ترجیح دی جائے گی)۔

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں حسب ذیل آراء پیش خدمت ہیں:

(۱) اس ادارہ کا ڈھانچہ اسلامی حکومت کے نہج پر شوری کی ماتحتی میں قائم کیا جائے۔

(۲) چونکہ مصنوعات اور ماکولات ومشروبات پر حلال وحرام کا حکم دیانات کے قبیل سے ہے اس لئے اس میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر اعتماد کیا جائے، غیر مسلم کی خبر معتبر نہ ہوگی۔

(۳)ذریعہ اوروسیلہ کے طور پر تحقیق وتجزیہ کے لئے مشینی آلات کا استعمال جائز ہوگا، لیکن صرف اس کی تحقیق کی بنیاد پر تصدیق جاری کرنادرست نہیں ہوگا، بلکہ اس کی تحقیق کو بطور تائید کے پیش کی جائے۔

(۴) اس کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام اولی ہوگا، لیکن اگر اپنی لیبارٹری کا انتظام نہ ہوسکے تو دوسری معتبر لیبارٹری سے انتفاع درست ہوگا۔

***

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

مفتی لطیف الرحمن فلاحی•

آج زمانہ جس طرح آگے بڑھتا جارہا ہے، انسانی ضروریات بھی بڑھتی جارہی ہیں اور نت نئے مسائل پیدا ہوتے جارہے ہیں، اب ارباب افتاء اوراہل بصیرت اشیاء کی کثرت اور نت نئی مصنوعات کی وجہ سے شدت سے اس کی ضرورت محسوس فرمارہے ہیں کہ ان مصنوعات کے تعلق سے ایسا کوئی لائحہ عمل پیش فرمائیں تاکہ امت کے تمام افراد حرام سے بچتے ہوئے حلال مصنوعات کو اختیار فرمائیں، اور حرام مصنوعات سے مکمل پرہیز کرسکیں۔

لہذا علماء ربانیین واصحاب افتاء دل کی گہرائی اور بہت شدت سے ایسے ادارہ کی تشکیل کے لئے کوشاں ہیں ، جو امت مسلمہ کو حلال وحرام کے تعلق سے تشفی بخش جواب دے سکیں اور امت کو مطمئن کرسکیں۔

(۱) لہذا حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہو؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس ادارہ میں دو طرح کے لوگ موجود ہوں، پہلے ایک ایسے ماہر علماء کی جماعت اور ایسے اصحاب افتاء کی تعداد کی ضرورت ہے جن کی قرآن وحدیث اور ائمہ مجتہدینکے اصول وکلیات پر گہری نگاہ ہو، اور دوسرے ایسے ماہرین فن موجود ہوں جو کھانے اور پینے کی اشیاء کے متعلق گہری معلومات رکھتے ہوں اور اسی کے ساتھ ساتھ لیباریٹری اور تجزیہ کے ماہرین بھی ہوں جو ان مصنوعات میں شامل اجزاء کے بارے میں درست اور واضح معلومات فراہم کرسکیں۔ اگر ادارہ مینیہ دونوں قسم کے افراد موجود ہیں تو پھر یہ ادارہ امت کی صحیح رہنمائی کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے سکے گا۔

اوراس ادارہ میں کام کرنے والے افراد حلال وحرام کے تعلق سے شریعت کے بنیادی اصول وقواعد کو بھی ملحوظ رکھیں، اور اس میں سب سے پہلی بات اشیاء کے تعلق سے یہ سامنے رکھیں کہ ''اشیاء میں اصل مباح اور جائز ہونا ہے ''، شریعت کا اصول ہے: ''الأصل فی الأشیاء الإباحۃ'' (الاشباہ للسیوطی: ۱۳۳)، یعنی کسی چیز کے ناجائز اور حرام ہونے میں جب تک کوئی دلیل نہ آجائے اس کو مباح ہی سمجھا جائے گا۔

نوپید مسائل میں خصوصیت کے ساتھ اس قاعدہ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور موجودہ زمانہ کی ایجادات واختراعات پر اس قاعدہ کو خصوصیت کے ساتھ منطبق کیا

• سانتا کروز، ممبئی۔

جاسکتا ہے (ماخوذ از حلال وحرام،۲۵)۔

اورجانور اور ان کے گوشت کے بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ گوشت میں اصل حرمت ہے اور گوشت کے علاوہ دوسری اشیاء میں اصل حلت اور اباحت ہے، لہذا دوسری اشیاء اس وقت تک جائز اور مباح سمجھی جائے گی جب تک ان میں دلیل حرمت یقینی طور پر نہ پائی جائے، مثلاً کیک، بسکٹ یہ کافر سے بھی خرید کر کھانا حلال ہے، جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ اس میں کوئی نجس یا حرام چیز ملائی گئی ہے، لیکن کافر سے گوشت خرید کر کھانے کی اس وقت تک اجازت نہیں جب تک کہ یہ معلوم نہ ہوجائے کہ یہ جانور اسلامی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہے، لہذا گوشت کو حلال کہنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور دوسری اشیاء کو حرام قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، یہ ایک اہم اصول ہے جو ہمیشہ سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔

اور دوسری اہم بات یہ بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ جن اشیاء میں اباحت ہے ان میں صرف شک وشبہ کی وجہ سے حرمت نہیں آتی جب تک کہ حرمت کا یقین نہ ہوجائے، آج بازار میں کھانے پینے کی بہت ساری اشیاء ملتی ہیں، اور ان کے بارے میں افواہیں بھی پھیلائی جاتی ہیں کہ اس میں فلاں فلاں نجس چیز ملائی گئی ہے، تو جب تک یقینی خبر باوثوق ذرائع سے نہ معلوم ہوجائے اس وقت تک ان اشیاء کا استعمال درست رہے گا، بہت زیادہ کنج وکاؤ میں پڑنے کی ضرورت نہیں، او ربہت جلدی بغیر تحقیق کے فتوی صادر کرنے کی اجازت نہیں کہ آئندہ اس چیز کا استعمال حرام ہے (مستفاد از تقریر ترمذی۲،۷ حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم)۔

(۲) ان مصنوعات کے سلسلہ میں صرف دیندار مسلمان کی خبر پر اعتماد ہی نہیں بلکہ کافر کی خبر پر بھی اعتماد کرتے ہوئے ان مصنوعات کو بلاشک استعمال کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ ان مصنوعات کی حلت وحرمت کا تعلق ایسے دیانات کے قبیل سے ہے جو معاملات کے ضمن سے ہیں؛ لہذا اس بارے میں معتبر غیر مسلم کی بات کا بھی اعتبار ہوگا۔

رد المحتار میں ہے:

''وأصلہ إن خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات وعلیہ عمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃیعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات'' (بحوالہ فتاوی محمودیہ۶،۵)۔

بلکہ اگر گوشت وغیرہ کے متعلق بھی کوئی غیر مسلم اس بات کی خبر دے کہ میں نے اس گوشت کو مسلمان دوکان سے خرید کر پکایا ہے تو اگر کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جس سے محسوس ہو کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے تواس کی خبر کو بھی معتبر مانا جائے گا اور اس گوشت کا استعمال حلال ہوگا۔

رد المحتار میں ہے:

‘‘من اشتری لحماً، فعلم أنہ مجوسی وأراد الردّ، فقال:ذبحہ مسلم، یکرہ أکلہ’’ (۳۴۴،۶ بحوالہ فتاوی محمودیہ۲۹۰،۱۷)۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

‘‘من أرسل أجیراً لہ مجوسیاً أو خادماً فاشتری لحماً فقال اشتریت من یہودی أو نصرانی أو مسلم وسعہ أکلہ’’ (۳۰۸،۵)۔

(۳) اگر لیباریٹری کے مشینی آلات درست ہیں اور اس لیباریٹری کے منتظم بھی ماہرین فن ہیں، اگر غیر مسلم ہیں تب بھی اس لیبارٹری سے حاصل شدہ تحقیقات درست تسلیم کی جائینگی، اور ان کی خبر پر اعتماد کیا جائے گا، لیکن بہتر ہے کہ مسلمان ادارے اپنی لیباریٹری کا خود انتظام کریں اور اس لیباریٹری پر مسلمان ماہر فن کا عملہ اپنی نگرانی میں مقرر کریں تاکہ کسی بھی طرح کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

***

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط معتبرہ

مفتی ابوبکر قاسمی•

غذائی مصنوعات کے لئے حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے وقت جن شرائط کا شریعتنے اعتبار کیا ہے خود سوالنامہ میں مذکور ہے کہ (الف) کسی حرام جانور کے اجزاء سے تیار نہیں کیا گیا ہے، (ب) حلال جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہے، (ج) شرعی ذبیحہ کا ایسا جز بھی شامل نہیں ہے جس کے کھانے یا استعمال کرنے کی شرعاً ممانعت ہے، (د) مردار یا غیر شرعی ذبیحہ کے اجزاء شامل نہیں ہیں۔

(۱) اب حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہو، تو چونکہ یہ عملی مسئلہ ہے اس لئے اسلامی ممالک یا قریبی ممالک میں قائم تصدیق جاری کرنے والے ادارہ سے رابطہ قائم کرکے اسی نوعیت کا ادارہ ہندوستان میں بھی قائم کیا جائے۔

(۲) حلال وحرام کی تصدیق جاری کرتے ہوئے صرف دیندار مسلمان کی خبروں ہی پر اعتماد کیا جائے۔

(۳) مشینی آلات کے ذریعہ معلومات حاصل کرتے ہوئے معتبر ماہر دیندار مسلمان ڈاکٹر کی تصدیق ضروری ہوگی، نیز اس کمپنی کی کمیٹی میں حلال وحرام سے اچھی طرح واقف علماء اور مفتیان کرام کی شمولیت بھی ضروری ہے تاکہ حلال سرٹیفکٹ کا اجراء شرعی اصول کے مطابق ہو۔

***

• مدرسہ اسلامیہ شکرپور، بھرواڑہ، ضلع دربھنگہ، بہار۔

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

مفتی محمد مقصود فرقانی•

۱ : حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا دیندار اور اس فن کا ماہر ہونا ضروری ہے۔

۲ : ان مصنوعات کی تصدیق کرنے والوں میں اگر سبھی مسلمان مل جائیں تو بہت اچھا ہے، اور اگر سب مسلمان نہ ملیں تو اس میں معتبر غیرمسلموں کی تصدیق بھی مانی جاسکتی ہے جیسے کہ کسی غیر مسلم سے گوشت منگوایا او ر اس سے پوچھا: کس دوکاندار سے لایا ہے مسلم سے یا غیر مسلم سے؟ وہ جواب دے: مسلم دوکاندار سے لایا ہوں تو اس کی خبر معتبر ہے، اس کی صراحت ہدایہ میں موجود ہے۔

۳ : مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات اکثر صحیح ہوتی ہیں اور آج کل سائنس کی ترقی کے دور میں ہمیں ان پر اعتبار کرنے کے لئے مجبور کردیا گیا ہے اس لئے مشینی آلات سے حاصل ہونے والی معلومات کو تسلیم کیا جائے گا؛ البتہ اپنا تعلق ایسی کمپنیوں سے رکھنا درست نہیں ہوگا جو مذکورہ بالا شرائط کا اہتمام نہیں کرتیں۔

نائب مفتی صاحب کے جوابات فقہی اصول کی روشنی میں صحیح ودرست ہیں۔

احقر مفتی محبوب علی

ناظم تعلیمات مدرسہ ہذا

***

• نائب مفتی جامع العلوم فرقانیہ، رامپور، یوپی۔

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

مفتی عبد المنان•

۱ : حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ:

(۱) وہ ماہر عالم جو حلال وحرام کی تمام چیزوں کے بارے میں علم رکھتا ہو۔

(۲) لیبارٹری او رتجزیہ کے ماہر جو مصنوعات میں شامل اجزاء کے بارے میں درست معلومات رکھنے والے افراد ہوں۔

(۳) حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والا ماہر عالم ہو۔

۲ : ان مصنوعات کے سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبر پر ہی اعتماد کیا جائے گا، غیر مسلموں کی خبر قبول نہیں کی جائے گی، خصوصاً اس زمانہ میں۔

۳ : اس سلسلہ میں مشینی معلومات اگر سو فی صد سچ اور حق ہونے پر دیندار مسلمانوں کے تجربہ سے ثابت ہوتا ہے تو اعتبار کرنا جائز ہوسکتا ہے، ورنہ نہیں؛ چونکہ مشینی معلومات کبھی غلط بھی ہوتے ہیں۔ ایسے ادارہ کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام ضروری ہے۔

اگر ضرورتاً کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط کی ضرورت ہوتی ہے تو ضروری ہوگا کہ دوسرے نمبر پر جو شرائط ہینیعنی دیندار مسلمان اس کو ڈرائیو کرتاہو، یا جانکار معتبر مسلمان اس لیبارٹری میں موجود ہو جو اس کی حقانیت کی تصدیق کرتا ہو، وہ پائے جائیں۔

* * *

• مفتی دار الحدیث، پرمائی وٹی، آسام۔

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی•

حلال مصنوعات کی تصدیق کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ:

حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والا ادارہ اسلامی ملکوں میں ہو اور حکومت اس کی نگرانی کرے اور اس ادارہ میں علماء اور ماہرین کے وفود کو حکومت بھیجے اور وہ انتظامیہ سے اس بات کا مطالبہ کریں کہ وہ شریعت کے موافق کام کریں اور ان کو طریقہ کار سمجھائیں اور اس سلسلہ میں شرعی ہدایتوں کی وضاحت کریں اور اس ادارہ کی نگرانی کے لئے ایسے غیرت مند مسلمان مقرر کئے جائیں کہ جب تک ان کو مکمل طور پر حلت کا یقین نہ ہوجائے وہ اس ادارہ کو سرٹیفکٹ جاری نہ کریں، نیز مصنوعات کی تصدیق اجمالی طور پر نہ ہو بلکہ حلال ہونے کی پوری وجہ لکھی جائے کہ یہ چیز فلاں فلاں چیز سے اس طریقہ پر تیار کی گئی ہے اور فلاں آدمی نے تیار کیا ہے، اور غیر مسلم ممالک کے ایسے اداروں کو بھی اجمالی تصدیق سے روکنے کی کوشش کی جائے، اور اگر وہ نہ مانیں تو ان کی مصنوعات سے احتراز کیا جائے جب تک حلت کا یقین نہ ہوجائے، اور مسلم تنظیمیں ایسے ادارہ کے مالکان کو اکٹھا کرکے مسئلہ کی نزاکت کو سمجھائیں اور اس کی اہمیت کو باور کرائیں ورنہ مسلمانوں کا خاص ادارہ ہو جو مسلمانوں کے لئے اسلامی طریقہ پر کام کرے۔

معتبر غیر مسلم کی خبر کا اعتبار:

اس سلسلہ میں مسلمان دیندار کے ساتھ معتبر غیر مسلموں کی خبر بھی قبول کی جائے گی اور اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

''ویقبل قول کافر ولو مجوسیاً قا ل اشتریت اللحم من کتابی فیحل أو قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم ولا یردہ بقول الواحد وأصلہ إن خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات وعلیہیحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃیعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی'' (الدر المختار علی رد المحتار ۵؍۲۴۲-۲۴۳ کتاب الحظر والاباحہ)۔

اپنی لیبارٹری کا انتظام یا ارتباط:

ایسے ادارہ کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے

• قاضی شریعت دار القضاء ہریانہ۔

ارتباط ضروری اور لازمی ہوگا؛ کیونکہ جانور کو ذبح کیا گیا تو کسی اور چیز سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیایا کسی اور سبب سے پہلے ہی سے مرا تھا، اسی طرح کس جانور کے اعضاء ملائے گئے ہیں اس کے ملانے کے بعد ماہیت باقی رہتی ہے یا ختم ہوجاتی ہے، پھر ملائی ہوئی شئی حلال جانور کی ہے یا حرام جانور کی، جہاں یہ چیزیں مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہیں وہیں ان کے استعمال کے بعد ان کا پتہ لگانا مشین ہی کے ذریعہ ممکن معلوم ہوتا ہے، اس لئے لیبارٹری کا قیامیا ارتباط لازم ہوگا تاکہ حلت وحرمت کا یقینی حکم لگایا جاسکے، نیز ہر کام پر ایک آدمی کی گواہی امر دشوار ہے؛ البتہ اگر معاملہ اختلافی ہوجائے تو اصل اعتبار مشاہدہ کا ہوگا اور لیبارٹری کی تحقیق بطور تائید کے کام آئے گی۔

خلاصہ:

مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ شرعی نوعیت کا ہو، اس میں ماہر فن اور خدا ترس علم سے آگہی رکھنے والے علماء کی جماعت ہو جو اس ادارہ کی نگرانی کرے، ادارہ اسلامی ملکوں میں اسلامی حکومت کے تحت ہو۔ اس سلسلہ میں مسلمان اور معتبر کافر کی خبر بھی قبول کی جائے گی؛ کیونکہیہ معاملات کے قبیل سے ہے اور معاملات میں ایک کافر کی گواہی بھی قبول کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں اپنی لیبارٹرییا کسیلیبارٹری سے ارتباط ضروری ہوگا اور مشینی معلومات کا درجہ تائید کا ہوگا، اختلاف کی صورت میں اس کی معلومات کو یقینی نہیں مانا جائے گا؛ بلکہ تائید کے طور پر اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

* * *